مخزن تصوف

سوانح حیات

حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس سرہ العزیز

حسب فرمائش

حضرت خواجہ مخدوم محمد صباحت حسن شاہ سجادہ نشین درگاہ شریف

المؤلف

حضرت مولانا حافظ وقاری وصوفی محمد وارث علی شاہ بلرامپوری ثم لکھنوی

نام کتاب **مخزنِ تصوف**

حسب فرمائش۔ حضرت خواجہ مخدوم محمد صباحت حسن شاہ راحتی، فصاحتی،

سجادہ نشین: درگاہ حضور دادامیاں مال ایونیو لکھنؤ

نام مصنف: مولانا، حافظ وقاری وصوفی محمد وارث علی شاہ

جہانگیری، بشیری، بلرام پوری ثم لکھنوی

موبائیل:9415513640

کتابت عبدالرحمٰن وآفتاب الدین مچھلی محال، لکھنؤ

بارِاول تعداد ایک ہزار

سن طباعت ۲۰۰۸ء

ضخامت 480

ھدیہ دوسو پچاس روپئے 250

مطبوعہ

ملنے کا پتہ:- درگاہ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ

درگاہ دادامیاں روڈ، مال ایونیو، لکھنؤ (انڈیا)

فون:0522-2238901

شرف انتساب

ہر اس فرزند توحید کے نام جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ پر صدق دل سے یقین رکھتا ہے، اور محبوبان خدا کی عظمت وتکریم کا تہ دل سے قائل اور دل میں تلاشِ حق کا جذبہ رکھتا ہے۔

ناظرین وقارئین سے گذارش ہے کہ جو حضرات اس کتاب سے استفادہ فرمائیں، وہ مصنف کتاب کے والدین کریمین کے واسطے بخشش ومغفرت اور ترقی درجات کی دعا فرمائیں، کہ رب تبارک وتعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں مقام بلند عطا فرمائے،

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

طالب دعا

محمد وارث علی عفی عنہ

ضروری التماس

مخزنِ تصوف کی تالیف کے سلسلہ میں یہ نکتہ نہایت ہی قابلِ غور ہے کہ اول کتاب اللہ قرآن مجید کی آیات وتفسیر کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور حتیٰ الامکان پارہ نمبر، سورہ ورکوع اور آیت نمبر نوٹ کرنے کی سعی کی گئی ہے احادیثِ کریمہ سے جن جن روایات، فقہائے عظام وصوفیائے کرام کے جن جن اقوال کو پیش کیا گیا ہے نہایت اسناد وصحت کے ساتھ عربی تراجم اور ان کے مفہوم کو ماخذ شدہ کتب کے نام اور صفحہ نمبر تک لکھ دیئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ماخذ کی فہرست کو کتاب میں شامل نہیں کیا گیا ہے یقیناً اس کے بعد اس کی کوئی حاجت وضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

علاوہ ازیں قطب عالم حضور خواجہ مخدوم حضرت محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ العزیز اور اس دربار کے سجادہ نشین حضرات کے ذکر جمیل کو یا تو ان کتابوں سے جن میں ان حضرات کا ذکر ملتا ہے یا پھر ان واقعات سے جن کو سلیم العقول حضرات نے دیکھا یا بیان کیا من وعن نقل کر دیا گیا ہے۔

جن مقامات پر حوالہ جات وصفحات وغیرہ کے مندرجات پیش نہیں کئے گئے ہیں انھیں خداداد صلاحیت اور اپنے علم وفہم کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہے اگر بزرگان دین کے حالات وواقعات کو کسی کتاب یا مضمون سے مناسبت ہو جائے تو اسے حسن اتفاق ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

محمد وارث علی عفی عنہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کما یلیق بجلالہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ مظہر کمالہٖ وعبدہٖ

ورسولہٖ سیدنا ومولانا وملجانا وما وٰنا محمدٍ وآلہٖ واصحابہٖ المتحلقین بخصالہٖ.

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ والہٖ

اللّٰھم صلِّ علیٰ سید نا ونبینا محمدصلوٰۃ تونسنا بھا بقربِ ولآئک اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا ونبینا محد صلوٰۃً تقربھافی منا جا تک عیو ناً اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا ونبینا محمد صلوٰۃ تحسن بھا بک ظنوناًالھم صلِّ علیٰ سیدنا ونبینا محمدصلوٰۃ تشرح بھا بمعرفتک صدورنا ،اللّٰھم صلِّ علیٰ سیدنا ونبینا محمد صلوٰۃً تدیم بھا فی ذکرک وفکرک سرورنا .

حمد باری تعالیٰ

ترجمہ سورۃ الفاتحہ مع بسم اللہ شریف

تیرے نام سے شروع ہے تیرے نام پہ ختم ہے
میں ثناء تیری کروں گا جبتک کہ دم میں دم ہے
رحمٰن ہے نام تیرا تورحیم ہے سبھی کا
فضل وعطا ہے تیری سب پہ تیرا کرم ہے
تیرے نام سے شروع ہے تیرے نام پہ ختم ہے
توہی رب ہے عالمیں کا توہی پالتا ہے سب کو
تحمید ہر طرح کی لائق بھی ہے تجھی کو
توہی خالقِ ازل ہے توہی مالک عدم ہے
ترے نام سے شروع ہے ترے نام پہ ختم ہے
روزِ جزا کا مالک کون ومکاں کا خالق

ہم سب تجھی کو پوجیں — تجھ سے مدد بھی چاہیں
تو چلا راہ سیدھی — جس میں نہ پیچ وخم ہے
تیرے نام سے شروع ہے — تیرے نام پہ ختم ہے
نبیوں کا راستہ ہو — ولیوں کا راستہ ہو
انعام یافتہ ہوں — بس ان کا راستہ
جن پر غضب ہے تیرا — جن پہ قہر ہے تیرا
گمراہ ہو گئے جو — نہ ہی ان کا راستہ ہو
مقصود ہے یہ اپنا — محفوظ ان سے رکھنا
بحق محمد ﷺ طٰہٰ ویٰسین — بدرگاہ رب مقبول ہو آمین
فضل وعطا کی بارش — وارثؔ پہ دم بہ دم ہے

تیرے نام سے شروع ہے
ترے نام پہ ختم ہے

☆☆☆☆☆☆

نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ادب، خلوص، وفا سب تیرے نام کرتے ہیں
چمن کے پھول بھی تجھ کو سلام کرتے ہیں

بس ان کے نام کی رٹ ہے خدا کے نام
ہم اپنی زندگی یوں ہی تمام کرتے ہیں

جہاں میں رہ کے جو تعظیم مصطفیٰ نہ کرے
ہم ایسے شخص کا جینا حرام کرتے ہیں

چلے بھی آؤ کہ بے چین دل سکوں پائے
ہم اپنی شام تمہارے ہی نام کرتے ہیں

وہ حیثیت میں کسی سلطاں سے کم نہیں ہوتے
مرے رسول جسے بھی غلام کرتے ہیں

شہِ رضا کی غلامی سے جو بھی راضی ہیں
ہم ان کا دل سے بڑا احترام کرتے ہیں

خریدتے نہیں شہرت عوض میں دولت کے
خودی میں رہ کے غریبی میں نام کرتے ہیں

وہی تو ہوتے ہیں مولائے میکدہ وارثؔ
تمام عمر جو بس نذرِ جام کرتے ہیں

محبت اور عشق

وگر شاخِ خلیلؑ از خونِ ما نمناک می گرد
بہ بازار محبت نقدِ ما کامل عیار آمد

اے دردِ عشق! ہے گہرِ آبدار تو
نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو

محبت ہی سے پائی ہے شفاء بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

میں انتہائے عشق ہوں تو انتہائے حسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

(۱) بندہ جب تک رب کو پوجتا ہے تو اس کا نام (عابد) ہوتا ہے۔

(۲) بندہ جب رب کو جان لیتا ہے تو اسے (عاقل) کہا جاتا ہے۔

(۳) بندہ جب رب کو پہچان لیتا ہے تو (عارف) کہلاتا ہے۔

(۴) بندہ جب ماسوا سے پرہیز کرتا ہے تو (زاھد) کہلاتا ہے۔

(۵) بندہ جب صدق دلی کے ساتھ اس کا ارادہ کرتا ہے تو (مخلص) کہلاتا ہے۔

(۶) بندہ جب دوستی کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو (مشتاق) کہلاتا ہے۔

(۷) بندہ جب رب کی رضا کے لئے ساری مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے (خلیل) کہلاتا ہے۔

(۸) بندہ جب اس کے مشاہدہ پر اپنی ہستی فنا کر دیتا ہے تو (حبیب) ہو جاتا ہے۔

(۹) بندہ جب اپنی فنا اور بقا کو اس کی ذات میں کلیۃ گم کر دے تب وہ (عاشق) ہوتا ہے۔

اظہار تشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہٖ ورسولہ الکریم.

الحمداللہ ! جس کتاب کا برسوں سے انتظار تھا اور افرادِ امت کو جس کی سخت ضرورت تھی وہ طباعت کی مراحل سے گذر کر منظر عام پر آ ہی گئی، دو سال قبل مجھے یہ معلوم ہوا کہ برادر طریقت عزیزم جناب مولانا حافظ وقاری وصوفی محمد وارث علی شاہ ابوالعلائی جہانگیری، عنایتی، بشیری بلرامپوری ثم لکھنوی نے معاملاتِ تصوف بالخصوص قطب عالم حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیاتِ مقدسہ پر قلم اٹھایا ہے، تو مجھے امید ہی نہیں یقین کامل ہو گیا کہ اب تسلی وتشفی بخش کوئی عظیم الشان کام ہوگا، سبحان اللہ ! جس صحت اور سند کے ساتھ حضرت نے قلمبند کیا ہے یہ خاص انہیں کا حصہ ہے کیونکہ بوجہ قربت خاص مجھے اچھی طرح واقفیت ہے کہ جن مسائل پر آپ نے قلم اٹھایا ہے نہایت تحقیق ، دلائل، اسناد وثبوت کے ساتھ تحریر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، اور ناظرین وقارئین کو بخوبی مطمئن کر کے جواب باصواب سے آگاہ فرمایا ہے، کتاب ''مخزن تصوف'' کو دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ درحقیقت آپ نے سمندر کو، کوزہ میں بند کر کے رکھ دیا ہے، ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر سید الاولین والآخرین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک جلیل القدر اولوالعزم انبیاء ورسل کے ادوارِ مقدسہ میں جو مردانِ حق اہل صفاء گذرے ہیں ، نیز اصحاب رسول اللہ، خلفائے راشدین ، اہل بیت اطہار، تابعین عظام وتبع تابعین کرام ، طبقہ اولیائے متقدمین ومتاخرین کے حالاتِ طیبات ومعاملات، رشد وہدایات کا ایسا دیدہ زیب اور حسین مرقع پیش کیا ہے، جسے ملاحظہ کر کے ان مقدس حضرات کی صحبت ومعیت کا مکمل احساس ہونے لگتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاری ان مقدس ادوار کی راہ سے گذر رہا ہے، اور ان حضرات کے حالات ومعاملات کو بچشم خود دیکھ رہا ہے۔

تصوف کے رموز ونکات، فرمودات وہدایات، صلاح وفلاح، پند ونصائح اور اس راہ کے تمام تقریبات ومعاملات مثلاً ، آداب زیارت وتعظیم، اعراس بزرگان دین، محفل سماع، حلقۂ ذکر، قل شریف وفاتحہ متبرکہ، اوراد وظائف، چلہ واشغال، غسل وصندل، لنگر وتبرکات، قدمبوسی وگل پوشی تقسیم تبرکات وشجرۂ مطہرہ وغیرہ، غرضیکہ ہر ہر معاملاتِ تصوف وتقریبات بزرگانِ دین کو قرآن وحدیث، اقوال فقہا، علمائے امت واسلاف کرام کے اقوال مقدسہ کی روشنی میں نہایت محققانہ

عادلانہ ومنصفانہ، صحیح سند وصحتِ روایات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مؤلف کتاب کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ میں نے خود انہیں دیکھا، پرکھا، جانا اور مانا ہے باوجودیکہ آپ عالم، فاضل حافظ وقاری بے بدل ہیں مگر عاجزی وانکساری کا یہ عالم ہے کہ کبھی اپنے متعلق ان الفاظ کے لکھنے تک گوارا نہیں فرمایا، اور صرف حافظ صاحب کے نام سے لوگ آپ کو جانتے ہیں وہ بھی اس لئے جانتے ہیں کہ رمضان المبارک میں نمازِ تراویح میں آپ قرآن پاک سناتے ہیں۔

عجز وانکساری کا یہ حال ہے کہ کتاب مذکور میں جہاں آپ نے خلفائے عنایتی، بشیری کا ذکر کیا ہے وہاں اور لوگوں کے نام کے ساتھ القاب وآداب کا لحاظ رکھا ہے، مگر اپنا نام آپ نے اس طرح تحریر کیا "وارث علی بھی اسی در کا ادنیٰ غلام ہے۔

میں یہ حکایت نہیں حقیقت بیان کررہا ہوں، فی زمانہ لوگ ناموری اور شہرت کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں، اور نام ونمود کے لئے بڑے بڑے اشتہار، اور اسے وسعت دینے کے لئے دولت خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، مگر آپ کا یہ عالم ہے کہ کبھی بھی دولت جاہ وحشمت، نام ونمود وشہرت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور اس کے متعلق آپ کے وہ اشعار ہیں جو آپ کے خیالات کے عکاسی کرتے ہیں، وہ اشعار کچھ اس طرح ہیں۔

زندگی خیر سے سجائی ہو	گرچہ بے انتہا بھلائی ہو
اس کو انساں نہ جانئے وارثؔ	جس میں تھوڑی بھی خودنمائی ہو

آپ کو شعر گوئی میں بھی ملکہ حاصل ہے، حمد نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، قطعہ، رباعی وغیرہ بھی بکثرت آپ نے ثبت قرطاس فرمائے ہیں، مگر کبھی ان چیزوں کو کسب ومعاش کا ذریعہ نہیں بنایا، آپ کے بیان وتقاریر بھی بہت مؤثر ہیں جن سے مخلوق خدا کو بے انتہا فائدہ پہنچا ہے، مگر اس کے لئے بھی آپ نے کبھی نذرانہ وغیرہ طے نہیں کیا اور نہ ہی اس کو مناسب سمجھا ، کبھی کبھی تو ایسا واقعہ پیش آیا کہ خود اپنے خرچ وکرایہ سے تشریف لے گئے اور نذرانہ وغیرہ کچھ نہیں دستیاب ہوا واپسی میں بھی کرایہ وغیرہ خود ادا کرنا پڑا مگر نہ کچھ پرواہ کی اور نہ ہی آپ کے ماتھے پر شکن آیا۔

ایک چیز آپ کی ذات میں جو بہت خاص ہے وہ ہے **"قوت حافظہ"** قرآن مجید آپ کو اتنا اچھا یاد ہے کہ سینکڑوں حفاظ کے درمیان آپ بلا جھجک تلاوتِ کلام اللہ فرماتے ہیں، اور لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ لقمہ دیں مگر شاید شاذونادر ہی کسی کو کبھی موقعہ ملا ہو اور وہ لقمہ دینے میں کامیاب ہوسکا ہو۔

اب تو تقریباً پانچ چھ سال سے درگاہ وخانقاہ شاہِ رضا کی مسجد میں ماہ رمضان المبارک کی تراویح کی نماز میں پانچ سیپارہ

روز کے حساب سے چھ دن میں ایک کلام اللہ ختم کرتے ہیں، جس میں تقریباً دس ہزار اشخاص کی زبردست بھیڑ ہوتی ہے اور لوگ کلام اللہ شریف سن کر فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے ہیں مجھے امید ہے اور کامل یقین ہے کہ آپ کی یہ کاوش گہرا رنگ اور انمٹ نقوش چھوڑ کر جائے گی، آخر میں رب کریم سے دعا اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں التجا ہے کہ اسے مقبول فرما کر خلق اللہ کے واسطے موجب برکات وحسنات اور کفارۂ سیأت وزلات بنائے۔

آمین

از قلم

پیرزادہ حضرت صوفی عطاء اللہ خان

عطاؔ جہانگیری لکھنوی، ثم بہاری

حقیقتِ حال وعرض مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وسلام علی المرسلین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ ورسولہٖ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ واھل بیتہٖ اجمعین ورضوان اللہ تعالیٰ علیھم۔

اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ونیکوکار بندوں نے ہمیشہ اور ہر دور میں کام وزباں، دست وپا، افکار وخیالات، تقریر وتحریر کو بروئے کار لاکر دین حنیف کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور ان میں کثیر تعداد مقتدر ومعروف ہستیاں ایسی گذری ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا تمام تر حصہ صرف اسی امر کے لئے مخصوص کردی تھیں بلکہ یوں کہا جائے کہ دنیاوی تمام مشاغل ومصروفیات کو بالائے طاق رکھکر اپنی حیات کا پورا پورا حصہ اسی کارِ خیر کے لئے وقف کردیا ان میں سے بعض مقدس وپاکباز حضرات نے کسی لمحہ ولحظہ کو ضائع کئے بغیر رشد وہدایت صلاح وفلاح کا وہ کارنامہ انجام دیا جسے طبقہ امت صبح قیامت تک فراموش نہیں کرسکتی جن کی ایک طویل فہرست کتاب وسنت، تاریخ اسلام وغیرہ میں صفحہ قرطاس کی زینت بنی ہوئی ہے جن کی ذات مقدسہ ایسے خصائل واوصاف کی حامل ہے کہ امت جس قدر ان حضرات پر فخر کرے کم ہے ان حضرات نے علم وعرفاں کا خزینہ وذخیرہ اپنے بعد چھوڑا ہے کہ ان کا اکٹھا کرنا تو کجا شمار کرنا بھی عام انسانوں کی بس کی بات نہیں یقیناً یہ ان مقدس نفوس قدسیوں کی زندہ وجاوید کرامات ہی کا حصہ ہیں انسانی اذہان دماغ دریائے حیرت میں غرق ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جب ان مردان باصفا کے حالات طیبہ پر بنظر غائر نگاہ ڈالتے ہیں تو کھلی آنکھوں سے ان کرامات وتصرفات کا جلوہ نظر آتا ہے۔

جب ان کی زندگیوں سے اُن کی تحریری خدمات کا موازنہ کیا گیا تو اندازہ ہوا کہ اس مختصر عرصہ میں انہوں نے وہ حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے کہ عمر ہزار سالہ پاکر بھی کوئی شخص تصنیف وتالیف کا اتنا زبردست کام کر ہی نہیں سکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نی زمانہ اتنے اوراق نقل کرنے کی ذمہ داری کسی اور شخص کو سونپ دی جائے تو مشکل ہی نہیں ناممکن بنکر رہ جائے گا۔

پیشوائے اہلسنت رہنمائے قوم وملت آفتاب شرع وطریقت حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے کم وبیش دس ہزار عظیم وضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں ان کی حیات طیبہ سے موازنہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس مردِ حق آگاہ نے تقریباً ستر صفحات روزانہ تحریر فرماتے ستر پچھتر صفحات وہ بھی نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ روزانہ تحریر کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے بلاشبہ یہ آپ کی بے شمار کراماتوں میں سے ایک کرامت ہے۔

صحبتِ اولیاء قلبِ ایمانی کے لئے کیمیا کا کام کرتی ہے اس سے قلوب کی تصفیہ وطہارت ہوتی ہے صوفی باصفا حضرت علامہ

جلال الدین رومی تبریزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔ یعنی اولیاء اللہ کی صحبت کا ایک لمحہ سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل و برتر ہے، موجودہ زمانے میں اچھی صحبت کا ملنا بڑے نصیب کی بات ہے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کی فی زمانہ اولیاء اللہ کا ملنا بیحد مشکل ہے، ہاں مشکل ضرور ہے مگر نا ممکن نہیں ہے دلی کی صحبت کمیاب ضرور ہے نایاب ہرگز نہیں ہے سچی طلب کے ساتھ شرط اولیں ہے یہ بھی حقیقت ہے کہ بے مشقت کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے،

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اور جس کی وجہ سے یہ کہا گیا کہ ولی اللہ کی ایک لمحہ کی صحبت سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے وہ وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی کی خباثتوں کا علاج اس کے سوا ممکن نہیں، انسان برسوں عبادت کرتا ہے اور اپنی کثرتِ عبادت کی بنا پر غرور و تکبر میں مبتلا ہونے سے بہت کم ہی بچتا ہے، اس کے برعکس عبادت کی لذت، کیف و سرور سے آشنا نہیں ہو پاتا جبکہ صحبتِ اولیاء اللہ میں زنگ آلودہ قلب صیقل ہو جاتا ہے، معرفت کے نور سے روشن و منور ہو جاتا ہے حبِ الٰہی سے دل آشنا ہو کر حکمتِ و معرفت کا خزینہ، سوز و گداز کا گنجینہ اور نور و عرفان کا مخزن بن جاتا ہے۔

صحبتِ اولیاء اللہ کے حصول کا ایک اور مؤثر طریقہ ہے جس کی موجودگی میں اس پاک و مقدس صحبت سے محرومی کا کوئی جواز نہیں رہتا اولیاء اللہ کی تصنیفات، ملفوظات وارشادات درحقیت ان پاکبازوں کی غیر مرئی صحبت ہی کا ایک حصہ ہے جس سے روحانی فیض حاصل ہوتا ہے قرآن کریم اور احادیثِ نبوی کو اگر اسی اندازِ فکر سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کی صحبتِ پاک کا احساس نور و محبت اور فیض کے راستے کھول دیتا ہے، لیکن اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صحبت کے ادب و آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے اور اس یقین کے ساتھ الہامی کتب اور تصنیفات و ملفوظات اولیاء اللہ کا مطالعہ کیا جائے گویا کہ ان پاسبانِ حق کی مقدس صحبت میں باادب بیٹھے سن رہے ہیں کہ یہ الفاظ و خیالات ان ہی حضرات کے ہیں جن کی صحبت کتاب کی صورت میں اختیار کی جارہی ہے۔

یہ طریقہ سلف صالحین کا رہا ہے جن کے بہت سے نمونے ان حضرات کے حیات طیبہ سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔

چنانچہ شیخ المشائخ سلطان الاولیاء زھد الانبیاء شناورِ بحرِ شریعت و طریقت حضرت خواجہ بابا فرید گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی مجلس مقدس کا ایک ہلکا سا نمونہ بغرض فیضانِ اولیاء پیش ہے۔

حضور خواجہ قدس سرہٗ رونق مجلس ہیں آپ کو مریدین باصفا نے گھیر رکھا ہے، ہر نفس عشق الٰہی سے بیتاب نظر آرہا ہے بابا فرید الدین گنج شکر کی نگاہِ التفات کی آرزو ہر قلب میں موجزن ہے رحمتِ الٰہی بارشِ انوار کی صورت اہل مجلس کے دلوں کو گرما رہی ہے خلق خدا دنیا و مافیہا سے بے خبر اس عظیم المرتبت مردِ کامل کے چہرہ انور کے نور سے فیضیاب ہو رہی ہے رخِ روشن سے محبتِ الٰہی اور عشق

رسول چھپائے نہیں چھپتا دیدۂ تر میں عشق و محبت کا اتھاہ سمندر موجیں مار رہا ہے باوقار ہلکا سا تبسم ہونٹوں پر پھیل کر دلوں کو پارہ پارہ کئے دے رہا ہے۔

۶۵۵ ہجری ماہ رجب المرجب کی پندرہویں تاریخ اور چہارشنبہ کا روزِ روشن ہے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی حصول قدمبوسی کیخاطر اپنے مرشد برحق کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں حضرت نے کمال شفقت سے ان کی جانب نگاہ اٹھائی آپ اپنے مرشدِ برحق کے قدموں میں گر گئے بابا فرید علیہ الرحمہ نے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور اپنے سر مبارک سے کلاہِ چارتر کی اتار کر ان کے سر پر رکھ دی اور خرقہ خاص و نعلین چوب عطا فرما کے ارشاد فرمایا "میرا ارادہ تو تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو سونپ دوں لیکن تم راستے میں تھے کہ الہام ہوا کہ یہ ولایت نظام الدین احمد بدایونی کی ہے اسے دیدیا جائے حضرت خواجہ نظام الدین نے اٹھ کر پابوسی کی شرف حاصل کی اور زبانِ مبارک سے کچھ عرض کرنا چاہا لیکن مارے رعب عظمت وجلال کے عرض نہ کر سکے مرشدِ برحق نے بربنائے روشن ضمیری دل کی حالت کو جان لیا اور ارشاد فرمایا" ہاں اس سے تمہارا اشتیاق جیسا کہ تمہارے دل میں ہے اس سے زیادہ ہم پر روشن ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین نے جب زبان مبارک سے دل کا بھید سنا تو فوراً ارادہ کر لیا کہ اب جو کچھ مرشد کامل کی زبان مبارک سے نکلے گا اسے قلمبند کرتا جاؤں گا، ابھی یہ خیال اچھی طرح دل میں گذرنے نہ پایا تھا کہ ایسے دلآویز تبسم جس پر لاکھوں گل وبلبل نثار ہوں کے ساتھ مرشدِ کامل نے ارشاد فرمایا" اس مرید کی ایک ہی سعادت ہے جو اپنے پیر کے بیان کو قلمبند کرے اور گوش ہوش اس طرف لگائے اس واسطے کہ ابرار اولیاء میں تحریر ہے کہ مرید جب کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے اور اسے احاطۂ تحریر میں لائے تو ہر حرف نوشتہ کے بدلے ہزار سال کی طاعت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

ملفوظات وارشادات حالات وواقعات کے قلمبند کرنے کا یہ طریقہ کچھ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ ہر ولی اللہ نے اپنے پیر ومرشد کے ملفوظات وارشادات وغیرہ کو قلمبند کر کے خلق اللہ تک پہونچایا ہے اور جو کچھ کرتے اور فرماتے ہوئے سنا اور دیکھا ہے وہی من وعن نقل فرمایا ہے جو آج بھی امت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے کتابی شکل میں موجود ہیں۔

سالہا سال سے اپنی یہ آرزو رہی ہے کہ اولیاء اللہ کے حالات وواقعات، ملفوظات وارشادات نقل کر کے تلاش حق کے ان شیدائیوں کی خدمت میں پیش کر کے سعادتِ دارین حاصل کرسکوں جس سے اپنی وافرادِ امت موجودہ کی نجات اخروی کا سامان فراہم ہوسکے۔

اللہ رب العزت خانوادۂ ابوالعلائیہ، جہانگیریہ، رضائیہ، عنایتیہ، راحتیہ کے چشم و چراغ حضرت فرحت حسن میاں قبلہ کو دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے جنھوں نے اس جانب توجہ مبذول کرائی اور اس کے لئے تمام سہولتیں فراہم کرنے سے کوئی کسر نہ

اظہار کھی، کتاب کے قارئین وناظرین کو قبلہ فرحت حسن شاہ کی ہدایت جو اسلاف کرام کی سنت کے مطابق وموافق ہے یہ ہے کہ اس کتاب کو طہارت کلی کے ساتھ باادب باوضو ہاتھ لگائیں اور بنظر غائر مطالعہ کریں تاکہ انوار وبرکات اولیاء اللہ سے مستفیض ومستفید ہونے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

آخر میں مولا تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبولِ انام فرمائے اور ہم جیسے عاصیوں کے لئے کفارۂ سیأت بنائے۔

وماتوفیقی الّا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

ضروری التماس

طباعت سے پیشتر نظر ثانی کرلی گئی ہے، مگر پھر بھی انسان خطاو سہو کا پتلا ہے کتاب کی تحریر و مضمون میں سہو کا امکان ہے، اگر قارئین وصاحبِ بصیرت کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اطلاع کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوجائے، ورنہ درگذر فرمائیں۔

مصنف کتاب کے لئے دعا فرمائیں کہ مولی تعالی اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں فلاح دارین عطا فرمائے، اور ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمائے، آمین۔

خاکپائے اولیاء

(قاری) محمد وارث علی جہانگیری بشیری

بلرامپوری ثم لکھنوی
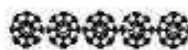
باب اول

انبیاءِ سابقین میں ظہورِ اولیاء

ابتدائے آفرینش سے آج تک اور آج ہی نہیں صبح قیامت تک رب قدیر نے ولایت کا سلسلہ جاری وساری فرمایا، جب سے خلاق کل عالم نے جن وانس کی تخلیق فرمائی اسی وقت سے اپنے دوستوں (اولیاء اللہ) کا سلسلہ جاری فرمایا انہیں دوستانِ حق کو صوفیاء کرام کے نام سے یاد کیا گیا کوئی ولی ہو اور صوفی نہ ہو، یہ غیر ممکن ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جب تک دینی ودنیاوی معاملات میں صفائی نہ ہو اس اسے کس طور صوفی کہا جا سکتا ہے اور صفائی دل وطہارت قلبی کے بغیر کس طرح کوئی اللہ کا دوست ومحبوب بن سکتا ہے لہٰذا ولی کا صوفی ہونا اولاً ضروری ہے اولیاء کاملین وعرفاء محققین کا نام صوفی ہے یہ مقدس گروہِ باصفا اسی نام سے پکارا جاتا ہے جیسا کہ ایک کامل بزرگ ارشاد فرماتے ہیں۔ من صفا الحب فهو صاف ومن صفا الحبيب فهو صوفي ''جس کی محبت پاک وصاف ہو اسے صافی کہتے ہیں اور جو حبیب یعنی دوست (اللہ) میں مستغرق ہو اور اس کے غیر سے بری ہو اسے صوفی کہا جاتا ہے، لغت کے اعتبار سے اس کے معنیٰ مشتقات کسی چیز کے ساتھ صحیح بنتے ہی نہیں اس لفظ کے معنیٰ لغوی تعریف سے بہت بلند اور ارفع ہیں کیونکہ اس معنیٰ کی کوئی جنس ہے ہی نہیں جس نے اس کو کسی سے ماخوذ قرار دیا جائے اس لئے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے ماخوذ ومشتق ہونا جنسیت کا متقاضی ہوتا ہے، اور جس میں کدورت ہو وہ صاف وشفاف کی ضد ہوتی ہے اور کسی بھی چیز کو ضد سے ماخوذ ومشتق نہیں کیا جا سکتا ،لہٰذا عرفاء کے نزدیک یہ معنیٰ روزِ روشن کیطرح عیاں اور ظاہر ہے اس کے لئے کسی تعبیر کی ضرورت ہے نہ اشارہ کی۔ جیسا کی صوفیاء متقدمین ومحققین کا ارشاد ہے''لان الصوفي ممنوع عن العبارة والاشارة' اس لئے کہ صوفی کے معنیٰ کے لئے عبارت واشارہ کی ممانعت ہے۔

صوفی کی تعریف لفظوں میں ناممکن ہے: جب صوفی کے معنیٰ کے لئے عبارت واشارہ کی ممانعت ثابت ہوئی جس کا صاف اور کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ صوفی کی تعریف لفظوں میں نہیں کیجا سکتی تو سوال

اٹھتا ہے کہ جو معنیٰ وتعریف سلف صالحین واولیاء کاملین نے ارشاد فرمائے ہیں ان کا کیا مطلب ہے تو غور سے سنو! اہل اللہ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ عالم کی ہر شئے اس کی تعبیرات ہیں خواہ مخلوق کو اسکا علم ہو یا نہ ہو بایں وجہ محققین کے نزدیک مسلم الثبوت ہے کہ صوفی کی تعریف عبارات سے کرنا ممنوع ہے، اور ممنوع کے پیچھے پڑنا عقلمندی ودانشوری سے بعید ہے لہٰذا حصول معنیٰ کے لئے اس نام کی لفظوں میں تعریف کی مطلق حاجت نہیں فہم ادراک کے لئے اتنا جان لو کی مشائخ طریقت اور عارفان حقیقت کو صوفی کہتے ہیں۔

خوب سمجھ لو کہ دوستانِ حق اولیاء اللہ وہی ہیں جو جسمانی وروحانی صفات کے ساتھ حق اللہ وحق العباد میں پاک نیتی وطہارت قلبی کے اوصاف سے متصف ہوں اصطلاحاتِ صوفیاء میں جو معنیٰ تصوف وصوفی کے ارشاد ہوئے وہ ہی محقق ہیں جس میں لغوی معنی کی گنجائش نہیں ہے۔

کلمہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ ہے کہ بہ تکلف فعل کا متقاضی ہو اور یہ اصل کی فرع ہے لغوی حکم اور ظاہری معنیٰ میں اس لفظ کی تعریف کا فرق موجود ہے اولیاء کاملین کا ارشاد ہے "صفا ولایت کی منزل ہے اور اس کی نشانیاں ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت وتعبیر ہے جس میں شکوہ وشکایت نہ ہو، جب یہ معلوم ہو گیا کہ صفا ولایت کی منزل ہے تو یہ بات بخوبی روشن وظاہر ہوگئی کہ صوفی اس منزل کا راہی ومسافر ہے اور شکوہ وشکایت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے اس دشوار گذار راستے میں جو بھی تکالیف ومصائب پیش آئیں وہ رب کی رضا وخوشنودی کی حصول کے خاطر خندہ پیشانی سے برداشت کئے جائیں اور زبان پر کلمہ شکوہ وشکایت نہ لائے جائے۔ اسکے مطالب ومعنیٰ انشاء اللہ آگے پیش ہوں گے۔

"ہر نبی پہلے ولی ہوتا ہے" جب یہ معلوم ہوگیا کہ تخلیق جن وانس کے وقت سے اولیاء اللہ کا سلسلہ جاری ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ ثبوت کے سلسلہ میں قابل غور امر یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی نبوت سے قبل ولی ہوتے ہیں حالانکہ غیر نبی بھی ولی ہوتے چلے آئے ہیں اور ان کی تعداد بھی کہیں زیادہ ہے نبوت کا دروازہ ختمی مرتبت حضور خاتم النبیین سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ہو چکا آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اس پر امت کا اجماع ہے ہاں ولایت کا سلسلہ بند نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا لہٰذا اولیاء اللہ کی آمد کا سلسلہ صبح قیامت تک جاری رہے گا اور آقائے کائنات فخر موجودات سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزاروں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ہر زمانہ اور ہر دور میں نبی رہے اور نبی رہیں گے، آپ کے

۵۔ وہ جس قدر بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے ان میں سے ہر نبی اپنی نبوت سے پیشتر ولی تھا جس کو قرآن وسنت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اور جہاں تک غیر نبی کی ولایت کا سوال ہے تو ہر نبی کی امت میں ولی ہوا کرتے تھے، چنانچہ اولادِ آدم میں آپ کے فرزند حضرت ہابیل ولی اللہ گذرے ہیں جن کے واقعہ سے امت کا بیشتر طبقہ واقف ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی کا نکاح سگی بہن سے جائز تھا چونکہ خالقِ کائنات کو اس جہاں ہستی میں انسانوں کو بسانا مقصود تھا اور یہ بھی وجہ تھی کہ ایک جوڑے حضرت آدم وحوّا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو اولادیں پیدا ہوتی تھیں آپس میں وہ بہن بھائی ہی تو ہوا کرتی تھیں اس کے علاوہ جنس انسانی سے دوسرا اور کوئی نہ تھا لہٰذا رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کے لئے دوسرے کسی انتظام کا سوال ہی نہیں تھا بایں وجہ سگے بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح ہوجاتا تھا۔ ہاں اس قدر فرق ضرور رکھا جاتا کہ جو تقرب میں بہن بھائی ہوتے ان کو اس رشتے سے دور رکھا جاتا بعد والے بہن بھائی کو رشتہ ازدواج سے منسلک کردیا جاتا تھا۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹوں کا نام، ہابیل وقابیل تھا ان دونوں کے ہمراہ دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

"زمین پر پہلا خون" حضرت ہابیل کی حق نکاح کیلئے جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بہت حسین وخوبصورت تھی لیکن قابیل کی حق نکاح کے لئے پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت نہ تھی، قابیل بضد ہوگیا کہ حسین وخوبصورت لڑکی سے میں نکاح کروں گا اور میرے حق نکاح کی لڑکی قابیل کو دیدی جائے حضرت آدم علیہ السلام نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانا بالآخر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو جس کی قربانی قبول ہوجائے، وہ اس حسین لڑکی سے نکاح کرے" اس وقت قربانی پیش کرنے کا طریقہ یہ تھا قربانی کرنے والا اپنے جانور کو ایک پہاڑی ٹیلے پر چھوڑ آتا اور قبول ونامقبول کی صورت یہ تھی کہ قبول ہونے کی صورت میں ایک آگ آسمان سے اترتی اور قربانی والے جانور کو جلادیتی یہ قربانی قبول ہونے کی دلیل ہوتی اور نامقبولیت کا مطلب یہ تھا کہ قربانی کا جانور وہیں کھڑا رہ جاتا، اس امتحان میں حضرت ہابیل ہی کامیاب ہوئے انہیں کے جانور کو مقبولیت کا درجہ عطا ہوا اور قابیل کی قربانی بارگاہ ایزدی میں نامنظور ہوگئی حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا لو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی فیصلہ ہوگیا مگر قابیل نے اس فیصلہ کو بھی تسلیم نہ کیا اور اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی موقع پاکر دھاردار کدال سے حضرت ہابیل کو قتل کردیا، کس قدر درد منحوس

گھڑی تھی کہ جب ایک سگے بھائی نے اپنے ایک سگے بھائی کو اپنی نفسانی خواہش کے خاطر قتل کر دیا زمین پر یہ پہلا خون تھا جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اور قیامت تک نسل انسانی کا لہو پانی کی طرح بہتا رہے گا آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت سے قیامت تک جتنے بھی اللہ کے زمین پر خون ہوں گے ان تمام کا عذاب قابیل کے گردن پر دوگنا ہوگا، حضرت ہابیل بایں وجہ اولیاء اللہ میں شمار کیے جاتے ہیں کہ آپ نے والد کے فیصلہ کو قربانی سے قبل صدق دل سے مان لی تھی اور مقبولیت قربانی کے بعد پروردگار سے عرض کیا تھا اے خالق دو عالم ہم تیری رضا و قضاء دونوں پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

مقصودِ من بندہ زکونین توئی   از بہر تو میرم ز برائے تو زیم

اور قابیل سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا خوفِ الٰہی اور عذاب الیم سے خبر دار کیا تھا مگر حاسدین اپنے انجام بد پر نگاہ ہی کب ڈالتے ہیں۔

"زمین پر پہلی قبر" قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل تو کر دیا مگر نعش کو کیا کرے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں لے جائے اور کس جگہ چھپائے حیرانی و پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا اس مشکل کا حل تلاش نہیں کر پا رہا تھا، اتفاق سے دو کوے آپس میں لڑتے ہوئے دکھائی دیے جو ایک دوسرے کو ٹھونگیں مار رہے تھے ان میں سے ایک کوا زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا کوے نے اس مردہ کوے کو اپنی چونچ سے کھود کر مٹی کے نیچے اس کو دفن کر کے اوپر سے مٹی ڈال دیا، قابیل یہ منظر دیکھتا رہا بالآخر اس کی سمجھ میں آ گیا اس نے قبر کو کھود کر اپنے بھائی کی نعش کو دبا دیا اور اوپر مٹی ڈال کر زمین ہموار کر دی زمین پر یہ سب سے پہلی انسانی قبر تھی جو ایک بھائی کے دفن کیلئے کھودی گئی تھی اور چونکہ یہ واقعہ بروز سہ شنبہ (منگل) کو ہوا تھا لہٰذا بایں وجہ اس روز کو نحس اکبر قرار دیا گیا اور روایت میں ہے کہ اسی روز حضرت حوا صلوٰۃ اللہ علیہا (انسانیت کی ماں) کو حیض واقع ہوا تھا اس وجہ سے بھی اس روز یعنی منگل کو نحس اکبر کہا گیا۔

❁❁❁❁❁❁

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات شریف

حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو جنتی میوے کھانے کی خواہش ہوئی آپ نے اپنے فرزندوں سے فرمایا کہ کعبہ معظمہ میں جاؤ اور وہاں جا کر دعا کرو کہ رب تعالیٰ جل شانہ اپنے کرم سے میری تمنا پوری فرمائے آپ کا حکم پا کر آپکے فرزندان وہاں پہونچے وہاں انہیں دیگر فرشتوں کے ہمراہ حضرت سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام ملے جن سے انہوں نے حضرت نے آدم علیہ السلام کی خواہش و فرمائش کا حال بیان کیا فرشتے بولے کہ ہمارے ساتھ آؤ ہمارے پاس جنتی میوے ہیں جو ہم اپنے ساتھ لائے ہیں چنانچہ یہ سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہونچے اور جنتی میوے پیش کیے حضرت حوا صلوٰۃ اللہ علیہا ان فرشتوں کی دیکھ کر ڈرنے لگیں اور چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دامن میں چھپ جائیں حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم مجھ سے الگ رہو یہ میرے اور میرے رب کے قاصد ہیں ان کے درمیان تم آڑ مت بنو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کی اور فرزندان آدم سے فرمایا جس طرح ہم آپ کے والد معظم کا کفن دفن کریں ویسے ہی تم لوگ بھی کرنا، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام جنت کی مرکب خوشبو اور جنتی حلّے کا کفن اور بہشتی بیری کے کچھ پتے اپنے ساتھ لائے تھے جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور جسد اطہر و کفن میں خوشبو ملی اور تمام ملائکہ کے ساتھ ان کا جنازہ مبارک کعبہ معظمہ میں لائے اور ان پر سارے فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی جس میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام امام تھے اور باقی تمام فرشتے مقتدی اور اس نماز میں چار تکبیریں کہی گئیں اس وقت سے لیکر آج تک وہی چار تکبیریں کہی جاتی ہیں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد مکہ معظمہ سے تین میل فاصلہ پر مقام منیٰ میں لے گئے جہاں کہ حاجی قربانی کرتے ہیں اور یہی وہ مقام مبارک ہے جہاں پر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی یہیں پر مسجد خیف کے قریب بغلی قبر کھودی گئی اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو دفن کر کے ان قبر شریف کو اونٹ کی پیٹھ کی طرح ڈھلوان بنایا گیا لہٰذا حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر شریف مسجد خیف کے پاس مقام منیٰ میں ہے اور حضرت حوا صلوٰۃ اللہ علیہا کی قبر شریف جدہ شریف میں ہے۔

''امتِ سلیمانی کے اولیاء اللہ'' حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں بہت سے اولیاء اللہ گذرے ہیں آپ ہی وہ مقدس برگزیدہ پیغمبر ہیں جن کی تمام عالم پر حکومت بحکم خداوندی تھی ملکِ سباء کی ملکہ بلقیس جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ آپ کے دور حکومت میں وہ یمن کی حاکمہ تھی آپ کو جب معلوم ہوا کہ ایک غیر مسلم خاتون ملک یمن پر فرماں روائی کرتی ہے تو آپ نے اس کو دعوت اسلام کا پیغام ارسال فرمایا اور اپنے دربار عالیشان میں حاضری کا حکم دیا حاضری سے پیشتر ملکہ سبا نے بطور تحفہ وتحائف بہت سے زر واموال کے ساتھ خدام وغلام پیش کر کے سلیمانی حکومت کا جائزہ لینے کے لئے شاہی ملازمین روانہ کیے لیکن یہاں پہنچ کر آپ کے عالیشان حکومت کے خزانے بے بہا اور زر واموال کے انبار کو دیکھ کر اپنے عظیم الشان تحفے کی وقعت ان کی نگاہوں میں بے قدر ہوگئی آپ نے جماعتِ اجنہ سے فرمایا تم میں کوئی ہے جو فی الفور تخت بلقیس کو دربارِ سلیمانی میں حاضر کر دے ایک جن اٹھا اور کہنے لگا قبل اس کے کہ آپ کی مجلس برخاست ہو میں تخت بلقیس کو حاضر کردوں گا ایک جن بولا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں تخت بلقیس کو آپ کے سامنے حاضر کردوں گا، اس میں سے ایک عالم کتاب اٹھے اور فرمایا کہ حضرت آپ کے پلک جھپکانے سے پیشتر اللہ کے حکم سے میں تخت بلقیس کو لا کے آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا، یہ عالم کتاب کون تھے محققین عظام ومفسرین کرام کی تحقیق کے مطابق یہ عالم کتاب جنھوں نے چشم زدن میں تخت بلقیس جو ہزاروں میل دوری پر تھا دربارِ سلیمانی میں حاضر کر دیا تھا یہ امت سلیمانی کے ولی اللہ تھے ان کا نام حضرت آصف بن برخیاء تھا، اس کے علاوہ اور بہت سے اولیاء اللہ اس امت میں گذرے ہیں۔

امت موسوی کے اولیاء اللہ: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں بہت سے صاحب عظمت وکرامت اولیاء اللہ گذرے ہیں جن کا ذکر قرآن واحادیث اور تاریخ اسلامی میں بکثرت موجود ہیں جب دعوتِ حق کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دربارِ فرعون میں جانے کا حکم فرمایا تو آپ نے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لیجانے کی خواہش ظاہر فرمائی اور بارگاہِ رب العالمین میں دعا کی'' ربّ اشرح لی صدری، ویسرلی امری واحلُل عقدۃ من لسانی یفقھو اقولی واجعل لی وزیرامن اھلی ھرون اخی اشدد بہ ازری اشرکہ فی امری کی نسبحک کثیراً وتذکرک کثیراً۔ اے ہمارے رب کشادہ کردے میرا سینہ اور

آسان کردے میرا کام، اور کھول دے گرہ میری زبان سے کہ سمجھیں میری بات اور دے مجھکو ایک کام بٹانے والا میرے گھر کا، ہارون میرا بھائی اس سے مضبوط کردے میری کمر اور شریک فرما اس کو میرے کام میں کہ تیری پاک ذات کا بیان کریں اور یاد کریں تجھ کو بہت سا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ مجھکو بحیثیت پیغمبر فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا جارہا ہے تو اس وقت اس منصب عظیم کے مشکلات کی آسانی کے لئے رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ اس سخت کام کے انجام دہی کے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے اس کام کو آسان ۔ فرمادے اور میری زبان میں گرہ جو (لکنت) پیدا ہوگئی ہے دور فرمادے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور اس کام میں ہاتھ بٹانے والا میرے ہی گھر کا ایک فرد یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کو اس کام میں شریک کر کے میری کمر مضبوط کردے تاکہ تیرے بندوں کے سامنے تیرا ذکر بلند کریں اور تجھے خوب یاد کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آپ کے زبان کی لکنت بھی ختم ہوگئی اور جو حضرت ہارون علیہ السلام کی شرکت کیواسطے دعا فرمائی مطلب یہ تھا کہ وہ بہت زیادہ فصیح تھے جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔" ھو افصح منی لسانا" یعنی زبان کے اعتبار سے حضرت ہارون علیہ السلام بہ نسبت میرے زیادہ فصیح ہیں، حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین چار سال بڑے تھے، جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی وہ مصر میں تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو نبی بنایا تو بذریعہ فرشتہ آپ کو مصر ہی میں اس کی اطلاع مل گئی۔

الغرض حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیٰ نبینا علیھما الصلوٰۃ والسلام فرعون کی ہدایت کیلئے اس کے دربار میں پہونچ کر دعوت الی اللہ کو پیش کیا، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ میں رب العلمین کا رسول ہوں، میرے حال اور منصب نبوت کا تقاضا یہی ہے کہ میں بجز سچائی وصداقت کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو پیغام حق تعالیٰ کی طرف سے دئے جاتے ہیں، وہ درحقیقت ان کے پاس خدائی امانت ہوتے ہیں جس کی ہر حال میں وہ حفاظت فرماتے ہیں اور کسی قسم کی کمی وبیشی اور خیانت سے کام نہیں لیتے اور تمام انبیاء علیہم السلام خیانت اور ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کو میری صداقت پر یقین کرنا چاہیئے کیونکہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ بول سکتا ہوں میرے اس دعوٰی کے دلیل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ معجزات بھی ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ میری بات سنیں اور مانیں، بنی اسرائیل کو مصنوعی غلامی سے نجات دے کر میرے ساتھ کردیں، فرعون نے اور کسی بات پر تو کان نہ دھرا معجزہ دیکھنے کا مطالبہ کرنے لگا اور بولا اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو، قال ان کنت جئت بایۃ فات بھا ان کنت من الصدقین "۔

"عصاءموسیٰ" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مطالبہ کو مانتے ہوئے اپنی لاٹھی زمیں پر ڈال دی ڈالتے ہی وہ اژدھابن گیا، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ اس خوف ناک اژدھانے فرعون کی طرف منہ پھیلایا تو فرعون گھبرا کر تختِ شاہی سے کود پڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ لی اور دربار کے ہزاروں آدمی اس کی دہشت سے مرگئے یہاں کرشمہ دکھلا کر اپنی بڑائی جتلانا مقصود نہ تھا گو کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام ساری خلقت میں سب سے اعلیٰ اور بڑے ہی ہوتے ہیں، معجزہ اور کرامت کا منشا ہی یہی ہوتا ہے کہ جو کام عام آدمی نہ کرسکیں وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر خداوند قدوس کی طرف سے جاری کردیا جاتا ہے تاکہ عوام سمجھ لیں کہ ان کے ساتھ کوئی خدائی طاقت کام کررہی ہے اور یہ دیکھ کر وہ حق تعالیٰ کی بندگی کی طرف پلٹ آئیں،

"یدبیضا" عصاءموسیٰ اور ید بیضاء یہ دو زبردست معجزے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائے۔ ید بیضاء کیا ہے؟ قرآن پاک کی صراحت کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے دبالیتے اور پھر نکالتے دوسرے مقام پر ہے کہ ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے یہ دونوں چیزیں اپنے اپنے مقام پر درست ہیں کبھی ہاتھ بازو کے نیچے سے نکالنا ہوتا تو کبھی گریبان میں ڈال کر اور کبھی جیب میں ڈال کر نکالتے اور اس سے یہ معجزہ ظاہر ہوتا تھا کہ "فاذا ھی بیضاء للناظرین" یعنی وہ ہاتھ چمکنے والا ہوجاتا لوگوں کو دیکھنے کے لئے اور یہ سفیدی کوئی معمولی سفیدی نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ روشنی کی کرن پھوٹتی تھی جس سے ساری فضا روشن ہوجاتی تھی اس جگہ للناظرین بڑھا کر اس روشنی کے عجیب وغریب ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ یہ ایسی عجیب روشنی تھی کہ اس کے دیکھنے کیلئے ناظرین کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ فرعون کے مطالبہ پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو معجزے دکھلائے ایک لاٹھی کا اژدہا بن جانا دوسرے ہاتھ کو گریبان یا بغل میں ڈال کر نکالنے سے اس میں روشنی پیدا ہوجانا پہلا معجزہ مخالفین کی ترہیب یعنی ڈرانے کیلئے اور دوسرا معجزہ ترغیب یعنی ان کو قریب کرنے کے لئے جس میں یہ اشارہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ایک نور ہدایت رکھتی ہے اس کا اتباع باعث فلاح ونجات ہے۔

مگر افسوس کہ فرعون اور اس کی قوم کے سردار نے یہ معجزات دیکھ کر قوم کو خطاب کرکے یہ کہنے لگے "انّ ھذا لساحر عظیم" یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے وجہ یہ تھی کہ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" ان بیچاروں کو خدائے تعالیٰ اور اس کی قدرت کا

ملہ کی کیا خبر تھی جنھوں نے ساری عمر فرعون کو اپنا خدا اور جادو گروں کو اپنا رہبر سمجھ رکھا تھا، اور جادو گروں کے کرشموں وشعبدوں ہی کو دیکھا تھا، وہ اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر اس کے سوا کہہ ہی کیا سکتے تھے کہ یہ بھی کوئی بڑا بھاری جادو ہے اور ضرور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام بڑے ماہر جادوگر ہیں۔ معاذ اللہ

معجزہ اور جادو میں فرق: پروردگار عالم حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات کو اسی انداز سے ظاہر فرماتا ہے کہ اگر دیکھنے والے ذرا بھی غور کریں اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کریں تو معجزہ اور جادو کا فرق بہت آسانی کے ساتھ خود بخود سمجھ لیں، جادو کرنے والے عموماً ناپاکی اور گندگی میں رہتے ہیں اور جتنی ہی زیادہ ناپاکی اور گندگی میں ہوں اتنا ہی وہ کامیاب اور ان کا جادو کامیاب ہوتا ہے، بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ طہارت ونظافت ان کی طبیعت ثانیہ ہوتی ہے اور یہ بھی کھلا ہوا فرق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ کسی کا جادو چلتا بھی نہیں، یعنی یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اگر کوئی جادوگر یہ کہے کہ میں رسول وپیغمبر ہوں (معاذ اللہ) تو اس دعویٰ کے ساتھ ہی اس کا سحر باطل ہو جائے گا اور کسی بھی طرح وہ اپنے جادوگری میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا۔

"معجزہ اور جادو کا مقابلہ" فرعون کا خیال یہ تھا کہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام جادو کے زور سے اس کے ملک پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں لہٰذا اس نے مقابلہ کے لئے ملک بھر سے ماہر جادوگروں کو جمع کیا، ان کی تعداد میں تاریخی روایتیں مختلف ہیں نوسو سے لیکر تین لاکھ تک کی روایت پائی جاتی ہے ان کے ساتھ لاٹھیوں اور رسیوں کا ایک انبار تھا جو تین سو اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا، فرعونی جادوگروں نے مقابلہ سے پہلے ہی سودے بازی شروع کر دی کہ ہم مقابلہ کریں اور جیت جائیں تو ہمیں کیا انعام ملے گا، وجہ یہ تھی کہ اہل باطل کے سامنے صرف دنیا کے فوائد ہوتے ہیں اس لئے کوئی بھی کام کرنے سے پہلے معاوضہ اور اجرت کا سوال سامنے آتا ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین کے کہ وہ ہر قدم پر یہی اعلان کرتے ہیں "وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین" یعنی ہم جو پیغام حق تم تک پہنچاتے ہیں اس پر تم سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں بلکہ ہمارا معاوضہ رب العلمین نے صرف اپنے ذمہ لے لیا ہے، فرعون نے کہا تم لوگ اجرت چاہتے ہو ہم اجرت بھی دیں گے اور اگر تم غالب آئے تو اس پر تمھیں شاہی دربار کا مقرب بنالیں گے، فرعون سے اس گفتگو کے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کی جگہ اور وقت کا تعین

کیا چنانچہ عید کے روز ایک کھلے میدان میں بوقت چاشت یعنی آفتاب بلند ہونے کے بعد کا وقت اس کام کے لئے تجویز کیا گیا، روایت میں ہے کہ اس موقعہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کے سردار سے فرمایا کہ اگر میں تم پر غالب آگیا تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟ جادوگروں کے سردار نے کہا کہ ہمارے پاس اس قسم کے جادو ہیں کہ ان پر کوئی غالب آ ہی نہیں سکتا اس لئے ہمارے مغلوب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض آپ غالب آ گئے تو ہم فرعون کی نظروں کے سامنے علی الاعلان آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

مقابلہ کے وقت جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یا تو آپ پہلے ڈالیں یا ہم پہلے ڈالنے والوں میں سے ہو جائیں، جادوگروں کا یہ کہنا اپنی بے فکری اور بڑائی جتانے کے لئے تھا کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ ابتدا ہماری طرف سے ہو یا آپ کی طرف سے، کیونکہ ہم ہر حالت میں اپنے فن پر اطمینان رکھتے ہیں، ان کے انداز بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ چاہتے تو یہی تھے کہ پہلا وار ان کا ہو مگر اظہارِ قوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پہل آپ کرنا چاہتے ہیں یا ہم کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے منشاء کو محسوس کر کے اپنے معجزہ پر مکمل اطمینان ہونے کے سبب پہلا موقعہ ان کو دے دیا اور فرمایا تم ہی پہلے ڈالو، ابن کثیر نے اس جگہ فرمایا کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ادب واحترم کا معاملہ کیا کہ پہلا موقعہ ان کو دینے کی پیشکش کی اسی کا یہ اثر تھا کہ ان کو ایمان کی توفیق ہوگئی۔

جب جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور بڑا جادو دکھلایا (القرآن)۔

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جادو ایک قسم کی نظر بندی تخیل تھی جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں، حالانکہ وہ واقع میں اسی طرح لاٹھیاں اور رسیاں ہی تھیں، سانپ نہیں تھے یہ ایک قسم کا مسمریزم تھا جس کا اثر انسانی خیال اور نظر کو مغلوب کر دیتا ہے۔

تاریخی روایات میں ہے کہ ہزاروں جادوگروں کی ہزاروں لاٹھیاں اور رسیاں جب سانپ بن کر دوڑنے لگیں تو سارا میدان سانپوں سے بھر گیا اور ایک عجیب ہیبت سارے مجمع پر مسلط ہوگئی۔

تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا ڈال دو، عصا زمین پر گرتے ہی سب سے بڑا سانپ بن کر ان تمام سانپوں کو نگلنے لگا جو جادوگروں نے جادو سے ظاہر کئے تھے، اور اس بڑے سانپ نے سارے سانپوں کو نگل کر

ختم کردیا، اور حق ظاہر ہوگیا اور جو کچھ جادوگروں نے بنایا تھا وہ سب باطل اور ہوا ہو گیا، جب سارے جادوگر مغلوب ہو کر رسوا ہو گئے تو سجدے میں سر ڈال دیئے اور بولے "آمنا برب موسیٰ وھرون" یعنی ہم تمام جہاں کے پالنے والے موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔

جب جادوگروں کے سردار مع اپنے چیلوں کے ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے تو ان کو دیکھ کر قومِ فرعون کے چھ لاکھ آدمی اسی روز مسلمان ہو گئے۔

یہ دیکھکر فرعون بہت گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جائے تو چیخ کر بولا "آمنتم بہ قبل ان آذن لکم" کیا تم اس پر ایمان لے آئے میری اجازت سے پہلے اس کا مطلب یہ تھا کہ تم نے میری اجازت سے پہلے ایمان قبول کر لیا، یہ استفہام انکاری بطور زجر و تنبیہ کے تھا اور اپنی اجازت سے پیشتر ایمان لانے کا ذکر کر کے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہم خود بھی یہی چاہتے تھے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کا حق پر ہونا واضح ہو جائے تو ہم بھی ان کو مان لیں گے اور لوگوں کو بھی اپنی طرف سے اجازت دے دیں گے کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں، لیکن تم لوگوں نے جلد بازی کی اور حقیقت کو سوچے سمجھے بغیر ایک سازش کے شکار ہو گئے، اس سے ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ فرعون کے دل میں خواہش ایمان پیدا ہو گئی تھی بلکہ یہ گمراہی میں مبتلا رکھنے کا ایک ہتھکنڈہ تھا جسے شاطر دماغ اکثر استعمال کرتے رہتے ہیں، اس چالاکی سے ایک طرف تو لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ اور جادوگروں کی تسلیم کو ایک سازش قرار دیکر ان کو قدیم گمراہی میں مبتلا رکھنے کا انتظام کیا اور دوسری طرف سیاسی چالاکی یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل اور جادوگروں کا اسلام جو خالص فرعون کی گمراہی کو کھولنے کے لئے تھا، قوم اور عوام سے ہرگز اس کا تعلق نہ تھا اسے ایک ملکی اور سیاسی مسئلہ بنانے کے لئے کہا "لتخرجو ا منھا اھلھا" یعنی تم لوگوں نے یہ سازش اس لئے کی ہے کہ چاہتے ہو کہ مصر پر غالب آجاؤ اور اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو ان چالاکیوں کے بعد ان سب پر اپنی شاہی ہیبت اور حکومت کا رعب و خوف جمانے کے لئے جادوگروں کو دھمکیاں دینی شروع کیں اول تو مبہم انداز میں ڈرانے کے لئے کہا "فسوف تعلمون" تم کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری اس سازش کا انجام کیا ہوتا ہے اور اس کے بعد واضح طور پر کہا "لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لا صلبنکم اجمعین" یعنی تم سب کے ہاتھ پیر مختلف جانبوں سے کاٹ کر تم کو سولی پر چڑھادوں گا مختلف جانبوں سے کاٹنے کا مطلب یہ کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پیر جس سے دونوں جانبیں زخمی اور بد ہیبت و بیکار ہو جائیں۔

فرعون نے اس بدحالی پر قابو پانے اور اپنے درباریوں اور عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے کافی تدبیر کر لی تھی اور اس کی ظالمانہ سزائیں پہلے سے مشہور اور لوگوں کو لرزہ براندام کر دینے کے لئے بہت کافی تھیں، لیکن اسلام و ایمان ایک ایسی زبردست قوت ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر انسان ساری دنیا اور اس کے تمام وسائل کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

دیکھو یہ جادوگر جواب سے چند گھنٹے پہلے فرعون کو اپنا خدا مانتے اور اسی گمراہی کی لوگوں کو تلقین کرتے تھے لمحہ بھر میں کلمہ اسلام قبول کرتے ہی ان میں کیا چیز پیدا ہوگئی تھی کہ وہ فرعون کی ساری دھمکیوں کے جواب میں کہتے ہیں'' انا الیٰ ربنا لمنقلبون ''یعنی اگر تو ہمیں قتل کر دے گا تو کوئی بات نہیں، ہم اپنے رب کے پاس پہنچ جائیں گے جہاں ہم کو ہر طرح کی راحت ملے گی جادوگر فرعون کی سطوت و جبروت سے ناواقف نہیں تھے، اس لئے یہ نہیں کہا کہ ہم تیرے قابو میں نہ آئیں گے، یا ہم مقابلہ کریں گے اس کی دھمکی کو صحیح مان کر یہ جواب دیا کہ یہ مانا کہ تو ہمیں ہر قسم کی سزا دینے پر دنیا میں قادر ہے مگر ہم ایمان لانے کے بعد دنیا کی زندگی ہی کو کوئی چیز نہیں سمجھتے دنیا سے گذر جائیں گے تو ہمیں اس دینا کی زندگی سے بہتر زندگی ملے گی اور اپنے رب کی ملاقات نصیب ہوگی۔

دوسرے مقام پر ہے کہ فرعون کی اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا، کہ اس زندگی میں تیرا جو جی چاہے کرلے آخر کار ہم اور تم سب رب العلمین کے حضور پیش ہوں گے اور وہ ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا اس وقت اپنے اس عمل کا نتیجہ تیرے سامنے آجائے گا۔

قبولیتِ ایمان کے بعد ہماری نظر میں اس دنیوی زندگی کی وہ اہمیت باقی نہیں ہے جو ایمان لانے سے پہلے تھی کیونکہ ہمیں خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ یہ دنیوی زندگی راحت و کلفت کے ساتھ گذر ہی جائے گی فکر تو اس زندگی کی کرنی چاہئے جس کے بعد موت کا سوال نہیں اور جس کی راحت و کلفت دونوں دائمی ہے''۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو ابھی چند لمحہ پہلے بدترین کفر میں مبتلا تھے کہ فرعون جیسے بیہودہ انسان کو خدا مانتے تھے اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت سے بالکل نا آشنا تھے ان میں یکبارگی ایسا انقلاب عظیم کیسے آگیا کہ اپنے پچھلے سب عقائد اور اعمال سے یکسر تائب ہو کر دین حق پر اتنے پختہ ہوگئے کہ اس کے لئے جان تک دینے کو تیار ہو گئے اور دنیا سے رخصت ہونے کو اس لئے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگے کہ بعد مردن ان کیواسطے دیدارِ خداوندی کی بشارت ہے۔

"علم ومعرفت کے دروازے کھل گئے" اور صرف یہ ہی نہیں کہ ایمان کی قوت اور جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت ان میں پیدا ہوگئی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پر حقیقی علم ومعرفت کے دروازے کھل گئے جبھی تو فرعون کے مقابلہ میں اس جرأت مندانہ بیان کے ساتھ رب تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرنے لگے "ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین ۔ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر کامل عطا فرما اور ہمیں وفات دے (تو) مسلمان ہونے کی حالت میں" ان کی اس اولوالعزمی اور ثابت قدمی سے پتہ چلتا ہے کہ رب کریم نے انہیں صبر واستقامت کا وہ بلند منزل عطا فرما دیا جو؟ یقیناً اولیاء اللہ کا حصہ ہے اور یہ دعا معرفتِ حق کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، الغرض وہ سب جادوگر جو فرعون کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے میدان میں اتارے گئے تھے من جانب اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دستِ مبارک سے وہ بلند معجزہ دیکھتے ہی سجدہ ریز ہوگئے اور قبولیت ایمان کے ساتھ صرف ایک ہی سجدہ میں وہ بہترین قسم کے مجاہد اعلیٰ درجہ کے غازی، اور جلیل القدر صحابی کے بلند مراتب پر فائز ہوگئے اور ایک ہی لمحہ میں وہ سب حاصل کر لیا کہ جو برسوں ریاضت ومجاہدہ کے بعد بھی عام لوگوں کو نصیب نہیں۔

"حق پرستوں کا تذکرہ" قرآن مقدس کی دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے

ومن قوم موسیٰ امة یهدون بالحق وبه یعدلون ۔ اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ (جماعت) ہے جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو خود بھی حق کا اتباع کرتی ہے اور اپنے نزاعی معاملات کے فیصلوں میں حق کے موافق فیصلے کرتی ہے، قرآن مقدسہ کی بہت سی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی کجروی کج بحثی، کٹھ حجتی اور گمراہی کا ذکر ہوا ہے، اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پوری قوم بنی اسرائیل ایسی نہیں تھی بلکہ ان میں کچھ اچھے لوگ بھی تھے جو حق کا اتباع کرتے اور حق فیصلے کیا کرتے تھے، یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے توراۃ، وانجیل کے زمانہ میں ان کی ہدایات کے موافق پورا عمل کیا اور جب خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو توراۃ وانجیل کی بشارت کے موافق آپ پر ایمان لائے اور آپ کا اتباع کیا چنانچہ بنی اسرائیل کی اس حق پرست جماعت کا ذکر قرآن پاک میں بار بار آیا ہے، مثال کے طور پر ایک مقام پر ارشاد ہے" ومن اهل الکتاب امة قائمة یتلون آیٰت الله اٰناء اللیل وهم یسجدون " یعنی اہل کتاب میں

ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق پر قائم ہے اللہ کی آیات کو رات بھر تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں ایک مقام پر ارشاد ہے "الذین آتینٰھم الکتٰب من قبلہٖ ھم بہٖ یوءمنون" یعنی وہ لوگ جن کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کتاب (توراۃ وانجیل) دی گئی تھی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ جنہوں نے ان انبیاء کرام اور کتاب مقدس کی ہدایات پر صدق دل سے عمل کیا وہ صاحبِ ایمان وہدایت ہوئے۔

"حق پرست جماعت کی حکایت"

اس حق پرست جماعت سے وہ جماعت مراد ہے جو بنی اسرائیل کی گمراہیوں وبداعمالیوں سے تنگ آکر ان سے الگ ہوگئی تھی بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا جنہوں نے اپنی قوم سے تنگ آکر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ ہمیں ان لوگوں سے دور کہیں ایسی جگہ بسادے تاکہ ہم اپنے دین پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے رہیں اور ان کی نحوست سے دور ہوجائیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اِن سب کو ڈیڑھ سال کی مسافت پر مشرق بعید کی کسی خطہ میں پہونچادیا جہاں وہ آزادی کے ساتھ خالص عبادت وریاضت میں مشغول رہے اور ،رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد بھی نیرنگِ قدرت سے ان کے مسلمان ہونے کا یہ سامان ہوا کہ شب معراج حضرت جبریئل امین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرف لے گئے وہ لوگ آپ پر ایمان لائے آپ نے ان کو کچھ قرانِ کریم کی سورتیں پڑھائیں اور ان سے یہ دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس ناپ تول کا کچھ انتظام ہے اور تم لوگوں کے معاش کا کیا سامان ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں غلہ بوتے ہیں جب تیار ہوجاتا ہے تو کاٹ کر ڈھیر لگادیتے ہیں ہر شخص کو جتنی ضرورت ہوتی ہے وہاں سے لے آتا ہے ناپنے اور تولنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص جھوٹ بھی بولتا ہے؟ عرض کیا نہیں، کیونکہ اگر کوئی ایسا کرے تو فوراً ہی ایک آگ آکر اسے جلا دیتی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ تم سب کے مکانات یکساں کیوں ہیں؟ ان لوگوں نے عرض کیا اس لئے کہ کسی پر بڑائی جتلانے کا موقع نہ ملے پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تم سب کے مکانات کے سامنے اپنی قبریں کیوں بنا رکھی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا تاکہ ہمیں موت ہر وقت متحضر رہے، اور ہم فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوجائیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب معراج سے واپس مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو یہ آیۃ مقدسہ نازل ہوئی "ومن قومِ موسیٰ امۃ یھدون بالحقّ وبہٖ یعدلون" "قومِ بنی اسرائیل کہ وہ مقدس جماعت تھی جو خود حق کی راہ پر چلتے اور دوسروں کو اس راہ کی تلقین کرتے اور اپنے تمام فیصلے کتاب اللہ کی ہدایت کے موافق کرتے اور اس کے خلاف عمل کے لئے آمادہ بھی نہ ہوتے۔

"امتِ عیسیٰ علیہ السلام کے اولیاء"

اصحابِ کہف جن کا ذکر قرآن مجید کے پندرہویں پارہ سورۂ کہف میں مذکور ہے یہ حضرات حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے اولیاء اللہ ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک مفصل روایت حدیث پاک میں ہے جب کہ مکہ معظمہ کے قریشی سرداروں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اندر پیدا ہوئے پلے بڑھے اور جوان ہوئے ان کی امانت، دیانت داری وسچائی میں کبھی کسی کو شک وشبہ نہیں ہوا، اور کبھی ان کے متعلق جھوٹ بولنے کی تہمت بھی کسی نے نہیں لگائی اور اس کے باوجود دعویٰ نبوت کا وہ کر رہے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا اس لئے ایسا کرو کہ اپنا ایک وفد مدینہ طیبہ کے علماء یہود کے پاس بھیج کر ان سے اس بارے میں تحقیقات کرو اور انہیں ایسے جال میں پھنساؤ جس سے وہ باہر نہ نکل سکیں، چنانچہ قریش کا ایک وفد علماء یہود کے پاس مدینہ طیبہ پہنچا علماء یہود نے ان قریشیوں کو مشورہ دیا کہ ہم تمہیں تین چیزیں بتلاتے ہیں تم ان سے ان تینوں کا سوال کرو، اگر انھوں نے تینوں کا جواب دیدیا تو وہ نبی نہیں، اسی طرح تینوں میں سے کسی کا جواب نہیں دیا تو بھی نبی نہیں اور اگر دو کا جواب دیا تیسری چیز کا جواب نہ دیا تو سمجھ لو کہ وہ نبی ہیں۔

وہ تین سوال علمائے یہود نے یہ بتلائے کہ ایک تو ان سے ان لوگوں کا حال دریافت کرو جو قدیم زمانے میں شرک سے بچنے کے لئے کسی غار میں چھپ گئے تھے کیونکہ ان کا واقعہ عجیب ہے۔

دوسرے اس شخص کا حال پوچھو جس نے زمین کے مشرق ومغرب کا سفر طے کیا کہ اس کا واقعہ کیا ہے؟

تیسرے روح کے متعلق سوال کرو کہ وہ کیا ہے؟

یہ وفد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور تینوں سوال آپ کے سامنے پیش کئے، آپ نے فرمایا اس کا جواب تمہیں کل دوں گا، مگر اس پر انشاء اللہ کہنا یاد نہ رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز تک وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اور قریش مکہ کو طعن وتشنیع کا موقعہ مل گیا کہ آپ نے کل جواب دینے کو کہا تھا مگر اتنے دن بیت گئے جواب نہ ملا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پریشانی ہوئی پھر حضرت جبرئیل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے "ولا تقولن لشائی انی فاعل ذلک غداً الا ان یشآ اللہ" جس میں آئندہ کے لئے حکم ہوا کہ کسی کام کا وعدہ کریں تو انشاء اللہ کہہ لیا کریں اس کے بعد نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غار میں چھپنے والوں کے متعلق اصحابِ کہف کا واقعہ اور مشرق سے مغرب تک سفر کرنے والے سکندر ذوالقرنین کا واقعہ جو سورہ کہف میں ہے پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور، روح کے متعلق جس حقیقت کا سوال تھا اس کا جواب نہیں دیا جس سے یہود کی بتلائی ہوئی علامت صدق نبوت ظاہر ہوگئی۔

''اصحابِ کہف کون تھے'' اصحابِ کہف بادشاہوں کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تھے، قوم بت پرست تھی اپنے ہاتھوں اصنام گڑھ کر بناتے اور ان کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ایک روز ان کی قوم اپنے کسی مذہبی میلے کے لئے شہر سے باہر نکلی جہاں ان کا سالانہ اجتماع ہوا کرتا تھا وہاں جا کر یہ لوگ بتوں کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے اور ان کی خوشنودی کیخاطر جانوروں کی قربانی ان کے نام پر کرتے تھے، اس زمانہ کا بادشاہ ایک جبار ظالم دقیانوس نامی تھا جو پوری قوم کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اس سال جبکہ پوری قوم اس میلے میں جمع ہوئی تو یہ نوجوان اصحاب کہف بھی وہاں پہنچے اور وہاں اپنی قوم کی یہ جاہلانہ حرکتیں دیکھیں کہ اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہوئے پتھروں کو خدا سمجھتے، ان کی عبادت کرتے اور ان کے لئے قربانی کرتے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو یہ عقل سلیم عطا فرمائی اور ان کو قوم کی اس احمقانہ حرکت سے سخت نفرت ہوگئی اور عقل سے کام لیا تو ان کی سمجھ میں آ گیا کہ عبادت تو صرف اس ذات پاک کی ہونی چاہیئے، جس نے زمین وآسمان اور ساری مخلوقات کو پیدا کیا اور جو جلانے و مارنے کا مختار ہے، یہ خیال بہ یک وقت ان چند نوجوانوں کے دل میں آیا اور اس میں سے ہر ایک نے اس قوم کی اس احمقانہ عبادت سے بچنے کے لئے اس مقام سے ہٹنا شروع کیا ایک نوجوان ان میں سب سے پہلے مجمع سے دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا، اس کے بعد دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اسی طرح سے تیسرا، اور چوتھا آدمی آتا گیا اور اسی درخت کے نیچے بیٹھتا رہا مگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو پہچانتا نہ تھا اور نہ یہ کہ یہاں کیوں آیا ہے، درحقیقت ان لوگوں کو قدرت نے یہاں جمع کیا تھا جس نے ان کے دلوں میں ایمان پیدا کیا۔

یہ لوگ ایک جگہ جمع تو ہو گئے مگر ہر اک اپنے عقیدہ کو دوسروں سے اس لئے چھپاتا تھا کہ یہ کہیں جا کر بادشاہ سے مخبری نہ کر دے اور میں گرفتار کر لیا جاؤں تھوڑی دیر خاموشی کے عالم میں جمع رہکر ان میں سے ایک شخص بولا کہ بھائی ہم سب کے قوم سے علیحدہ ہو کر یہاں پہنچنے کا کوئی سبب تو ضرور ہے، مناسب یہ ہے کہ ہم سب باہم ایک دوسرے کے خیال سے واقف ہو جائیں اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی قوم کو جس دین ومذہب اور جس عبادت میں مبتلا پایا اس سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ یہ سراسر باطل ہے عبادت تو صرف اللہ جل شانہٗ کی ہونی چاہیے جس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ایک کی گفتگو سے دوسروں کو موقع مل گیا اور ان میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ یہی عقیدہ اور خیال ہے جس نے مجھے قوم سے علیحدہ کر کے یہاں پہنچایا۔

جب سب کو معلوم ہو گیا کہ ہم سب متحد الخیال ہیں تو پوری جماعت ایک دوسرے کی رفیق اور دوست ہو گئی اور انہوں نے مل کر الگ اپنی عبادت گاہ بنالی جس میں جمع ہو کر یہ لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرنے لگے۔

مگر شدہ، شدہ ان کی خبر شہر میں پھیل گئی چغلخوروں نے جا کر بادشاہ سے سب بیان کر دیا بادشاہ یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور ان سب کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا، یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان سے ان کے عقیدے اور اور طریقے کے متعلق سوال کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت بخشی اور انہوں نے بلا خوف وخطر اپنا عقیدہ توحید بیان کر دیا یہی نہیں بلکہ بادشاہ کو بھی اس کی طرف دعوت دی، جب ان لوگوں نے بیباک ہو کر بادشاہ کو دعوتِ ایمان دی تو اس نے انکار کر دیا اور ان کو خوب ڈرایا دھمکایا یہاں تک کہ ان کے بدن سے وہ عمدہ پوشاک جو شاہی لباس ان نوجوانوں نے پہن رکھے تھے اُتروادی اور ان سے کہا کہ ہم چند روز کی مہلت تم لوگوں کو دیتے ہیں تاکہ تم لوگ اپنے معاملہ پر غور کر لو تم نوجوان ہو اسلیئے تمہارے قتل میں عجلت سے کام نہ لوں گا تمہیں غور کرنے کا ایک موقع دوں گا تاکہ تم اپنی قوم کی دین ومذہب پر واپس آجاؤ اور اگر تم لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر قتل کر دیئے جاؤ گے اپنے مومن بندوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تھا، کہ اس مہلت نے ان لوگوں کیلئے راہ کھول دی اور یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر ایک غار میں چھپ گئے، یہ حضرات موحدین میں سے تھے جو دینِ مسیح کے مٹنے کے بعد حق پرست تھوڑے، بہت بچے تھے انہیں میں ان حضرات کا شمار ہوتا ہے اس زمانہ کے ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس تھا اور غار میں چھپنے سے پہلے جس شہر میں یہ حق پرست نوجوان رہتے تھے اس کا نام ''شہر افسوس تھا''۔

''**اصحابِ کہف کی تین حالتیں**'' قرآن مقدسہ میں اللہ جل شانہٗ نے اصحاب کہف کے تین حال بتلائے ہیں اور یہ تینوں عجیب ہیں جو ان برگزیدہ حضرات کی کرامت سے بطور خرقِ عادت ظاہر ہوئے۔

اول: زمانہ دراز تک ان حضرات پر مسلسل نیند کا مسلط ہونا اور اس میں بغیر کسی غذا وغیرہ کے زندہ رہنا جو سب سے بڑی کرامت اور خرقِ عادت ہے، یہاں اس طویل نیند کی حالت میں ان کا ایک حال تو یہ بتلایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو غار کے اندر اس طرح محفوظ فرما رکھا کہ دھوپ صبح سے لیکر شام تک ان کے قریب سے گذرتی مگر غار کے اندر ان حضرات کے جسموں پر نہ پڑتی تھی، جس کے فوائد یہ تھے کہ زندگی کے آثار کا قیام ہو اور سردی، اور گرمی کا اعتدال وغیرہ اور ان کے جسموں پر دھوپ نہ پڑنے سے ان کے جسموں اور لباس کی حفاظت تھی، دھوپ کا ان سے الگ رہنا اور ان پر نہ پڑنا کسی وضع اور ہیئت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ یہ ان حضرات کی کرامت سے بطور خرقِ عادت تھا ''ذٰلک من آیات اللہ''۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی ایک نشانی تھی۔

دوسرا حال یہ بتلایا کہ اصحاب کہف پر اتنے زمانہ دراز تک نیند مسلط کردینے کے باوجود ان کے جسموں پر نیند کے آثار بالکل نہ تھے، جو اکثر نیند سے بیدار ہونے کے بعد رہتی ہے، بحالتِ نیند ان کی حالت ایسی تھی کہ دیکھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ جاگ رہے ہیں، ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، بدن میں ڈھیلا پن جو نیند سے ہوتا ہے وہ نہیں تھا، سونے کی حالت میں جو سانس میں تغیر واقع ہوتا ہے وہ بھی نہیں تھا، ظاہر ہے کہ یہ حالتیں غیر معمولی تھیں اور ان حضرات کی کرامت جس میں بظاہر حکمت ان کی حفاظت تھی کہ کوئی ان کو سوتا ہوا سمجھ کر ان پر حملہ نہ کردے، جو سامان ان کے ساتھ تھا اسکو چرا نہ لے اور یہ حضرات مختلف کروٹیں بھی بدلتے رہتے تھے تاکہ دیکھنے والا ان حضرات کو بیدار ہی سمجھے اور کروٹیں بدلنے میں یہ حکمت و مصلحت بھی تھی کی مٹی ایک کروٹ کو نہ کھالے، **وتحسبم ایقاظا وھم رقود، ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال**، اور تم سمجھوگے کہ وہ جاگتے ہیں، اور وہ سو رہے ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو داہنے اور بائیں۔

"اصحابِ کہف کا کتا"

وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید، اور کتا ان کا پسار رہا ہے اپنی باہیں چوکھٹ پر، یہ کتا ان بزرگوں کے ساتھ آیا تھا اور غار کے دروازے پر اپنے دونوں اگلے پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا اور اس کے رعب و دبدبہ کی بھی یہ حالت تھی کہ آنکھیں کھلی ہوئی چمکدار تھیں اور چہرہ سے عجیب جلال ظاہر تھا جس سے کسی موذی جانور یا ہم جنس کی قریب آنے کی ہمت نہ پڑتی تھی اور اس کتے کو اللہ پاک نے بغرض حفاظت اس غار کے دہلیز پر بٹھا دیا گیا تھا، گویا کہ یہ جانور ایک قسم کا پہرے دار تھا جو ان بزرگوں کی خدمت پر منجانب اللہ مقرر کیا گیا تھا، یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا تشفی بخش جواب ضرور ہے۔

سوال یہ ہے کہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شکاری کتے یا جانوروں کے محافظ کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو روز اس کے اجر میں سے دو قیراط اجر (نیکی) گھٹ جاتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ایک تیسری قسم کے کتے کا بھی استثناء آیا ہے، جو کھیتی کی حفاظت کے لئے پالا جائے وہ کتا اس ممانعت میں داخل نہیں ہے، ان روایات حدیث کی بناء پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بزرگ اللہ والوں نے کتا کیوں اپنے ساتھ لیا، اس کے کئی جوابات ہیں، اول تو یہ حکم یعنی کتا پالنے کی ممانعت شریعت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے ہوسکتا ہے کہ دینِ مسیح علیہ السلام میں ممنوع نہ ہو، دوسرے یہ یعنی قرینِ قیاس ہے

کہ یہ حضرات صاحبِ جائداد و صاحبِ مویشی تھے ان کی حفاظت کے لئے کتا پالا ہوا اور جیسے کتے کی وفا شعاری مشہور ہے یہ حضرات جب شہر سے چلے تو وہ بھی ساتھ لگ لیا، جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کتا اپنے مالک کو کبھی نہیں بھولتا اس کے سامنے آتے ہی پیچھے پیچھے دم ہلاتا ہوا چلنے لگتا ہے۔

نیک صحبت کے اعزاز و برکات: حضرت ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھے بتلایا کہ میں نے حضرت ابوالفضل جوہر علیہ الرحمہ کا ایک وعظ ۴۶۹ھ میں جامع مسجد مصر کے اندر سنا وہ بر سرِ منبر بیان فرما رہے تھے کہ جو شخص نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ان نیکوں کاروں کی نیکی کا حصہ اس کو بھی ملتا ہے دیکھو اصحابِ کہف کے کتے نے ان سے محبت کی اور ان کے ساتھ لگ لیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔

جائے غور ہے کہ جب ایک جانور (کتا) اولیاء اور صلحاء کی صحبت سے یہ مقام پا سکتا ہے تو آپ قیاس کر لیں کہ مؤمنین و موحدین جو اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت رکھیں ان کا مقام کتنا بلند ہوگا، اور اس واقعہ میں ان مسلمانوں کے لئے بشارت اور تسلی ہے جو اپنے اعمال میں کوتاہ ہیں مگر اپنے عظیم پیغمبر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے پوری محبت رکھتے ہیں۔

عمل کوتاہ اور بشارتِ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ایک روز مسجد سے نکل رہے تھے، مسجد کے دروازے پر ایک شخص ملا اور اس نے سوال کیا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئیگی؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے (جو اس کے آنے کی جلدی کر رہے ہو) آپ کی یہ بات سن کر وہ شخص دل میں کچھ شرمندہ ہوا، اور پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے قیامت کے لئے بہت نماز، روزے اور صدقات تو جمع نہیں کئے مگر میں اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو (سن لو) تم قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگے، جس سے محبت رکھتے ہو، صحابیٔ رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ جملۂ مبارکہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اتنے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد اس سے زیادہ خوشی کبھی نہ ہوئی تھی اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا الحمدللہ میں اللہ سے، اس کے رسول سے، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں، اس لئے اس کا امیدوار ہوں کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا، تیسرے اصحاب

کہف کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا رعب وجلال عطا فرمادیا تھا کہ جو دیکھے ہیبت زدہ ہوکر بھاگ جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جو بھی ان حضرات کو دیکھنے یا ان کی آرامگاہ میں جھانکنے کی کوشش کرتا یا تو وہ جلال کی تاب نہ لاکر بیہوش ہوجاتا یا اس پر اس قدر خوف ودہشت طاری ہوجاتی کہ وہ بھاگ کھڑا ہوتا، ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اصحابِ کہف کی تحقیق اور مشاہدہ کے لئے غار میں جائیں آپ نے وہاں جانے سے قبل تحقیق حال کے لئے چند آدمیوں کو بھیجا جب یہ لوگ بغرض مشاہدہ غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک سخت گرم ہوا بھیج دی جس کی وجہ سے یہ لوگ نہ اندر جاسکے اور نہ کچھ دیکھ سکے۔

تین سو سال بعد بیداری:

یہ حضرات پورے تین سو سال تک اسی جاہ وجلال سے سوتے رہے کہ دیکھنے والا انہیں بیدار ہی سمجھتا رہا تین سو سال بعد یہ حضرات بیدار ہوئے، بیدار ہوتے ہی جیسا کہ فطرت کا تقاضہ ہے بھوک پیاس نے غلبہ کیا اور ان کے پاس جو خرچ سے بچا ہوا بقیہ رقوم محفوظ تھا دیکر انہیں میں سے ایک شخص تملیخا نامی کو بازار بھیجا اور تاکید کی کہ پاک اور حلال کھانا لیکر آئے تاکہ اس سے بھوک مٹائی جاسکے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اپنی بقایا رقم سے کھانا منگایا گیا تو اس میں پاک اور حلال کی قید کیوں لگائی گئی، تو جواب یہ ہے کہ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ان کی قوم جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے بت پرست تھی اور وہ زیادہ تر اپنے بتوں کے نام پر ہی ذبح کرتے تھے اور بازار میں بکثرت یہی گوشت فروخت ہوتا تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں سے گوشت آجائے جو بہ سبب ایمان ہمارے لئے حرام کی حیثیت رکھتا ہے اس عمل سے ان بزرگوں کے انتہائی تقویٰ وطہارت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات اس قدر پرہیزگار ونیکوکار تھے کہ مشتبہ شئے کو کبھی ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

اہلِ شہر پر اصحابِ کہف کا حال کھل جانا:

اصحابِ کہف جس وقت اس شہر سے نکل کر غار میں روپوش ہوئے تھے، اس وقت نہایت ظالم، جابر اور مشرک بادشاہ دقیانوس اس شہر پر مسلط تھا وہ مر گیا، اور اس پر صدیاں گذر گئیں، یہاں تک کہ اس ملک پر اہل حق کا قبضہ ہوگیا جو صحیح اس کے حقدار تھے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل یقین رکھتے تھے اور ان کا نیک دل بادشاہ ایک نہایت نیک اور صالح آدمی تھا اس کا بادشاہ کا نام "بیدوسوس" بتایا جاتا ہے اس کے زمانے میں اتفاقاً قیامت اور اسمیں سارے مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلے میں کچھ اختلافات پھیل گئے

ایک فرقہ اس کا منکر ہوگیا کہ یہ جسم سڑ اور گل جانے کے بعد اور پھر وہ ریزہ ریزہ ہو کر ساری دنیا کے اندر پھیل جانے کے بعد پھر دوبارہ کس طرح اور کیوں کر زندہ ہو جائیں گے، بادشاہ وقت بیدوسوس کو اس کی فکر دامن گیر ہوئی کہ کسطرح ان کے شکوک وشبہات دور کئے جائیں جب کوئی تدبیر نہ بنی تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور راکھ کی ڈھیر پر بیٹھ کر نہایت الحاج گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے مالک یوم الدین کوئی ایسی صورت پیدا کردے کہ ان لوگوں کا عقیدہ صحیح ہو جائے اور یہ لوگ راہ راست پر آجائیں اس طرف بادشاہ گریہ وزاری اور دعا میں مصروف اور اس طرف اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کی قبولیت کا یہ سامان پیدا فرمادیا کہ اصحاب کہف تین سو سال کے بعد بیدار ہوئے اور انھوں نے اپنے ایک آدمی جس کا نام تملیخا تھا، بازار میں بھیج دیا کھانا خریدنے کے لئے دوکان پر پہنچا اور تین سو سال پہلے بادشاہ دقیانوس کے زمانے کا سکہ کھانے کی قیمت میں پیش کیا، تو دوکاندار دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ سکہ کہاں سے آیا، کس زمانے کا ہے اور کس میں سے سکہ نکال کر لایا ہے تملیخا نے بازار کے دوسرے دوکانداروں کو دکھلایا، سکہ دیکھکر سب نے یہ کہا کہ اس شخص کو کہیں سے پرانا خزانہ ہاتھ آگیا ہے اور اس میں سے یہ سکہ نکالکر لایا ہے، تملیخا نے انکار کیا کہ نہ مجھے کوئی خزانہ ملا ہے نہ کہیں سے چرا کر لایا ہوں یہ میرا اپنا روپیہ ہے، بازار والے اس کی ایک نہ مانے انھوں نے گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کردیا، یہ بادشاہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، ایک نیک صالح اور خدا پرست انسان تھا اور اس نے سلطنت کے پرانے خزانے کے آثار قدیمہ میں کہیں وہ تختی بھی دیکھی تھی جس میں اصحاب کہف کے نام اور ان کے اچانک غائب ہو جانے کا واقعہ بھی تحریر تھا بعض کے نزدیک خود ظالم بادشاہ دقیانوس نے یہ تختی لکھوائی تھی کہ یہ اشتہاری مجرم ہیں، ان کے نام اور پتے محفوظ رہیں اور جب کہیں ملیں تو گرفتار کرلئے جائیں اور بعض روایات میں ہے کہ شاہی دفتر میں بعض ایسے مومن بھی تھے، جو دل سے بت پرستی کو برا سمجھتے تھے اور اصحاب کہف کو حق پر سمجھتے تھے، انھوں نے یہ تختی بطور یادگار لکھ لی تھی، اس تختی کا نام رقیم تھا جس کی بناء پر ان حضرات اصحاب کہف کو اصحاب رقیم بھی کہا گیا، الغرض اس بادشاہ کو اس واقعہ کا کچھ علم تھا، اور اس وقت بادشاہ اس دعا میں مشغول تھا کہ کسی طرح اس قوم منکرین کو اس بات کا یقین آجائے کہ مردہ جسموں کو دوبارہ زندہ کردینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بعید نہیں، اس لئے تملیخا سے اس کے حالات کی تحقیق کی تو اس کو اطمینان ہوگیا کہ یہ انہیں لوگوں میں سے ایک ہے، اور اس بادشاہ نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں سے ملاقات کرادے، جو دقیانوس کے زمانے میں اپنا ایمان بچا کر بھاگے تھے، بادشاہ اس پر بہت مسرور ہوا اور کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی، شاید اس میں لوگوں کے لئے کوئی ایسی حجت ہو جس سے ان کو قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کا یقین

آجائے، یہ کہکر بادشاہ نے کہا کہ مجھے اس غار تک لے چلو جہاں سے تم آئے ہو، اہل شہر کے بہت سے مجمع کے ساتھ بادشاہ غار تک پہونچا تو اندر داخل ہونے سے قبل تملیخا نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہریں میں جا کر اپنے ساتھیوں کو حقیقت حال سے باخبر کردوں کہ اب جو بادشاہ یہاں آیا ہے وہ مؤمن اور خدا پرست ہے تا کہ وہ اطمینان سے آپ سے ملاقات کرسکیں ایسا نہ ہو کہ اطلاع سے قبل آپ پہونچیں اور وہ یہ سمجھ بیٹھیں کہ ہمارا دشمن بادشاہ چڑھ آیا، اس کے مطابق تملیخا نے پہلے جا کر ساتھیوں کو تمام حالات سنائے جسے سن کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے باہر آکر بادشاہ کا استقبال تعظیم کے ساتھ کیا، پھر وہ اپنے غار کی طرف لوٹ گئے بعض روایت میں ہے کہ ملاقات کے بعد اہل غار نے بادشاہ اور اہل شہر سے کہا کہ اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور غار کے اندر چلے گئے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو وفات دیدی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہر حال اب اہل شہر کے سامنے یہ واقعہ عجیب قدرتِ الٰہیہ کا واشگاف ہو کر آگیا تو سب کو یقین ہو گیا کہ جس ذاتِ پاک کی قدرت میں یہ داخل ہے کہ تین سو برس تک زندہ انسانوں کو بغیر کسی غذا اور سامان زندگی کے زندہ رکھ سکتا ہے اور طویل عرصہ تک ان کو نیند میں رکھنے کے بعد پھر صحیح وسالم، قوی، تندرست اٹھا سکتا ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مرنے کے بعد بھی پھر ان اجسام کو زندہ کردے اس واقعہ سے ان کے شکوک وشبہات زائل ہو گئے۔

اس کی طرف اس آیت پاک میں رب کریم نے اشارہ فرمایا" **لیعلمون ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لا ریب فیھا** "یعنی ہم نے اصحابِ کہف کو زمانہ دراز تک سلانے کے بعد جگا کر بیٹھا دیا تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ (یعنی قیامت میں سب مردوں کے اجسام کو زندہ کرنے کا) وعدہ سچا ہے، اور قیامت کے آنے میں شبہ نہیں۔

اصحاب کہف کی بزرگی وتقدس کے تو سب ہی قائل ہو چکے تھے، اس لیئے ان کی وفات کے بعد سب کا خیال ہوا کہ غار کے پاس کوئی عمارت بطور یادگار بنائی جائے تا کہ ان کے آثار کی محافظت رہے اور ان کی زیارت سے فیض حاصل کیا جا سکے مگر سوال یہ تھا کہ عمارت کیسی بنائی جائے اور اس کی شکل کیا ہو بعض لوگوں نے رائے دی کہ کوئی رفاہِ عام کی عمارت بنا دی جائے مگر چونکہ اربابِ حکومت اور بادشاہ مؤمن تھے، اور انہی کا غلبہ تھا ان کے رائے یہ ہوئی کہ یہاں مسجد بنا دی جائے جو یادگار بھی رہے، اور آئندہ بت پرستی سے بچانے کا سبب بھی بنے اور یہاں ایک مسجد تعمیر کر دی گئی جہاں لوگ آتے مسجد میں اللہ کی عبادت کرتے اور ان بزرگوں کے مقام کی زیارت کر کے فیض حاصل کرتے یہ زیارت باہر ہی سے دور دور کر کرتے غار کے قریب جانے کی ہمت کسی کو ان بزرگوں کی وفات کے بعد بھی نہیں ہوتی تھی۔

مسئلہ: اس واقعہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ صلحاء، واولیاء اللہ کی قبور کے پاس نماز کے لئے مسجد بنانا اور اس میں عبادت کرنا ثواب عظیم ہے اور بزرگان دین کے آثار کی حفاظت اور ان کی زیارت یہ مؤمنین کی قدیم اسلامی وایمانی تاریخ کا حصہ ہے اس کو مٹانا نہیں بڑھاوا دینا چاہئے۔

حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں یا وفات یافتہ؟

تمام صوفیائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین بالاتفاق حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں، لیکن علمائے کرام کے نزدیک اختلاف ہے، بعض حیات کے قائل ہیں اور بعض کے نزدیک ان کی وفات ہوگئی، اس کے متعلق ہم دونوں حضرات کے استدلال کو پیش کرتے ہیں۔

علماء کا استدلال: گروہ علماء میں بعض حضرات جو حیات خضر علیہ السلام کے قائل نہیں وہ بطور سند اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، جو صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز اپنی آخری حیات مقدسہ میں پڑھائی، سلام پھیر نے کے بعد آپ کھڑے ہوگئے، اور یہ کلمات ارشاد فرمائے "ارئ أبیتکم لیلتکم هذہٖ فان علیٰ را سٔ مائة سنة منها لا یبقیٰ ممن هو علیٰ ظهر الا رض احد، ترجمہ کیا تم اپنی آج کی رات کو دیکھ رہے ہو اس رات سے سوسال گذرنے پر کوئی شخص ان میں سے زندہ نہ رہے گا جو آج زمین کے اوپر ہے، اس روایت سے علماء یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اس فرمان عالی کے بعد سوسال کی مدت گذرنے پر ان میں سب فوت ہوگئے، لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہا نے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس روایت کے بارے میں لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مراد یہ تھی کہ سوسال پر یہ قرآن (زمانہ) ختم ہوجائے گا۔

تقریباً انہیں الفاظ کے ساتھ اسی مسلم شریف کی حدیث میں یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے حضرت علامہ قرطبی (علیہ الرحمہ) نے مذکورہ بالا روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس میں ان لوگوں کے لئے کوئی حجت نہیں جو حیاتِ خضر علیہ السلام کو باطل کہتے ہیں، کیونکہ اس روایت میں اگرچہ تمام بنی آدم کے لئے عموم کے الفاظ

ہیں، اور عموم بھی مؤکد کر کے لایا گیا ہے، مگر پھر بھی اس میں نص نہیں کہ یہ عموم تمام اولادِ آدم علیہ السلام کو شامل ہی ہو، کیونکہ اولادِ آدم (علیہ السلام) میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں جن کی نہ وفات ہوئی اور نہ قتل کیے گئے، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ "علی الارض" میں الف لام عہد کا ہے، اور مراد ارض سے ارض عرب ہے پوری زمین جس میں ارضِ یاجوج وماجوج اور بلاد شرق اور جزائر اس میں شامل نہیں۔

اسی طرح بعض حضرات نے مسئلہ ختم نبوت کو حیاتِ خضر علیہ السلام کے منافی سمجھا، اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ختم نبوت کے منافی نہیں حضرتِ خضر علیہ السلام کی حیات بھی ایسی ہی ہوسکتی ہے بعض حضرات نے حضرتِ خضر علیہ السلام کی حیات پر شبہ کرتے ہوئے کہا اور لکھا ہے کہ اگر وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود ہوتے تو ان پر لازم تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے تابع ہوکر اسلامی خدمات میں مشغول ہوتے، کیونکہ حدیث پاک میں ارشاد ہے "لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی" ترجمہ، اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا، لیکن یہ کچھ بعید نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی اور ان کی نبوت عام انبیائے شریعت سے مختلف ہو، چونکہ ان کو تکوینی خدمات اللہ تعالیٰ کی جانب سے سپرد ہیں وہ ان کے لئے مخلوق سے الگ تھلگ اپنے کام پر مامور ہوں، رہا اتباع شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو اس میں کوئی بعد نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت عام کے بعد سے انھوں نے اپنا عمل شریعتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر شروع کردیا ہو، واللہ اعلم ورسولہ ☆ تفسیر بحر محیط میں صفحہ ۱۴۷، جلد پنجم میں ابو حیان نے تحریر کیا ہے کہ (والجمھور علیٰ انہ مات) ترجمہ جمہور علماء اس پر ہیں کہ (حضرت خضر علیہ السلام) کی وفات ہوگئی۔

ایک مکاشفہ: حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے متعلق کہ وہ وفات یافتہ ہوسکتے ہیں، حضرت سید احمد سرہندی قدس سرہ کا ایک مکاشفہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خود اس معاملہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے عالمِ کشف میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب مرحمت فرمایا کہ میں اور حضرت الیاس علیہ السلام، دونوں زندہ نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قدرت بخشی ہے کہ ہم زندہ آدمیوں کی شکل میں متشکل ہوکر مختلف صورتوں میں بندگانِ خدا کی امداد کرتے رہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔

حیاتِ خضر علیہ السلام کا ثبوت حدیث سے: بہت سی احادیث صحیحہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ حاکم نے مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ داڑھی والے تشریف لائے، اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے پھاڑتے اندر داخل ہوئے اور رونے لگے، پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر یہ کلمات کہے، ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ وعوضاً من کل فائتٍ وخلفاً من کل ہالکٍ فالی اللہ فانیبو اوالیہ فارغبو ا فانما المحروم من حرم الثواب ، ترجمہ: بیشک اللہ کی بارگاہ میں صبر ہے ہر مصیبت سے اور بدلہ ہے ہر فوت ہونے والی چیز کا اس لئے اسی کی طرف رجوع کرو، اسی کی طرف رغبت کرو کیونکہ محروم وہ شخص ہے، جو مصیبت کی ثواب سے محروم ہو جائے۔

یہ آنے والے شخص کلماتِ مذکورہ کہکر رخصت ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، اس روایت کو حضرت علامہ جزری علیہ الرحمہ نے حصن حصین میں بھی نقل فرمایا ہے جس کی شرط یہ ہے کہ صرف صحیح السند روایات ہی اس میں درج فرماتے ہیں، ابن ابی الدنیا نے کتاب الہواتف میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو انہوں نے آپ کو ایک دعا بتلائی (اور فرمایا) کہ جو شخص اس کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرے اس کے لئے ثواب عظیم اور مغفرت ورحمت ہے وہ دعا یہ ہے "یامن لا یشغلہ سمع عن سمع ویامن لا تغلطہ المسائل ویا من لا یبرم مُن الحاح الملحین اذقنی برد عفوک وحلاوۃ مغفرتک ، ترجمہ۔ اے وہ ذات جس کو ایک کلام کا سننا دوسرے کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا اور اے وہ ذات جس کو بہ یک وقت ہونے والے سوالات میں کوئی مغالطہ نہیں لگتا، اور وہ ذات جو دعاء میں الحاح واصرار کرنے اور بار بار کہنے سے ملول نہیں ہوتا، مجھے اپنے عفو و کرم کا ذائقہ چکھادے اور اپنی مغفرت کی حلاوت نصیب فرما۔

حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی کتاب میں بعینہ واقعہ اور یہی دعا اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ منقول ہے۔

اور صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ دجال مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ تک پہونچے گا تو مدینہ طیبہ سے ایک شخص اس کے مقابلے کے لئے نکلے گا، جو اس زمانے کے سب انسانوں میں بہتر ہوگا، یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا، حضرت ابواسحٰق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے (قرطبی)۔

اسی طرح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اولیاء امت رحمہم اللہ علیہم میں حضرت خضر علیہ السلام کے بے شمار واقعات ہیں۔

صوفیائے کرام کے دلائل: حضور سیدنا فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم مولانا عبدالحی شاہ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ حضرات صوفیاء کرام بالاتفاق حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں، مگر علماء میں دو قسم کے لوگ ہیں بعض کہتے ہیں کہ زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مر گئے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ "ابوالعباس (الیاس) آئے، اور ملاقات ہوئی۔

لوگوں نے مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی سے کہا کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام نے انتقال کیا، (آپ کی تحقیقات اس بارہ میں کیا ہے) انہوں نے کہا کہ، جن لوگوں سے ملاقات (حضرت خضرؑ) ہو چکی ہے وہ کس طرح (ممات خضرؑ کا) یقین کریں گے؟

حضرت خضر علیہ السلام اور پارس پتھر: عارف باللہ حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو آپ سے بیحد محبت تھی، حضرت خضر علیہ السلام اکثر آپ کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے، ایک دفعہ ملاقات کے وقت ایک نہایت خوب صورت پتھر بطور ہدیہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو دیا آپ نے اسے طاق پر رکھوا دیا جو ایک لڑکے کے ہاتھ لگ گیا اس نے کھیلتے ہوئے اس پتھر کو کنوئیں میں پھینک دیا حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اس پتھر کی قدر نہ کی، وہ پارس پتھر تھا، جس چیز کو بھی اس سے مس کیا جاتا وہ سونا بن جاتا، اگر وہ پتھر تمہارے پاس ہوتا تو تمہاری اولاد کو دنیا کی کوئی ضرورت باقی نہ رہتی، حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس سرہ نے یہ سن کر ایک استنجے کا ڈھیلا اٹھایا اور اسے دیوار پر پھینک دیا تو ڈھیلا دیوار پر لگتے ہی دیوار سونے کی بن گئی، آپ نے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے عرض کی اے بھائی بارگاہ الٰہی میں میری بس یہی دعا ہے، اور آپ بھی یہی دعا فرمائیں کہ رب تعالیٰ میرے فرزندوں میں صرف وہی نعمت باقی رکھے جسے کوئی چور چرا نہ سکے، اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ علیہ السلام سے کہا فلاں کنویں میں سے اپنا پارس پتھر نکال لیجئے، جب حضرت خواجہ خضر علیہ السلام

کنویں پر گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک پارس پتھر تو کیا تمام پارس پتھروں کا ڈھیر موجود ہے۔

ان روایات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔

امتِ عیسیٰ علیہ السلام کے مقتدر اولیاء

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی امت میں بکثرت اولیاء اللہ گذرے ہیں چنانچہ روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بہت عرصہ پہلے ملک شام میں ایک جابر و ظالم دشمن خدا بادشاہ تھا، جس کی سلطنت ایک جادوگر کے زورِ جادو سے قائم تھی جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میری موت قریب آگئی ہے اس لئے کسی نوجوان کو میرے پاس بھیجدیا کر کہ میں اسے جادو سکھادوں تاکہ میرے بعد تیرا ملک زوال سے بچا رہے باشاہ نے ایک لڑکا مقرر کردیا جو اس جادوگر کے پاس جاکر جادو سیکھنے لگا وہ لڑکا جس راستہ سے آتا تھا اسی راہ میں دین مسیحی کا ایک راہب رہا کرتا تھا لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھنے لگا اس مقبول خدا راہب کی فیض صحبت سے لڑکے کا دل روشن ہوگیا، ایک دن راستہ میں ایک زبردست اژدھا ملا جس نے راستہ بند کررکھا تھا لڑکے نے یہ کہکر سانپ کو پتھر مارا، الٰہی اگر راہب کا دین سچا ہے تو اسے ہلاک کردے پتھر اژدہے کے پھن پر پڑا اسی وقت وہ ہلاک ہوگیا جس سے قرب وجوار میں لڑکے کی بڑی شہرت ہوگئی اور یہ لڑکا ایسا مقبول الدعا ہوا کہ جو بھی بیمار اس کے پاس آتا اس کی دعا سے فی الفور تندرست ہوجاتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتا، بادشاہ کا وزیر اندھا ہوگیا تھا شہرہ سُن کر وہ لڑکے کے پاس آیا اور دعا کی درخواست کی، اس لڑکے کی دعا سے وزیر اچھا ہوگیا اس کی بینائی واپس آگئی اس نے ایمان قبول کرلیا یہ وزیر جب بادشاہ کے دربار میں پہونچا تو بادشاہ نے تندرستی کا سبب پوچھا وزیر نے جواب دیا مجھے میرے رب نے تندرست کردیا، بادشاہ بولا کہ میرے سوا تیرا رب اور کون ہے اور تو یہ دین کہاں سے سیکھ کر آیا ہے اس نے لڑکے کا پتہ بتادیا لڑکے کے ذریعہ بادشاہ نے اس راہب کا پتہ لگالیا، بادشاہ نے راہب اور وزیر کو ڈرایا، دھمکایا کہ وہ اسلام چھوڑدیں جب ان دونوں نے ان کا انکار کردیا تو بادشاہ نے ان دونوں ایمان والوں کو آرے سے چروادیا ان دونوں کو مروانے کے بعد لڑکے کو ڈرا دھمکا کر اسلام چھوڑنے کو کہا مگر لڑکا نہ مانا، بادشاہ نے لڑکے کو پولیس کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر بھیجوا کر اوپر سے گرانے کا حکم دیا وہاں پہونچکر لڑکے نے اپنے رب سے دعا مانگی اسی وقت پہاڑ جنبش کرنے لگا جس سے پولیس والے ہلاک ہوگئے، اور لڑکا محفوظ رہا پھر بادشاہ نے دریا میں ڈبونے کا حکم دیا پولیس والے جب اس کو کشتی میں لیکر دریا کے بیچ پہنچے اور ڈبونا چاہا لڑکے نے اپنے رب سے

دعا مانگی پولیس والے ڈوب گئے، اور یہ لڑکا بچ رہا جب بادشاہ کسی طور اسے ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا تو لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں تیرے مارے ہرگز نہ مروں گا تیری تمام تدبیریں اکارت ہوجائیں گی اگر مجھے مارنا ہی ہے تو یہ ترکیب کر کہ پہلے تمام لوگوں کو جمع کر پھر بھرے مجمع میں مجھے کھجور کے ڈنڈے پر سولی دے اور یہ کہکر مجھے تیر مار بسم اللہ رب الغلام، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تیر لڑکے کے کنپٹی پر لگا اس نے اپنا دایاں ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور جاں آفریں رب کے حوالہ کردی یہ کرامت دیکھکر تمام خلقت ایمان لے آئی۔

تحصیل علم کی فرضیت واہمیت:

علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے جیسا کہ حدیث پاک میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے **طلب العلم فریضۃ علیٰ کلّ مسلمٍ ومسلمۃ** نیز فرمایا رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ علم حاصل کرو اگرچہ (دور دراز مقام) چین میں ہی کیوں نہ ہو۔

ہر مسلمان اور ہر طالب حق کو آگاہ ہونا چاہیے کہ علم کی کوئی حد وغایت نہیں اور انسانی زندگی محدود ومختصر ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اس مختصر مدت میں انسان تمام علوم کو حاصل کرلے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرمایا'' **لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا** '' اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اور ظاہر ہے کہ تمام علوم کی حصول کے لئے عمر نوح علیہ السلام بھی بہت مختصر ہے، بنابریں ہر شخص پر تمام علوم کا حصول فرض قرار نہیں دیا گیا جیسے علوم نجوم، علم حساب، علم منطق اور وعجیب صنائع وغیرہ مگر ان میں سے اس قدر سیکھنا جتنا شریعت کے متعلق ہے وہ ضروری ہے، مثلاً علم نجوم سے اتنا سیکھنا جس سے دن، ورات کے اوقات جن سے نماز ورزہ کی ادائیگی درست طریقہ پر ہوسکے لازم ہے اور علم حساب سے اس اس قدر سیکھنا جس سے فرائض یعنی میراث وغیرہ کی تقسیم ہوسکے اسی طرح علم طب سے اتنا سیکھنا جس سے ایام عدت معلوم ہوسکے غرضیکہ عمل کے لئے جس قدر علم کی ضرورت ہے اس کا حاصل کرنا فرض ولازم ہے معلوم ہوا کہ نفع بخش علوم کی تحصیل ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا گیا اور جہاں نفع بخش علم کی تعریف فرمائی اور اس سے رغبت دلائی گئی ہے، وہیں ایسے علوم جو کسی کو نفع نہ پہونچا سکیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم کی تحصیل کی مذمت فرمائی ہے چنانچہ قرآن مقدس کے پہلے پارہ الٓمّٓ سورہ البقرہ میں رب قدیر کا ارشاد ہے، **ویتعلمون مایضرّھم ولا ینفعھم** ''یعنی وہ ان باتوں کو سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر پہونچائے، اور انہیں کوئی فائدہ نہ پہونچائے، اور حدیث پاک میں رسول کریم رؤف الرحیم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے بے منفعت علم سے پناہ مانگی ہے آپ ان لفظوں میں اپنے رب سے دعا مانگا کرتے تھے،

"اعوذبک من علم لا ینفع" اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہونچائے۔

علم وعمل لازم وملزوم ہیں: یاد رکھنا چاہیئے کہ علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، بلکہ تھوڑے علم کے لئے بہت زیادہ عمل درکار ہے، علم کے ساتھ عمل ہمیشہ پیوست رہنا چاہیئے علم وعمل دونوں باہم لازم وملزوم ہیں، جس طرح بغیر عمل کے علم بےکار ہے اسی طرح بغیر علم کے عمل رائیگاں اور اکارت ہے، بے علم عبادت گذار کے متعلق آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا راشاد پاک ہے "المتعبد بلا فقہِ کالحمارِ فی طاحونۃِ" "بے علم عبادت گذار اس گدھے کی مانند ہے جو آٹے کی چکی سے بندھا ہے، یعنی چکی سے بندھا ہوا گدھا اگرچہ چلتا پھرتا اور دوڑتا، بھاگتا ہے لیکن وہ اپنے ہی محور میں گھومتا رہتا ہے وہ کوئی مسافت اور منزل طے نہیں کرپاتا ہے، یاد رکھنے کی ضرورت ہے کچھ لوگ اس قسم کے ہیں جو علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں، اور کچھ ایسے ہیں جو عمل کو علم پر فوقیت دیتے ہیں۔

ان دونوں کے نظریات صحیح نہیں ہیں، اس لئے کہ بغیر علم کے عمل کو حقیقت میں عمل کہا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ عمل کرنے والا جبھی عمل کرتا ہے پہلے اسے اُس کا علم ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اولاً بندے کو علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کے کرنے کا حکم دیا ہے اس علم کے بغیر ہی بندہ اس پر عمل کرتا ہے جس سے وہ عمل کرنے کے ذریعہ اجروثواب کا مستحق قرار پاتا ہے، اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ نماز ایک عمل ہے جب تک بندے کو پہلے طہارت کے ارکان کا علم نہ ہو اسی طرح پانی کی شناخت کا علم نہ ہو، سمتِ قبلہ کا علم نہ ہو، کیفیت نیت کا علم نہ ہو وقتِ نماز اور ارکان نماز کا علم نہ ہو تو وہ نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے، اس لئے ماننا پڑے گا کہ کسی عمل سے پہلے اس کے متعلق علم کا ہونا ضروری ہے اور جو لوگ علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں وہ بھی غفلت کا شکار ہیں اور ان کا نظریہ بھی باطل ہے کیونکہ عمل کے بغیر علم کچھ کام نہ دے گا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، نبذ فریق من الذین اوتو الکتٰبِ کتٰب اللہ ورآء ظھورھم کانھم لایعلمون ، اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا ہے یعنی وہ اللہ کی کتاب پر عمل نہیں کرتے گویا وہ لوگ جانتے ہی نہیں یعنی بے علم ہیں، لایعلمون، علم نہ رکھنے ولوں کے لئے بولا جاتا ہے، یہ اہل کتاب جاہل لوگ نہ تھے بلکہ پڑھے لکھے لوگ تھے جن کو قرآن پاک میں بے علم فرمایا گیا معلوم ہو کہ بے عمل عالم نہیں جاہل کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیۂ کریمہ میں بے عمل عالم کو علماء کے زمرہ میں شامل نہیں فرمایا ہے، اس لئے کہ سیکھنا، یاد کرنا، محفوظ کرنا یہ سب بھی تو عمل ہی کے قبیل میں سے ہیں اور کسی عمل کے

ذریعہ ہی تو بندہ مستحق اجر وثواب ہوتا ہے، اگر عالم کا علم اس کے اپنے کسب وفعل سے نہ ہو تو بھلا وہ کسی ثواب کا کیسے حقدار ہو سکتا ہے۔

بغیر علم معرفتِ خداوندی ناممکن: علم انبیاء کرام علیٰ نبینا علیھم الصلوٰۃ والسلام کی میراث ہے وہ دولت وحشمت مالی ومنال اپنے پیچھے نہیں چھوڑتے مگر جو سب سے بڑی اور اہم دولت (علم) ہے میراث کی حیثیت سے یہی چھوڑ کر تشریف لیجاتے ہیں چنانچہ عارفِ حق حضرت سید شرف الدین شیرازی المعروف شیخ سعدی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں شعر بنی آدم از علم یابد کمال، نہ از حشمت وجاہ مال ومنال، یعنی بنی آدم کے لئے علم سے بڑھ کر اس جہاں میں کوئی کمال نہیں ہے علم تمام حشمت وشوکت وجاہ ومال ومنال سے بہتر ہے، فارسی کا مقولہ ہے کہ علم میراث پیغمبر است ومال میراث فرعون است، یعنی علم میراث پیغمبر ہے اور مال دولت میراث فرعون ہے عقلمندوں کا شعار ہے کہ دنیاوی دولت خرچ کر کے علم کی دولت حاصل کرتے ہیں۔

خردمند باشد طلبگار علم ۔۔۔۔ کہ گرم است پیوستہ بازارِ علم

عارف باللہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بے علم معرفت خداوندی کی حصول میں ناکام ہی رہتا ہے، فرماتے ہیں

چو شمع از پے علم باید گداخت ۔۔۔۔ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

یہ خیال کرنا کہ علم کی کوئی ضرورت نہیں، یا یہ سوچنا کہ علم ہی کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں، یہ دونوں نظریات باطل ہیں ایسی باتیں وہی لوگ بناتے ہیں جو مخلوق میں دنیوی عزت ومنزلت اور جاہ وحشمت کے خاطر حاصل کرتے ہیں نفسِ علم سے انہیں کوئی لگاؤ اور سروکار نہیں ہوتا ایسے لوگ بلاشبہ علم سے بے بہرہ ہیں کیونکہ وہ عمل کو علم سے جدا کرتے ہیں ایسے اشخاص نہ تو علم کی قدر ہی جانتے ہیں اور نہ ہی عمل سے واقف ہیں، بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ تو قال (علم) کی باتیں ہیں ہمیں علم کی ضرورت نہیں بلکہ حال (عمل) کی ضرورت ہے اور ان میں سے کچھ نادان قسم کے لوگ یوں کہکر گذر جاتے ہیں کہ عمل کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے لئے تو صرف علم ہی کافی ہے حالانکہ جس طرح عمل کے بغیر علم فائدہ نہیں پہنچتا اسی طرح علم کے بغیر عمل سود مند نہیں ہے، یہ دونوں نظریئے باطل ہیں حقیقت میں علم وعمل دونوں ہی لازم وملزوم ہیں، یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ علم اوصافِ مدح میں سے ہے اور اس کی تعریف ہے معلوم کرنا جاننا اور سب سے بہترین

تعریف یہ ہے کہ " العلم صفة یصیر الجاهل بها عالما " یعنی علم ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ جاہل عالم بن جاتا ہے، دیکھو عام انسان اولاً جاہل ہوتا ہے لیکن حصولِ علم کے بعد یہ ہی جاہل عالم بن جاتا ہے، ہر شخص پر لازم ہے کہ احکامِ الٰہیہ اور معرفتِ ربانی کے علم کے حاصل کرنے میں مشغول رہے، بندے کا علم وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس وقت جس علم کی ضرورت ہو خواہ وہ ظاہر میں ہو یا باطن میں اس کا حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے،

فرائض علوم کے دو حصے: جاننا چاہیئے کہ جس قدر علم فرض کیا گیا ہے وہ دو حصے کی حیثیت میں ہے ایک کا نام علمِ اصول ہے، اور دوسرے کا نام علم فروع ہے، ظاہر علم اصول میں کلمہ شہادت یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور گواہی دینا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندہ ورسول ہیں، یہ تو ظاہر علمِ اصول ہے، باطن علم اصول میں تحقیق معرفت یعنی حق تعالیٰ کی معرفت میں کوشش کرنا ہے، اور ظاہر علم فروع میں لوگوں کے ساتھ حسنِ معاملہ یعنی اچھے سلوک، اور باطن علم فروع میں نیت صحیح و درست رکھنا ہے، ان میں سے ہر ایک کا قیام بغیر دوسرے کے محال و نا ممکن ہے، اس لئے کہ ظاہر حال، باطنی حقیقت کے بغیر نفاق ہے اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے زندقہ اور بے دینی ہے، ظاہر شریعت پر اگر کوئی شخص عامل نہ ہو اور باطنی صفائی کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے اسی طرح ظاہر میں بہت کچھ ہو اور باطن خالی ہو تو ہوا، وہوس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بے عمل علم کی مثال: عارف باللہ مقتدائے اہل صفا حضرت سیدنا ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک راستہ سے گذر رہا تھا ایک پتھر راہ میں پڑا ہوا دیکھا اس پر لکھا ہوا تھا کہ مجھے پلٹ کر دیکھو جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا " انت لا تعمل بما تعلم فكيف تطلب مالا تعلم " جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو اس کی تلاش کیوں کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں صاف مطلب یہ ہے کہ جب تم علم پر عمل نہ کرسکے تو اب تمہارے لئے یہ محال ہے کہ جن باتوں کا ابھی تمہیں علم نہیں اس کی تم طلب کرسکو، لہٰذا ضروری یہ ہے کہ پہلے اپنے علم پر عمل کرو تا کہ اس کی برکت سے اور دوسرے علوم کی راہیں تم پر کھل جائیں، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص بارگاہ رسالتمآب کے حاضر باش حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ہمت درایت (یعنی غور وخوض کرنے میں ہے) اور ناسمجھوں کی ہمت روایت کرنے (یعنی نقل کرنے میں ہے) لیکن وہ شخص جو علم کو محض دنیوی

عزت وجاہ کی غرض سے حاصل کرتا ہے حقیقت میں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے کیونکہ دنیاوی عزت وجاہ کی خواہش کرنا بجائے خود از قبیل جہالت ہے جیسا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''طلب الدنیا جاھل'' اور علم بذاتِ خود بلند مرتبہ اور اعلیٰ ترین دولت ہے اس سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ ہے ہی نہیں، ظاہر ہے کہ جو شخص اس بلند مرتبہ سے ناواقف ونادان ہو بھلا وہ لطائف ربانی واسرار حق کو کیسے جان سکے گا

علم سینہ اور علم سفینہ: علم سفینہ ظاہر شریعت کا علم ہے جس پر عمل کر کے جنت کا استحقاق حاصل ہوتا ہے علم سینہ باطنی علم کا وہ بہترین خزینہ ہے جس پر عمل کر کے خلد وارم حور وقصور نہیں بلکہ ان سب کو پیدا کرنے والا یعنی حق تعالیٰ جل شانہ سے وصل نصیب ہوتا ہے، علم سینہ کے مقابلہ میں علم سفینہ کی کوئی حیثیت نہیں علم سفینہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے'' من علم ان اللہ ربہ وانی نبیہ حرم اللہ تعالیٰ لحمہ ودمہ علی النار'' جس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا رب ہے اور یہ کہ میں اس کا نبی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گوشت اور اسکے خون کو (جہنم کی) آگ پر حرام کردیا، علم سینہ سے مزین وآراستہ رہنے والوں کے لئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ان من عباد اللہ لعباد یغبطھم الانبیاء والشھداء، بلاشبہ بندگانِ خدا میں سے کچھ بندے ایسے ہیں جن پر انبیاء وشہداء غبطہ (یعنی رشک) کرتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں ان کی پہچان بتادیجئے تا کہ ہم ان سے محبت قائم رکھیں، آپ نے ارشاد فرمایا، قوم تحابوا بروح اللہ من غیر اموال واکتساب وجوھھم نور علیٰ منابر من نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم تلا الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون '' یہ وہ لوگ ہیں جو مال اور محنت کے بغیر صرف اللہ کی ذات سے محبت رکھتے ہیں ان کے چہرے نور کے مناروں پر روشن اور تاباں ہیں، لوگوں کے خوف کے وقت یہ بے خوف اور ان کے غموں کے وقت یہ بے غم ہوتے ہیں، پھر آپ نے یہ آیت مبارکہ، الا ان الـــخ۔ تلاوت فرمائی کہ خبردار بلاشبہ اللہ کے اولیاء وہ ہیں جن پر نہ خوف اور نہ حزن وملال۔ ان حضرات کی شان جلالت کے بارے میں ایک حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے'' من اذیٰ ولیاً فقد استحل محاربتی ''جس نے میرے ولی کو ایذا دی اس سے میرا اعلان جنگ ہے، یعنی اس سے میرا لڑنا حلال ہوگیا، کتاب وسنت میں اس طرح کے بہت واضح دلائل موجود ہیں جس میں اولیاء اللہ کی جلالت شان ومرتبہ کا ذکر کیا گیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی اور ولایت

سے مخصوص فرما کے اپنے ملک کا انھیں والی بتایا ہے اور ان کے احوال کو برگزیدہ ومقدس کر کے اپنے فضل واظہار کا مرکز بتایا ہے ان میں سے اکثر حضرات کو متعدد کرامتوں سے سرفراز فرما کے ان کی طبع کی آفتوں اور نفس وخواہشات کی پیروی سے پاک ومنزہ فرمایا ہے تا کہ ان کے تمام ارادے اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہوں اور ان کی محبت صرف اسی سے ہو اولیاء اللہ پہلے بھی گذر چکے ہیں اور آج بھی موجود ہیں اور قیامت تک ان کا سلسلہ جاری رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں اس امت کو تمام گذشتہ امتوں پر شرافت وبزرگی عطا فرمائی ہے وہیں اس بات کی ضمانت بھی دی ہے کہ میں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کی ہمیشہ حفاظت فرماؤں گا، اس پر دلائل نقلیہ اور براہین عقلیہ علماء حق کے درمیان آج بھی موجود ہیں اور دلائل غیبیہ (یعنی اولیاء اللہ کا ہونا) بھی موجود ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی حفاظت کے لئے اولیاء اللہ وخاصان خدا کا ہونا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے براہین نبوت کو اس دور سے آج تک باقی رکھا ہے، اور اولیاء اللہ کو اس کے اظہار کا سبب بتایا ہے، تا کہ آیات حق اور نبی برحق یعنی رحمتِ عالم نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو جہاں کا والی بنایا ہے، یہاں تک کہ وہ خالص سنت نبوی کے پیروکار ہوکر رہے اور اپنی حیات کے ہر حصہ میں اس کو پیوست رکھا اور نفس کی پیروی کی راہوں کو مطلق چھوڑ دیا، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمان سے رحمتوں کی بارش ان ہی کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور زمین میں جو کچھ اگتا ہے، (یعنی پیدوار ہوتی ہے) وہ انہی کی برکت اور ان کے احوال کی صفائی کی بدولت ہوتا ہے، کافروں پر مسلمانوں کی فتحیابی انہی کے ارادے سے ہے، اس کا ذکر آگے چل کر اہل طریقت کے بیان میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ثبوت علم میں مشائخ کرام کے اقوال: عارف باللہ فائز مقام فنافی اللہ حضرت سیدنا محمد بن فضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ علوم تین طرح کے ہیں، پہلا علم من اللہ، دوسرا علم مع اللہ، تیسرا علم باللہ اسی کو علم معرفت کہتے ہیں کیونکہ تمام انبیاء عظام علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم نے اسی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت پائی ہے، جب تک انہیں اس کی معرفت نہ ہوئی منزل عرفان حاصل نہ ہوئی اس لئے کہ محض کوشش ومحبت کے ذریعہ حصول معرفت وذاتِ حق کے عرفان کے لئے منقطع ہے کیونکہ بندہ کا علم، معرفتِ ذات حق کی علت نہیں بن سکتا حقیقت میں معرفتِ الٰہی کی علت اللہ تعالیٰ ہی کی بدولت اور اس کی عنایت ہے، جاننا چاہیئے کہ علم من اللہ کا نام علم شریعت ہے کیونکہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے ہم بندوں کی طرف اپنے احکام نازل فرما کے اس کی ادائیگی ہم پر لازم قرار دی ہے، علم مع اللہ کا نام علم مقامات، علم طریق حق اور اولیاء کرام کے درجات کا بیان ہے، لہٰذا اس کی معرفت بغیر پیروی شریعت کے صحیح نہیں ہوتی اسی طرح شریعت کی پیروی اظہار مقامات کے بغیر درست نہیں ہے چنانچہ علم کی خاصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت سیدنا ابوعلی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں" العلم حیوۃ القلب من الجھل و نور العین من الظلمۃ "یعنی جہالت اور تاریکی کے مقابلہ میں علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور ہے، یہ بہت اعلیٰ درجہ کی تشریح ہے مطلب یہ ہے کہ پہلے جہالت کی تاریکی قلب سے دور کردو تاکہ اس کے خاتمہ سے دل کی زندگی عطا ہو جائے اور کفر کی تاریکی دور ہونے سے آنکھ کی روشنی قائم ہو پس جس کو معرفت کا علم نہیں اس کا دل جہل سے مردہ ہے اور جس کو شریعت کو علم نہیں اس کا دل نادانی کا مریض ہے، کافروں کے دل مردہ ہیں کیونکہ وہ خدا کی معرفت سے بے بہرہ ہیں، اہل غفلت کا دل بیمار ہے کیونکہ وہ اللہ کے فرمان سے بہت دور ہیں۔

امامِ تحقیق ووقاق حضرت ابو دراق قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔جس نے صرف علمِ کلام پر اکتفاء کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق ہے اور جس نے علمِ فقہ پر قناعت کی اور تقویٰ اختیار نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔

شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ، تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو، ایک غافل علماء کی صحبت سے دوسرے مداہنت کرنے والا الفقراء کی صحبت سے، تیسرا جاہل صوفیاء کی صحبت سے، غافل علماء کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور ہمہ وقت شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں بادشاہوں کی پرستش کرتے دنیاوی زر و اموال کے خاطر ظالموں کا دامن تھامے بیٹھے رہتے ہیں ان کے دروازوں کا طواف کرتے (چکر لگاتے ہیں) خلق میں عزت وجاہ کو اپنی محراب گردانتے ہیں اپنے غرور و تکبر اور اپنی خود پسندی پر فریفتہ ہوتے ہیں جان بوجھ کر مکاری کے لئے اپنی باتوں میں رقت وسوز پیدا کرتے ہیں ائمہ دین وپیشواؤں کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اولیاء اللہ و بزرگانِ دین کی تحقیر کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے اتہام لگاتے ہیں خلق اللہ کو ان کی قربت سے دور رکھنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ مال و دولت کے پجاری ہیں، اگر ان کے ترازو کے پلڑے میں دونوں جہان کی نعمتیں رکھ دی جائیں تب بھی وہ اپنی ناپاک حرکتوں سے باز آنے والے نہیں، حب جاہ حرص وطمع، کینہ وحسد کو انہوں نے اپنا شعارِ مذہب قرار دے لیا ہے، بھلا ان باتوں سے علم کا کیا تعلق ہے، علم تو ایک ایک بہترین صفت ہے کہ جس سے جہل و نادانی کی تمام باتیں ارباب علم کے دلوں سے فنا ہو جاتی ہیں۔

اور مداہنت کرنے والے وہ فقراء ہیں جو ہر کام اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں اگر چہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہوں وہ اس کی تعریف و مدح کرتے رہیں گے اور اگر کوئی کام ان کی خواہش کے خلاف ہو جائے خواہ وہ حق ہی کیوں نہ ہو، تو اسکی برائی و مذمت کرنے سے نہیں چوکتے، اور خلق اللہ پر اپنا ہی سکہ جمانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، جاہل صوفیاء سے مراد یہ ہے جن کا کوئی شیخ اور رہبر نہ ہو اور نہ ہی انھوں نے کسی بزرگ سے تعلیم و ادب حاصل کیا ہو، مخلوق خدا کے درمیان بن بلائے مہمان کی طرح کود کر پہونچ گئے، اندھے پن سے کام لیا اور بزرگوں کے جیسے کپڑے پہن لئے اور اپنی وضع و قطع کو دیکھ کر خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ ہم تو لانبا کرتا پہن کر بڑے میاں ہو گئے العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچائے اور اپنے دوستوں کے ساتھ کمال محبت کی توفیق عطا فرمائے۔

تصوف کی حقیقت

اہل علم حضرات نے اسم تصوف کی تحقیق میں بہت کچھ کہا اور لکھا ہے اور اس کے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں صحیح بات یہ ہے کہ تصوف کی تعریف لفظوں میں نہیں کی جاسکتی ہے کیونکہ تصوف کی معنیٰ کی کوئی جنس نہیں ہے جس سے اس کو ماخوذ قرار دیا جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے ماخوذ و مشتق ہونا جنسیت کا متقاضی ہوتا ہے لہٰذا باعتبار لغت اس معنی کے مشتقات کسی چیز کے ساتھ صحیح نہیں بنتے یہ بھی غور کی چیز ہے کہ مشائخ طریقت کا فرمان ہے 'لیس الصفامن صفات البشر لان البشر مدر و المدر لا یخلو من الکدر' حالت صفا، بشری صفات میں سے نہیں ہے اس لئے کہ بشر تو ایک مٹی کا تودہ ہے، اور مٹی کا تودہ کدورت سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا بشری حالت میں برقرار رہتے ہوئے کدورت سے نجات پانا ممکن نہیں، اس لئے صفا کی مثال افعال سے نہ ہوگی اور محض ریاضت و مجاہدہ سے بشریت زائل نہ ہوگی کیونکہ صفا کی صفت افعال و احوال سے منسوب نہیں ہے اور نہ نام و القاب سے اس کو کوئی علاقہ ہے، لہٰذا عرفاء و محققین کے نزدیک یہ معنی اظہر من الشمس ہے اس کے لئے نہ کسی تعبیر کی ضرورت ہے نہ کسی اشارہ کی جیسا کہ عارفین قول ہے۔ لان الصوفی ممنوع مع العبادۃ والارشارۃ، اس لئے کہ صوفی کے معنیٰ کے لئے عبادت و اشارہ کی ممانعت ہے۔ جب محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی کہ صوفی کی تعریف عبارات سے کرنا ممنوع ہے اور عالم کی ہر شئے اس کی تعبیرات ہیں، خواہ انہیں اس کا علم ہو یا نہ ہو، لہٰذا حصول معنیٰ کے لئے اس نام کی لفظوں میں تعریف کی مطلق حاجت نہیں ہے، فہم و ادراک کے لئے صرف اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ مشائخ طریقت اور عارفان حقیقت کو صوفی کہا جاتا ہے۔

تصوف کی تعریف: جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ لفظوں میں تصوف کی تعریف ممکن نہیں جیسا کہ عرفاء ومتقدمین کے کلام سے ظاہر ہے لیکن مشائخ طریقت وعارفانِ حقیقت نے اس کی اصل وفرع پر بحث کرتے ہوئے لغوی اور ظاہری معنی وضع فرمائے ہیں، اس پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

چنانچہ امام اولیاء پیشوائے صوفیا حضور داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ تصوف کی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب شریف میں تصوف کی تعریف بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں، کلمہ تصوف باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ ہے کہ بہ تکلف فعل کا متقاضی ہو اور یہ اصل کی فرع ہے، لغوی حکم اور ظاہری معنی میں ان لفظوں کی تعریف کا فرق موجود ہے، الصفا ولایة ولها آیة ورواية والتصوف حكاية للصفا بلا شكاية ،صفا ولایت کی منزل ہے اور اسکی نشانیاں ہیں اور تصوف صفا کی ایسی حکایت وتعبیر ہے جس میں شکوہ وشکایت نہ ہو صفا کے ظاہری معنی تاباں ہیں اور تصوف اس معنی ومفہوم کی حکایت وتعبیر ہے۔

"اولیاء کاملین کا نام" عرفاء محققین واولیاء کاملین کا نام صوفی ہے یہ گروہ باصفا اسی نام سے پکارا جاتا اور یہ نام اس کے لائق اور موزوں ہے، ایک کامل بزرگ ارشاد فرماتے ہیں "من صفا الحبّ فهو صافِ ومن صفا المحبوب فهو صوفی ، جس کی محبت پاک وصاف ہے وہ تو صافی کہلاتا ہے اور جو (صرف) دوست میں مستغرق ہو کر اس کے غیر سے بری ہوا اسے صوفی کہتے ہیں، جسے وصل نصیب ہو گیا وہ مقصود کو پانے اور مراد کو حاصل کرنے میں اپنے نفسانی قصد ارادہ سے بے نیاز ہو گیا اور جو منزل اصول کا نصیبہ در ہو گیا وہ احوال طریقت پر فائز اور لطائف معرفت پر متمکم ہو گیا وہ ہی اصلی صوفی کہلانے کا مستحق ٹھہرا، اور جو وصل سے محروم رہا اور جسکے نصیب میں فضول واہیات نے جگہ پالی وہ نقلی صوفی ہوا جو حقیقت ومعرفت کی منزل سے محروم رہکر محض رسم ورواج کی چوکھٹ پر بیٹھ گیا ہے، ظاہری طور وطریق رسم ورواج کا نام تصوف نہیں ہے کہ محض بزرگوں جیسا حلیہ بنا کر لباس زھد کے ذریعہ مخلوق خدا کو فریب میں مبتلا کرنے کی مذموم جسارت کرے اپنی دنیوی وجاہت ووقار قائم کرنے کی کوشش میں اپنا دین وایمان بگاڑ بیٹھے ایسے لوگوں کو تصوف سے کوئی سروکار نہیں یہ تو محض مال وزر کے بندے اور دولت وثروت کے غلام ہیں، جہاں کھنکتے سکے نظر آتے وہیں اس در کی جبیں سائی پر اتر آئے۔

صوفیائے کرام کے معاملات: صوفیوں کے معاملات اس جہاں میں بھی بہتر ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس جہاں میں بھی بہتر رہیں گے کیونکہ صوفی وحدت خداوندی میں اس قدر مستغرق ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے جیسا کہ عارف باللہ حضرت صوفی شبلی بغدادی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے، الصوفی لایریٰ فی الدارین مع اللہ غیر اللہ ،صوفی وہ ہے جو دو جہاں میں بجز ذاتِ الٰہی کے کچھ نہ دیکھے چونکہ تصوف کے نزدیک بندے کی ہستی غیر ہے، کہ جب وہ غیر کو نہ دیکھے گا تو خود کو بھی نہ دیکھے گا اور اپنی نفی واثبات کے وقت وہ خود سے مکمل طور پر فارغ ہوگا۔

حضرت علی بن پندار صیرفی نیشاپوری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں" التصوف اسقاط الرویة للحق ظاہر اً وباطناً" تصوف یہ ہے کہ صوفی اپنے ظاہر و باطن میں حق کی خاطر خود کو نہ دیکھے، پھر تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم ظاہر پر نظر ڈالو گے تو ظاہر میں توفیق کا نشان تمہیں ملے گا اور تم جب غور کرو گے تو ظاہری معاملات کو توفیق حق کے مقابلہ میں دیکھو گے تو مچھر کے برابر وزن نہ دو گے اور ظاہری دیکھنا چھوڑ دو گے اور جب باطن پر نگاہ ڈالو گے تو باطن میں تائید حق کے نشان پاؤ گے پھر جب غور کرو گے تو باطنی معاملات کو تائید حق کے پہلو میں دیکھ کر ذرہ برابر وزن دو گے لہٰذا اس وقت باطن کے بھی دیکھنے کو ترک کر کے سراسر حق کا مشاہدہ کرو گے اور جب حق کا مشاہدہ کرو گے تو خود کو بھی نہ دیکھ سکو گے۔

حضرت محمد عمر بن مقری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، التصوف استقامة الا حوال مع الحق "حق تعالیٰ کے ساتھ احوال کی استقامت کا نام تصوف ہے، مطلب یہ ہے کہ صوفیاء کرام اپنے احوال پر اس قدر مستقیم ہوں گے کہ ان کے احوال اور حال سے نہ بدلیں گے اور وہ کسی کجروی میں مبتلا نہ ہوں گے، اس لئے کہ جس کا دل گردش احوال سے محفوظ ہے وہ درجہ استقامت سے گرتا نہیں اور نہ ہی وہ حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔

"صوفیائے کرام کے اوصاف حمیدہ اور نیک خصائل"

حضرت جنید الطائفہ جنید بغدادی رضواللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، التصوف نعت اقیم العبد فیه قیل نعت للعبد ام للحق فقال نعت الحق حقیقت و نعت العبد رسم " تصوف ایسی خوبی ہے جس میں بندے کو قائم کیا گیا ہے کسی نے دریافت کیا یہ حق کی صفت ہے یا بندے کی (آپ نے اس کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا) کہ اس کی حقیقت، حق کی صفت

ہے اور اس کی ظاہری رسم وحالت بندے کی صفت ہے، مطلب واضح فرماتے ہوئے آپ کا ارشاد ہے کہ اس کی حقیقت بندگی کی صفت کی فنا چاہتا ہے، اور صفتِ بندگی کی فناء حق کے ساتھ بقاء کی صفت ہے اور یہ صفت حق ہے، اس کو ظاہری رسم وحالت بندے کی دائمی ریاضت، ومجاہدے کی مقتضی ہے اور دائمی مجاہدہ یہ بندے کی صفت ہے اور جب دوسرے معنیٰ میں یہ دیکھنا چاہو تو یوں سمجھو کہ توحید کی حقیقت کسی بندے کی صفت میں صحیح نہیں ہوسکتی وجہ یہ ہے کہ بندے کی صفات میں ہمیشگی ودوام نہیں اور خلق کی صفت بجز رسم وظاہر کے کچھ نہیں، کیونکہ خلق کی صفت میں بقا نہیں ہے بلکہ وہ حقیقتاً حق کا فعل ہے لہٰذا ان صفات کی حقیقت حق کے ساتھ ہوگی۔

حضرت سیدنا ابوالحسن نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصوف کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں '' الصوفية هم الذين صفت ارواحهم فصار وافي الصف الاول بين يدي الحق " اہل تصوف یعنی صوفیائے کرام کی جماعت وہ ہے جن کی مبارک زندگیاں کدورت بشری سے یکسر آزاد اور نفسانیہ آفات سے بالکل پاک وصاف ہوکر آرزو تمناؤں سے بے نیاز ہوگئے ہیں یہاں تک کے حق تعالیٰ جل شانہ کے حضور بلند درجے اور صفِ اول میں آرام گستر ہیں اور ماسوئی اللہ کے سب سے قطعاً کنارہ کش ہوگئے ہیں ان حضرات کا تعلق حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

شرحِ اولیاء

الآانّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون،

یادرکھو جولوگ (اولیاء اللہ) اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ، اس آیۂ مقدسہ میں مخلصین ، محبین ، محبوبین ومطیعین کی محفوظیت کا بیان ہے کہ خوب یادرہے کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ کوئی غم ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان حضرات کو خوفناک اور غمناک حوادث سے بچاتا ہے اور وہ اللہ کے دوست ہیں جو ایمان لائے (اس پر قائم رہے) اور جو معاصی سے پرہیز کرنے والے ہیں ، ایمان اور تقویٰ سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور خوف وحزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اندیشہ اور غم سے بچنے کی خوشخبری ہے ، آیۂ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے مخصوص فضائل اور ان کی تعریف اور پہچان اور دنیا وآخرت میں ان کے لئے بشارت کا ذکر ہے ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ کو نہ کسی ناگوار چیز کے پیش آنے کا خطرہ ہوگا اور نہ کسی مقصد کے فوت ہوجانے کا غم ہوگا ، اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کی ان کے لئے دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔

اس میں چند باتیں ، بہت قابل غور ہیں جن کا سمجھنا اہم اور ضروری ہے۔

اول یہ کہ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کے کیا معنیٰ ہیں۔

دوسرے یہ کہ اولیاء اللہ کی تعریف کیا ہے اور ان کی علامات کیا ہیں۔

تیسرے یہ کہ دنیا اور آخرت میں ان کی بشارت سے کیا مراد ہے۔

پہلی بات کہ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہیں ہوتا ، اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ آخرت میں حساب وکتاب کے بعد جب ان کو مقامِ جنت میں داخل کردیا جائے گا تو خوف وغم سے ہمیشہ کے لئے ان کو نجات ہوجائے گی نہ کسی تکلیف وپریشانی کا خطرہ رہے گا نہ کسی محبوب ومطلوب چیز کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم ہوگا بلکہ جنت کی نعمتیں دائمی اور لازوال ہوں گی اس

معنی کے اعتبار سے تو مضمون آیت پر کوئی اشکال نہیں، لیکن یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس میں اولیاء اللہ کی کون سی خصوصیت رہ گئی بلکہ تمام اہل جنت جن کو جہنم سے نجات مل گئی اور جنت میں داخل کردیئے گئے وہ سب اسی حال میں ہوں گے، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ انجام کار جنت میں داخل ہوگئے وہ سب اولیاء اللہ ہی کہلائیں گے ان کا دوسرا کوئی اور نام نہ ہوگا، دنیا میں ان کے اعمال کتنے ہی مختلف رہے ہوں مگر دخول جنت کے بعد سب کے سب اولیاء اللہ کے فہرست میں شمار ہوں گے، لیکن بہت سے مفسرین کرام ومحققین عظام نے فرمایا کہ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونا دینا وآخرت دونوں کے لئے عام ہے اور اولیاء اللہ کی خصوصیت یہی ہے کہ دنیا میں بھی وہ خوف وغم سے محفوظ ہیں اور آخرت میں بھی۔

مگر حالات وواقعات کے اعتبار سے اس پر یہ اشکال ہے کہ دنیا میں تو یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام کے ظل ہیں اور انبیاء علیہم السلام تو اس دنیا میں خوف وغم سے محفوظ نہیں تو اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا بلکہ ان کا خوف وخشیت تو اوروں سے بھی زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء"، یعنی اللہ تعالیٰ سے پوری طرح علماء ہی ڈرتے ہیں اور دوسرے مقام پر اولیاء اللہ کا یہ حال بیان ہوا ہے، والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون ان عذاب ربھم غیر مامون، یعنی یہ لوگ اللہ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں کیونکہ انکے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں جس سے کوئی بے فکر ہو کر بیٹھ سکے اور واقعہ بھی یہی ہے، جیسا کہ شمائل ترمذی کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اکثر حالات میں متفکر وغمگین نظر آتے تھے، اور آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت میں سب سے افضل ذات حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی ہے ان کی خشیت وخوف الٰہی سے احادیث پاک کے اوراق مزین نظر آتے ہیں اور تمام صحابہ وتابعین اور اولیاء اللہ کی گریہ وزاری اور خوف آخرت کے واقعات بیشمار ہیں۔

روح المعانی میں مرقوم ہے کہ حضرت اولیاء اللہ کا دنیا میں خوف وغم سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جن چیزوں کے خوف وغم میں عام طور سے اہل دنیا مبتلا رہتے ہیں کہ دنیوی مقاصد، آرام وراحت، عزت ودولت میں ذرا سی کمی ہوجانے پر مرنے لگتے ہیں اور ذرا ذرا سی تکلیف وپریشانی کی خوف سے ان سے بچنے کی تدبیروں میں رات ودن کھوتے رہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کا مقام ان سب سے بالا وبلند ہوتا ہے ان کی نظر میں نہ دنیا کی فانی عزت ودولت آرام وراحت کوئی چیز ہے جن کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہوں اور نہ یہاں کی محنت وکلفت پریشانی ومصیبت رنج وغم کچھ قابل التفات چیز ہے

جس کی مدافعت میں کوشاں و پریشان ہوں بلکہ ان حضرات کا یہ حال ہوتا ہے کہ۔

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے

بہ پیشِ ہمت ماہر چہ آمد بود مہمانے

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عظمت و محبت اور خوف و خشیت ان حضرات پر ایسی چھائی ہوتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کی رنج و راحت سود و زیاں پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

یہ تنگِ عاشقی ہیں سود و حاصل دیکھنے

والے

یہاں گمراہ کہلاتے ہیں منزل دیکھنے

والے

دوسری بات اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی علامات سے متعلق ہے ولی کی جمع اولیاء ہے لفظِ ولی عربی زبان میں قریب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور دوست و محبوب کے معنیٰ میں بھی، اللہ تعالیٰ کے قرب و محبت کا ایک عام درجہ تو ایسا ہے کہ اس سے دنیا کا کوئی حیوان و انسان بلکہ کوئی چیز بھی مستثنیٰ نہیں اگر یہ قرب نہ ہوتا تو سارے عالم میں کوئی چیز وجود ہی میں نہیں آسکتی تمام عالم کے وجود کی اصلی علت وہی خاص رابطہ ہے جو اس کو حق تعالیٰ جل شانہ سے حاصل ہے گو اس رابطہ کی حقیقت کو نہ کسی نے سمجھا اور نہ سمجھ سکتا ہے مگر ایک بے کیف رابطہ کا ہونا یقینی ہے۔

مگر لفظِ الیاء اللہ میں یہ درجہ ولایت کا مراد نہیں بلکہ ولایت و محبت اور قرب کا ایک دوسرا درجہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کے ساتھ خاص ہے یہ قرب محبت کہلاتا ہے جن لوگوں کو یہ قرب خاص حاصل ہو وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قرب کی وجہ سے میں بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں وہ جو کچھ سنتا ہے میرے ذریعہ سنتا ہے میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ جو کچھ دیکھتا ہے مجھ سے دیکھتا ہے میں ہی اس کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں جو کچھ کرتا ہے مجھ سے کرتا ہے، عارف باللہ حضرت علامہ رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، گفتہ و گفتہ اللہ بود، گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود، یعنی زبان تو عبد اللہ کا ہوتا ہے مگر کلام اللہ کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت و سکون اور کوئی کام اللہ کی رضاء کے خلاف نہیں ہوتا، اور اس ولایت خاص کے درجات بیشمار اور غیر متناہی ہیں، اس کا اعلیٰ درجہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور ان سب میں سب سے اعلیٰ اور بلند مقام سید

الانبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور ادنیٰ درجہ اس ولایت کا وہ ہے جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں درجہ فناء کہا جاتا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس حد تک مستغرق ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے وہ جس سے بھی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کرتا ہے اور جس سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کرتا ہے اس کے حُب اور بُغض میں، محبت اور عداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے شعر، آن دل کہ زدستِ دلبراں بربودم، ہر گز بہ کسے نہ دادم و نمودم۔

یہ وہ محبت ہی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مشغول رہتا ہے اور وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہو، اسی حالت کی علامت ہے کثرت ذکر اور دوام طاعت یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا اور ہمیشہ ہر حال میں اس کے احکام کی اطاعت کرنا، یہ دو، وصف جس شخص میں موجود ہوں وہ ولی اللہ کہلاتا ہے اور جس میں ان دونوں میں سے کوئی وصف نہ ہو وہ اس فہرست میں داخل نہیں پھر جس میں یہ دونوں موجود ہوں اس کے درجات اعلیٰ وادنیٰ کی کوئی حد نہیں، انہیں درجات کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے درجات متفاضل اور کم و بیش ہوتے ہیں، ایک حدیث پاک میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیۂ مبارکہ، الا ان اولیاء اللہ ..... سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی، اور ظاہر ہے کہ یہ حالت انہیں لوگوں کی ہو سکتی ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

☆ ولایت بہ فیضِ صحبت ☆

امت کے افراد کو یہ درجۂ ولایت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوتا ہے اسی سے متعلق مع اللہ کا وہ رنگ جو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا اپنے حوصلہ کے مطابق اس کا کوئی حصہ امت کے اولیاء کو ملتا ہے پھر یہ فیض صحبت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بلا واسطہ حاصل تھا اسی وجہ سے ان کا درجۂ ولایت تمام امت کے اولیاء واقطاب سے بالاتر تھا۔

بعد کے لوگوں کو یہی فیض کسی ایک واسطہ یا چند واسطوں سے حاصل ہوتا ہے، جتنے وسائط بڑھتے جاتے ہیں اتنا ہی اس

میں فرق پڑتا جاتا ہے اور یہ واسطہ صرف وہی لوگ بن سکتے ہیں جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں اور آپ کے سنت کے پیرو ہوں ایسے لوگوں کی کثرت سے مجالست اور صحبت جبکہ اس کے ساتھ ان کے ارشادات کی پیروی اور اطاعت وذکر اللہ کی کثرت بھی ہو، یہی نسخہ ہے درجۂ ولایت کے حصول کا جو تین چیزوں سے مرکب ہے، اول اولیاء اللہ کی صحبت دوم ان کی اطاعت سوم ذکر اللہ کی کثرت بشرطیکہ یہ کثرتِ ذکر مسنون طریقہ پر ہو، کیونکہ کثرتِ ذکر سے آئینہ قلب کو جلا ہوتی ہے تو قلب نورِ ولایت کے انعکاس کے قابل بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے، **لکلّ شئی صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ** ، ہر چیز کے لئے صیقل یعنی صفائی کا آلہ ہوتا ہے اور قلب کی صفائی ذکر اللہ کی کثرت سے ہوتی ہے۔

صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہنچتا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا المرء مع من احبّ ،یعنی ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت انسان کے لئے حصول ولایت کا ذریعہ ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں صحابی رسول حضرت سیدنا رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت رزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دین کا ایسا اصول بتلاتا ہوں جس سے تم دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کرسکتے ہو، وہ یہ ہے کہ اہل ذکر کی مجلس وصحبت کو لازم پکڑلو اور جب تنہائی میں جاؤ تو جتنا زیادہ ہوسکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دو، جس سے محبت کرو اللہ کے لئے جس سے نفرت کرو اللہ کے لئے کرو۔

ضروری تنبیہ: یاد رکھو یہ صحبت ومجالس انھیں لوگوں کو مفید ہے جو خود ولی اللہ متبع سنت ہوں اور جو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنت کے تابع نہیں وہ خود درجۂ ولایت سے محروم ہیں خواہ کتنے ہی کشف وکرامات ان سے صادر اور ظاہر ہوں اور جو شخص مذکورہ صفات کے اعتبار سے ولی ہو اگرچہ اس سے کبھی کوئی کشف وکرامت ظاہر نہ ہوئی ہو وہ اللہ کا ولی ہے، کیونکہ کشف وکرامت دلیل ولایت نہیں۔

اولیاء اللہ کی پہچان اور علامت: ولی را ولی می شناسد، یعنی ولی کو ولی پہچان سکتا ہے، عوام میں رہ کر عوام کی طرح بلکہ کبھی کبھی عوام کی حالات سے بھی کمتر پس کس طرح کوئی شناخت ہو سکے کہ یہ اللہ کا ولی ہے کیونکہ اہل اللہ کا قول ہے، الولی قد یکون مستور او لا یکون مشہوراً ، ولی گمنام تو ہو سکتا ہے لیکن مشہور نہیں ہو سکتا ، اکثر دیکھا گیا ہے کہ حیات ظاہری میں مخلوق خدا نے پیشتر اولیاء اللہ کو کوئی اہمیت نہیں دی مگر بعد وصال کے ان کی حالات کے خوب چرچے ہوئے اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب تک آفتاب ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور ہم اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں ہمیں اس کی قدر کا احساس کم ہوتا ہے، لیکن جب آفتاب ہماری نگاہوں سے چھپ جاتا ہے اور دنیا روشنی سے محروم ہو کر اندھیریوں میں غرق ہو جاتی ہے اور ہر طرف بلب و چراغ روشن کر دیے جاتے ہیں تو آفتاب کی قدر کا ہمیں بخوبی احساس ہوتا ہے کہ تیرے ہوتے چراغوں کی کوئی حاجت و ضرورت نہ تھی مگر تیرے رخصت ہونے پر ہمیں شمع و دیے کی ضرورت پڑ گئی، کبھی ولی مشہور بھی ہو جاتا ہے مگر فتنہ میں نہیں پڑ سکتا بخلاف عوام الناس کے کہ اگر یہ مشہور ہو جائیں تو ہزار فتنے ان کے دامن سے لگ جاتے ہیں عارف باللہ حضرت ابو عثمان مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، الولی قدیکون مشہوراً و لا یکون مفتوناً، ولی مشہور ہو سکتا ہے مگر فتنہ میں نہیں پڑ سکتا۔

ابن ماجہ میں حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے، کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اولیاء اللہ کی یہ پہچان بتلائی ہے، الذین اذا رءُ وا ذُکر اللہ، یعنی (اولیاء اللہ) وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے، ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے کہ میرے اولیاء میرے بندوں میں سے وہ لوگ ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد آویں جن کی یاد کے ساتھ میں یاد آؤں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن حضرات کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو ذکر اللہ کی توفیق ہو جائے اور دنیاوی فکروں کی کمی محسوس ہو یہ علامت ان کے ولی اللہ ہونے کی ہے کیونکہ خاصانِ خدا کی قربت وہ بابرکت چیز ہے جس سے دنیاوی تمام تفکرات سے آزادی اور فکرِ آخرت کی توفیق رفیق حاصل ہوتی ہے۔

قیامت تک ولی ہوتے رہیں گے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ولیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لئے منتخب کر لیا ہے، اور ولی اللہ تعالیٰ کے ملک کے والی ہیں اور خدا تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے

افعال کا اظہار اس عالم میں انہیں حق پرستوں کے ذریعہ اور واسطے سے کرتا ہے اور انہیں طرح طرح کی کرامتوں کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے اور طبعی بلا و آفات سے انہیں پاک کر کے نفس کی اتباع سے آزاد کر کے اپنی اتباع پر لگا لیتا ہے ان کی ہمت کا تقاضا سوائے ایک مقصود کے دوسرا نہیں ان کا انس اس کی ذات کے سوائے دوسرے کے ساتھ نہیں، ولی پہلے بھی تھے آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

رب العزت نے بارگاہِ نبوت کے دلائل کو آج بھی باقی رکھا ہے، اور ان دلائل کے اظہار کے لئے اولیاء ہی کی ذاتِ بابرکات کو سبب ٹھہرایا ہے اور ان کو اس عالم کا حکمراں بنایا ہے آسمان سے بارش انہیں کے قدم کی برکت سے ہوتی ہے، انہیں کے احوال پاکیزہ کا سبب ہے کہ زمین سے نباتات اگتے ہیں کفار و مشرکین پر فتح و نصرت مسلمانوں کو انہیں کی بدولت نصیب ہوتی ہے غرضیکہ انہیں کے توسط سے قیامِ نظام عالم ہے، ان ولیوں میں سے چار ہزار ولی ایسے مستور و پوشیدہ ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی قدر و منزلت پہچانتے و جانتے ہیں بلکہ خود اپنے احوال و جمال سے بے خبر ہیں ان کے کل احوال اپنے اور خلق کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں احادیثِ پاک کے اوراق میں ان کا ذکر اور بزرگانِ دین کے کتب احوال میں ان کا تذکرہ پایا جاتا ہے، ان کے علاوہ تین سو ولی ہیں جنہیں اھل خدمت کہا جاتا ہے جو اس عالم میں صاحبِ حل و عقد ہیں ان کا لقب اخیار ہے اور چالیس وہ ہیں، جن کو ابدال کہتے ہیں، چار وہ ہیں جن کو اوتاد کہتے ہیں، تین وہ ہیں جن کو نقباء کہتے ہیں اور دو، وہ ہیں جن کو نجباء (نجیب) کہتے ہیں ان سب کے علاوہ ایک ذات وہ ہے جن کو قطب یا غوث کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو جانتے و پہچانتے ہیں اور دنیا کے کاروبار میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، احادیث کریمہ میں ان کا ذکر ہے اور اہلسنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے، یہاں پر ایک شبہ ہو سکتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے اور ایک دوسرے کے مقام و مرتبہ سے باخبر ہیں تو انہیں ایک گونہ اطمینان حاصل ہے، اور دنیا میں مطمئن ہونے کی وجہ سے اپنی عاقبت کی فکر سے مطمئن اور بے غم ہونگے اور فکرِ عقبیٰ نہ کرنا، مطمئن ہو جانا تو درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ولایت کا علم ہونا اطمینان و بے فکری کا مقتضی نہیں، کیونکہ مؤمن کو اپنے ایمان کا علم و یقین ہے پھر بھی عقبیٰ سے بے فکر نہیں، اسی طرح ولی کو اپنے ولایت کی اطلاع ہے مگر عاقبت سے غافل بے فکر نہیں، عشرہ مبشرہ کے اصحاب رسول اللہ کو اپنے جنتی ہونے کی اطلاع دنیا ہی میں تھی اور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بہشتی ہونے کی شہادت بھی دی اور انھیں بشارت سے نوازا، تو کیا اس گواہی و بشارت نے انھیں فکرِ عقبیٰ سے آزاد کر دیا، بلکہ فکرِ عقبیٰ اور خوف خاتمہ کو اور بڑھا دیا، یہ حضرات ولی ہی نہیں بلکہ ولی گر تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنھم ۔

کیا ولی کے لئے کرامت ضروری ہے؟ صاحبِ ولایت کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ کرامت کی طرف وہ نگاہ نہیں کرتے اور نہ کبھی اپنے کو اہل کرامت خیال کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ولایت جیسی عظیم نعمت عطا فرمادی اس کی نگاہ میں کرامت کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی ہزار خرق عادت ہوا کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو صاحب کرامت جانتے نہیں، ولی ہونا اور کرامت پر نظر کرنا ضدین ہیں ولی ہوگا تو کرامت پر نظر نہ ہوگی کرامت پر نظر رکھے گا تو ولایت خطرہ میں پڑ جائے گی بزرگوں نے کرامت کو اس حقیر نگاہ سے دیکھا ہے جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بُت بکثرت ہیں کفار جب تک بت کی پرستش کرتے رہیں گے دشمنِ خدا بنتے رہیں گے، اولیاء اللہ کرامت کو بھی ایک بت اور حجابِ خداوندی گردانتے ہیں، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب تک کرامت سے منھ نہ پھیریں حصول ولایت کے قابل نہیں ہوسکتے، عارفوں کے لئے کرامت ہی بت ہے، عارف اگر کرامت کے ساتھ قرار پکڑ لے تو جمالِ خداوندی سے محجوب اور ولایت سے معزول رہے گا، ہاں جب تک کرامت سے اس نے اعراض کیا تو بیشک مقرب وموصول بارگاہِ خداوندی ہوا۔

زاہد اں را جنت فردوس باید بزم گاہ   عاشقاں را لذتِ اندر قعر زنداں است بس

لطف ایں را عام وخاص ونیک وبد پابندہ اند   قہر او را پیش رفتن کارِ مرداں است بس

زاہدوں کی منزل جنت الفردوس ہے اور عاشقوں کو سوائے قید خانہ کے گڈھے کے کہیں لذت نہیں ملتی، اس کی مہربانی خاص وعام اور نیک وبد سب پاتے ہیں، اس کے قہر کا مقابلہ کرنا جواں مردوں ہی کا، کام ہے۔

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ العزیز ایک سفر میں دریا کے کنارے تشریف فرما ہوئے دیکھا تو گھاٹ پر کشتی نہ تھی دل میں خیال گذرا کہ بغیر کشتی کے کس طرح اس پار جاؤں، آپ کی نگاہِ کیمیا اثر پڑتے ہی دریا کا پانی دو حصوں میں منقسم ہوگیا اور درمیان میں راہ نمودار ہوگئی، اور زور سے چیخ کر فرمانے لگے، المکرُ المکرُ اور واپس تشریف لے آئے، سبحان اللہ کیا کرامت سے بیزاری تھی، اس میں ایک قسم کا سر ہے اس بھید سے اھل اللہ ہی واقف ہیں، یہ کہ ولایت اسی کی صحیح اور درست ہوگی کہ جب دوستِ جانی اور حبیب قلبی کے سوا سب سے اعراض اور سب کچھ ترک کیا جائے، اگر یہ نہ ہوگا تو کچھ نہ ہوگا، کیونکہ ترک اور اخذ ایک دوسرے کا ضد ہے اور اقبال واعراض ایک دوسرے کا مخالف پس جس نے کرامت کو ایک چیز سمجھ کر قبول کیا اور اس طرف مشغول ہوا، اس نے اللہ رب العزت سے روگردانی کی اور مقصود کے سوا

دوسری طرف رُخ کیا۔

لا ولایۃ مع الا عراض ،روگردانی کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔

دورِ حاضر میں لوگ یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ ولی وہی ہوسکتا ہے جو ہوا میں اُڑے، پانی پر چلے ایک کا دو، دو کا چار کر کے ذروں کو سونا بناوے تنکے کو ہیرے وجواہرات میں تبدیل کردے ان کو سوچنا چاہیئے کہ اگر یہ چیزیں دلیل ولایت ہوتیں تو بہت سے شعبدہ باز وجادوگر اس قسم کے عجائبات دکھاتے پھرتے ہیں حالانکہ وہ صاحبِ ایمان بھی نہیں ہوتے تو کیا انہیں ولی مان لیا جائے العیاذ باللہ ،اللہ تعالیٰ اس قسم کی لغویات سے اپنی پناہ میں رکھے آمین ۔

ولی تو اللہ کے ساتھ ہیں: جاننا چاہیئے کہ تجرید وتفرید کی منزلیں طے کرنا مرید کے لئے اس راہ کی شرط ہے، خلق اللہ اور تعلقاتِ دنیاوی سے علیحٰدہ ہو جانا تجرید اور خود اپنی ذات سے کنارہ کش ہو جانا تفرید ہے، دل میں کسی طرح کا غبار، نہ پشت پر کوئی بوجھ، مخلوق کے ساتھ کسی قسم کا لگاؤ باقی رہے، اس کی ہمت بلند دونوں جہاں اور کنگرۂ عرش سے گذر کر اپنی مراد تک پہنچ گئی ہو، کونین کی کوئی ادنیٰ سی نعمت میسر نہ ہو تو ذرا کھٹکا وغم نہیں ایک کامل بزرگ کا ارشاد ہے، لا وحشۃ مع اللہ ولا راحۃ مع غیر اللہ ، اگر اللہ کے ساتھ ہے تو گھبراہٹ وپریشانی نہیں اور غیر خدا کے ساتھ رہنے میں کوئی راحت وآرام نہیں جیسا کہ بزرگوں کا قول ہے جو کوئی خدا سے حجاب میں ہے وہ سخت رنج وبلا میں گھرا ہوا ہے اگر چہ روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہوں، اور پھٹی پرانی گدڑی پہننے والا قلاش اور فاقہ کش فقیر کو اگر خدا کی حضوری سے حاصل ہے تو یہ بادشاہ دو جہاں سے کسی معنیٰ میں کمتر نہیں ہے۔

ہر ایک خرقہ ونانے بود   دردو کوش ملک سلطانے بود

جو شخص ایک روٹی اور ایک گدڑی میں مگن ہے وہ دونوں جہان کے سلطنت کا مالک (بادشاہ) ہے۔

حضرت خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے، اللھم مھما عذبتی فلا تعذبنی بذل الحجاب ، اے اللہ اگر تو مجھے عذاب دینا چاہے تو ہر طرح کا عذاب دے مگر اپنے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ دے، کیونکہ دوزخ کی حقیقت یہی ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں جہاں کفار کے عذاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ فرمایا ہے کلا انھم عن ربھم یومئذٍ لمحجوبون ، یہ لوگ آج کا اپنے پروردگار سے حجاب میں ڈال دیئے جائیں گے اس جواب کے متعلق محققین اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کل وصال کو محفل دوزخ میں آراستہ کردی جائے تو یہ مریدان وطالبان دوزخ کے دیکھتے

انگاروں کو آنکھوں میں سرمہ بنا کر لگالیں اور اگر جنت الفردو میں بلائے جائیں اور دم بھر کے لئے حجاب میں مبتلا کر دیئے جائیں تو اتنا چیخیں چلائیں کہ دوزخی لوگ بھی ان پر ترس کھانے لگیں۔

باتو دل مسجد است وبے تو کنشت ۔ بے تو دِل دوزخ است وباتو بہشت

اگر تو ساتھ ہے تو دل مسجد ہے اور اگر تو ساتھ نہیں ہے تو بت خانہ تو اگر ساتھ ہے تو دل بہشت ہے اور نہیں تو دوزخ، مطلب یہ ہے کہ جب مرید پر حق کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوگئی اور دردِ طلب نے اس کا دامن تھام لیا اور سمجھ چکا کہ من لہ المولیٰ فله الكل ومن فاته المولیٰ فاتة الكل ،یعنی جو مولا کا ہو گیا ساری چیزیں اس کی ہوگئیں اور جس نے مولا کو کھودیا اس نے سب کچھ کھودیا، اس لئے کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں ان سے بے پروائی کی جاسکتی ہے مگر کسی حال میں بغیر اس ذات کے چارہ نہیں ولی تو اللہ کے ساتھ ہیں۔

پوشیدگی اولیاء اللہ کا شعار ہے:

اولیاء اللہ کی وہ ارفع اور اعلیٰ شان ہے کہ عوام الناس کا ذکر ہی کیا ان کے اسرار واحوال سے جبرئیل ومیکائیل مقرب فرشتوں تک کو خبر نہیں دی جاتی ، حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے ایک رات چاہا کہ مسجد شونیزیہ جو بغداد شریف میں ولیوں کی عبادت گاہ ہے وہاں جاکر مشغول حق ہوں قریب پہنچ کر مسجد کے دروازے کے سامنے عجیب منظر دیکھا کہ ایک شخص نہایت ہولناک مکروہ صورت کھڑا ہے آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ کہ تیرے دیکھنے سے گھبراہٹ اور وحشت معلوم ہوتی ہے اس نے جواب دیا کہ میں ابلیس ہوں کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک روز ہمارے دیکھنے کی آرزو آپ نے کی تھی آپ نے فرمایا وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ بتا کہ اگر میں تجھ سے کچھ پوچھوں تو کیا سچ سچ بتائے گا؟ اس نے کہا کیوں نہیں ارشاد فرمایئے ، آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر دسترس ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا کہ جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے ولیوں کو دنیا میں پھنساؤں تو وہ آخرت کی طرف قدم بڑھا دیتے ہیں اور جب میں چاہتا ہوں کہ انہیں آخرت میں الجھا رکھوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب بھاگ جاتے ہیں اور وہاں میرا گذر نہیں ، پھر آپ نے فرمایا کہ اے ملعون و مردود کیا تجھے ان بزرگوں کے احوال واسرار پر بھی کچھ اطلاع ہوتی ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں ، مگر میں اس وقت کچھ جان جاتا ہوں جبکہ سماع میں ان پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے، مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس وقت یہ کس

رنگ میں ہیں کہ یہ کہہ کر ابلیس چلتا بنا آپ سخت متفکر مسجد میں داخل ہوئے یکا یک گوشہ مسجد سے آواز آئی اے فرزند ہوشیار ہرگز ہرگز اس دشمن کی باتوں میں نہ آنا ہم نے اپنے ولیوں کو اور ان کے احوال و اسرار کو خلق سے پوشیدہ رکھا ہے، یہ دشمن اس سے بے خبر ہے، حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ سری سقطی رضی اللہ عنہ کو کھڑا پایا آپ اس وقت بہت مسرور ہوئے انشراح قلبی آپ کو پیدا ہوا، اور مکمل مطمئن ہو گئے، دیکھو چھپانے کا یہ حال ہے کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس عالم میں چرواہے کے لباس میں چھپا رکھا یہاں تک کہ سوائے حضور خاتم الانبیاء سید الاولیاء آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے انہیں کسی نے نہ پہچانا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اس وقت ظاہر ہوا جبکہ سرکار نے ان کا تفصیلی ذکر فرمایا اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ شانِ ولایت ہے کہ قیامت کے روز ستر ہزار فرشتے آپ ہی کی صورت کے بنائے جائیں گے تاکہ آپ کو کوئی جان پہچان نہ سکے ، سبحان اللہ کیا شانِ ولایت ہے یہ بات دیکھنے اور سمجھنے کے متعلق ہے کہ عالم میں چاروں طرف اس وقت حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینۂ پاک کے فیضان کرم سے ہر درد، والے کی دوا، اور امداد ہوا کرتی تھی مگر کسی کے دردِ دل کی یہ دھاک نہ بندھی جو تماشا حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دردِ دل نے دکھایا اللہ اللہ جس وقت دلِ اویس رضی اللہ عنہ مقام قرن میں بند محتاج ہو جاتا تھا روحی فداہ حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء اس عبارتِ لطیف اور اشارہ معنی خیز سے انی لا جد نفس الرحمٰن من جانب الیمن ، البتہ میں خدا کی خوشبو یمن کی طرف سے پاتا ہوں فیضان پاک کے کمک روانہ فرماتے تھے تاکہ ان کی مدد فرمائیں اور اس ہستی کو مستی سے بدل دیں اگر بنظر غور دیکھو تو اس عبارت میں ایسا بھید پوشیدہ ہے جو توحید کے راز کو کھول کر دلوں پر بجلی گرا رہا ہے نہ کسی کی زبان کو طاقت ہے کہ بیان کر سکے اور نہ کسی کان کو قوت ہے کہ اس کو سن سکے اور سمجھ سکے اس مقام پر علم من علم وجھل من جھل، جس نے جانا جانا اور جو جاہل رہا جاہل رہا کہکر آگے بڑھنا پڑتا ہے، چونکہ گمنامی بھی ایک نعمت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں وصدیقوں پر جو اپنے قبیلہ کے ہادی و رہنما ہیں، قیامت کے روز منجملہ اور احسانات کے یہ احسان بھی رکھے گا، الم اخمل ذکر کم ، یعنی کیا میں نے تمہیں گمنام نہیں رکھا تھا اور تمہاری راہ کو خودی کے خوفناک منظر سے صاف نہیں کر دیا تھا تاکہ ننگ و نام کی دھر پکڑ سے تمہارا دامن سلامت رہے۔

رباعی

در بتکدہ بیں کہ پرستان چہ کنند   با تنگ دہانت تنگ دستان چہ کنند

من مستِ توام مرانکو باید داشت   ورنہ دانی بتا کہ مستان چہ کنند

بتخانہ کی طرف دیکھ بت پرست کیا کرتے ہیں، تیرے چھوٹے منہ کے ساتھ جن کے ہاتھ کی پہنچ نہیں ہے کیا کرتے ہیں، میں تیرا مستانہ ہوں، مجھکو ٹھیک سے رکھ ورنہ تو تجھکو معلوم ہے کہ مستوں کے کیا لچھن ہیں، وہ کیا کرتے ہیں، دیکھو حضرت ابراھیم شبیہ قدس اللہ سرہ العزیز جو اپنے دور میں صدیقوں کے مقتداء اور پیشوا تھے اس طرح دعا مانگا کرتے تھے، اللھم کما انسیتنی علیٰ النا س فانسھم علیّ ، اے اللہ جیسا کہ خلق کے دل سے تونے مجھے بھلا دیا ہے میرے دل سے بھی ان کو بھلا دے کے تا کہ نہ کوئی مجھے پہچانے اور نہ کسی کو میں پہچانوں۔

خلق آفتِ تست زود بگریز   از سود وزیان شان بہ پرہیز

مخلوق تیرے واسطے آفت ہے تو اس سے دور رہ اس کے نفع اور نقصان سے پرہیز کر۔

ارباب بصیرت کا قول ہے کہ اگر خلق انصاف کی نگاہ سے دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے کہ آپس میں میل جول، آپس کی جان پہچان سراسر وبالی ہے،، مگر یہ ان لوگوں کے لئے وبال نہیں جو آپس میں ربط و دوستی محض خداوند تعالیٰ کی رضا کے لئے رکھتے دنیاوی اغراض و مقاصد کا اس میں دخل نہیں ہوتا چنانچہ ان کے متعلق قرآن کریم نے خبر دی ہے، الا خلاء یومئذم بعضھم لبعض عدو الا المتقون، آج احباب ایک دسرے کے دشمن ہیں مگر وہ لوگ جو متقی اور پرہیز گار ہیں پھر اس معاملہ پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، حضرت عارف باللہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمہ جن کا لقب قمر الصوفیہ (صوفیاء کے چاند) تھا جب آپ کلام فرماتے تو دہن مبارک سے نور جھڑتا اور اس کی چمک سے زمین تا دسما روشن اور منور ہو جاتا اس وجہ سے آپ کا لقب نوری پڑا اور لوگ نوری کہکر آپ کو مخاطب کرتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے سخت مجاہدہ کیا اور بہت دنوں تک حجرے سے باہر تشریف نہ لائے اور نہ کسی سے کچھ باتیں کیں اکثر آپ مناجات میں یوں عرض کرتے، اللھم استرنی فی عبادی وبلادک ، اے اللہ مجھے عالمیان کی نگاہ سے پوشیدہ رکھ کیونکہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ خلق کے درمیان میں مشار الیہ سمجھا جاؤں تا کہ ہماری جانب کوئی پھٹکنے نہ پائے اللہ اکبر کسی صاحب درد نے کیا خوب کہا ہے

شعر:

عشق آمد وجان فدائے جاناں داد　　معشوق زجانِ خویش مارا جاں داد

زین گونہ پیامہا کہ او پنہاں داد　　یک ذرہ بصد ہزارجاں نتواں داد

عشق پیدا ہوا اور ہم نے اپنی جاں معشوق پر فدا کردی، معشوق نے اپنی جان سے ہم کو جان دی، اس لئے چپکے چپکے پیغام بھیجے اور جو جو پیغام بھیجے اگر اس کے ایک ایک حرف پر ہزار جانیں بھی تصدق کی جائیں تو بھی کافی نہیں اور اس کی حقیقت کچھ نہیں کے برابر ہے، اسی وقت ہاتف غیبی سے ندا آئی الحق لا یسترہ شیء یا نوری، اے نوری تم آسمان حقیقت کے آفتاب تاباں ہو ہمیں خلق اللہ پر تمہاری جلوہ گری منظور ہے، تم ہزار چھپنا بھی چاہو تو ہم تمہیں ظاہر کردیں گے چھپنے نہ دیں گے، صدیقوں کا قول ہے کہ الخمولۃ راحۃ وواحد لایرضٰھا والشھرۃ وافۃ وکل یتمنھا، گمنامی اگرچہ دل کی راحت وآرام کا باعث ہے مگر اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا اور شہرت میں آفت ہی آفت ہے مگر ایک عالم ہے جو اس کا آرزومند ہے اے دینی بھائیو! ذرا سوچو اور عقل سے کام لو ایسا نام جو مرنے کے ساتھ ہی مٹ کر غائب ہوجائے گا وہ بھی کوئی نام میں نام ہے، اہل سعادت کی تو یہ وصیت ہے کہ آج دنیا میں خلق کے سامنے جس نے قبولیت وشہرت حاصل کی ہفت آسمان کے فرشتے ہرگز اسے سعادت مند نہیں سمجھتے اور نہ ہی خطبہ محبت اس کی شان میں پڑھتے ہیں البتہ جاہ ومنزلت اسے کہتے ہیں جو دینداری وپرہیزگاری سے پیدا ہوتی ہے یہی جاہ ومنزلت بروزِ قیامت ظاہر ونمایاں ہوگی جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبردی ہے کہ قیامت کے دن اہل سعادت کو خطاب وفرمان ہوگا کہ تم لوگ دار السلام میں جاؤ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے کہدو کہ آج قیامت کا دن ہے آفتاب کی تابش سخت تیز ہے اویس تم عرش کے سایہ میں چلے آؤ اور وہ زبان جو حوضِ کوثر کے صاف وشفاف پانی سے دھلی ہوئی ہے اس سچی اور مقدس زبان سے امت عاصی کی شفاعت چاہو، آج ہمارا یہ حکم ہے کہ قبیلہ ربیع اور مضر میں جتنی بکریاں ہیں ان کے ایک ایک بال کی تعداد میں عاصیانِ امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہاری شفاعت کی بدولت فردوس بریں میں بھیجوں گا، دیکھو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک اس عالم میں رہے اپنے کو خلق کی نگاہ سے ایسا چھپائے رہے کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی ان سے بڑھکر ذلیل وخوار دنیا کی نگاہ میں نظر نہیں آتا تھا آپ کے قبیلے میں جتنے لڑکے تھے سب کے سب آپ پر ڈھیلے پھینکتے، مذاق اڑاتے، تخفیف واہانت کرتے اور آپ کی بلند شان وعلو مرتبت کا یہ عالم تھا کہ رحمتِ عالم فخرِ نبی آدم روحی فداہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ والہ وسلم بارگاہِ رسالت میں تخت نبوت پر ظہورِ اجلاس فرما کر آپکی شان میں یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں۔ انّی لا

اَجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِن جَانِبِ الیَمَنِ ، البتہ میں پاتا ہوں خدا کی خوشبو یمن کی طرف سے۔

قربان اس بیان پر کل جہاں فدا اس فرمان پر اس راز کو کسی نے کیا خوب کہا ہے

اے عاشق اگر بہ کوئے ما گام زنی — دردم باید کہ ننگِ با نام زنی

سر رشتہ روشنی بدستِ تو دہند — بر آتش خود چو شمع ہر گام زنی

اے عاشق میری گلی میں اگر تو قدم رکھے تو ضروری ہے کہ عزت وآبرو کو خیر آباد کہدے، ہزاروں چراغ تیرے ہاتھ میں دیدیں گے تا کہ تو شمع کی طرح اپنی آگ میں، ایک ایک قدم اٹھائے۔

صحابی رسول حضرت ہرم حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یا اویس حد ثنی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حفظہ منک ، اے اویس مجھے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ الہ وسلم کی روایت کیجئے تا کہ میں آپ کے واسطے سے یاد رکھوں آپ نے فرمایا ہم کو اس کے برداشت کی صلاحیت نہیں جو ہمارے نزدیک لوگ جمع ہوں اور ہمیں لوگ محدث یا قاضی و مفتی بنائیں یا سمجھیں ہم کو ایک بہت بڑے مہم کا سامنا کرنا ہے اور ہم ایک بڑے اور اہم کام میں مشغول ہیں، ہمیں معاف کرو اور معذور رکھو جو آگ ہمارے دل میں بھڑک رہی ہے اور حال جو ہو رہا ہے، اس میں ہم کو حدیث نہیں سوجھتی ہے اس وقت لا الہ الا اللہ کی محبت دامن گیر ہے ہمیں کچھ بولنے کی فرصت نہیں ہے یہ ذرا بھی روادار نہیں کہ ہمیں دوسری چیز کی طرف ملتفت ہونے دے، حسرت نایافت نے ہماری ساری خواجگی کو آتش قہر سے جلا کر خاک وسیاہ کر دیا ہے قبولیت توحید نے ہمیں دونوں جہاں سے نا آشنا اور بیگانہ بنا دیا ہے، اسرار صمدیت نے ہمارے دل میں ابدی ماتم وقف کر دیا ہے اور ہمارے افلاس نے ہماری راہ کھوٹی کر دی ہے اور مصیبتِ نایافت نے ہماری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے، جاؤ اب تو حوضِ کوثر ہی پہ ملاقات ہوگی۔

سوزِ دلِ خستہ از وصالت نہ نشست — دین تشنگی از آبِ زلالت نہ نشست

نے رنگِ وجود ما ز ہستی برخواست — از جانِ ہوس عشق جمالت نہ نشست

تیرے وصال کے بعد بھی دل کی جلن کم نہ ہوئی، تیرے آبِ زلال نے بھی یہ پیاس نہیں بجھائی، ہمارے وجود سے ہستی کا نشان نہیں مٹا، تیرے جمال کا عشق ہوس سے تسکین نہ پاسکا۔
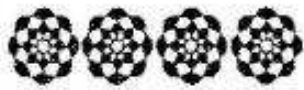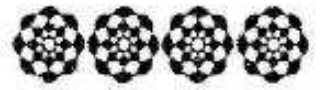
اوصاف وفقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

واللہ نشاسیم خدائے دوجہاں را　　گر صاحب لولاک لما راشاسیم

الحمداللہ منشی الخلق من عدمٖ　　ثم الصلوٰۃ علیٰ المختار فی القدم

ہر قسم کی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پیدا کرنے والا مخلوق کا ہے ادم سے　پھر درود ہو اس (ذاتِ پاک پر) جو برگزیدہ ہے پہلے سے۔

مولای صلِّ وسلم دآئماً ابداً　　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

اے میرے مولا درود سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں،

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کل عالموں کے لئے رحمت اور آپ کی شان وعظمت خداوند تعالیٰ کے بعد سب سے اعلیٰ اور بلند ہے آپ ہی وجہ تخلیق دو عالم ہیں آپ ہی کے واسطے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم اور عالم کی تمام بہاروں کو پیدا فرمایا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔ **لولاک لما خلقت الدنیاء**، اے پیارے اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، آپ بے نظیر و بے مثال ہیں آپ کے جیسا نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا جس طرح خداوند تعالیٰ اپنی معبودیت میں بے مثال اسی طرح آپ عبودیت میں بے مثال ہیں، جس طرح رب تعالیٰ اپنی وحدانیت میں بے مثال ہے اسی طرح آپ اپنی رسالت میں بے مثال ہیں۔

احدیت میں وہ یکتا تو عبودیت میں حضور
مثالِ رب بھی نہیں مثل مصطفےٰ بھی نہیں

اسلام کا بنیادی کلمہ جس پر دین وایمان کا انحصار ہے، لاالہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ اھل علم واھل اسرار فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کے تین مشہور نام ہیں، اول کلمہ طیبہ، دوم کلمہ ایمان، سوم کلمہ توحید کلمہ طیبہ اس لئے کہ اس میں دو پاک ذاتوں کا ذکر ہے ایک اللہ تعالیٰ جل شانہ، دوسرے محمدِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلمہ ایمان اس لئے کہ اسے پڑھکر کافر ومشرک چشم زدن میں مومن وموحد بن جاتا ہے کلمہ توحید ان معنوں میں کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (یکتائی) کا ذکر ہے لیکن اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو صرف اللہ ہی کا ذکر نہیں اس کے حبیب پاک کا بھی ذکر اس کلمہ میں موجود ہے پھر اسے کلمہ توحید (وحدانیت) کا کلمہ کیوں کہا گیا ہے مطلب صاف ہے کہ اس میں دو ایسی ذاتوں کا ذکر ہے کہ دونوں اپنی ذات میں بے مثل وبے مثال ہیں، عارف باللہ امام ابو صالح حضرت شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن حسن البوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

منزہٌ عن شریکٍ فی محاسنہٖ   فجوھر الحسن فیہِ غیرُ منقسم

اپنی خوبیوں میں (حضور) شریک سے منزہ ہیں   سو ان میں جو، جوہرِ حسن ہے وہ بے تقسیم ہے

جب آپ کے کمالات وافضال میں شرکت ناممکن ہے تو فیصلہ ہے کہ آپ بے مثل وبے مثال ہیں، مقام نبوت میں بھی آپ کی وہ اعلیٰ حیثیت ہے کہ آپ انبیاءِ کرام میں سب سے بڑے بادشاہ ہیں اور باقی انبیاء مانند وزراء کے ہیں جو بادشاہ کے حضور میں اپنے اپنے مرتبے میں کھڑے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری وباطنی اوصافِ حمیدہ سے موصوف فرمایا اور اس مقامِ محمود سے نواز کر مرتبہ محبوبیت جو کہ اعلیٰ مرتبہ عبودیت سے برگزیدہ فرمایا اور اُن سب صفات سے آپ کو ممتاز فرمایا اور آپ کو جن وانس کا سردار بنایا، یامحمو سید الکونین والثقلین ☆ والفریقین من عرب ومن عجم، سو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں، جن وانس کے سردار ہیں اور دونوں فریقوں عرب اور عجم کے سردار ہیں آپ کے کمالات دریافت کرنے میں ساری خلقت عاجز رہ گئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد ہی نہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو لامحدود بزرگی وشرف عطا کیا گیا سارے کمالات ظاہری وباطنی آپ کی ذاتِ پاک پر ختم کردیئے گئے اور جس قدر کمالات ومعجزات دیگر انبیاء علیہم السلام کو الگ الگ عطا ہوئے وہ سب بلکہ اس سے کہیں زیادہ آپ کو عطا کیا گیا اور جس کسی کو بھی کوئی مقام ومرتبہ عطا ہوا ہے وہ آپ ہی کے نور سے عطا ہوا ہے، وکل اٰیٍ اتی الرُسل الکرام بھا فاِنّما تصلت من نورہٖ بھم، اور جس قدر معجزے تمام انبیاء علیہم السلام لائے ہیں سو بیشک آپ کے نور سے ان کو ملے ہیں۔

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر   وانہ خیر خلق اللہ کلھم

سوعلم کی رسائی تو اتنی ہے کہ وہ بشر ہیں (مگر حقیقت یہ ہے کہ) بیشک وہ اللہ کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین باوجود شرف صحبت آپ کے فضل وکمالات کو معلوم نہ کر سکے تو بعد والوں کی کیا حقیقت ہے کہ آپ کے مقام ومرتبہ تک رسائی حاصل کر سکیں چنانچہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا، یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیرہ ربی، یعنی اے ابوبکر میری حقیقت میرے رب کے سوا کوئی اور نہ جان سکا تو جب بعد انبیاء افضل البشر حقیقت محمدی نہ جان سکے تو کسی اور فرد بشر کی کیا مجال ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کو سمجھے اور جان سکے آپ اس قدر معطر ومطہر ومعنبر تھے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیر دیا پس مجھے اس کی ایسی پاکیزہ خوشبو پہنچی کہ خدا کی قسم اب تک میں نے اس قسم کی خوشبو عطر فروشوں کے دوکانوں پر بھی نہیں سونگھی، جب آپ کسی راستے سے گذر فرماتے تو اس راہ میں چالیس روز تک خوشبو پھیلی رہتی تھی جس روضہ پاک میں آپ جلوہ گر ہیں آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے وہ مٹی معطر ومعنبر ہے۔

لا طیب یعدل تربا ضم اعظمہ   طوبیٰ لمنتشق منہ وملتثم

جو مٹی آپ کے جسم مبارک سے لگی ہے اس کے برابر (کسی چیز میں) خوشبو نہیں ☆ خوشحالی اس کے لئے ہے جو اسے سونگھے اور چومے آپ کی ذات بابرکات کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید میں آپ کے اعضاء کا ذکر فرمایا، آپ کے قلب کو فرمایا۔

ما کذب الفؤاد ما رای، اور آپ کی زبان پاک کو فرمایا و ماینطق عن الھویٰ اور آپ کی بصر کو فرمایا، مازاغ البصر وما طغیٰ، اور آپ کے چہرۂ انور کو فرمایا، قد نریٰ تقلب وجھک فی السمآء، اور آپ کی دست نورانی اور گردن مبارک کو فرمایا ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک، اور آپ کی پشت پاک اور سینہ مبارک کو فرمایا، الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک، روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں مناجات کی اور عرض کیا اے خداوند تو نے مجھے اپنا کلیم بنایا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا ہے اے مالک دوجہاں مجھ پر ظاہر فرمادے کہ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟ ارشاد باری ہوا، اے موسیٰ کلیم وہ ہے کہ وہ کام کرے جس میں میری رضا ہو اور حبیب وہ ہے کہ میں وہ کام کروں جس میں اس کی رضا ہے،

اے موسیٰ کلیم وہ ہے جو مجھ کو دوست رکھے اور حبیب وہ ہے جسے میں دوست رکھوں اے موسیٰ کلیم وہ ہے جو دنوں کو روزہ رکھے اور راتوں کو عبادت میں بسر کرے اور چالیس روز تک اسی طریقے پر گذارے تب اس کے بعد طور سینا پر آئے اور ہمارے ساتھ ہمکلامی کا شرف حاصل کرے اور حبیب وہ ہے کہ اپنے فرش ہی پر فراغ خاطر سے خواب استراحت میں آرام فرمائے میں جبرئیل امین کو اس کی طلب میں بھیجوں پھر اسے وفات دینے سے پہلے عزت کے ساتھ اپنی جناب قدس میں بلاؤں اور اسے ایسے مرتبہ پر پہنچاؤں کہ فہم کسی ایک مخلوق کا بھی اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکے۔

خلق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

: اخلاق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ بہترین صفت ہے جسے بیان نہ کرنا سب سے بڑی بدبختی و بدنصیبی ہے، جس کسی نے بھی آپ کے اوصاف حمیدہ و خصائل کبریٰ کو بیان کیا ہے اس نے بالضرور آپ کے اخلاق کریمہ کو بیان کرنے کی سعی کی ہے آپ اخلاق عظیم کے اس بلند ترین مقام پر فائز تھے جس کو نہ تو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی احاطہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے، خَلق اور خُلق میں وہ فوقیت ہے کہ

فاق النبیین فی خَلقٍ وَّفی خُلق

ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

تمام نبیوں پر فوق لے گئے خلقت میں اور خلق میں، اور نبی نہ ان کے علم کو پہنچ سکے اور نہ ان کے کرم کو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی شخص نے آپ کے اخلاق عظیم کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کان خلقه القرآن ، مطلب یہ ہے کہ آپ اخلاق عظیم کے اس بلند مقام تک پہنچے ہوئے ہیں کہ اس میں آپ سراپا قرآن ہیں ایک دفعہ خاتون جنت سیدۃ النساء العٰلمین لاڈلی رسول حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اخلاق عظیمہ کے متعلق کچھ بیان فرمائیں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے متاع الدنیا قلیل ، سامانِ دنیا بہت تھوڑے ہیں، تو جب انسان اس تھوڑے کو بیان کرنے سے عاجز ہے تو جس ذاتِ پاک کے اخلاق عظیمہ کے بارے میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے، انک لعلی خُلقٍ عظیم ، اے محبوب تمہارا، اخلاق بہت عظیم ہے اس کے متعلق کیوں کر اور کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے اکرم بخلقِ نبیٍ زانه خلق بالحسنِ متمل بالبشر متسم صل علیٰ کیا بزرگ ہے، آپ کی صورت جس کو خُلقِ عظیم نے زینت دی ہے کہ حسن جدا جلوہ گر ہے اور تازہ روح جدا روح افزا ہے۔

دشمنوں پر رحم وکرم: ایک بار مکہ میں سخت قحط پڑا لوگوں نے مردار اور ہڈیاں تک کھانی شروع کر دیں، ابوسفیان بن حرب (ان دنوں دشمن غالی تھا) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تو لوگوں کو صلہ رحم قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دیا کرتے ہیں دیکھئے یہ آپ کی قوم ہے، جو قحط سے ہلاک ہو رہی ہے، آپ ان کے لئے اپنے خدا سے دعا کیجئے آپ نے دستِ نورانی اٹھائے اور دعا فرمائی خوب بارش ہوئی لوگوں نے اطمینان کی سانس لی، اہل مکہ آپ کے اور آپ کے جانثاروں کے سخت جانی دشمن بن گئے تھے اس وقت غلہ نجد سے مکہ آیا کرتا تھا، صحابی رسول حضرت ثمامہ بن اثال نے نجد سے مکہ جانے والا غلہ بند کر دیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیبیہ کے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ نمازِ صبح ادا فرما رہے تھے، ستر اسی آدمی کوہِ تنعیم سے چپکے سے اترے تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں، یہ سب گرفتار کر لئے گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو پیش کئے گئے آپ نے ان کو بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرما دیا۔

جود وکرم: سائل کے سوال کو کبھی رد نہ فرماتے، زبانِ مبارک پر کبھی حرف انکار نہ لاتے، دینے کو ہوتا تو بلا تامل عطا فرماتے اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا تو سائل سے عذر فرماتے گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہو، ایک سائل نے آکر سوال کیا، آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت تو کچھ نہیں ہے تم میرے نام پر قرض لیلو میں پھر اسے اتار دوں گا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ قدرت سے بڑھکر کام کریں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پاس ہی ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے تھے انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب دیجئے رب العرش مالک ہے تنگدستی کا کیا ڈر ہے، یہ سن کر نبی کری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے چہرہ مبارک سے خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے فرمایا، ! مجھے یہی حکم ملا ہے، رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لیکر دلا دیا، قرض خواہ تقاضہ کے لئے آیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فریا کہ اسے پورا ایک وسق غلہ دیدو آدھا تو قرض کا ہے، اور آدھا ہماری جانب سے جود وسخا کا ہے، آپ فرمایا کرتے، اگر کوئی کوئی شخص مقروض ہو جائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے، اور اگر کوئی مال چھوڑ کر انتقال کر جائے تو وہ حق وارثوں کا ہے، ام المؤمنین حضرت

عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت آپ کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لیکر منع نہ فرماتے، بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت و فعل کی نہی فرماتے، عادات و معاملات میں آپ اپنی جان پر تکلیف اٹھالیتے مگر دوسرے شخص کو کام کرنے کو نہ فرماتے، جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرم سے گردن مبارک جھکالیتے اور ضرور معاف فرمادیا کرتے، حضرت عثمان بن ابی طلحہ کے خاندان میں مدت سے خانہ کعبہ کی کلید برداری چلی آرہی تھی ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں عثمان سے فرمایا تھا کہ بیت اللہ کو کھول دو انھوں نے صاف انکار کردیا تھا، تب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اچھا تم دیکھ لینا کہ ایک روز یہ کلید (چابی) میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا عثمان بن ابی طلحہ نے جواب دیا تھا کہ کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل اور تباہ ہوجائیں گے، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بھی زیادہ عزت و اقبال والے ہوجائیں گے فتح مکہ کے وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلید لیکر اپنے دست مبارک سے بیت اللہ کا دروازہ کھولا، اور اندر داخل ہوکر ایک گوشے میں اللہ اکبر کی صدا لگائی اور خدا کی حمد کے ترانے گائے اور پھر نماز شکرانہ ادا کرتے ہوئے، نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے حضور پیشانی مقدس کو خاک پر رکھکر سجدہ شکر ادا کیا، اس عرصہ میں مکہ کے وہ سبھی سردار اور بڑے بڑے رؤسا امراء جمع ہوگئے تھے جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کروایا تھا، سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دیکر گھربار سے نکالا تھا، دین اسلام کو تباہ و برباد کرنے اور مسلمانوں کو ملیا میٹ و ختم کرنے کے لئے حبش، شام، نجد اور یمن تک کے سفر کئے تھے، جنہوں نے بارہا حملہ کرکے مسلمانوں کو تین سو میل دور جانے کے بعد بھی چین و سکون سے رہنے نہیں دیا تھا، یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کو فنا کرنے میں زر سے، مال سے، زور سے، تدبیر سے، ہتھیار سے، ترویز سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے اور اپنی ناپاک کوششوں میں اکیس سال تک منہمک رہے تھے وہ انتقامی کارروائی کے بارے میں کیا سوچ رہے ہونگے، یہ محتاج بیان نہیں ہے، لیکن اللہ کا رسول جسے خداوند قدوس نے تمام عالم مخلوق کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، جب عبادت سے فارغ ہوکر باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ کے چچا جان) نے عرض کیا کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا، الیوم البر و الوفا، آج کا دن تو سلوک کرنے (پورے عطیات دینے) کا ہے پھر آپ نے عثمان بن ابی طلحہ کو بلایا اور انہیں کلید عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا، جنگ حنین میں قیدیوں کے ساتھ دائی حلیمہ کی بیٹی شیماء بنت الحارث بھی تھیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دودھ شریک بہن کو پہچان لیا اور ان کی

نشست کے لئے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھادی اور فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو تو بہتر ہے اور اگر قوم میں واپس جانا چاہو تو اختیار ہے اُنہوں نے واپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا آپ نے عزت واکرام کے ساتھ تحفہ وتحائف عطا فرما کے اس کی قوم میں بھیج دیا اُسی جنگ کا ایک بہترین واقعہ ہے کہ جو مالِ غنیمت حاصل ہوا تھا آپنے اسی جگہ تقسیم فرمادیا بڑے بڑے حصے اُن لوگوں کو عطا فرمائے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے تھے انصار جانثار جو آپ کے نہایت مخلصین میں سے تھے اس میں سے کچھ بھی عنایت نہ فرمایا، انصار کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں خود تمہارے ساتھ ہوں کیا تم لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ مال لیکر اپنے اپنے گھر جائیں اور انصار نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر اپنے گھروں میں داخل ہوں، انصار اس فرمان پر اس قدر خوش تھے کہ مال پانے والوں کو یہ مسرت حاصل تھی

دوشاہد اندمرا خیبر وحنین کہ تو وہی   بجود ہر آنچہ بہ فتح بستانی

مروی ہے کہ جب جنگِ احد میں لب ودندانِ مبارک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون آلودہ ہوئے تو سلطان دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دندانِ مبارک کو حضرت جبرئیل امین نے اپنے شہپر اقبال پر لیکر بارگاہ نبوت میں حاضری دی اور عرض کیا یا محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قسم ہے اللہ تعالیٰ کے قدرت وجلال کی کہ اگر ایک قطرہ خون اسی قطرہ خون سے اگر ٹپک جائے تو قیامت تک زمین پر ایک گھاس نہ اگے، اس لئے اللہ جل مجدہٗ کا مجھے فرمان ہوا ہے کہ قطرۂ خون لب ودندان مبارکہ کو بستان سرائے جنت میں لیجاؤں گلگونہ رخسارۂ حور عین ہوگا، کانھن الیاقوت والمرجان ،اور روایت میں ہے کہ جب حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوہر دندان درفشاں کو دستِ مبارک میں لیا تو حضرت روح الامین آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دندانِ شکستہ آپ مجھے عنایت فرمادیں تا کہ اس کے وسیلہ سے میں غضب الٰہی سے امان پاؤں آپ نے فرمایا اے روح امیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دندانِ شکستہ اپنے شکستہ دلان آخر الزمان کے واسطے نگاہ رکھتا ہے تا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے خطاب فرمائے کہ تیرے امتیان نے میرے فرمان کو توڑا ہے، تو میں بھی عرض کروں کہ یا الہٰ العالمین تیرے بندگان نافرمان نے میرے بھی دندان کو توڑا ہے لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دندان شکنوں کو گناہ معاف کردیئے تو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کرنے والا ہے ان فرمان شکنوں کے گناہ معاف کردے، ناصر المحسنین فی اخلاق سید المرسلین۔

مقامِ عرج

بلغ العلےٰ بکمالہٖ　　　کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہ　　　صلوا علیہ والہٖ

پہونچے بلندیوں پر اپنے کمال سے، کھول دیا اندھیریوں کو اپنے جمال سے، سب سے بہترین خصلت ہے آپ کی درود ہو آپ اور آپ کے آل پر۔

معراج پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسراروں میں سے ایک اسرار ہے اس کی ابتداء بھی مقام اسراء سے ہوتی ہے، آپ اپنے چچازاد بہن اُم ہانی کے گھر جلوہ گر تھے اُم ہانی آپ کے محبوب چچا ابو طالب کی بیٹی تھیں ان کا گھر اسرار کا مسکن تھا اور ان کا گھر حرم میں تھا اور سب حرم مسجد ہے، آپ محوِ خواب استراحت تھے، چھت پھاڑ کے حضرت جبرئیل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم السلام اترے اور ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار فرشتے تھے، یہ معراج رجب کے مہینے میں ستائیسویں شب دوشنبہ کی رات میں ہوئی دوشنبہ کی شب میں آپ کو معراج ہوئی دوشنبہ کے روز آپ نے ہجرت فرمائی دوشنبہ کے دن آپ اپنے جانثار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ حرا سے باہر تشریف لائے اور مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے، دوشنبہ کے دن آپ مدینہ کے قریب قبا پہونچے وہیں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی یہ وہ پہلی مسجد ہے کہ جسے مسجدِ اول ہونے کی حیثیت حاصل ہے، دوشنبہ کے روز آپ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے اور دوشنبہ کے روز ہی آپ کا وصال شریف ہوا، دوشنبہ کے دن کو عربی میں یوم الاثنین کہتے ہیں، یعنی تنہا ہونے کے باوجود دو چند ہونے کی حیثیت اس دن کو حاصل ہے اور فارسی میں دوشنبہ کہتے ہیں، اس کے بھی وہی معنیٰ ہیں ہوتے، جو عربی کے ہیں، اردو میں اسے پیر کے دن سے یاد کیا جاتا ہے، مولانا الشاہ محمد عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، یا صاحب الجمال ویا سید البشر، من وجھک المنیر لقد نور القمر، لایمکن الثنا کما کان حقہٗ، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، اے صاحب جمال (حسن وخوبصورتی) اے تمام بشر کے سردار، تحقیق آپ ہی کے نور سے قمر (چاند)

منور ہے، آپ کی مدح وتعریف کا حق زبانِ انسانی سے ہرگز ادا نہیں ہوسکتا، قصہ مختصر کہ آپ خداوند قدوس کے بعد سب سے زیادہ بزرگ تر ہیں، فإن فضل رسول الله ليس له، حدفيعرب عنه ناطق بفم، یقیناً رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکمال کی کوئی حد ہی نہیں، جس کو زبانِ انسانی کماحقہ بیان کرسکے،

اكرم بخلقِ نبي زانه خلق بالحسن مشتمل بالبشر متسم

صل علیٰ کیا بزرگ ہے آپ کی پاکیزہ صورت جس کو خلق عظیم نے زینت دی ہے کہ حسن جدا جلوہ گر ہے اور تازہ روئی جدا روح افزا ہے

كالزهر في ترفٍ والبدرِ في شرفٍ والبحرِ في كرمٍ والدهرِ في همم

تازگی میں جیسے شگوفہ اور شرف میں جیسے چودھویں رات کا چاند بخشش میں دریا کے مانند اور ہمت میں دہر کی مثال ہے وہ ذاتِ گرامی جس کی تعریف وتوصیف مالکِ دوجہاں وخالق کون ومکاں فرمائے کس کے بس کی بات ہے، کہ اُس کی تعریف وتوصیف کا حق ادا کرسکے۔

ياخير من يمم العافون ساحته سعياً وفوق متونِ الانيقِ الرسُم

اے بہترین، اے بہترین ان میں کے جن کے فضل کا لوگ احسان طلب کرتے ہیں دوڑے آتے ہیں پیادے اور سوار اونٹوں پر پے در پے۔

سريت من حرمٍ ليلاً الىٰ حرمٍ كماسرى البدرُ في داجٍ من الظلم

سیر فرمائی ایک شب میں حرم مکہ سے بیت المقدس کے حرم کی جیسے چودھویں رات کا چاند چلے اندھیری رات میں،

وبت ترقىٰ الىٰ ان نلت منزلة من قاب قوسينِ لم تدرك ولم ترم

اور ترقی کیے گیے یہاں تک کہ پہنچے قاب قوسین کے رتبہ کو جو نہ ادراک کیا جاسکتا ہے، نہ طلب کیا جاسکتا ہے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام بزرگوں کے پیشوا، گمراہوں کے رہنما، دونوں جہان کے نعمت عظمیٰ ہیں آپ کی ذاتِ مقدس نے معراج کی شب میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک ایسا نور پھیلایا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ظلمتِ شب کو منور کردیتا ہے، اور آپ پہنچ گیے ایسے مقام پر جہاں رب تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہ تھا، اور اس مقام ومرتبہ کے سبب سب انبیاء ومرسلین نے آپ کو مقدم کیا جیسے خادم اپنے مخدوم کو مقدم کرتے ہیں، جہاں دیکھئے آپ ہی کا ظہور ہے جہاں نگاہ ڈالئے آپ ہی کا نور ہے، تمام انبیاء ومرسلین کو آپ ہی کے ذریعہ جانا گیا۔

سرِ خیل توئی وجملہ خیل اند مقصود توئی ہمہ طفیل اند ظاہر میں ان کے نام کولاؤ نہ لاؤ مگروہ سب کے ہیں سب ان کے۔

در جملہ جہاں دیدم فیضانِ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم
دیدیم بہر ذرہ سرمانِ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم
در کسوتِ ہر زاہد در طاعت ہر عابد
دیدم ہمہ قالب یکسر شانِ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم
اے نصر من واحمد یک جانم ودو قالب
دیدم ہمہ قالب یک جانِ محمد را صلی اللہ علیہ وسلم

اس قدر محبوبِ رب العالمین اور مالک دوجہاں وشہنشاہِ کون ومکاں ہونے کے باوجود آپ نے درویشی ومسکینی کو اختیار فرمایا اور دولت وجاہ وحشم کو یک چشم کبھی دیکھنا بھی گوارانہ فرمایا، آپ کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو اس قدر وسعتیں لئے ہوئے ہے کہ تمام پہلو تو کجا کسی ایک پہلو کو بیان کرنے کے لئے تمام عمرنا کافی ثابت ہوسکتی ہے۔

تونگری پر، درویشی کو ترجیح

روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، حق تعالیٰ آپ کو بعد سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ آپ دوست رکھتے ہیں ان سب پہاڑوں کو جو مکہ میں ہیں کہ میں آپ کے واسطے ان سب پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا بنادوں کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں جہاں آپ چاہیں آپ نے فرمایا اے جبرئیل، الدنیا دار من لا دار له ومالی من لا مال له قد جمع من لا عقل له ، یعنی دنیا اس کے لئے گھر ہے جس کے کوئی گھر نہیں اور اس کے لئے مال ہے جس کے لئے مال نہیں اکٹھا کرتا ہے، اسے جس کو عقل نہیں جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا بیشک واللہ باللہ یا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بالقول الثابت، ناصر الحسنین فی اخلاق سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

یہ حقیقت ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر چاہتے اور خواہش فرماتے تو دونوں جہاں کی دولتیں آپ کے قدمِ مبارک پر نثار ہوجاتیں، جب بغیر خواہش کے مولا تعالیٰ سب کچھ عطا کرنے کو تیار ہے پہاڑوں کو اپنے محبوب کے واسطے سونا وچاندی بنانے کے لیے تیار ہے تو خواہش پر کیا کچھ عطا فرماتا اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا مگر آپ نے تونگری ودولتمندی کے مقابلہ میں فقیری اور درویشی اختیار فرمائی چنانچہ فقر وتوکل کے متعلق آپ کا ارشاد ہے، اللهم احینی مسکینا وامتنی

مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین ،اے اللہ مجھے مسکینی زندگی عطا فرما اور مسکینی میں وفات دے اور مسکینوں کے زمرے میں اٹھا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، میرے محبوبوں کو میرے قریب لاؤ، فرشتے عرض کریں گے اے مالکِ دو جہاں کون تیرے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے محبوب مسکین اور فقراء ہیں، یہی وہ فقر و توکل، صبر و رضاء ہے جسے اہل اللہ نے اپنایا اور وہ اللہ کے محبوب بندے کہلائے اور یہ سب اُس حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور دنیا کی تمام شئے کو پیدا فرمایا ہے۔
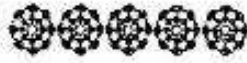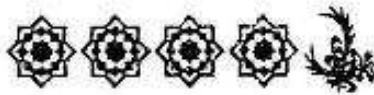
باب چہارم
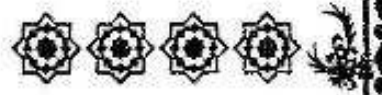
اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، واھل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم

حضورِ انور شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس اور ہمنشینی سے آپ کے اصحاب پاک رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرف و بزرگی قدر و منزلت عزت و عظمت حاصل کیا تھا، اور طہارتِ قلوب و تزکیہ نفس کی جس منزل پر پہونچے تھے خالقِ کائنات رب کریم جل جلالہٗ نے خود قرآن عظیم میں اس کی بشارت آیۂ مذکورہ بالا میں عطا فرمائی درحقیقت کتاب وحکمت ہی کی مقدس تعلیمات کا ان پر یہ اثر تھا کہ جملہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے ہر متنفس اور ہر ہستی نہایت ہی پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق سے متصف تھی اور ان میں سے ہر ایک کمالاتِ انسانی کے انتہا کو پہونچ چکا تھا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں خلفاء راشدین اور عشرۂ مبشرہ جن کو اسی دنیا میں اللہ کی رضا وخوشنودی اور دخولِ جنت کا پروانہ حاصل ہو چکا تھا، اور دیگر اصحاب کرام بالخصوص اصحابِ صفہ جن میں سے ہر ایک پاک دل و پاک نظرہ توکل و رضاء کا پیکر اور صدق وصفا کا ایک مرقع تھا، انہیں نفوسِ قدسیہ کو تاریخ اسلام میں صوفیہ کرام کا پہلا گروہ کہا گیا ہے، یعنی تصوف کا پہلا دور انہیں پاکیزہ حضرات پر مشتمل تھا تصوف کے جس قدر بنیادی اصول یا ارکان تصوف ہیں، مثلاً استغراق عبادت، توبہ، زہد، ورع، فقر، توکل اور رضاء شریعت مطہرہ میں بھی اسی اہمیت کے حامل ہیں، جس طرح طریقتِ مقدسہ میں تھے جس کا پورا تصور ابتدائی دور کے "تصوف" میں پایا جاتا ہے، یہ کوئی جدید طریقہ یا نیا فارمولا نہیں ہے بلکہ یہ وہی طریقہ اور نظریہ ہے جو رسول پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توسط سے آپ کے جانثار صحابہ کو بارگاہِ خداوندی سے عطا کیا گیا تھا جملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ پر بنظر عمیق نگاہ ڈالنے سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے، کہ خلفاء راشدین ہوں یا عشرہ مبشرہ اصحابِ صفہ ہوں یا دیگر اصحاب رسول

اللہ ان میں ہر ہستی انہیں اوصاف حمیدہ اور فضائل مقدسہ کی آئینہ دار تھی، حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایثار تاریخ اسلامی آج بھی نہایت فخر سے پیش کرتی ہے، کہ گھر میں جس قدر بھی اثاثہ موجود تھا وہ پورا کا پورا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پیش کردیا، سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ) کیا تم نے اپنی اہل کے لئے کچھ چھوڑا تو آپ نے عرض کی۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہیں خدا اور رسول بس

یعنی جسے اللہ اور اسکا رسول مل جائے اسے دنیاوی شئے کی ضرورت ہی کیا ہے، اسی کا نام کمال ایثار اور کمال توکل ہے کہ اسباب کو خاطر میں نہ لایا جائے اور ہر حاجت و ضرورت پر مسبب الاسباب ہی کی طرف رجوع کی جائے۔

آپ کے زہد و تقویٰ اور خوف و رجا کا یہ عالم تھا اور آپ کے فقر اختیاری کی یہ صورت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنے پروردگار سے اس طرح دعا مانگا کرتے تھے، اللھم ابسط لی الدنیا و زھدنی عنھا ، اے اللہ دنیا کو میرے لئے کشادہ فرما لیکن مجھے اس میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھ، دنیا کی فراخی کی دعا کے بعد اس سے محفوظ رکھنے کی التجا میں ایک نہایت ہی لطیف اشارہ ہے جس کو اہل حق اور اہل دل ہی خوب سمجھتے ہیں آپ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اے میرے مولیٰ مجھے اتنا دے تاکہ تیرا شکر بجالاؤں پھر یہ توفیق عطا فرمادے، کہ اسے اپنے ہاتھ سے تیری راہ میں خرچ کروں اور اپنی تمام تر توجہ تیری طرف مرکوز رکھوں دنیا کی وسعتوں میں گم ہوکر کہیں تجھے بھول نہ جاؤں، دنیا کی بے ثباتی کے متعلق آپ کا ارشاد ہے، دار فانیة و احوالنا عاریة و انفاسنا معدودة و کسلنا موجودة ، ہمارا گھر فانی ہے، ہمارے احوال عاری ہیں، ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور سستی و کاہلی موجود و ظاہر ہے لہٰذا فانی گھر کی تعمیر کرنا جہالت ہے، عاریتی حال پر اعتماد کرنا، نادانی ہے، گنتی کے سانسوں پر دل لگانا غفلت ہے اور سستی و کاہلی کو دین سمجھ بیٹھنا سراسر نقصان و خسارہ ہے، یعنی جو شئے فانی ہو اس کے لئے بیجا سعی کرنا حماقت ہے اور جو چیز عاریۃً لی جاتی ہے اسے واپس کرنا ہوتا ہے، اور جو چیز واپس جانے والی ہوتی ہے وہ باقی نہیں رہتی، اور جو چیز گنتی میں آئے وہ محدود ہوتی ہے، بندے کی ایک سانس کے ساتھ ایک سانس گھٹتی جاتی ہے، وہ دنیا سے دور اور قبر کے نزدیک ہوتا جاتا ہے، اور سستی و کاہلی کا تو کوئی علاج ہی نہیں، اس ارشاد میں آپ نے بہت نفیس انداز میں تلقین فرمائی ہے کہ دنیا اور دنیا کی ہر شئے فنا ہونے والی ہے، اس کے جانے سے اندیشہ نہ کرنا چاہیئے، اور نہ اس کی خاطر اس سے دل لگانا چاہیئے، کیونکہ جب تم فانی چیز سے دل لگاؤ گے تو باقی سے دور ہوتے جاؤ گے اور

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ دنیا اور اس کا تمام ساز وسامان سب عارضی اور عاریت کی چیزیں ہیں تو اُن کو اپنی ملک سمجھ کر ان میں مالک حقیقی کی اجازت اور اس کی منشاء کے خلاف تصرف کرنا کس قدر نادانی ہے۔

آپ کی کرامتیں اور بزرگیاں اس قدر مشہور ومعروف ہیں کہ امت کا طبقہ اس سے واقف ہے، حقائق ومعاملات میں آپ کے نشانات ودلائل واضح ہیں آپ شیخ الاسلام امیر المؤمنین ہیں آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں یعنی جماعتِ انسانی میں انبیاء کرام کے بعد آپ سب سے بہتر وافضل ہیں آپ خلیفہ وامام التارکین ہیں آپ صاحبِ خلوت کے شہنشاہ رموز واسرار کے بادشاہ آفاتِ دنیاوی سے پاک وصاف اربابِ مشاہدہ اور صاحبانِ علم وعرفان میں سب سے مقدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جانثار اور پکے عاشق زار ہیں آپ ہی یارِ غار کے بہترین لقب سے ملقب ہیں، مشائخ طریقت نے صاحبان علم وعرفان اور ارباب مشاہدہ میں آپ کو مقدم رکھا۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد ساری مخلوق میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ افضل ومقدم ہے اور جائز ہی نہیں ہے کہ کوئی ان سے مقدم آگے رکھے، اور معنوی اعتبار سے مقدم ہوجائے ، حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بارہا میں نے کوشش کی کہ عمل اور نیکیوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میں سبقت حاصل کروں لیکن مجھے ایسا کوئی موقعہ نصیب نہ ہوسکا کہ میں کوشش میں کامیاب ہوجاتا۔

تمام مشائخ طریقت کا مذہب ہے کہ فقر اختیاری کو فقر اضطراری پر مقدم وافضل رکھا جائے اور اس صفت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدرجۂ اتم متصف تھے۔

حضرت امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بارے میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعتِ خلافت لی تو آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

واللہ ما کنت حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ ولا کنت فیھا راغبا ولا سالتھا اللہ قط فی سر و علانیۃ ومالی فی الامارۃ من راحۃ ، اللہ کی قسم ایک دن یا ایک رات کے لئے بھی امارت کا خواہاں نہیں ہوا اور نہ مجھے اس کی رغبت ہے اور نہ ظاہر و باطن میں خدا سے اس کا سوال کیا اور نہ میرے لئے امارت میں راحت ہے۔

اللہ تعالیٰ جب بندہ کو کمال صدق پر فائز کرتا اور عزت ومنزلت کے مقام پر متمکن فرماتا ہے، تو بندہ صادق اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے کیا حکم ہوتا ہے، جیسا بھی اس پر حکم وارد ہوتا ہے وہ اس پر قائم وبرقرار رہتا ہے اور اپنے نفس کے تمام خواہشات کو حق تعالیٰ کے تابع فرمان بنالیتا ہے، پھر جیسا اس کے لئے حکم ہوتا ہے ویسا ہی وہ

کرتا ہے وہ اپنے تصرف واختیار کو کام میں نہیں لیتا اگر فرمان آجائے کہ فقیر ہوجا تو فقیر ہوجاتا ہے اور اگر فرمان آئے کہ امیر ہوجا تو امیر ہوجاتا ہے یہی صورتِ حال حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی آپ نے ابتداء میں ویسی ہی تسلیم ورضا کو اختیار فرمایا جیسا کہ انتہا میں اختیار فرمایا صوفیاء کرام نے ترک دنیا اور حرص ومنزلت کے چھوڑنے کو فقیر پر اور ترک ریاست کی تمنا کو اس لئے پسند کیا کہ دین میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مسلمانوں کے امام عام ہیں اور طریقت میں آپ تما صوفیاء کرام کے امام خاص ہیں باوجودیکہ نہایت دولت مند خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ کی معاشرت نہایت ہی سادہ تھی اور، حُبِ رسول اللہ وحمایتِ اسلام پر اپنی تمام دولت لٹادینے کے بعد تو آپ کی سادگی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

انکساری کی انتہا: آپ کی تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر مدینہ سے روانہ ہوتا تھا تو تھوڑی دور تک سالارِ لشکر کے ہمرکاب آپ ضرور پیدل چلا کرتے تھے چنانچہ جب شام کی فتح کے لئے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر سرکردگی میں اسلامی لشکر روانہ ہوا تو حضرت اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاپیادہ ساتھ ساتھ چلے جارہے تھے، حضرت اسامہ نے عرض کی کہ حضور بھی گھوڑے پر سوار ہوجائیں یا مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں گھوڑے سے اتر پڑوں آپ نے فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہ کرنا اس سے مجھے رنج ہوگا، کیا تم نہیں چاہتے کہ میں بھی تمہارے ساتھ چند قدم چل کے جہاد کے ثواب میں شریک ہوجاؤں، اللہ اللہ کیا انکسار تھا، رسول اللہ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امیر ہونے کے باوجود حصول ثواب کی غرض سے لشکر اسلام کے ساتھ آپ پاپیادہ چلتے تھے۔

اسلام کے لئے اولاد کو قربان کرنے پر تیار:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن جنگِ بدر کے موقعہ پر مخالفین اسلام کے لشکر میں شامل تھے جو ہنوز مسلمان نہیں ہوئے تھے، جنگ کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کی تلوار کی زد میں آگئے تو بیٹے نے طرح دیدی (وار نہیں کیا) کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے اور اس واقعہ کا ذکر آیا تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، عبدالرحمن تم نے تو طرح دی تھی لیکن اگر تم اس وقت میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں للّٰہیت کے مقابلہ میں اولاد کی قطعی پرواہ نہ کرتا اور تم کو دشمن اسلام سمجھتے

ہوئے تمہاری گردن اڑا دینا اپنا فرض خیال کرتا۔

آپ کا ارشاد ہے، من نظر الیٰ الخلق هلک و من رجع الیٰ الحق ملک، جس نے مخلوق پر نظر ڈالی وہ ہلاک ہوا اور جس نے حق کی طرف رجوع کیا وہ مالک ہوا۔

طریقت کے شہنشاہ اعظم حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلب مبارک دنیاوی تمام علائق سے خالی تھا اس کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کے پاس جس قدر مال ومتاع اور غلام و بردے وغیرہ تھے، ان سب کو راہ خدا میں دے کر ایک بوسیدہ کمبل واڑھ کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوگئے اس وقت آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا؟ ماخلقت لعیالک، اے صدیق تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا آپ نے عرض کیا بہت بڑا خزانہ اور بیحد وغایت مال ومنال چھوڑا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا، عرض کیا، فقال الله و رسوله، ایک تو اللہ کی محبت اور دوسرے اس کے رسول کی متابعت، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس چیز کو سب سے بڑا خزانہ اور سب سے اعلیٰ مال ودولت قرار دیا وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ بندہ از خود اپنے رب کی ملکیت ہے تو اس کی ہر شئے رب ہی کی ملکیت ہے۔

قول ہے کہ صوفی لفظ صفا سے اخذ کیا گیا ہے اور صفا کدورت کی ضد ہے اور کدورت صفاتِ بشری میں سے ہے حقیقت میں صوفی وہ ہے جو بشری کدورتوں سے گذر جائے، مشائخ طریقت کا قول ہے۔ لیس الصفا من صفات البشر لان البشر مدر والمدر لایخلو من الکدر، حالت صفا بشری صفات میں سے نہیں ہے اس لئے نہیں ہے کہ بشر تو ایک مٹی کا تودہ ہے اور مٹی کا تودہ کدورت سے خالی نہیں ہوتا، تمام مشائخ طریقت کا اس پر اجماع ہے کہ جب بندہ مقامات کی بندشوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور احوال کی کدورتوں سے خالی ہو کر تغیر وتلون کے حدود سے نکل جاتا ہے، تو وہ تمام احوال محمودہ سے متصف ہو جاتا ہے، اور تمام بشری کدورتوں سے نجات پا جاتا ہے یعنی بندہ جب دل میں اپنی کسی تعریف وتوصیف سے نہ لطف اندوز ہوتا ہے، اور نہ اپنے میں کسی صفت کو دیکھ کر متعجب ہوتا ہے ایسے بندے کے احوال کو عام عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں اور وہم وگمان کے تصرف سے ان کی زندگی پاک وصاف ہوتی ہے۔

نہ ان کے حضور کو زوال ہے اور نہ ان کے وجود کے لئے اسباب کی حاجت ہے۔ لان الصفا حضور بلاذهاب ووجود بلا اسباب۔ اس لئے کہ ''صفا'' کے لئے بلازوال حضور اور بلاسبب وجود ضروری ہے۔

صفاء تو محبوبوں کی شان ہے: الصفا صفة الاحباب وهم شموس بلا سحاب، صفا تو محبوبوں کی شان ہے وہ تو وہ آفتاب تاباں ہے جس پر کوئی ابر نہیں مطلب یہ ہے کہ صفا دوستوں کی صفت ہے اور یہ وہ دوست ہیں جو اپنی صفت فنا کر کے اپنے دوست حق تعالیٰ کی صفت کے ساتھ باقی ہو گئے ہیں ارباب حال کے نزدیک دوست وہی ہوتا ہے جس کے احوال آفتاب بے مثل ظاہر ہوں۔

ان الصفا صفة الصديق اردت صوفيا على التحقيق

حق صداقت کی راہ میں اگر تم صوفی بننا چاہتے تو جان لو! کہ صوفی ہونا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت ہے، اصل اور فرع دونوں حیثیت سے آپ کا دل اغیار سے بالکل خالی تھا، اسی لئے آپ طریقت کے تمام رہنماؤں کے امام اعظم ہیں، آپ چار پشت کے صحابی ہیں آپ کے والدین صحابی ساری اولاد صحابی آپ کے پوتے صحابی آپ خود صحابی اور تمام صحابہ سے افضل یہ شرف و بزرگی صف انبیاء میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی کہ آپ چار پشت کے نبی گزرے ہیں۔

آپ نے یہ تمام پاکیزہ خصائل اوصاف حمیدہ اور مقدس صفات حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھے اور اخذ فرمائے ،آپ کے اس قدر اوصاف ہیں کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا خدا اور رسول کی محبت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے والی ذات حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی، آپ اپنے متعلقین کی ہرگز پرواہ نہ کرتے مگر اسلام اور خلق اللہ کی آپ کو ہمیشہ فکر دامن گیر رہتی تھی، خلافت کے لئے آپ نے اپنے کسی عزیز و رشتہ دار کو انتخاب نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کو مناسب سمجھا اہل الرائے کے مشورہ سے آپ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا، آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا، میں نے مسلمانوں پر اپنے بعد عمر بن خطاب کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کیا ہے اور میں نے مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری اسی میں سمجھی ہے، پس عمر نے اگر صبر اور عدل سے کام لیا تو خیر ان کے بارے میں قیاس درست نکلا اور اگر کسی قسم کی برائی کی تو مجھ کو علم غیب نہ تھا میں نے جو کچھ کیا ہے وہ مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے کیا ہے۔

بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکا ہوا زہر آلود گوشت بھیجا تھا اسے آپ حارث بن کلاہ کے ساتھ تناول فرما رہے تھے کہ حارث کو کچھ شبہ ہوا اور کہا اے خلیفۂ رسول اللہ آپ اسے نہ کھائیے مجھ کو شبہ ہے کہ

اس میں زہر کی آمیزش ہے اس پر ان دو حضرات نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اسی روز سے ان دونوں حضرات کی صحت گرنے لگی یہاں تک کہ ایک سال کے اندر ان دونوں حضرات کی وفات ہوگئی، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بعمر ۶۳ رسال ۲۳ رجمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۶۳۴ء کو بعد نمازِ مغرب ہوئی اس طرح سے یہ خورشید درخشندہ وتابندہ نگاہ خلق سے اوجھل ہوگیا، وصال کے وقت آپ کے والدین حیات تھے آپ نے سوا، دو برس خلافت کی اور روضہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دائیں پہلو کے جانب آپ دفن ہوئے، مزار مقدس مدینہ طیبہ روضہ رسول میں ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کی وہ ذاتِ بابرکات ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے اسلام لانے کی دعا مانگا کرتے تھے، حدیث پاک میں ہے کہ اکثر اوقات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح دعا مانگتے اللھم عن الاسلام بعمر ابن خطاب ، یا اللہ اسلام کو عزت عطا فرما عمر ابن خطاب سے اور وہ دن بھی آیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کی قبولیتِ اسلام سے حقیقتاً اسلام کو بڑی عزت ملی اب تک صحابہ کرام جاں نثاران رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبادت بھی چھپ چھپ کر ادا کیا کرتے تھے، لیکن آپ کے اسلام لانے سے علی الاعلان اپنے فرائض کو ادا کرنے لگے ایک روز آپ نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ کے کفار ومشرکین باوجودیکہ باطل پرست ہیں مگر اپنے مذہبی امور کو کھلم کھلا ادا کرتے ہیں پھر ہم حق پرست ہو کر اپنے مذہبی امور کو چھپ چھپ کے کیوں ادا کریں؟ یہ کہکر کعبہ کے فصیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ پکارا جس سے شہر مکہ گونج اٹھا مشرکین وکفار مکہ تلملا اٹھے مگر کسی کو روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ دوسرے خلیفہ راشد ہیں آپ سرہنگ اہل ایمان آپ مقتدائے اہل احسان ہیں آپ حق وصداقت کی پہچان ہیں، آپ عاشق سید الانس والجان ہیں آپ امام اہل تحقیق ہیں آپ دریائے محبت کے غریق ہیں آپ دین کے بہترین رفیق ہیں آپ کے فضائل کمالات وکرامات فراست ودانائی مشہور ہیں آپ فراست وصلابت کے ساتھ مخصوص ہیں، طریقت میں آپ کے متعدد لطائف ودقائق ہیں اسی معنی ومراد میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"الحق ینطق علیٰ لسان عمر" حق عمر کی زبان پر بولتا ہے یعنی جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے، آپ کی فضائل ومناقب میں آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد پاک ہے۔ قد کان فی الامم محدثون فان

یک منهم فی امتی عمر ' گذشتہ امتوں میں محدثین گذرے ہیں، اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر ہیں، طریقت کے بکثرت رموز واسرار لطائف ومعنیٰ آپ سے مروی ہیں ان سب کا جمع کرنا بہت دشوار ہے آپ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ''العزلة راحة من خلفاء السوء' بدوں کی ہمنشینی سے گوشہ نشینی میں چین وراحت ہے دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''دار اسست علی البلویٰ بلا بلوی محال ۔ دنیا ایسا گھر ہے جس کی بنیاد بلاؤں پر رکھی گئی ہے، محال ہے کہ بغیر بلا کے وہ رہ سکے۔

آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ گوشہ نشینی میں چین وراحت ہے اس کے متعلق صراحت ہے کہ گوشہ نشینی کے دو طریقے ہیں ایک خلقت سے کنارہ کشی کرنے پر دوسرے ان سے تعلق منقطع کرنے سے پہلے طریقہ کی گوشہ نشینی خلقت سے کنارہ کشی کی صورت یہ ہے کہ ان سے منہ موڑ کر خلوت میں بیٹھ جائے اور ہم جنسوں کی صحبت سے ظاہری طور پر بیزار ہو جائے اور اپنے عیوب پر نگاہ رکھنے سے راحت پائے خود کو لوگوں کے ملنے جلنے سے بچائے اور اپنی برائیوں سے ان کو محفوظ رکھے، دوسرا طریقہ یہ کہ خلقت سے تعلق منقطع کردے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے دل میں یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ ظاہر سے کوئی علاقہ نہ رکھے جب کسی کا دل خلق سے تعلق منقطع کر لیتا ہے تو پھر اسے مخلوق کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہتا اور وہ تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس کے دل پر غلبہ نہیں پا سکتا اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر چہ وہ خلقت کے درمیان ہوتا ہے لیکن وہ خلقت سے جدا ہوتا ہے، یہ درجہ بہت ارفع وبلند ہے مگر یہی راہ مستقیم اور سیدھا طریقہ ہے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بلند درجہ پر فائز تھے۔

آپ ظاہر میں تو سریر آرائے خلافت میں ملے جلے نظر آتے تھے لیکن حقیقت میں آپ کا دل عزلت وتنہائی سے راحت پاتا تھا، یہ واضح دلیل ہے کہ اہل اللہ واہل باطن کا اگر چہ ظاہری طور پر خلق کے ساتھ ملے جلے ہوتے ہیں لیکن ان کا دل حق کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، اور ہر حال میں حق تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور خلق سے ملنے جلنے پر جس قدر وقت صرف ہوتا ہے وہ اسے حق تعالیٰ ہی طرف بلا وامتحان شمار کرتے ہیں۔

وہ خلق کی ہم نشینی سے گریز کرتے ہیں رب تعالیٰ کی طرف دوڑتے وبھاگتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے لئے ہرگز پاک وصاف نہیں ہوتی کیونکہ احوال دنیا مکدر ہوتے ہیں انھیں معنوں میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ جس کی بنیاد بلاؤں پر رکھی گئی ہے۔

آپ کے زہد وفقر کی یہ حالت تھی کہ باوجودیکہ آپ امیر المؤمنین تھے مگر لوگوں نے آپ کے جسم مبارک پر کبھی کوئی ایسا

کپڑا نہیں دیکھا جس میں کوئی پیوند نہ لگا ہو۔

قیصر روم کا ایلچی مدینہ طیبہ میں آپ کے پاس ملنے کی غرض سے آیا لوگوں سے پوچھنے لگا تمہارے بادشاہ کا محل کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہم اسلام والوں کے یہاں بادشاہ نہیں ہوا کرتے وہ تو امیر المؤمنین ہیں ایلچی نے پوچھا؟ اچھا بتاؤ امیر المؤمنین کا محل کہاں ہے لوگوں نے جواب دیا امیر المؤمنین محل میں نہیں رہا کرتے دیکھو وہ سامنے جھونپڑی ہے وہی ان کا گھر ہے وہ جھونپڑی کے قریب گیا بغور دیکھنے لگا کچی دیواروں پر گھاس کی چھپر تھی وہ حیرت زدہ ہو گیا کہ ایسے بارعب وباہیبت شخصیت ذات جس کے نام سے قیصر وکسریٰ لرزہ براندام ہیں، اُس کے گھر کی یہ حالت ہے عام لوگ بھی اس سے اچھے مکان میں رہتے ہیں معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم گھر میں موجود نہیں ہیں شاہ روم کا ایلچی مدینے کی گلیوں میں اس شہنشاہ دین ودنیا کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا کہ ایک شخص نے بڑھکر کہا وہ ضعیفہ جو سامنے چلی آرہی ہے اسے ضرور امیر المؤمنین کا پتہ معلوم ہوگا؟ تم اس سے دریافت کرو جب ضعیفہ قریب آئی تو اس شخص نے عرض کی بڑی بی! کیا تم مجھے امیر المؤمنین کا پتہ بتا سکتی ہو اس نے جوابا کہا کیوں نہیں؟ آؤ میرے ساتھ وہ کھجور کے باغ میں لے گئی روم کے ایلچی نے دیکھا کہ کھجور کی درخت کے سایہ میں مسلمانوں کا امیر سویا ہوا ہے، عالم یہ ہے کہ نہ کوئی بستر ہے نہ تکیہ فرش زمیں پر ہاتھ کا تکیہ لگائے شیر حق محو خواب ہے، روم کا ایلچی پسینے سے شرابور ہو گیا اس پر کپکپی طاری ہو گئی جسم کے تما رونگٹے کھڑے ہو گئے دل ہی دل میں کہنے لگا کہ ہم نے سینکڑوں بادشاہوں کے دربار دیکھے اور ان سے ملاقات کی مگر کسی کی شہنشاہی ورعب کا ہم پر کوئی اثر نہیں پڑا اور اس مرد خدا کو جس کا انداز شاہانہ نہیں فقیرانہ ہے لیکن اس مرد فقیر کے رعب وداب کے برداشت کی طاقت مجھ میں نہیں میرے تو اوسان جواب دے رہے ہیں اتنے میں خلیفہ رسول امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھل گئی آپ اس سے مخاطب ہوئے اس کی سراسیمگی وحیرانی کو دیکھتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا خوف نہ کرو میں کوئی بادشاہ یا بڑا حاکم نہیں، میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں کوئی میرے لائق خدمت ہو تو بتاؤ یہ سن کر قیصر روم کا ایلچی رو پڑا، رو، رو کر اسنے عرض کیا اے فاتح اعظم آپ کی ذات وبات میں اس قدر سادگی عاجزی وانکساری موجود ہے اس کے باوجود بڑے بڑے حکمراں اور شہنشاہوں کے کلیجے آپ کے نام سے کانپ اٹھتے ہیں آخر اس کا راز کیا ہے۔

آپ نے مسکرا کر جواب دیا جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے، یہ ہمارا اپنا رعب نہیں بلکہ اس رب دوجہاں کا فضل وکرم ہے جسے تم اپنی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

آپ نے اپنے آپ کو مسلمان کا ادنیٰ خادم بتلایا حالانکہ آپ مسلمانوں کے مقتدائے اعظم ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ میں تواضع وانکسار حد درجہ غالب تھا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور مخصوص صحابہ میں سے ہیں آپ کے تمام افعال بارگاہ لم یزال ولا یزال میں مقبول ہیں آپ جب مشرف باسلام ہوئے تو مکین سدرہ حضرت سید الملائکہ جبرئیل امین علیہ السلام نے بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا" **قد استبشر یا محمد اهل السمآء باسلام عمر** "یا رسول اللہ آسمان والے آج حضرت عمر کے مشرف باسلام ہونے پر بشارت وتہنیت دیتے ہیں، اور آسمان پر خوشیاں منا رہے ہیں، اس قدر شرف وفضیلت کے باوجود رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ **هل انت الا حسنة من حسنات ابو بکر.** اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم ابو بکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو، تو غور کرنے کا مقام ہے کہ سارے جہان کے لوگ کس درجہ میں ہونگے،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہایت ہی عزیز تھے، جلیل القدر صحابی حضرت ابو خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے بشارت فرمائی تھی چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نے اپنا خواب بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا 'میں نے اپنے آپ کو ایک ایسے کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول پڑا ہوا تھا میں نے کچھ ڈول پانی کے کھینچے، میرے بعد ابو بکر نے ڈول لیا مگر ایک دو، ڈول کھینچنے کے بعد وہ تھک کر بیٹھ گئے، پھر عمر نے وہ ڈول لیا اور اس طرح ڈول پر ڈول کھینچنے شروع کئے کہ میں نے کسی جوانمرد کو بھی اس طرح ڈول کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ ہر چہار طرف سے پیاسے آئے اور خوب سیراب ہو کر گئے، اس حدیث کے متعلق ائمہ کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشارہ ہے چنانچہ یہ حدیث بالکل صحیح ثابت ہوئی اور دنیا کی نگاہوں نے دیکھ لیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں مسلمانوں کو بے اندازہ فتوحات حاصل ہوئیں، اور اسلام دور، دور تک پھیل گیا واقعی ہر چہار طرف سے لوگ پیاسے آئے اور سیراب ہو کر گئے۔

خلیفہ سوم

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرے خلیفۂ راشد اعبد اہل صفا، مخزن حیاء متعلق بدرگاہ رضا، متجلیٰ بطریق مصطفےٰ، پیشوائے اہل سخا جامع القرآن سیدنا ابو عمر عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ہر لحاظ وہر اعتبار سے آپ کے فضائل نہایت واضح اور آپ کے مناقب ظاہر ومشہور ہیں، صبر وتوکل کے معاملہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اپنی مثال تھے، عظیم سے عظیم تر مصیبت پر بھی آپ نے صبر وتوکل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، مصائب وآلام سے کبھی آپ دل برداشتہ نہیں ہوئے ایثار اور انفاق فی سبیل اللہ کا تو یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ میں بیرِ عثمانی آپ کی اس فضل کی نشانی موجود ہے آپ مخلوق خدا کی مصیبت وپریشانی دیکھ نہیں سکتے تھے، اس کی علاج کے لئے اگر جان عزیز کی قربانی بھی دینی پڑے تو اس کے لئے آپ تیار رہتے تھے، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مدینہ میں قحط کی وجہ سے غلہ کی سخت پریشانی ہوگئی تاجروں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر لاکھوں کی دولت کمائی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر سے سات سو اونٹ سے بھرا غلہ مدینہ کی بازار میں لائے لوگوں نے قیمتیں لگائیں کسی نے دوگنا تو کسی نے چوگنا اور کسی نے پانچ چھ گنا اس پر آپ نے فرمایا میں تو یہ غلہ اس کے ہاتھ فروخت کروں گا جو اس کی قیمت ستر گنا زیادہ دے یہ کہکر اونٹوں سے بھرا وہ تمام غلہ راہ خدا میں دیدی اور فرمایا میرے پروردگار نے ایک کے بدلہ میں ستر گنا زیادہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جراح اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جس روز بلوائیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا ہم امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس موجود تھے، بلوائی جب آمادہ قتل ہوکر دروازے کے سامنے جمع ہوگئے تو آپ کے غلاموں نے ہتھیار اٹھا لئے، آپ نے فرمایا جو ہتھیار نہ اٹھائے وہ میری غلامی سے آزاد ہے، راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ خوف کے سبب باہر نکل آئے اثنائے راہ میں حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ بن علی

مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آتے ہوئے ہم سے ملے ہم پھر ان کے ہمراہ حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آگئے تاکہ دیکھیں کہ حضرت امام کیا کرتے ہیں، آپ جب اندر داخل ہوئے تو سلام عرض کیا اور بلوائیوں کی ناشائستہ حرکت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا اے امیر المومنین، میں آپ کے حکم کے بغیر مسلمانوں پر تلوار بے نیام نہیں کرسکتا آپ امام برحق ہیں آپ حکم دیجئے تاکہ آپ سے اس قوم کو دور کردوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا: یا ابن اخی ارجع واجلس فی بیتک حتیٰ یاتی اللہ بامرہ فلا حاجۃ لنا فی احراق الدماء، اے میرے بھائی علی کے فرزند اپنے گھر جاؤ اور آرام کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم وارد ہو ہمارے لئے لوگوں کے خون بہانے کی ضرورت نہیں ،مقام خلت ودوستی میں بلا ومصیبت کے درمیان تسلیم ورضاء کی یہ روشن علامت ہے،آپ کا یہ طرزعمل حضرت سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس طرزعمل سے بالکل مماثل ہے جو ان سے آتش نمرود کی آزمائش کے وقت ظہور میں آیا تھا چنانچہ نمرود ملعون ومردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاتمہ کرنے کے لئے آگ جلائی اور آپ کو آگ کے حوالے کرنے کے لئے، (گوبھن) ''منجنیق'' میں رکھا گیا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا ''ھل لک من حاجۃ) کیا آپ کو (مجھ سے) کوئی حاجت ہے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا ''اما الیک فلا'' بندہ سراپا احتیاج ہے لیکن تم سے کوئی حاجت نہیں جبرئیل نے عرض کی مجھ سے نہیں اپنے رب سے تو ہے پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیجئے، آپ نے فرمایا ''حسبی من سوالی علمۃ بحالی '' حق تعالیٰ میرے سوال سے بے نیاز ہے وہ میری حالت خوب جانتا ہے کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے وہ میرے معاملہ میں مجھ سے بہتر جانتا ہے، اور خوب واقف ہے کہ میری درستگی وصلاح کسی چیز میں ہے، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ بھی بالکل اس کے مشابہ ہے اور آپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو منجنیق میں رکھے جانے کے مقام پر فائز تھے، اور بلوائیوں کا اجتماع آتش نمرود کے قائم مقام اور حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جگہ تھے لیکن ان دونوں واقعہ میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بلا میں نجات ملی تھی، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بلا میں کام آگئے اور آپ شہید کردئے گئے تھے۔

الغرض صوفیاء کرام رحمھم اللہ علیہم جو جان ومال خرچ کرتے ہیں اور بلاؤں میں تسلیم ورضاء اور عبادت میں مکمل اخلاص برتتے ہیں، وہ سب آپ ہی اقتداء میں ہے حقیقت میں آپ شریعت وطریقت کے امام برحق ہیں غرضکہ آپ کی طریقت میں ترتیب یا تربیت میں درستی عیاں اور ظاہر ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چوتھے خلیفہ ارشد، اخی مصطفےٰ، غریق بحرِ بلا، حریق نارِوا، مقتدائے جملہ اولیاء واصفیاء محبوب شاہ زمن خیبر شکن، فقیہ اہل علم وفن حضور سیدنا ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم طریقت میں آپ کی بلند شانِ عظیم اور مقام رفیع ہے اصول حقائق کی تشریح وتعبیر میں آپ کو کمال دسترس حاصل تھی دورِ رسالت میں آپ کو قاضی القضاۃ کی حیثیت حاصل تھی، تاریخ شاہد ہے کہ اس گھر کا ہر شخص جود وسخا کا پیکر ایثار اور کریم النفسی کا پہاڑ زھد وقناعت کا کوہِ گراں رحمدلی اور ملاطفت کا شہنشاہ علم وفضل کا بحر بیکراں جس کو دربار رسالت سے یہ سند حاصل تھی " انا مدنیة العلم وعلی بابها " میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، شجاعت وبسالت، عزم وہمت، پرحوصلہ اور بے پناہ جرأت، بہادری اور بیباکی میں یہ واقعہ ہے کہ اپنے معاصر میں آپکا کوئی ہمسر اور حریف نہ تھا، اس راہ کا ہر راہرو دیکھتا تھا کہ بدر کی زمین زبانِ حال سے پکارتی ہے کہ ولید وشیبہ جیسے دشمنانِ اسلام سے جس نے میدان خالی کردیا تھا وہ ذوالفقارِ حیدری تھی اور اُحد کے دامن کا ہر پتھر اس امر کا نشان ہے کہ لشکرِ کفار کے علمبردار طلحہ کے سر کو ایک ہی وار میں جس نے ٹکڑے کرکے رکھ دیا تھا وہ شمشیر علی ہی تھی، غزوۂ خندق کی وہ زمین اب بھی یادگار بنی ہوئی تھی جہاں عرب کے سب سے مشہور پہلوان اور خونخوار انسان عبدِ معدود کو حیدر کرار نے چشم زدن میں پچھاڑ کر زیر کیا تھا، جس کے انجام دہی کے لئے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تلوار عطا فرمائی تھی، اور خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علی کے سر پر عمامہ باندھا تھا خیبر کے قلعے اس واقعہ کے شاہد وعادل ہیں کہ کئی دنوں تک جب خیبر فتح نہ ہوا تو ساقیٔ کوثر نے حضرت علی کو جھنڈا عطا کرکے ارشاد فرمایا کہ علم اس کے ہاتھ میں ہے جو اسد اللہ ہے، اللہ اس کے ہاتھوں فتح وکامرانی عطا فرمائے گا، حضرت علی نے خیبر کے مشہور جنگجو مرحب کو زیر کرکے اس کا سر پھاڑ دیا اس طرح قلعہ خیبر آپ کے ہاتھوں فتح ہوگیا پھر غزوۂ ہوازن جو اپنی ہولناکی میں سب غزوات سے اہم تھا اس کا جھنڈا بھی اسی فاتح خیبر کے ہاتھ میں تھا۔

امام الائمہ شیخ المشائخ حضرت جنید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں، شیخنا فی الاصول والبلاء علی المرتضی . اصول وبلاء میں ہمارے رہنما و پیشوا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ ہیں آپ علم طریقت اور اس کے معاملات میں ہمارے امام ہیں علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں، معاملات طریقت دراصل بلاؤں کا تحمل (برداشت) ہے۔

مروی ہے ایک روز کسی شخص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا امیر المومنین آپ مجھے کوئی وصیت فرمایئے تاکہ میں عمل کروں آپ نے فرمایا، لاجعل اکبر شغلت باھلک وولدک فان یکن اھلک وولدک من اولیاء اللہ تعالیٰ فان اللہ لا یضیع اولیا ئه وان کانوا اعدآء اللہ فما ھمک وشغلک لاعداء سبحانه ،اپنے اہل وعیال سے انہماک تیرا سب سے (بڑا) مشغلہ نہ بن جائے اگر تیرے اہل وعیال اولیاء اللہ میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو ضائع نہیں کرتا اور اگر وہ دشمن خدا ہیں تو (اللہ) کے دشمن سے تجھے کیا سروکار، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ کی محافظت کا خود ذمہ دار ہے اور جس کا وکیل وناصر اللہ ہو اسے کیا فکر ارہا دشمنوں کا معاملہ تو ان سے خود بری الذمہ ہے لہٰذا اللہ والوں کو ایسوں سے کنارہ کشی بہتر ہے، اللہ اپنے بندوں کو جیسے چاہتا ہے ویسے رکھتا ہے، اور وہ اس کی رضاء پر صابر اور اس کی قضاء پر شاکر رہتے ہیں، دیکھو حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اھلیہ کو جو حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر تھیں انتہائی نازک حالت (دردِزہ) میں چھوڑ کر تسلیم ورضائے الٰہی اختیار فرمائی اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی محبوبہ بیوی اور اپنے فرزند ارجمند حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ کر رضائے الٰہی پر شاکر ہو گئے انھوں نے ان سب کو اپنا سب سے بڑا مشغلہ نہ جانا اور ہمہ تن ہو کر دل حق سے واصل کر لیا بالآخر انھیں دونوں جہان کی سرفرازی حاصل ہوئی، مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور موقعہ پر کسی شخص نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا "غناء القلب باللہ تعالیٰ" اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل کو تونگر بنانا، جو دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہوتا ہے اسے نہ تو دنیا کی نیستی پریشان کر سکتی ہے اور نہ دنیا کی ہستی خوش کر سکتی ہے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ سرچشمۂ ولایت ہیں ولایت کا سمندر آپ ہی کی ذات پاک سے رواں ہے آپ فضل وکمال کے بلند درجہ پر فائز ہیں، آپ کے علم وفضل سے عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے جس سے امت کا طبقہ بخوبی واقف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت : ۱۸؍ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق بروز جمعہ ۶۶۱ء

بوقت صبح نمازِ فجر نماز کے لئے مسجد جاتے ہوئے ابن ملجم اور اس کے ایک ساتھی شبیب نے آپ پر عین اس وقت تلوار سے حملہ کیا جب آپ قریب مسجد پہونچ چکے تھے، آپ بری طرح زخمی ہو گئے، ابن ملجم گرفتار کر لیا گیا اور اس کا ساتھی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ابن ملجم جب گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس سے چند سوالات کئے اور آپنے حکم دیا کہ اسے آرام سے رکھا جائے اگر میں انتقال کر جاؤں تو اسے قتل کر دینا اور اگر اچھا ہو گیا تو اس پر غور کروں گا اس کے بعد آپ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ میرے قتل کے معاملہ میں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے درمیان خوں ریزی کا ذریعہ بنایا جائے صرف اسی ایک شخص کو جو میرا قاتل ہے قصاص میں قتل کر دینا، پھر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا اگر اس زخم کیوجہ سے مجھے موت واقع ہو جائے تو تم بھی تلوار کے ایک وار سے اس کا کام تمام کر دینا، مثلہ ہرگز نہ بنانا کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے، چونکہ زخم بہت کاری تھا اس سے آپ کو بیحد تکلیف تھی تلوار کا زخم کنپٹی پر آیا تھا اور دھار دماغ میں اتر گئی تھی، وفات سے قبل حضرت جندب بن عبداللہ نے پوچھا کہ آپ کے بعد ہم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں،، آپ نے جواباً فرمایا میں تم کو نہ اس کا حکم دیتا ہوں نہ روکتا ہوں تم جو مناسب سمجھنا کرنا اس کے بعد امام حسنین رضی اللہ عنہما کو وصیتیں فرمائیں اور زخمی ہونے کے تیسرے دن یعنی ۲۰؍ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۶۶۱ء بروز یکشنبہ (اتوار) پانچ برس کی خلافت کے بعد آپ کا وصال ہو گیا اور جہانِ آفتاب وعالمتاب نگاہ خلق سے اوجھل ہو گیا رحلت کے وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ رسال تھی اور بغداد ''نجف اشرف میں آپ سپرد خاک کئے گئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابو طالب کے صاحبزادے اور آپ کی والدہ معظمہ فاطمہ بنت اسد تھیں تیرھویں رجب بروز جمعہ واقعہ فیل کے تیسویں سال مکہ شریف میں خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے آپکی کنیت ابوتراب ہے، رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

ائمہ طریقت اہل بیت اطہار:

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت وہ مقدس حضرات ہیں جن کی طہارت ازل سے محفوظ ہے قرآن پاک ان

کی عظمت پر شاہد و ناطق ہے ان میں ہر فرد طریقت میں جامع وکمل تھا، مشائخ طریقت اور صوفیائے کرام کے ہر خاص و عام فرد کے یہ امام رہے ہیں، ان کا تذکرہ کرنا از بس ضروری ہے تاکہ ان کی خیر و برکات سے دارین کی حسنات کا حصول ہو۔

قرۃ العین مصطفےٰ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ:

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے جگر بند مصطفےٰ ریحان دل مرتضیٰ نور چشم سیدہ زہرا، امام الاتقیاء واصفیاء ابومحمد سیدنا امام حسن مجتبیٰ ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں طریقت میں آپ کی نظر کامل اور تعبیرات حقائق میں اعلیٰ درجہ کی دسترس حاصل تھی یہاں تک کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا، علیکم بحفیظ السرائر فان اللہ تعالیٰ مطلع علی الضمائر، تم اسرار ربانی کی حفاظت میں مضبوط اور مستحکم رہنا کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ جس طرح اپنے بھیدوں کو دوسروں سے پوشیدہ رکھتا ہے ایسے ہی اسرار ربانی کی حفاظت کرنا اس کے لئے لازم ہے خوب جان لو حفظ اسرار کی حقیقت یہ ہے کہ غیروں کی طرف متوجہ نہ ہو اور حفظ ضمائر (ضمیر کی حفاظت) یہ ہے کہ اس کے اظہار میں حیا مانع نہ ہو۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقائق ولطائف میں بلند مرتبہ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب فرقہ قدریہ کو عروج ہوا اور معتزلہ کا مذہب جو کہ بدتھا پھیلنا شروع ہوا تو حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ کو فکر پیدا ہوئی آپ نے حضور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مضمون کا خط لکھکر آپ سے رہنمائی کی درخواست فرمائی، جس کا ترجمہ لفظ بہ لفظ پیش ہے، اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے آپ پر اللہ کا سلام اور اس کی رحمت وبرکت ہو اے رسول خدا کے فرزند اور ان کی چشمان مبارک کی راحت آپ گروہ نبی ہاشم میں اس کشتی کی مانند ہیں جو گہرے اور اندھیرے سمندر میں چل رہی ہو، آپ ہدایت کے روشن چراغ ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہے اور آپ دین کے سرخیل وقائد ہیں کہ جس نے ان کی پیروی کی وہ اس طرح نجات پائیگا جس طرح کشتی نوح میں سوار ہونے والے مؤمنین نے نجات پائی اے رسول اللہ کے فرزند آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں جو قدر و استطاعت (جبر وقدر) کے مسئلہ میں ہمیں پریشانی لاحق ہے، (براہ کرم) آپ ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے بتانے کی زحمت فرمائیں تاکہ اس مسئلہ میں ہمیں معلوم ہوجائے کہ آپ کی روش کیا ہے کیونکہ آپ فرزند رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو علم خصوصی سے نوازا ہے وہ آپ سب کا بہترین محافظ ہے اور آپ تمام لوگوں پر خدا کی طرف سے محافظ ونگہبان ہیں۔ والسلام

دین کے رہبر سبط پیغمبر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خط کا جو، جواب تحریر فرمایا اس میں علم وحکمت کے بحر بیکراں کے ساتھ رموز واسرار ونکات حقائق وتصوف کا وہ خوشبودار گل کھلا ہے جس سے دل ودماغ معطر ہو اٹھتا ہے، آپ کے خط کا جواب اس طرح ہے۔

الجواب: شروع اللہ کے نام سے جو کمال مہربان اور نہایت رحم والا ہے، تمہارا مکتوب موصول ہوا جس میں تم نے اپنی اور امت کے دیگر لوگوں کی پریشانی کا تذکرہ کیا ہے اس مسئلہ میں میری جو رائے ہے وہ یہ ہے اجو شخص نیک وبد اور تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے اور جو اپنے گناہوں کا ذمہ دار خدا کو ٹھہراتا ہے، (معاذ اللہ) وہ بے ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شترِ بے مہار نہیں چھوڑا ہے نہ جبراً وہ اطاعت کراتا ہے اور نہ جبراً گناہ، لیکن بندوں کی تمام ملکیتوں اور ان کی تمام قوت وطاقت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اگر بندوں کو طاعت پر مجبور کر دیا جاتا تو ان کے لئے کوئی اختیار نہ ہوتا اور انھیں طاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہتا، اور اگر بندے اس کی معصیت کریں اور اللہ کی مشیت ان پر احسان کرنا چاہے تو ان کے اور اُن کے گناہ کے درمیان کوئی فعل حائل کر دیتا ہے، اب اگر وہ ارتکاب معاصی نہ کرسکیں تو یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے انہیں مجبور کر دیا، اور نہ جبر سے وہ فعل ان پر لازم کر دیا تھا، یہ ان پر دلیل وحجت کے طور پر ہے اگر انہیں اس کی معرفت ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ ہدایت بنادی ہے لہٰذا (اللہ تعالیٰ نے) جس کے کرنے کا حکم دیا ہے اسے کرو اور جس سے بچنے کا حکم دیا ہے اس سے بچو، اور اللہ ہی کے لئے حجت بالغہ ہے۔ والسلام

آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کو جس قدر توفیق مرحمت فرمائی ہے، بندہ عمل میں اسی قدر مختار ہے، ہمارا دین جبر وقدر کے درمیان ہے اگر چہ اس خط کے تمام مضمون سے ایک ہی جملہ ہمارا مقصود تھا لیکن فصاحت وبلاغتِ کلام کے اعتبار سے ہم نے پورا خط نقل کر دیا ہے اور اس لئے کہ امت کے ہر فرد کو یہ اندازہ ہو جائے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم حقائق واصول میں کیسی مہارت تامہ رکھتے تھے اور آپ کے فضل وکمال کا کیا عالم تھا حضرت حسن بصری نور اللہ مرقدہٗ کمالِ علم وفضل کے باوجود حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کے مقابلہ میں دسویں درجے پر تھے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ قرۃ العین فاطمہ زہرا دلبند مصطفےٰ جگر گوشہ شیر خدا رضی اللہ عنہم بہت ہی متحمل اور بردبار تھے آپ کے تحمل وبردباری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک روز آپ کوفہ کے دار الخلافہ کے دروازے پر تشریف فرما تھے صحرا سے ایک دیہاتی نو وارد آیا اور اس نے آتے ہی آپ کو اور آپ کے والدین کریمین کو برا بھلا کہنا اور گالیاں دینا

شروع کردیں آپ نے اس سے دریافت کیا کیا تو بھوکا، پیاسا ہے یا تجھ پر کوئی مصیبت آن پڑی ہے اس نے پھر اسی طرح "شب وستم کرنا شروع کر دیا اور کہا آپ ایسے ہیں اور آپ کے والدین ایسے ہیں؟ حضرت امام نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ طشت میں چاندی بھر کر لاؤ اور اس شخص کو دے دو اسے طشت سے لبریز چاندی عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اے، اعرابی ہمیں معذور سمجھنا اس وقت گھر میں اس کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا ورنہ اس کے دینے سے انکار نہ ہوتا جب اعرابی نے آپ کا صبر و تحمل دیکھا تو پکار اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ فرزند رسول اللہ ہیں۔

مشائخ اولیاء کے نزدیک بھی لوگوں کا برا بھلا کہنا برابر ہے اور ان کے ظلم وستم اور شب وستم کا وہ کوئی اثر نہیں لیتے، حقیقت یہ ہے کہ تمام مشائخ اولیاء اللہ کی صفت حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی اتباع میں ہے، درحقیقت آپ امام اولیاء وعلماء ہیں آپ شریعت وطریقت کے مقتداء ہیں۔

دلبند مصطفیٰ حضرت سیدنا امام حسین گلگلوں قبا رضی اللہ عنہ

اہل بیت مصطفیٰ میں ائمہ اطہار میں سے شمع آل رسول جگر گوشہ بتول اپنے زمانہ کے امام وسردار دنیاوی علائق سے پاک وصاف مرد مجاہد، حق گو و بیباک، قافلہ سالار عشق ابو عبداللہ حضرت سیدنا امام حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں، آپ اہل ابتلاء کے قبلہ ورہنما اور شہید دشت کرب وبلا ہیں اور تمام اہل طریقت کے مقتدا و پیشوا ہیں آپ کے حال کی درستگی پر سبھی متفق ہیں اس لئے کہ جب تک حق ظاہر وغالب رہا آپ حق کے فرماں بردار رہے اور جب حق مغلوب ومفقود کے دہانے پر پہنچا تو آپ تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آئے اور جب تک راہ خدا میں اپنی جان عزیز قربان نہ کر دی چین وآرام نہ لیا، آپ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیشتر نشانیاں تھیں جن سے آپ مخصوص ومزین تھے آپ کے فضائل ومناقب بیحد و بے انتہا ہیں چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار نے اپنی پشت مبارک پر سوار کر رکھا ہے، حضور نے ڈوری کا ایک حصہ اپنے ہاتھ میں لے رکھا اور دوسرا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں، سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو چلاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زانو کے بل چل رہے ہیں اور چلتے جارہے ہیں یہ حال دیکھ کر میں نے کہا "نعم الجمل یا ابا عبد اللہ، اے ابو عبداللہ (امام حسین رضی اللہ عنہ) آپ کی کتنی اچھی سواری ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا

نعم الراکب یا عمر ،اے عمر یہ سوار بھی تو کس قدر اچھا ہے،اللہ اللہ جو سب بچوں سے سچا سب اچھوں سے اچھا ہے،وہ اپنی زبان مبارک سے حضرت امام کو اچھا فرمارہا ہے،کیا اس سے بڑھکر بھی اور کوئی صورت ہوسکتی ہے،

طریقت میں بکثرت کلام لطیف اور اس کے رموز واسرار معاملات ونکات حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں چنانچہ ایک مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں" اشفق الاخوان علیک دینک "تمہارے لئے سب سے زیادہ رفیق ومہربان تمہارا دین ہے،اس لئے کہ بندے کی نجات دین کی پیروی میں ہے اور اس کی ہلاکت اس کی مخالفت میں ہے،صاحب عقل وخرد کہلانے کا وہی مستحق ہے جو مہربان (اللہ) کے حکم کی پیروی کرے،اور اس کی شفقت کو ملحوظ رکھے اور کسی بھی حالت میں اس کی متابعت سے روگردانی نہ کرے، برادرِ مشفق وہی ہوتا ہے جو اس کی خیر خواہی کرے اور شفقت ومہربانی کا دروازہ اس پر بند نہ کرے۔

ایک روز ایک شخص نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کی اے فرزند رسول! میں ایک مفلس ونادار آدمی ہوں اور صاحب دبل وعیال بھی ہوں اپنے پاس سے رات کے کھانے میں سے کچھ عنایت فرمائیں،حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ! میرا رزق ابھی راہ میں ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں،ہر تھیلی میں ایک ایک ہزار دینار تھے لانے والے نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت خواہ ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فی الحال ان کو اپنے خدام پر خرچ فرمائیں مزید پھر حاضر کیئے جائیں گے،آپ نے اس نادار ومفلس شخص کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں دیناروں سے بھری تھیلیاں اسے عنایت کرتے ہوئے معذرت کی کہ تمہیں بہت دیر تک انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی صرف اتنا ہی کمتر عطیہ تھا اگر میں جانتا کہ اتنی قلیل مقدار ہے تو تمہیں انتظار کی زحمت نہ دیتا مجھے معذور سمجھنا،ہم تو اہل ابتلا سے تعلق رکھتے ہیں،ہم نے تمام دنیاوی ضرورتوں کو چھوڑ کر اپنی راحتوں کو فنا کردیا ہے،غرضیکہ دوسروں کی بھلائی وخیر خواہی کے لئے آپ کے فضائل ومناقب اس قدر مشہور ہیں کہ وہ محتاج بیان نہیں ہیں،امت کا طبقہ اس سے بخوبی واقف ہے،آپ وہ شہید باصفا ہیں جس کا ذکر سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے،آپ کا سرانور مدینہ طیبہ اور جسم اطہر کربلا میں دفن ہے آپ دسویں محرم الحرام بروز جمعہ بوقت ظہر میدان کربلا میں اپنے اہل وعیال ورفقا سمیت نہایت دردناک طریقہ سے شہید کیئے گئے۔

حضرت سیدِ سجاد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:

ائمہ اہل بیت اطہار میں سے وارث نبوت، چراغ امت، شمع ہدایت، حاملِ شریعت، واقفِ راز معرفت وحقیقت تاجدار ولایت زین العباد سردار اوتاد حضرت سیدنا ابوالحسن علی المعرف بہ زین العابدین ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زاہد عبادت گذار اور کشف وحقائق ونطق ودقائق میں بہت مشہور ومعروف شخصیت ہیں، کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ دنیا وآخرت میں سب سے زیادہ نیک بخت وسعید کون شخص ہے آپ نے فرمایا "من اذا رضی لم یحمله رضاه علی الباطل واذا سخط لم یخرجه سخط من الحق" وہ شخص (سب سے زیادہ نیک بخت وسعید ہے) جب راضی ہو تو اس کی رضا اسے باطل پر آمادہ نہ کرے اور جب ناراض ہو تو اس کی ناراضگی اسے حق سے بھٹکنے نہ دے، یہ وصف راست لوگوں کے اوصافِ کمال میں سے ہے اس واسطے کہ باطل سے راضی ہونا بھی باطل ہے اور غصہ کی حالت میں حق کو ہاتھ سے چھوڑنا بھی باطل ہے اور مومن کی ہرگز یہ شان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو باطل میں مبتلا کرے۔

میدان کربلا میں جب آپ کے والدِ معظم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مع واہل وعیال اعزہ ورفقاء کو شہید کردیا گیا اس وقت آپ بیمار وعلیل تھے، چونکہ آپ کے سوا مستورات حرم کا کوئی نگہبان ومحافظ نہ بچا تھا اس لئے آپ کو چھوڑ دیا گیا اور آپ شہید ہونے سے بچے آپ ہی خانوادۂ ہاشمی کے روشن چراغ ہیں کہ اسی ایک چراغ سے لاکھوں کروروں چراغ روشن ومنور ہیں۔

روایت میں ہے کہ جب اہل بیت اطہار کو اونٹوں کی ننگی پشت پر سوار کر کے دمشق لیجایا گیا تو دربار یزید میں کسی نے آپ سے دریافت کیا، اے علی رحمت کے گھر والو یہ تو بتاؤ کس حال میں ہو؟ آپ نے فرمایا "اصبحنا من قومنا بمنزلة قوم موسیٰ من آلِ فرعون یذبحون ابناء هم ویستحیون نسآء هم فلا ندری صباحنا من مساء نامن حقیقة بلائنا" ہماری حالت اپنی قوم کے ہاتھوں ایسی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی حالت فرعونیوں کے ہاتھوں ہوئی تھی کہ وہ ان کے فرزندوں کو قتل کرتے اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ اس امتحان گاہ میں ہماری صبح، ہماری شام کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھے گی ہم اللہ کی نعمتوں پر شکر بجالاتے ہیں اور اس کی ڈالی ہوئی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔

ایک سال ہشام ابن عبدالملک ابن مروان حاکم شام حج کیلئے آیا، طواف کعبہ کررہا تھا اور چاہتا تھا کہ حجر اسود کو بوسہ دے لیکن ازدھام کی وجہ سے وہاں تک پہنچنے کی راہ نہ ملتی تھی جب وہ منبر پر خطبہ دینے کھڑا ہوا تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جاہ وجلال کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے کہ آپ کا چہرہ انور درخشاں رخسار مبارک تاباں اور لباس مبارک معطر و معنبر تھا جب آپ طواف کرتے ہوئے حجر اسود کے قریب پہونچے تو آپ کے احترام وتعظیم میں تمام لوگ حجر اسود کی گرد سے ہٹ کر کھڑے ہوگئے، تاکہ آپ حجرِ اسود کو بوسہ دے سکیں، شامیوں نے جب آپ کی یہ شان وشوکت دیکھی تو وہ ہشام سے کہنے لگے اے امیر المومنین آپ کو لوگوں نے حجر اسود کو بوسہ دینے کی راہ نہیں دی باوجودیکہ آپ امیر المومنین ہیں لیکن اس خوبرو نوجوان کے آتے ہی سب لوگ حجرِ اسود کے پاس سے ہٹ گئے اور انہیں راہ دے دی ۔

ھشام نے از راہ تجاہل عارفانہ کہا میں نہیں جانتا یہ کون شخص ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ ہشام کے اس انکار کا مقصد یہ تھا کہ شامی لوگ انہیں پہچان سکیں اور کہیں ان کی پیروی اختیار نہ کرلیں جس سے اس کی شہنشاہیت اور امارت خطرے میں پڑ جائے عرب کا مشہور شاعر فرزدق اس وقت وہیں کھڑا تھا اس اہانت آمیز کلمہ پر اس کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور بابانگِ دہل وہ کہنے لگا ہشام سن لے، میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں شامیوں نے پوچھا! اے ابوالفراش! فرمایئے یہ کون شخص ہے فرزدق نے کہا لو سن لو میں ان کے اوصاف بتاتا ہوں اور ان کا نسب بیان کرتا ہوں اور فی البدیہہ یہ قصیدہ موزوں کرکے حضرت امام کی شان میں پڑھا۔

قصیدہ مدحیہ در شان حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

هذا لذی تعرف البطحاوطائته ۔۔۔ والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ شخص ہے جس کے نشانِ قدم کو اہل حرم پہچانتے ہیں خانۂ کعبہ اور حل وحرم سب انہیں جانتے ہیں

هذا ابن خیر العباد کلهم ۔۔۔ هذا لتقی النقی الطاهر العلم

یہ خدا کے بندوں میں سب سے بہترین بندے کا فرزند ہے سب سے زیادہ متقی، پاک وصاف اور بے داغ نشان والا ہے

هذاابن فاطمة الزهر ان کنت جاهله ۔۔۔ بجده انبیاءُ اللّٰه قد ختم

اگر تو نہیں جانتا؟ تو سن یہ فاطمہ زہرا کے جگر گوشہ ہیں ان کے نانا پر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ ختم فرمایا ہے۔

يبين نور الدجىٰ عن نور طلعته   كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم

ان کی منور پیشانی سے نور ہدایت اس طرح جلوہ فگن ہے، جیسے آفتاب کی روشنی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

يغضى حياءً ويغضى مهابةً   فما يكلم الا حين يتبسم

یہ اپنی آنکھیں حیا سے نیچی رکھتے ہیں اور لوگ ہیبت سے ان کی طرف آنکھیں اونچی نہیں کر سکتے اور جب بات کرتے ہیں تو منھ سے پھول جھڑتے ہیں۔

ينمى الىٰ ذروة العز التى قصرت   عن نيلها عرب الاسلام والعجم

یہ عزت ومنزلت کی ایسی بلندی پر فائز ہیں، کہ عرب وعجم کا کوئی مسلمان ان سے ہمسری نہیں کر سکتا

من جده دان فضل الانبياء له   وفضل امته وانت له الامم

ان کے نانا تمام نبیوں سے افضل اور ان کی امت تمام امتوں سے افضل ہے اور تو بھی ان کی امت کا ایک فرد ہے،

تتيكا ديمسكه عرفان راحته   ركن الحطيم اذا ماجاء يستلم

جب حجر اسود کو بوسہ دینے کے قریب ہوں تو ممکن ہے وہ ان کی انگلیوں کی راحت کو پہچان کر (خود) انھیں تھام لے،

فليس قولك من هذا بضائره   العرب تعرف من انكرت والعجم

ھشام! تیرا انکار کرنا انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا انھیں تو عرب وعجم سب پہچانتے ہیں،

فرزدق شاعر نے حضرت سید سجاد امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں بہت طویل اشعار کہے ہیں، جن کا یہاں جمع کرنا بہت دشوار ہے اس کے علاوہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اہلبیت اطہار کی تعریف وتوصیف میں بہت سے اشعار کہے ہیں جن کا ذکر بخوف طوالت نہیں کیا جاسکتا، فضائل ومدح کے ان اشعار پر ہشام بہت برافروختہ ہوا، اور فرزدق شاعر کو گرفتار کر کے عسفان کے جیل خانہ میں ڈال دیا جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع ہے، بلا ثبوت ومقدمہ کسی کو قید کر دینا اسلام میں اس کا کہیں کوئی جواز نہین ہے، یہ ہشام کی پہلی جرأت ہے کہ اس نے ایسا کیا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو فرزدق کی جرأت ایمان کی تحسین فرمائی اور دل جمعی کے خاطر بارہ ہزار درہم ودینار اس پیغام کے ساتھ آپ نے بھجوائے کہ ہمیں معذور سمجھنا اگر اس سے زیادہ ہمارے پاس اس وقت ہوتے تو اسے دینے میں ہم دریغ نہ کرتے، فرزدق نے وہ مال واپس کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے فرزند رسول! میں نے امیروں اور بادشاہوں کی شان میں بکثرت قصیدے کہے ہیں اگر ان کے کفارہ میں کچھ اشعار آلِ

رسول کی محبت میں عرض کردیئے تو کون سا کمال کیا؟ میں نے تو اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت دیا ہے کسی مال ومنال کی طمع میں نہیں کہا ہے، میں اس کا اجر خدا ہی سے چاہتا ہوں، اور رسول پاک کی اہلبیت پاک سے محبت ودوستی کا طلبگار ہوں، جب یہ پیغام حضرت امام کو پہنچا تو وہ رقم دوبارہ واپس کرتے ہوئے آپ نے کہلا بھیجا کہ اے ابوالفراش! اگر واقعی تم کو ہم سے محبت ہے تو جو ہم نے بھیجا ہے اس کو قبول کرلو تقاضائے محبت یہی ہے، کیونکہ ہم نے رضائے الٰہی کے لئے اپنی ملک سے نکال کر تمہاری ملک میں دے دیا ہے یہ سن کر فرذوق آبدیدہ ہوگیا اور احسان مندی کا اظہار کرتے ہوئے وہ عطیہ قبول کرلیا۔

فرذوق شاعر نے آپ کے تقویٰ وطہارت کا ذکر اس انداز میں کیا،

ان عُد اهل التقیٰ کانو ائمتهم　　　　وقيل من خير اهل الارض قيل هم

اگر تمام اہل تقویٰ کو جمع کیا جائے تو یہ ان سب کے امام ہوں گے، ص اگر اہل زمیں سے اچھے لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے تو سب یہی کہیں گے یہی ہیں یہی ہیں۔

مقدم بعد ذكر الله ذكرهم　　　　فی كل بدوٍ مختومٌ بهٖ الكلم

ان کا ذکر خدا کے ذکر کے بعد مقدم ہے، ہر میدان میں ان کے کلمات ثبت ہیں۔

من يعرف الله يعرف اوليته　　　　والدين من بيت هذا نا له الامم

جسے خدا کی معرفت ہے وہ ان کی برتری کو پہچانتا ہے، چونکہ ان کے گھر سے دین پہنچا ہے ساری امت کو حق بھی یہی ہے کہ اہل معرفت ہی ان کے فضل وشرف اور فضیلت وبزرگی کو پہچانتے ہیں، کون وہ دنیا کا انسان ہے اور کون سا وہ قبیلہ ہے جن کی گردنوں پر آپ کا اور آپ کے آباواجداد کا احسان نہیں ہے، اور کون ہے جو اس احسان کے بوجھ کے تلے دبا ہوا نہیں ہے، حقیقت یہ کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جس قدر تعریف وتوصیف بیان کی جائے وہ کم ہے،

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغِ دیدۂ افلاک ہے تو

ہشام ابن عبدالملک کے ذریعہ آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ بعمر ۵۷ رسال آپ شہید ہوئے آپ کی آخری آرام گاہ جنت البقیع شریف میں ہے آپ اپنے عم محترم حضرت سیدنا امام حسنِ مجتبیٰ ابن علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

مزار ہر دو جہاں دولتِ وصال تو بس
وصال چیست کہ آمد شد خیال تو بس

حضرت سیدنا امام محمد باقر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ائمہ اہلبیت اطہار میں سے طریقت میں دلیل وحجت مشاہدہ کے برہان امام زمان اولاد رسول برگزیدہ نسل علی، اللہ کے ولی، کاملین کے رہنما سیدنا ابو جعفر امام محمد باقر بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنھم ہیں بعض لوگوں نے آپ کی کنیت ابوعبداللہ لکھی ہے، آپ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں علوم کی باریکیوں اور کتاب الٰہی کے رموز واشارات اور اس کے لطائف واضح طور پر بیان کرنے میں آپ کو کمال دسترس تھی، آپ کی بے شمار کرامتیں اور روشن دلائل خاص وعام کے زبان زد ہیں، بادشاہ وقت نے آپ کو شہید کرنے کے ارادہ سے دربار میں بلوایا جب آپ اس کے قریب تشریف لے گئے تو وہ بجائے شہید کرنے کے آپ سے معذرت کرنے لگا اور تحائف پیش کر کے نہایت عزت واحترام کے ساتھ واپس کیا۔

درباریوں نے حیرت وتعجب سے بادشاہ سے پوچھا؟ کہ آپ نے انھیں تو شہید کرنے کے لئے بلوایا تھا لیکن سلوک اس کے برعکس کیا؟ اس کی کیا وجہ ہے بادشاہ نے جواب دیا جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے دیکھا کہ دو شیر ان کے داہنے اور بائیں بازو کھڑے ہوئے ہیں اور وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ خبردار، اگر تو نے حضرت امام کے ساتھ بدسلوکی کا ارادہ کیا تو ہم تجھے چیر پھاڑ کر برابر کردیں گے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیہ کریمہ۔ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ، کی تفسیر میں فرمایا جس نے طاغوت کا انکار کیا، اور اللہ پر ایمان رکھا۔

من شغلک عن مطالعۃ الحق فھو طاغوتک، جو تجھے حق تعالیٰ کے مطالعہ سے غافل کرے وہی تیرا طاغوت ہے، اے طالب حق تمہیں یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ تمہاری آنکھوں پر وہ کون سا پردہ پڑا ہوا ہے جو معرفت الٰہی میں مانع ہے اور یاد الٰہی سے تمہیں غافل بنارہی ہے، اسے ترک کرڈالو تاکہ تمہیں مکاشفۂ ربانی حاصل ہو اور درمیان میں کوئی حجاب حائل نہ رہے۔

حضرت امام کی روحانی مناجات: آپ کے ایک خادم خاص جو ہمیشہ آپ کے ہمراہ رہا کرتے تھے، بیان فرماتے ہیں کہ جب رات کا ایک پہر گذر جاتا اور درود وظائف سے فارغ ہوجاتے تو قدرے بلند آواز سے

بارگاہ رب العٰلمین میں مناجات کرتے اور اس طرح عرض گذار ہوتے۔

اے میرے اللہ! اے میرے مالک، رات آگئی ہے، اب بادشاہوں کا تصرف واختیار ختم ہو چکا ہے ستارے آسمان پر جھلملانے لگے ہیں خلقت گھروں میں جا چکی ہے اور لوگ (میٹھی نیند) سو چکے ہیں آوازیں سکوت میں ڈوب چکی ہیں مخلوق خدا لوگوں کے دروازوں سے ہٹ چکی ہے، بنوامیہ بھی محوِ خواب وخور ہیں انھوں نے اپنے خزانوں کو مقفل کر کے ان پر پہریدار کھڑے کردیئے ہیں جو لوگ ان سے لالچ وطمع رکھتے تھے وہ بھی ان سے دور ہو چکے ہیں، اے اللہ تو زندہ وپائندہ اور دیکھنے وجاننے والا ہے تیرے لئے خواب وبیداری برابر ہے جو تجھے ایسا نہ جانے وہ کسی نعمت کا مستحق نہیں ہے، اے رب کریم تجھ کو کوئی چیز نئی چیز سے روک نہیں سکتی اور شب وروز، تیری بقاء میں اثر انداز نہیں ہو سکتے ہر دعا کرنے والے کے لئے تیری رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تیرے خزانے تیری حمد وثناء کرنے والوں کے لئے وقف ہیں، تو ایسا مالک حقیقی ہے کہ کسی سائل کو محروم نہیں رکھتا، اے میرے پروردگار! جب موت، قبر حساب اور حشر کو یاد کرتا ہوں تو یہ دل کسی طرح چین وقرار نہیں پاتا، لہٰذا جو بھی حاجت مجھے لاحق ہوتی ہے، میں تجھی سے عرض کرتا ہوں اور تجھی کو فریاد رس جان کر تجھی سے مدد مانگتا ہوں، اب میری عرض یہ ہے کہ بوقتِ موت عذاب سے محفوظ رکھنا اور بوقتِ حساب بے عتاب راحت عطا فرمانا، آپ کا معمول تھا کہ اس دعا میں تمام رات گذار دیتے ایک رات میں نے عرض کیا، اے میرے اور میرے ماں باپ کے آقا آپ ساری رات آہ وفغاں میں مشغول رہتے ہیں، یہ گریہ وزاری اور سینہ فگاری کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ اس پر آپ نے فرمایا اے دوست! حضرت یعقوب علیہ السلام کے صرف ایک فرزند حضرت یوسف علیہ السلام ان کی نظروں سے روپوش ہوئے تھے اس پر وہ اس قدر روئے کہ ان کی آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور آنکھیں گریہ وزاری کے سبب سفید ہو گئی تھیں لیکن میرے اب وجد کے خاندان کے اٹھارہ نفوس میدانِ کربلا میں گم ہو گئے یہ غم کیا اس سے کم ہے میں ان کے غم وفراق میں کیوں نہ اپنی آنکھیں سفید کروں اور کیوں نہ اپنے رب کے حضور فریاد کروں۔

نوٹ: یہ مناجات عربی میں بہت فصیح ہے، بخوف طوالت صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

آپ شریعت وطریقت کے کامل امام کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما: آئمہ اہل بیت اطہار میں سے شیخ کبار طریقت، یوسف سنت، مزین صفوت، معبر معرفت سیدنا ابو محمد حضرت امام جعفر بن صادق بن باقر بن علی زین العابدین

بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، آپ کا حال بہت بلند سیرت پاک نہایت پاکیزہ ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ اور شمائل و خصائل میں شستہ و منور تھے آپ کے اشارات تمام علوم میں خوبی اور رقتِ کلام کی بنا پر بہت مشہور و معروف ہیں اور باعتبار لطائف و معانی مشائخ طریقت میں بہت معروف ہیں، جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں، چنانچہ معرفتِ باری تعالیٰ کے متعلق آپ کا ارشاد ہے "من عرف الله اعرض عما سواه" جسے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ ماسوا اللہ سے کنارہ کش ہوگیا، اس لئے کہ جو شخص اللہ سے واصل ہو جاتا ہے اس کے دل میں کسی غیر کی کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہتی، دراصل اللہ کی معرفت، اس کے غیر سے دستکش ہونے ہی کا نام ہے اسے علیحدگی سے معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے، جب تک غیر اللہ سے لگاؤ اور تعلق رہے گا معرفتِ الٰہی سے محروم ہی رہے گا چنانچہ جو عارف باللہ ہوتا ہے مخلوق اور اس کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے اور اس کا دل ماسویٰ اللہ جدا ہو کر اللہ کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں مخلوق کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہتی نہ وہ کسی حال میں ان کی طرف التفات کرتا ہے اور نہ ان سے کوئی علاقہ رکھتا ہے۔

توبہ کے بارے میں آپ ارشاد فرماتے ہیں "لا تصح العبادة الا بالتوبة لا ن الله تعالیٰ قدم التوبة علیٰ العبادة، قال الله تعالیٰ التائبون العابدون الآية" عبادت توبہ کے بغیر صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، توبہ کرنے والے ہی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ توبہ مقامات کی ابتداء اور عبودیت اس کی انتہا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب گنہگار بندوں کا ذکر فرمایا تو، توبہ کے حکم کے ساتھ یاد کیا چنانچہ فرمایا، تو بو ا الی الله جميعاً ايها المؤمنون۔ اللہ کی بارگاہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرو، اے مسلمانو! مسلمین کو جب اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا تو حکم توبہ کے ساتھ لیکن جب اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کو یاد فرمایا تو عبودیت اور بندگی کے ساتھ چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا فاوحیٰ الیٰ عبده ما اوحی "" ہم نے وحی نازل فرمائی اپنے بندۂ خاص پر جو وحی ہم نے چاہی۔

حکایت: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول! آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تاکہ میرے دل کی سیاہی دور ہو جائے، آپ نے فرمایا! اے ابوسلیمان! تم تو اپنے زمانہ کے مشہور عابد، اور زاہد ہو تمہیں میری نصیحت کی حاجت ہی کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا اے اولادِ رسول! آپ کو ساری مخلوق پر فضیلت حاصل ہے اور آپ پر واجب ہے کہ سب کو نصیحت

فرمائیں، آپ نے ارشاد فرمایا اے ابوسلیمان! میں ہمیشہ اس بات سے خائف رہتا ہوں کہ کل روزِ قیامت میرے جد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اس پر میری گرفت نہ فرمائیں کہ تم نے میری اتباع کا حق کیوں نہ ادا کیا کیونکہ اتباع نبوی کا تعلق نہ نسب صحیح سے اور نہ نسب قوی سے بلکہ یہ تو پیروی کرنے سے ہی متعلق ہے، یہ سن کر حضرت داؤد طائی علیہ الرحمہ بہت روئے اور، رو، رو کر عرض کرنے لگے؛ خداوندا جس شخص کا خمیر ہی نبوت کی خاک سے ہے اور جس کی طبع نشو نما اپنے جد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے برہان وحجت کے اصول سے ہے اور جس کی مادرِ معظمہ خاتون جنت بتول الزہرا ہیں جن کا نام نامی سید فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے اس قدر فضائل ومراتب کے باوجود وہی بذاتِ خود اس حیرانی وپریشانی میں ہیں تو داؤد کس گنتی وشمار میں ہے وہ زہد وورع پر کیسے بھروسہ کرسکتا ہے۔

دوسری حکایت: ایک روز آپ اپنے غلاموں کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا آؤ ہم سب مل کر عہد وپیاں کرلیں کہ ہم میں سے جو بھی بخشا جائے وہ روزِ قیامت دوسرے کی شفاعت کرے غلامان باادب عرض کرنے لگے اے فرزند رسول! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے؟ آپ کے جد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تو خود ساری مخلوق کے شفیع ہوں گے، آپ نے فرمایا میں اپنے پروردگار سے شرمسار ہوں اور روز قیامت اپنے جد کریم علیہ السلام کے روبرو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

آپ کی یہ کیفیت اپنے نفس کی عیب گیری پر مبنی تھی کیوں کہ یہ صفت اوصاف کمال سے متعلق ہے اللہ کے برگزیدہ بندے اپنے عاجزی تواضع وکسر نفسی کا پورا لحاظ رکھتے ہیں اور اسی صفت پر اللہ تعالیٰ کے تمام مقبول بندے ہیں خواہ وہ انبیاء ومرسلین ہوں یا اولیاء صالحین ہوں یا صوفیاء کاملین ہوں کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اذا اراد اللہ بعبدہ خیراً البصرۃ عیوب بنفسہ" اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیوب کو دکھا دیتا ہے، جو بندے بارگاہِ احدیت میں خاکساری تواضع وبندگی سے سر جھکاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہاں میں سربلند رکھتا ہے۔

اصحابِ صفہ (اہل صفا)

جاننا چاہیئے کہ خلفاء راشدین ائمہ اہل بیتِ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے مختصر تذکرہ کے بعد اجمالاً اصحاب صفہ کا ذکر ضروری ہے کیونکہ امتِ مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی ایک جماعت مسجد نبوی شریف میں ہمہ وقت مصروف عبادت رہتی تھی اور انھوں نے علاقۂ دُنیوی سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی تھی حتیٰ کی یہ حضرات کسب معاش سے بھی کنارہ کش تھے، روزی رسانی کے لئے ان کا بھروسہ صرف ذات باری پر تھا جو کچھ میسر آ جاتا کھالیا کرتے ورنہ روزہ رکھ لیا کرتے تھے، اس لئے زیادہ تر یہ حضرات روزہ ہی رکھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی طرف خصوصی توجہ رکھنے کا حکم دیا چنانچہ قرآن مجید میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ان کی طرف خصوصی توجہ رکھنے میں ہے، ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ و العشیّ یریدون وجھہ۔ ترجمہ: جو لوگ دن رات اپنے رب کی عبادت کرتے اور اس کی رضا کی طلب میں لگے رہتے ہیں، آپ ان کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ جن حضرات کو نصیب ہو جائے ان سے بڑھکر فضیلت و بزرگی والا کون ہو سکتا ہے اور ان کی سعادتمندی و فیروز بختی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

بکثرت قرآنی آیات اور متعدد احادیث نبوی اصحاب صفہ کے فضائل و مناقب میں ناطق و شاہد ہیں، مختصراً چند احادیث کا ذکر گوش گذار کرتا ہوں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر اصحاب صفہ کی طرف ہوا اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ فقر مجاہدہ کے باوجود نہایت خوش و خرم ہیں آپ نے ان سے فرمایا اے اصحاب صفہ! تم کو اور میری امت کے ہر اس شخص کو جو تمہاری صفت پر خوش دلی سے قائم ہو بشارت دی گئی ہے کہ جنت میں تم میرے رفقاء ہو گے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان جانثار رفقاء الملقب بہ اصحاب صفہ کے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔

☆ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیِ رسول جو بارگاہِ جبروت کے منادی یعنی موذن مسجد اور حضور کے نہایت پسندیدہ تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور پاک کے چہیتے محبوب اور محرم اسرار تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مہاجر اور انصار کے جرنیل اور رضائے خداوندی کے ہمہ وقت طالب رہتے تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت عمارہ بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پاکیزہ، برگذیدہ اور محبوبانِ خدا کی زینت تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ جو علم وحلم کے مخزن اور عقل وفہم کے سمندر تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو برادر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے نہایت پاک طینت اور مقبول برحق تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو گوشہ وتنہائی کے راہ کے سالک اور ہر عیب وذلت سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مقام تقویٰ کی دعوت دینے والے اور بلا ومصائب پر راضی رہنے والے تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو درگاہِ رضا کے قاصد اور بارگاہ بقا اندر فنا کے طالب تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سعادت کے عدن اور بحر قناعت کے شناور تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے دونوں جہاں سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو کر رہ گئے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت ابوکبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور پاک کے محبوب اور مشاہدات کی طلب میں مشقتیں جھیلنے والے تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت حضرت کنانۃ الحصین عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت عزت والے مقبول التوبہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

☆ صحابیِ رسول حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ اور راہِ تواضع کے معمر اور حجت قطعیہ کی راہ طے کرنے والے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت عکاشہ بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عذابِ الٰہی سے خائف اور گمراہی سے دور رہنے والے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت مسعود بن ربیع القاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قبیلہ بنی قار کے سردار اور مہاجرین وانصار کے زینت تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ابوذر جنادہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زھد حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیھما السلام کے مشابہ اور جو دیدارِ الٰہی کے مشتاق تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور کے تمام قول فعل کے لحاظ اور ہر خوبی سے متصف تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت صفوان بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مقام استقامت پر قائم اور متابعتِ شریعت پر گامزن تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ابوالدرداء عویم بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحب ہمت اور ہر تہمت سے مبرا اور پاک تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور پاک کے برگزیدہ صحابی اور بارگاہ رجا سے تعلق رکھنے والے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن بدر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کیمیائے بحرشرف اور توکل کے صدف کے چمکدار موتی تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت مسطح بن ثابت بن عباد بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو توبۃ النصوح کے شرف والے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حافظ حدیث علم وعمل کے مخزن اور بحرِ معارف کے کے شناور تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عالی ہمت بلند اقبال اور خوشنودی مولا کے طالب تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت معاذ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جانثار عاشقِ زار تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت دستان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو طالب پروردگار اور محبوب رب کے جاں نثار تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ جو بہترین خصائل والے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت رسول ثابت بن ودیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فصیح البیان واصحاب الرائے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ابوعیسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحب کمال تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت عویم بن ساعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نہایت برگزیدہ پاک اور طاہر تھے

☆ صحابی رسول حضرت ابواللیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جلیل القدر اور اعلیٰ اوصاف والے تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت سالم بن عمر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایمان وعمل میں نہایت ثابت قدم تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت کعب بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحب حیاء اور زھد واتقا تھے۔

☆ صحابی رسول حضرت ذہب بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ صحابی رسول حضرت حجاج بن عمر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کوانہیں اصحاب صفہ میں شمار کیا گیا ہے مگر کبھی کبھی انھوں نے اپنے متعلقین کی طرف بھی کچھ توجہ کرلی تھی اصحاب صفہ کا یہ وہ مختصر تذکرہ ہے جن کی ذات والا صفات رنگ تصوف میں ڈوبی ہوئی نظر آتی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" واصحابی کانجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم "میرے صحابہ روشن ستاروں کے مانند ہیں پس جو شخص ان میں سے کسی کی اتباع کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہوجائے گا، تمام صحابہ ہدایت کے روشن منارہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور مرتبہ صحابیت میں یکساں ہیں ہاں علم وعمل میں تفاوت ہے، ان حضرات کا زمانہ ہر لحاظ سے سب زمانوں سے افضل ہے، درحقیقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا زمانہ ہی خیر القرون تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس صحبت سے سرفراز فرمایا اور ان کے دلوں کو تمام عیوب سے محفوظ رکھا، جیسا کہ حدیث پاک میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" خیر القرون قرنی ثم الذین یلو نھم، (الحدیث) سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے اس کے بعد وہ زمانہ جو اس سے متصل ہے پھر وہ جو اس کے بعد آئے گا، مہاجرین وانصار اصحاب رسول اللہ کے وہ طبقات جن کے اوصاف وفضائل قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمائے گئے۔

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعو هم باحسان: سب سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے بھلائی کے ساتھ یہ حضرات رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہم نشینی حاصل فرمانے والے ہیں ان میں ہر ہستی پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق سے متصف تھی اور ان میں سے ہر ایک شخص کمالات انسانی کے انتہا تک پہنچ چکا تھا۔

طبقہ تابعین کے ائمہ طریقت

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تابعین جن کا زمانہ صحابہ کرام سے متصل تھا اور ان آفتاب رسالت کے پرتو سے چمکنے والے ستاروں سے فیضیاب تھے، جن میں عکس نبوت چھن چھن کر دلوں کو جلا اور قلوب کو منور و مجلیٰ فرما کر تعلق مع اللہ کو خوب مستحکم اور مضبوط بنائے ہوئے تھی، طبقہ تابعین کے ائمہ طریقت میں سے آفتاب امت ماہتاب دین وملت شمع بزمِ طریقت سراج ہدایت، شیخ اکبر امامِ الصوفیاء زھد الانبیاء عاشق مصطفےٰ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں امت رسول کے افراد نے آپ کی نیکیوں کے طفیل دعائیں مانگیں اور آپ کے وسیلہ سے مرادیں پائی ہیں، ہمارا سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ ،صابریہ، نظامیہ، ابوالعلائیہ جہانگیریہ کے اکابرین واصاغرین آج بھی آپ کے طفیل اس طرح دعا گو ہوتے ہیں۔

الٰہی خیر گردانی بحق شاہ جیلانی، خداوندا اویس پاک کے نیکیوں کے صدقے ہمیں بھی خاک پار کھو ہمارے پیر و مرشد کے، آپ بے شمار نیکیاں خاص کر اس امت پر ہیں جن کا احاطہ کرنا سخت دشوار و مشکل ہے چنانچہ آپ کے متعلق آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل:

قرن میں ایک اویس نامی مرد خدا ہے اس کی شفاعت سے روزِ قیامت قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کے بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت جنت میں داخل ہوگی، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی محفلوں میں اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے سامنے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرماتے اور ان کی بے پناہ محبت اور بے انتہا عشق کا چرچا فرمایا کرتے کہ قرن میں میرا ایک عاشق زار ہے، اور ہمیشہ ہماری محبت میں بے قرار رہتا ہے ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ جب تم اس سے ملاقات کرو تو انھیں میرا سلام

پہنچا کر میری امت کے لئے دعا کی درخواست کرنا نشانی یہ ہے کہ پستہ قد، لمبے بال اور داہنے جانب روپے کے برابر سفید نشان پاؤ گے یہ قدرتی نشانی ہے سفیدی برص کی نہیں ہے اور ایسا ہی نشان ان کے ہاتھ کے ہتھیلی پر بھی ہوگا وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بکریوں کے تعداد کے برابر میری امت کی شفاعت کرے گا، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصال شریف کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا اے نجد کے رہنے والو کھڑے ہو جاؤ! جب وہ لوگ کھڑے ہوگئے تو فرمایا تم میں سے کوئی قرن کا رہنے والا شخص ہے کچھ لوگوں نے کہا ہاں، جب وہ قریب آئے تو آپ نے استفسار فرمایا! کیا تم لوگ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جانتے ہو اور ان کا پتہ بتا سکتے ہو؟ ان لوگوں نے عرض کیا حضرت وہ تو دیوانہ آدمی ہے نہ وہ بولتا ہے نہ آبادی میں آتا ہے اور نہ کسی سے ملتا جلتا ہے عام لوگ جو کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا اکثر جنگل کے درختوں کی پتیاں چباتا ہے جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے، جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنسنے لگتا ہے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں لوگوں نے کہا وہ جنگل میں ہمارے اونٹوں کے پاس رہتا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھ کر چل دیے یہاں تک کہ دونوں حضرات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہونچ گئے اس وقت وہ نماز میں مصروف تھے یہ دونوں انتظار میں بیٹھ گئے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں نے سلام عرض کیا اور ہتھیلی و پہلو پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کردہ نشان دیکھے اور جب نشانیوں کو پہچان لیا تو اپنے لئے دعا کے خواستگار ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سلام اور امت کے لئے دعا کی وصیت پہنچائی۔

جب معلوم ہوا کہ آفتاب رسالت خلقت کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے نہایت بے قرار ہوئے اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے ہوش میں آئے تو دونوں ہاتھ جانب سما کر کے اس طرح دعا فرمائی اے مالک الملک تو ستار و غفار ہے تیرے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ آپ کی امت کے لئے دعا کروں، میرے مالک اپنے رحیمی و کریمی کے صدقہ میں اور اپنے محبوب کی اس محبت کے طفیل میں تو مجھے ان سے ہے میری دعا قبول فرما آواز آئی میں نے ایک تہائی امت کو بخش دیا، پھر گریہ وزاری فرماتے ہوئے دعا کی میرے مولا اپنے حبیب کی امت کو اور بخشدے ندا آئی دو تہائی کی بخشش ہوگئی پھر دعا کی تو تین حصہ امت کی بخشش کا وعدہ رب کریم کی جانب سے ہو گیا، شام کا وقت ہونے والا تھا، ان دونوں حضرات کو واپس ہونا بھی تھا اس خیال سے ان کی التماس پر آپ نے دعا موقوف فرمادی اہل اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اور

تھوڑا وقت مل گیا ہوتا تو امت محمدی کی تمام عاصیوں کی مغفرت کا پروانہ حاصل ہوگیا ہوتا، اللہ اللہ! ان دونوں حضرات نے واپسی کی خواہش ظاہر کی تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ حضرات نے بڑی تکلیف وزحمت اٹھائی اب جایئے قیامت نزدیک ہے، وہاں ہمیں ایسا دیدار نصیب ہوگا جو کبھی منقطع نہ ہوگا، اب میں قیامت کا راستہ بنانے اور اسے صاف کرنے میں مشغول ہوں ان دونوں امیروں کی ملاقات سے اھل قرن کو معلوم ہوگیا کہ بظاہر یہ دیوانہ آدمی کون ہے! اس کے بعد اھل قرن آپ کی بہت عزت اور قدر ومنزلت کرنے لگے، اس واقعہ کے بعد حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے کوچ کرکے کوفہ چلے گئے، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ کی یہی وہ ذات بابرکات ہے کہ جب آپ نے سنا کہ غزوۂ احد میں حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوگئے تو آپ نے پتھر اٹھا کر اپنے سامنے کے دو دانت توڑ ڈالے، پھر خیال آیا کہ اوپر کے دندان شکستہ ہوئے ہیں یا نیچے کے یہ خیال آتے ہی نیچے کے دو دانت توڑ ڈالے پھر خیال آیا کہ داہنے جانب کی دندان شکستہ ہوئے یا بائیں جانب کے اس پر اوپر، نیچے کے تمام دانت توڑ ڈالے یہ ہے عشق کامل کی پہچان کہ محبوب کی ہر ہر ادا کو دل سے اپنایا جائے، کوفہ تشریف لے جانے کے بعد آپ کو پھر کسی نے نہیں دیکھا، انھیں صرف ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا آپ پہلے ملاقات کی غرض سے قرن پہونچے لیکن معلوم ہوا کہ وہاں سے کوچ کرکے کوفہ تشریف لے جاچکے ہیں آپ کوفہ پہونچے ہزار تلاش وجستجو کے باوجود شرف ملاقات سے مشرف نہ ہوسکے، مایوس ہوکر بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو اچانک دریائے فرات کے کنارے جب پہنچے وضو کرتے ہوئے مل گئے دیکھتے ہی پہچان لیا جب کنارۂ فرات سے باہر آکر ریش مبارک میں کنگھی کرنے لگے تو ہرم بن حبان نے آگے بڑھکر سلام عرض کیا آپنے جواب دیا "وعلیک السلام یا ھرم بن حبان" ہرم بن حبانِ دریافت کیا آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ فرمایا عرفت روحی روحک میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا، کچھ عرصہ قیام کے بعد انہیں واپس کردیا حضرت ہرم بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے میری اکثر باتیں ہوتی ہیں، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بروایت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی کہ " انما الاعمال بالنیات ولکل امریءٍ مانوی، آخر تک یعنی حقیقت یہ ہے ہر عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ثمرہ ملتا ہے جو نیت کرے اس کے بعد حضر اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ علیک بقلبک، تم پر فرض ہے کہ اپنے دل کی نگہداشت کرو تاکہ کسی غیر کی فکر میں مبتلا نہ ہو جاؤ (اللھم احینا علیٰ سنتہ وتوفنا علیٰ ملتہ، اے اللہ ہمیں زندہ رکھ ان کی سنت (طریقہ) پر اور موت دے ہم کو ان

ملت (مذہب) پر اس دعا کے متعلق ارشاد ہوا کی حیات معرفت کی اور ہے، اور حیات بشریت کی اور ہے تمام عالم حیات بشریت کے ساتھ زندہ ہے اور دوستان خدا حیات معرفت کے ساتھ زندہ ہیں ایک دن ایسا ہوگا کہ حیات بشریت کی آخر ہو جائے گی جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کل نفسٍ ذائقة الموت ۔ اور حیات معرفت کی ہرگز آخر نہ ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

فلنحیینه حیوة طیبة ۔ بہر حال واصل بحق کو حیات دائمی حاصل ہے، حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحدت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں، السلام فی الواحدة ۔ وحدت میں سلامتی ہے اس لئے کہ جس کا دل تنہا ہو وہ غیر کے فکر سے بے پرواہ، ہر حال میں مخلوق سے کنارہ کش اور ان آفتوں سے محفوظ رہتا ہے، لیکن اگر یہ سمجھے کہ تنہائی کی زندگی گذارنا محال ہے تو وہ یہ جان لے کہ اس کے دل پر شیطان کا تسلط ہے اور اس کے سینہ میں نفس کا غلبہ ہے جس وقت تک دنیا و آخرت کی فکر اور خلق کا اندیشہ اس کے دماغ میں موجود ہے اس وقت تک وحدت و تنہائی سے ہمکنار نہیں ہو سکتا اس لئے کہ کسی خاص چیز سے راحت پانا اور اس کی فکر رکھنا ایک ہی چیز ہے جسے خلوت نشینی اور تنہائی کی عادت ہو گئی وہ اگر چہ مجلس میں بیٹھا ہوا ہو تو بھی اس کی وحدت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اور جو شخص کسی اور خیال میں غرق ہو اگر چہ وہ خلوت میں ہو تو یہ خلوت اسے فارغ نہیں کرتی، معلوم ہوا کہ انسانوں سے جدا ہونا محبت الٰہی نہیں ہے لیکن جسے محبت الٰہی حاصل ہو جائے اس کے لئے انسانوں سے ملنا جلنا بھی ضروری نہیں ہے اور جسے انسانوں سے محبت ہے اس کے دل میں خدا کی دوستی کا گذر نہیں ہوتا بلکہ اسے محبت الٰہی کی ہوا تک بھی نہیں لگتی "لا ن الواحدة صفة عبدِ صاف" اس لئے کہ وحدت صاف دل بندہ کی صفت ہے، سُن لو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " الیس اللہ بکافِ عبده" کیا بندے کے لئے اللہ کافی نہیں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ زمانہ رسول کا پا کر بھی آپ زیارت جمال آرا سے بایں وجہ مشرف نہ ہو سکے، ایک آپ کا غلبۂ حال دوسرے آپ کی والدہ کا حق" آپ جب اپنے عاشق زار حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر مجلس صحابہ میں کرتے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محبوب آقا سے عرض گذار ہوتے کہ یا رسول اللہ آپ اس قدر محبت فرماتے ہیں تو مدینہ کیوں نہیں بلاتے آپ جواب میں ارشاد فرماتے دو چیزوں کی وجہ سے ایک تو ان کا غلبہ حال اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ شرف زیارت کی تاب لانا ان کے بس کے باہر ہے دوسرے ان کی والدہ اس قدر ضعیف و کمزور ہیں اور بصارت بھی کھو چکی ہیں انکی خدمت کا حق بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عہد مبارک زمانہ حیات ظاہری نصیب ہوتے ہوئے بھی آپ آفتاب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرف ملاقات سے بہرور نہ ہوسکے ورنہ صحابی ہوتے، لیکن آپ نے نہایت پسندیدہ زندگی گذاری اور دولتِ شہادت سے مالا مال ہوئے، آپ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں نکلے اور لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا" عاش حمیدا ً و مات شہیدا ً"۔

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد

حضرت سیدنا نعمان ابن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ائمہ اربعہ میں آپ سب سے بلند اور اعظم ہیں آپ تابعین میں سے ہیں آپ کا زمانہ صحابہ کرام سے متصل ہے آپ کا ارشاد ہے کہ دو سال مجھے اور نصیب نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا یہی دو سال صحابہ کرام کی معیت کا دور ہے آپ کے متعلق رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ اگر دین ثریا (ستارہ) کے پاس ہوتا تو بھی فارس کا ایک شخص اسے زمین پر اتار لاتا بلا شبہ یہ آپ ہی کی ذات بابرکات کے متعلق ارشاد ہے جس پر امت کا اجماع ہے۔

آپ امام الائمہ ہیں، آپ امام طریقت، مقتدائے اہلسنت، شرف فقہا، عز علماء، سلوک کے رہنما علم و معارف کے بحر ذخار آپ عبادات و ریاضات و مجاہدات اور طریقت کے اصول میں عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہیں آپ نے ابتدائی زندگی میں لوگوں کے اژدھام سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کا قصد فرمایا تا کہ لوگوں میں عزت و حشمت پانے سے دل کو پاک و صاف رکھیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و منہمک رہیں مگر آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استخوان مبارک کو جمع کر رہے ہیں اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں چھانٹ رہے ہیں اس خواب کو دیکھکر نہایت حیران و پریشان ہو گئے اور حضرت علامہ بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مصاحب سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی، تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ آپنے بہت عمدہ خواب دیکھا ہے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک اور آپ کی سنت کی حفاظت میں ایسے بلند درجہ پر فائز ہوں گے آپ ان میں تصرف کر کے صحیح و سقیم کو جدا جدا کریں گے پھر دوسری مرتبہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوحنیفہ! تمہیں میری سنت کے زندہ

کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم سے اللہ تعالیٰ کو احیائے سنت کا کام لینا ہے اس لئے تم گوشہ نشینی کا خیال دل سے نکال دو اس ارشاد کے بعد خلوت نشینی کا خیال آپ نے دل سے نکال دیا۔

آپ بکثرت متقدمین و مشائخ کے استاذ ہیں چنانچہ امیر الامراء حضرت ابراہیم ادہم، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت داؤد طائی، اور حضرت بشر حافی وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ ہی سے اکتساب فیض حاصل کیا ہے۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے عرض کیا، یا رسول اللہ **این اطلبک یوم القیمۃ** ۔ اے اللہ کے رسول میں آپ کو روزِ قیامت کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا عند علم ابی حنیفۃ، ابو حنیفہ کے جھنڈے کے پاس۔

۲ مشائخ کبار میں امام الصوفیہ شیخ المشائخ حضرت داؤد طائی علیہ الرحمہ جب حصول علم سے فارغ ہو گئے اور ان کا شہرہ آفاق میں پھیل گیا اور وہ یگانہ روزگار تسلیم کر لئے گئے تب وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا اب میں کیا کروں حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا "**علیک بالعمل فان العلم بلا عمل** کالجسم **بلا روح**" یعنی اب تمہیں حاصل شدہ علم پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ علم بلا عمل کے ایسا ہے جیسے بلا روح کے جسم ظاہر و بیکار ہے اور بلا عمل کے علم بے سود عالم جب تک با عمل نہیں ہوتا اس کو صفائے قلب اور اخلاص حاصل نہیں ہوتا جو شخص محض علم ہی پر اکتفا کرے وہ عالم نہیں ہے، کیونکہ عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ محض علم پر قناعت نہ کرے اس لئے کہ علم کا اقتضا یہی ہے کہ با عمل بن جائے جس طرح کہ عین ہدایت، مجاہدے کی مقتضی ہے اور جس طرح کہ مشاہدہ بغیر مجاہدے کے حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح علم بغیر عمل کے سودمند نہیں ہوتا، کیونکہ علم عمل کی میراث ہے، علم میں نور وسعت اور ان کی منفعت، عمل ہی کی برکت کا ثمرہ ہوتا ہے، کسی صورت سے بھی علم عمل سے جدا نہیں کیا جا سکتا، یہی حال علم و عمل کے درمیان ہے۔

۳ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حوضِ کوثر کے کنارے تشریف فرما ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے بزرگ موجود ہیں، معاً میری نگاہ ایک بزرگ پر پڑی جن کا چہرہ بہت ہی چمکدار روشن اور نورانی ہے اور ان کے بال سفید ہیں اور حضورِ اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں اور ان کے برابر حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں حضرت نوفل رضی اللہ عنہ کی نظر جب مجھ پر پڑی وہ میری طرف تشریف لائے اور انھوں نے سلام کیا میں نے ان سے کہا مجھے پانی عنایت فرمائیں انھوں نے جواب دیا کہ میں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے لوں؟ پھر حضور نے اپنی انگشتِ مبارک کے اشارہ سے اجازت مرحمت فرمائی اور انھوں نے مجھے پانی دیا، اس میں سے کچھ پانی تو میں نے پی اور کچھ اپنے رفقاء کو پلایا لیکن اس پیالہ کا پانی ویسا کا ویسا ہی رہا، کچھ کم نہیں ہوا پھر میں نے حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور کے داہنی جانب کون بزرگ ہیں؟ فرمایا یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور حضور کے بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اسی طرح اور بزرگوں کے متعلق میں معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ سترہ بزرگوں کی بابت کی دریافت کیا، جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں سترہ عدد پر پہنچ چکی تھیں۔

۴ حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں یہ واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ میں ملکِ شام میں مسجد نبوی شریف کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے سر ہانے سویا ہوا تھا، خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بزرگ کو اپنی آغوش رحمت میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں، میں نے فرطِ محبت میں دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک کو بوسہ دیا میں اب حیرت و تعجب میں تھا کہ کون بزرگ ہیں حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ تمہارے امام ہیں جو تمہارے ہی ولایت کے ہیں، اس مختصر سے جملہ کو سن کر حضور داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس بات سے اور اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت میں بے خطا ہے اس لئے کہ وہ حضور کے پیچھے خود نہیں جا رہے تھے بلکہ حضور خود انھیں اٹھائے لئے جا رہے تھے کیونکہ وہ باقی الصفت یعنی تکلف و کوشش سے چلنے والے نہیں تھے بلکہ فانی الصفت اور شرعی احکام میں باقی و قائم تھے، جس کی حالت باقی الصفت ہوتی ہے وہ خطا کار ہوتا یا راہ یاب، لیکن جب انہیں لیجانے والے حضور خود ہیں تو وہ فانی الصفت ہو کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفتِ بقاء کے ساتھ قائم ہوئے چونکہ حضور سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اس لئے جو حضور کے ساتھ قائم ہو اس سے خطا کا امکان نہیں۔

حضور داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ کی عظمت

آپ اہل تصوف کے امام اور سردار ہیں آپ کی عظمت ورفعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ خواجگاں معین الدین چشتی الملقب بہ غریب نواز، عطائے رسول، سلطان الہند اجمیری علیہ الرحمہ جب ہندوستان تشریف لائے تو پہلے لاہور میں فروکش ہوئے اور حضور داتا گنج بخش کے خانقاہ شریف میں ایک چلہ ادا کیا، فراغت کے بعد ایک منقبت آپ کی شان میں پیش فرمائی جس کا ایک شعر اہل دل کے لئے ایمان وایقان رموز ومعارف کا ایک گنجینۂ بے بہا ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصوں کے پیر کامل کاملوں کے رہنما

کہتے ہیں کہ گنج بخش کا یہ لقب حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے مزار فیض الانوار پر چلہ کشی کے بعد بوقت رخصت ایک الوداعی منقبت میں پیش فرمایا تھا، تب سے برصغیر پاک وہند میں آپ داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ومعروف ہیں، ایسے کامل بزرگ اور عارف باللہ کا یہ بیان کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فانی الصفت ہو کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بقاء کے ساتھ قائم ہیں چونکہ حضور سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اور جو حضور کے ساتھ قائم ہوا، اس سے خطا کا امکان نہیں آپ کی صداقت دیانت حلم وعلم مقام ومرتبہ افضلیت اشرفیت کی ایسی سند یافتہ دلیل ہے کہ کسی فرد بشر کو جسے ایمان کی دولت حاصل ہے شک وشبہ کی ہرگز گنجائش نہیں، علماء کرام واولیاء عظام کا بیشتر طبقہ سنی حنفی ہی سے متعلق ہے اس لئے آپ کا ذکر نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے۔

۵ علماء کرام کے درمیان آپ کا یہ واقعہ بہت ہی مشہور ومعروف ہے کہ آپ کے زمانہ میں خلیفہ ابوجعفر المنصور نے یہ انتظام کیا کہ چار علماء میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے ان چاروں حضرات کے اسماء گرامی اسطرح ہیں ☆ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ☆ حضرت سفیان ثوری قدس سرہ ☆ حضرت صلۃ ابن الشیم علیہ الرحمہ ☆ حضرت شریک رحمۃ اللہ علیہ یہ چاروں بڑے متبحر عالم تھے۔

فرستادہ کو بھیجا کہ ان چاروں حضرات کو دربار میں لیکر حاضر کرو، چنانچہ جب یہ چاروں یکجا ہو کر روانہ ہوئے تو راستے میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی فراست سے ہر ایک کے لئے ایک ایک بات تجویز کرتا ہوں سب

نے یک زبان ہوکر کہا کہ آپ جو تجویز فرمائیں گے وہ درست ہی ہوگا، آپ نے فرمایا میں تو کسی حیلہ سے اس منصب قضا کو خود سے دور کردوں گا، صلہ ابن اشیم خود کو دیوانہ بنالیں، سفیان ثوری فرار ہوجائیں اور شریک قاضی بن جائیں، سب نے آپ کی اس تجویز کو پسند کیا سفیان ثوری راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے کہ مجھے پناہ دو لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں آپ کے اس کہنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ تھا "من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین" جسے قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کردیا گیا، حضرت سفیان ثوری کو ملاح نے پناہ دیدی بقیہ تینوں علماء کو منصور کے روبرو پیش کیا گیا، خلیفہ منصور نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر کہا آپ منصبِ قضا کے لئے بہت مناسب رہیں گے، آپ نے فرمایا اے امیر میں عربی نہیں ہوں اس لئے سردارِ عرب میرے حاکم ہونے پر راضی نہ ہونگے منصور نے کہا اول تو یہ منصب نسبت ونسل سے تعلق نہیں رکھتا یہ علم وفراست سے تعلق رکھتا ہے چونکہ آپ تمام علمائے زمانہ سے افضل ہیں اس لئے آپ ہی اس کے لئے زیادہ موزوں لائق ہیں آپ نے فرمایا میں اس منصب کے لائق نہیں، پھر فرمایا میرا یہ کہنا کہ میں اس منصب کے لائق نہیں؟ اگر سچ ہے تو واقعی میں اس منصب کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہیئے، چونکہ تم مخلوق خدا کے حاکم ہو تو تمہارے لئے ایک جھوٹے کو اپنا نائب بنانا اور لوگوں کے اموال کا معتمد اور مسلمانوں کے ناموس کا محافظ مقرر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اس حیلہ سے آپ نے اپنے آپ کو منصب قضا سے بچالیا۔

اس کے بعد خلیفہ منصور نے حضرت صلہ ابن اشیم کو پاس بلایا، انھوں نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، اے منصور تیرا کیا حال ہے اور تیرے بال بچے کیسے ہیں؟ منصور نے کہا یہ تو دیوانہ معلوم ہوتا ہے اسے باہر نکال دو، اس کے بعد حضرت شریک کو بلاکر کہا کہ آپ منصبِ قضا کے لئے بہتر ہیں آپ کو یہ عہدہ ملنا چاہیئے، انھوں نے فرمایا کہ میں سودائی مزاج کا آدمی ہوں اور میرا دماغ بھی کمزور ہے، منصور نے جواب دیا اعتدالِ مزاج کے لئے شربت وشیرے وغیرہ استعمال کرنا تاکہ دماغی کمزوری دور ہوکر عقلِ کامل حاصل ہوجائے، غرضیکہ منصبِ قضا حضرت شریک کے حوالے کردیا گیا، اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں ایوانِ خلافت میں چھوڑ دیا اور پھر کبھی ان سے بات نہ کی، اس واقعہ سے آپ کا کمال دو حیثیت سے ظاہر ہے ایک یہ کہ آپ کی فراست اتنی ارفع واعلیٰ تھی کہ آپ پہلے ہی سے سب کی خصلت وعادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگالیا کرتے تھے، اور دوسرے یہ کہ سلامتی کی راہ پر گامزن رہ کر خود کو مخلوق سے بچائے رکھنا تاکہ مخلوق میں ریاست وجاہ کے ذریعہ نخوت نہ پیدا ہوجائے، آپ کی یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صحت وسلامتی کے لئے کنارہ کشی ہی بہتر

ہے حالانکہ لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ حصول جاہ ومرتبہ خاص کر منصب قضا کی خاطر لوگ سرگرداں رہتے ہیں اور اس موقعہ کو گنوادینا اپنی بدنصیبی تصور کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا ہوکر راہ حق وصواب سے کوسوں دور ہوچکے ہیں، اور لوگوں نے امرأ ورؤسا کے دروازوں کو قبلہ حاجات بنارکھا ہے رہزنوں اور ظالموں کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ رکھا ہے اور جابروں کی مسند کو قاب قوسین اوادنیٰ کے برابر جان رکھا ہے جو بات بھی ان کی مرضی اور خواہش نفسانی کے خلاف ہو اس سے انکار کردینا ان کا شیوہ بن چکا ہے۔

تقویٰ وطہارت: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مخلوق کے درمیان رہ کر بھی مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کیے ہوئے تھے آپ نے دنیوی جاہ وحشم کو نگاہِ التفات سے دیکھنا بھی گوارانہ فرمایا تقویٰ وطہارت کا یہ عالم تھا کہ بغداد شریف میں کسی شخص کی ایک بکری گم ہوگئی آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ بکری کی طبعی عمر کتنی ہوتی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا تقریباً سات سال، آپ نے پورے سات سال تک بکری کا گوشت استعمال نہیں فرمایا محض اس وجہ سے کہ گم شدہ بکری ذبح ہوکر کہیں میرے حصہ میں نہ آجائے۔

ایک دفعہ ایک مقروض شخص کے یہاں آپ تقاضہ کی غرض سے تشریف لے گئے، سخت گرمی تھی اور دھوپ کی سخت شدت بھی آپ دھوپ میں کھڑے ہوگئے اس مقروض شخص کی نظر جب آپ پر پڑی تو اس نے آپ سے عرض کیا حضور آپ دھوپ میں کھڑے ہیں کم از کم مکان کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس سایہ ہی میں آجایئے آپ نے ارشاد فرمایا میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہوں کہ مبادا تمہارے مکان کی دیوار کے سایہ میں کھڑے ہوجانے سے کہیں میرا یہ فعل سود نہ بن جائے ،جب تک تم میرے مقروض ہو اس سایہ میں میرا کھڑا ہونا درست نہیں ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ امام عصر، یگانہ زمانہ، ایمہ طریقت طبقہ تابعین سے ہیں آپ کا پورا نام ابوالحسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے بعض علماء کرام نے ان کی کنیت ابو محمد لکھا ہے اور بعض ابو سعید حقیقت یہ ہے کہ اہل طریقت کے درمیان آپ کی بڑی قدرومنزلت ہے، حصول برکت کے لئے آپ کے کچھ ارشادات وفرمودات نقل کیے جاتے ہیں۔

بدوں کی صحبت سے پرہیز: بدوں کی صحبت کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے "ان الصحبت الاشرار تورث سوءِ الظن بالاخیار" بدوں کی صحبت نیکوں سے بدگمانی پیدا کرتی ہے، یہ مبارک نصیحت بالکل درست صحیح اور موجودہ

لوگوں کے حال کے مطابق ہے وہ لوگ جو مقبولان بارگاہ کے منکر ہیں ان پر صادق آتی ہے، عام بدظنی وانکار کی وجہ یہی ہے کہ لوگ نقلی و جاہل صوفیوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور جب ان سے خیانت، جھوٹ اور غیبت کا صدور ہوتا ہے وہ لہو ولعب اور بیہودہ پن کے شائق ہوتے ہیں لغویات وخواہشات اور شہوتوں کے دلدادہ ہوتے ہیں اور حرام ومشتبہ مال جمع کرنے کے حریص ہوتے ہیں حلال وحرام کی تمیز کے بغیر دنوں رات دولت مند بننے کے دھن میں لگے رہتے ہیں تو لوگ یہی سمجھ بیٹھتے ہیں کہ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہونگے اور تمام صوفیوں کا یہی طریق ہوگا حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور نادرست ہے، حقیقت یہ ہے کہ تمام صوفیاء کے افعال طاعتِ الٰہی میں ہوتے ہیں اور ان کے دل محبت الٰہی سے بھرپور انکی زبانوں پر کلمۂ حق ہوتا ہے، ان کے قلوب محبتِ الٰہی کی جگہ ان کے کان کلام حق سننے کا مقام اور ان کی آنکھیں مشاہدۂ جمال الٰہی کہ جگہ ہوتی ہیں یاد رہے جو کوئی خیانت کا مجرم ہوتا ہے وہ اس کا خود مواخذہ دار ہوگا یہ نہیں کہ جہاں بھر کے بزرگوں اور اکابرین کو یکساں سمجھ لیا جائے، جو بدوں کی صحبت اختیار کرتا ہے دراصل خود اس میں ہی بدی کے جراثیم ہوتے ہیں، اگر اس کے دل میں نیکی اور بھلائی کا مادہ ہوتا تو یقیناً وہ نیکوں کی صحبت اختیار کرتا ہے، اس لئے وہ شخص ملامت کا مستحق ہے جو نالائق اور نااہلوں کی صحبت اختیار کرتا ہے، انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب صوفیاء کرام کو لوگ اپنی خواہش نفسانی کے خلاف پاتے ہیں اور ان کو اعلیٰ مقامات پر فائز دیکھتے ہیں تو بوجہ حسد ان کی مقامات بلند سے ان کار کرنے لگتے ہیں یا پھر منکروں کے ہم زبان بن جاتے ہیں، اہل اللہ واہل معرفت اور صوفیاء کرام کے انکار کرنے والے اشخاص مخلوق خدا میں نہایت شریر اور غایت درجہ کے ذلیل وکمینہ ہوتے ہیں کیونکہ صوفیائے کرام کا طریقہ جہاں بھر میں برگزیدہ ہے اور ان حضرات کی برکتوں سے دونوں جہاں کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں، یہ حضرات تمام جہان میں ممتاز ہیں۔

فلا تحقرن نفسی وانت حبیبها　　　فکل امریء یصب الیٰ من یجانس

تم میرے نفس کو حقیر مت جانو وہ تمہارا محبوب ہے، ہر شخص کو اپنے ہی ہم جنسوں سے مراد حاصل ہوتی ہے۔

بہترین حکایت: - ایک مرتبہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دیہاتی نے سوال کیا، صبر کتنے طرح کا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا صبر دو طرح کا ہوتا ایک مصیبت وبلا پر صبر کرنا اور دوسرا، ان پر صبر کرنا جن کے نہ کرنے کا حکم حق تعالیٰ نے دیا ہے جن چیزوں کے پیچھے چلنے سے حق تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے اس سے پرہیز رکھیں یہ سن کر دیہاتی نے کہا، انت زاہد ما رأیت ازھد منک، آپ سراپا زھد ہیں آپ سے بڑھکر میں نے کسی کو زاہد نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا! اے بندۂ خدا میرا زھد مرغوب چیزوں میں ہے اور میرا صبر اضطرار وبیقراری میں ہے، دیہاتی نے عرض کیا اس ارشاد کی وضاحت فرمائیں کیونکہ میرا، اعتقاد متزلزل ہوگیا، آپ نے فرمایا، بلاؤں پر میرا صبر کرنا اور خدا تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے کنارہ کرنا بربنائے اطاعت ہے اس لئے کہ یہ آتشِ دوزخ کے خوف سے ہے اور اضطرار وبیقراری ہے اور دنیا میں جو

میرا زھد ہے وہ آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور یہ عین رغبت ہے، خوشی اور مسرت کا موجب تو یہ ہے کہ دنیا میں اپنے نصیب پر قناعت کرے اور اسی کو حاصل کرے تا کہ اس کا صبر حق تعالیٰ کے لئے ہو، نہ یہ کہ اپنے جسم کو آتشِ دوزخ سے بچانے کے لئے ہو اور اپنا زھد خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، نہ یہ کہ جنت میں جانے کی خواہش کے لئے ہو، یہی صحت اخلاص کی علامت ونشانی ہے۔

عاشق کہ تراخواہد با غیر نیار آمد
جنات نمی جویم انہار نمی خواہم

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان نبوت وکاشانہ رحمت کے پرورش وتربیت یافتہ تھے آپ نہایت ہی اولوالعزم جواں مرد کعبۂ علم وعمل تھے، آپ نہایت ہی متقی پرہیز گار، اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بہترین اور مکمل نمونہ تھے آپ کے اوصاف وفضائل محاسن ومناقب بیحد اور بے شمار ہیں آپ نہایت ہی ذی علم ومعاملہ فہم تھے، آپ ہمیشہ عشقِ الٰہی میں سرشار، ومحبت خداوندی کے غم اور جلال الٰہی کے خوف میں منہمک رہتے آپکی والدہ معظمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیزوں میں تھیں اگر آپ کی والدہ مکرمہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ رونے لگتے تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی پستانِ مبارکہ آپ کے منھ دے دیتیں آپ رونا موقوف کردیتے اور چوسنے لگتے اور دودھ کی چند بوندیں نکل آتیں جن سے آپ مستفیض ہوتے خاتونِ مصطفےٰ حرمِ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ کی چند بوندوں کا ثمرہ تھا کہ پروردگار عالم نے آپ کی ذات مبارکہ میں ہزاروں صفات اور لاکھوں خوبیاں پیدا فرمائیں، ابھی آپ صغیر سن تھے کہ ایک روز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ میں رکھے ہوئے ایک آبخورہ سے کچھ پانی پی لیا وہ آبخورہ مبارکہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعمال فرمایا کرتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استفسار فرمایا کہ آبخورہ سے کون پانی پی گیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ آبخورہ سے حسن نے پانی پیا ہے اس پر آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس قدر اس نے آبخورہ سے پانی پیا ہے اسی قدر میرا علم اس میں سرایت کرے گا پس آپ کی ذات مبارکہ میں جتنی خوبیاں تھیں وہ سب انھیں فیضانِ کرم کا اثر تھا ، روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کو حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا گیا آپ نے انھیں دیکھ کر فرمایا "سموہ حسنا فانہ حسن الوجہ" یعنی اس کا نام حسن رکھو کیونکہ یہ

بہت خوبصورت ہے خاتونِ مصطفیٰ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کی کفالت فرماتی تھیں، اور ان پر بیحد شفقت ومہربانی فرماتی تھیں اور ان کے لئے اکثر دعا فرمایا کرتی تھیں کہ خداوندا تو اس بچہ کو مخلوق کا پیشوا بنا تا چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ قرۃ العین مصطفےٰ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ نواسۂ رسول دلبند بتول جگر گوشہ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرید تھے، آپ نے تقریباً ایک سوتیس صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات کی اور تقریباً ستر اصحاب بدر سے ملے آپ کے پندونصائح اس قدر ہیں کہ احاطہ تحریر میں لانا سخت مشکل ہے اور اس قدر موثر ہیں کہ دل کو چھو لیتے ہیں کچھ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ مسلمانی کیا چیز ہے، اور مسلمان کون ہے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مسلمانی کتابوں میں ہے اور مسلمان خاک کے نیچے ہے یعنی اپنی قبروں میں ہے کچھ لوگوں نے سوال کیا حضور والا بتلائیں کہ اصل دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اصل دین تقویٰ و پرہیز گاری ہے کچھ اشخاص نے سوال کیا کہ حضور بتلائیں وہ کیا شئے ہے جو پرہیز گاری کو تباہ کرڈالتی ہے ،آپ نے جواباً ارشاد فرمایا وہ چیز حرص اور لالچ ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے لوگو! مجھے مت دیکھو میرا کلام سنو کیونکہ میرے پاس اللہ کا عطا کردہ علم ہے جو تم کو فائدہ پہونچائے گا اور میری بے عملی تم کو، کوئی نقصان نہیں پہونچائے گی لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مخلوق خدا کو پندونصیحت اسی وقت کرنا چاہیئے جب خود اپنی ذات کو گناہوں سے پاک وصاف بنالیا ہو، آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اسی آرزو میں رہتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ حق تعالیٰ کی طرف سے بند ہو جائے ،لوگوں نے سوال کیا کہ ہمارے دل خوابیدہ (یعنی سوئے ہوئے ہیں) اسی لئے ہم پر آپ کا کلام اثر نہیں کرتا بتایئے ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا تمہارے دل سوئے ہوئے نہیں بلکہ مردہ ہو چکے ہیں اس لئے کہ سویا ہوا آخر کار بیدار ہو جاتا ہے، مگر جو مردہ ہو چکا ہو اس کے بیدار ہونے کا سوال ہی نہیں ہے آپ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمایا کرتے تھے، اور جب مجلس میں حضور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو نہ دیکھتے تو ترک فرمادیا کرتے اس وقت لوگ آپ سے کہتے؟ کہ اتنے حضرات سننے والے موجود ہیں اگر ایک بڑھیا نہیں آئی تو کیا ہوا، آپ فرماتے سچ کہتے ہو لیکن ایسا شربت جو ہم نے ہاتھیوں کو نشے کے لئے تیار کیا ہے اسے چیونٹیوں کے برتن میں نہیں بھر سکتے فرماتے ہم لوگوں کی کثرت سے خوش نہیں ہوتے البتہ اگر کوئی درویش محبتِ الٰہی کا مارا ہو حاضر ہوتا ہے تو ہم اس سے خوش ہوتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

❀❀❀❀❀

اولیاء متقدمین

حضرت حبیبِ عجمی رضی اللہ عنہ

امام الطریقت، شناور بحرِ شریعت تاجدار معرفت وحقیقت حضرت حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بہت ہی بلند ہمت، مردِ خدا اور صاحب کمال بزرگ ہیں، آپ نے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست توبہ فرمائی، اس سے پیشتر آپ کے اندر ریا، وفساد بہت تھا مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور عرصہ تک حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے علم وطریقت کی تحصیل فرمائی چونکہ آپ عجمی تھے عربی زبان پر عبور حاصل نہ تھا اور تلفظ کی درستگی بھی نہ تھی مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقرب بارگاہ بنا کر متعدد کراموں سے سرفراز فرمایا چنانچہ روایت ہے کہ ایک رات آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ان کی خانقاہ کی طرف گذر ہوا، آپ اقامت کہہ کر نماز شروع کر چکے تھے حضرت خواجہ حسن بصری نے ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو صحیح تلفظ اور درست مخارج کے ساتھ تلاوتِ قرآن مجید پر قدرت حاصل نہ تھی، جب رات کو حضرت خواجہ حسن بصری سوئے تو دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے، آپ نے بارگاہِ رب العٰلمین میں عرض کیا الٰہ العٰلمین تیری رضا کس چیز میں ہے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے حسن! تو نے میری رضا تو پائی مگر اس کی قدر نہ کی، آپ نے عرض کیا پروردگار وہ کون سی رضا ہے جس کی قدر مجھ سے نہ ہو سکی، حق تعالیٰ نے فرمایا اگر تو حبیب عجمی کی اقتدا میں نماز پڑھ لیتا تو صحتِ نیت اور معتبر عبادت کے انکار کے خطرے سے محفوظ رہتا، اور تجھے رضائے الٰہی حاصل ہو جاتی۔

ایک عجیب حکایت:

مشائخ طریقت میں یہ روایت بہت مشہور ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حجاج کے ظلم سے بھاگ کر حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی خانقاہ میں تشریف لائے اور حجاج کے سپاہی آپ کی تلاش میں اندر گھس آئے تو سپاہیوں نے

پوچھا؟اے حبیب! کیاتم نے حسن بصری کو کہیں دیکھا ہے؟ تو فرمایاہاں سپاہیوں نے پوچھا وہ کس جگہ ہیں آپ نے فرمایا میرے حجرے میں ہیں وہ، آپ کے حجرے میں گھس گئے وہاں بہتیرا تلاش کیا لیکن وہاں کوئی نہ تھا، سپاہیوں نے سمجھا کہ حبیب عجمی مذاق کرر ہے ہیں اس پراُنھوں نے سختی اور درشت کلامی کے ساتھ پوچھا سچ سچ بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ آپ نے بقسم فرمایا میں سچ کہتاہوں وہ میرے حجرے میں ہیں سپاہی دو تین بار اندر گئے مگر وہ حضرت حسن بصری کو نہ دیکھ سکے بالآخر وہاں سے وہ چلے گئے، جب حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو فرمایااے حبیب میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان ظالموں کے پنجہ سے مجھکو محفوظ رکھا لیکن اس کی وجہ بتائیے کہ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ وہ اس حجرے میں ہیں؟ حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اے میرے مرشدِ برحق! رب تعالیٰ نے آپ کو میری برکت سے نہیں بلکہ سچ بولنے کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا اگر میں جھوٹ بولتا تو اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ دونوں کو رسوا کرتا، فرمائیے کہ صداقت کی برکت سے آپ کی جان بچی اور میں رسوائی سے بچ گیا۔

حضرت حبیبِ عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیابتائیے کس چیز میں رضائے الٰہی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، فی قلبٍ لیس فیہ غبار النفاق ۔ ایسے دل میں جہاں نفاق کا غبار تک نہ ہو، کیونکہ نفاق، وفاق کے برعکس ہے اور رضائے مولا عین وفاق ہے، اور یہ کہ محبت کو نفاق سے دور کا بھی علاقہ نہیں ہے، اور نہ وہ محل رضا ہے، نفاق دشمنانِ خدا کی صفت ہے، اور محبانِ الٰہی کی صفت رضا ہے، پس جس نے نفاق کو جگہ دی وہ مقہور و مردود ہوا، اور جس نے رضا اختیار کی وہ مقرب اور محبوب ہوا۔

لباسِ بوریہ اگر پوشی واز ریا نہ شود ہزار مرتبہ بہتر زِصوف دارائی

اگر تو لباس بوریہ پہنے اور اس میں ریا کاری شامل نہ ہو تو ہزار مرتبہ شہنشاہوں کے لباس سے بہتر ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کا اسمِ گرامی ثوبان تھا، ثوبی نژاد تھے آپ نہایت بزرگ سفینہ تحقیق وکرامت، صمصامِ شرف اندرولایت اور طریقت کے اماموں میں سے تھے اہل معرفت اور مشائخ طریقت میں آپ بہت برگزیدہ مانے جاتے ہیں آپ حضرت ابو الفیض ذوالنون ابن ابراہیم مصری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہیں، آپ نے بے حد ریاضت اور مشقت فرمائی اور طریقِ ملامت کو پسند فرمایا اہلِ مصر آپ کے مرتبہ وعظمت کے پہچاننے میں عاجز رہے، اور اہل زمانہ آپ کے احوال سے

ناواقف رہے، یہاں تک کہ آپ کے حال وجمال کو وصال کے وقت تک نہیں پہچانا، جس رات آپ نے رحلت فرمائی اس رات ستر مردانِ خدا نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی آپ نے ان سبھی لوگوں سے فرمایا خدا کا ایک محبوب بندہ دنیا سے رخصت ہو کر آرہا ہے میں اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں، جب حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ان کی پیشانی پر بخط جلی لکھا ہوا پایا گیا "هٰذا حبيب الله مات في حب الله قتيل الله" یہ اللہ کا محبوب ہے، اللہ کی محبت میں فوت ہوا یہ اللہ کا شہید ہے، جب لوگوں نے آپ کا جنازہ کاندھوں پر اٹھایا تو فضا کے پرندوں نے پرے باندھ کر آپ کے جنازہ پر سایہ کیا، ان واقعات کو دیکھ کر لوگوں نے جانا کہ اللہ کے نزدیک آپ کا بہت بلند مرتبہ ہے، اور لوگ اپنے کئے ہوئے ظلم وجفا پر پشیمان ہوئے اور صدق دل سے توبہ کرنے لگے، آپ کے کلمات طیبات طریقت وحقیقت اور علومِ معرفت میں نہایت ہی عمدہ ہیں، آپ نے معرفت کے متعلق ارشاد فرمایا "العارف كل يوم اخشع في كل ساعة من الرب اقرب ۔ خشیت الٰہی میں عارف کا ہر لحظہ بڑھکر ہے اس لئے کہ اس کی ہر گھڑی رب سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ بندہ رب سے جتنا زیادہ قریب ہوگا اس کی حیرت اور خشوع اور زیادہ ہوگی چونکہ عارف بارگاہ الٰہی کے دبدبہ کا زیادہ شناسا ہوتا ہے، اور اس کے دل پر جلالِ حق غالب ہوتا ہے جب وہ خود کو اس سے دور دیکھے گا تو اس کے وصال میں اور زیادہ کوشش کرے گا اس طرح خشوع بر خشوع کی حالت میں اضافہ ہوتا رہے گا، جیسا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکالمت کے وقت عرض کیا "یارب این اطلبک" خدایا تجھے کہاں تلاش کروں، ارشادِ ربی ہے ہوا، عند المنكسرة قلوب بهم "شکستہ دلوں اور اپنے صفائے قلب سے مایوس شدہ لوگوں کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! مجھ سے زیادہ شکستہ دل اور ناامید شخص اور کون ہوگا؟ اللہ نے فرمایا! میں وہیں ہوں جہاں تم ہو ،معلوم ہوا کہ ایسا مدعیٔ معرفت جو بے خوف وخشوع ہو وہ عارف نہیں جاہل ہے کیونکہ معرفت کے حقیقت کی علامت کی صدق ارادت ہے اور صدق ارادت، اللہ کے سوا، ہر سبب کے فنا کرنے والی اور تمام نسبتوں کو قطع کرنے والی ہوتی ہے۔

صداقت کے متعلق آپ کا ارشاد ہے "الصدق سيف الله في ارضه ماوضع علىٰ شيء الا قطعه "اللہ کی سرزمین میں سچائی اس کی (دھاردار) تلوار ہے جس چیز پڑتی ہے اسے کاٹ دیتی ہے، اور صدق یہ ہے کہ مسبب الاسباب کی طرف نظر ہونہ کہ عالم اسباب کی طرف کیونکہ جب تک سبب قائم وبرقرار ہے، اس وقت تک صدق ساقط وبعید ہے۔

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ اپنے رشد وہدایت کے بارے میں خود ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیت المقدس سے مصر کی طرف آرہا تھا راستے میں مجھے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا میں نے دل میں خیال کیا کہ اس سے کچھ

پوچھنا چاہیئے، جب قریب ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ مرد نہیں بلکہ ایک کبڑی عورت ہے، ریشم کا جبہ پہنے اور ہاتھ میں عصا ولوٹا لئے ہوئے تھی اس سے میں نے پوچھا ''من این'' کہاں سے آرہی ہو؟ اس نے کہا ''من اللہ'' خدا تعالیٰ کی طرف میں نے کہا ''الیٰ این'' اب کدھر کا ارادہ ہے، اس نے کہا! ''الی اللہ'' خدا تعالیٰ کی طرف سے، میرے پاس ایک دینار تھا اسے دینا چاہا، اس نے ایک زوردار طمانچہ میرے رخسار پر مارا، اور کہا، اے ذوالنون! تو نے جو سمجھ رکھا ہے وہ تیری نافہمی ہے میں خدا ہی کے لئے کام کرتی ہوں اسی کی عبادت کرتی ہوں اور اسی سے طلب کرتی ہوں کسی دوسرے سے کچھ نہیں لیتی یہ کہکر وہ عورت آگے بڑھ گئی، اس واقعہ کا مجھ پر گہرا اثر پڑا اور اسی روز میں تائب ہوکر اپنی تمام ضروریات وحاجات اللہ کے حوالہ کردیا اور مخلوق سے بے نیاز ہوگیا، آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے مخلوق کی عبادت ومجاہدہ کا اس کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا اور نہ ہی ان کے نہ کرنے سے اس کا کوئی نقصان ہے اگر سارا جہان حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدق کے ہم پلہ ہوجائے تو اس کا فائدہ انھیں کو ہوگا نہ کہ خدا کو، اور اگر سارا جہان فرعون کے مانند ہوجائے اور خدا کو جھٹلانے لگے تو اس کا نقصان خود انھیں کو پہنچے گا نہ کہ خدا کو جیسا، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ان احسنتم احسنتم لا نفسکم وان اسأ تم فلھا'' اگر تم نیک عمل کرتے ہو تو اپنے ہی لئے اچھا کرتے ہو اور اگر برے عمل کرو تو وہ بھی تمہارے ہی لئے ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہٖ ان اللہ لغنی عن العالمین'' اور جو مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے کرتا ہے کیونکہ اللہ (تو) سارے جہان سے بے نیاز ہے، لوگ اپنی عافیت کے لئے اطاعت کرتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کے لئے کررہے ہیں، لیکن اپنے محبوب کی راہ پر چلنا سب کے بس کا کام نہیں یہ تو اور ہی چیز ہے ایسے لوگوں کی نگاہیں کسی اور طرف نہیں اٹھ تیں، خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم۔ چاہتا ہوں کہ ہمیشہ تیری آرزو میں زندہ رہوں ۔

مقصود من بندہ زکونین توئی   از بہر تو میرم زبرائے تو زیم

مجھ بندہ کا مقصود دونوں جہان میں صرف تو ہے، تیروں لئے ہی مروں اور تیرے ہی لئے زندہ رہوں۔

اتباع رسول کا عظیم واقعہ:

حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ ایک دفعہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک کشتی میں سوار دریائے نیل سے گذر رہے تھے ،اس سفر میں یاران طریقت بھی ساتھ تھے، سامنے ایک کشتی آرہی تھی جس میں لوگ ساز وآواز سے گا بجا کر خوب خوشیاں منارہے تھے سبھوں نے ایک ہنگامہ برپا کررکھا تھا، آپ کے رفیقوں نے آپ سے دست بستہ عرض کیا اے شیخ دعا فرمایئے

کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تا کہ مخلوق خدا ان کی نحوست سے پاک ہو، آپ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر رب العلمین کی بارگاہ میں اس طرح دعا مانگی کہ خدایا جس طرح تو نے اس دنیا میں آج ان کو خوشی وشادمانی بخشی ہے اسی طرح اُس دنیا میں ان کو خوب خوشی ومسرت عطا فرما، اس دعا کو سنکر آپ کے رفقاء حیران رہ گئے، جب وہ کشتی قریب آ گئی اور لوگوں کی نظریں حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ پر پڑیں تو وہ سب رو رو کر معذرت کرنے لگے اور اپنے تمام آلات موسیقی دریا میں پھینک دیا اور سچے دل سے تائب ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے، آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا اُس جہان کی خوشی ومسرت اس جہان میں توبہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے، دیکھ لو سب کی مرادیں حاصل ہو گئیں تمہاری بھی اور ان کی بھی اور کسی کو، کوئی رنج وتکلیف نہ پہونچی، یہ واقعہ آپ کی اس شفقت ومہربانی پر دلالت کرتا ہے جو آپ کو مسلمانوں سے تھی، آپ کی یہ خوبی رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع میں تھی، کہ جب کافروں نے آپ کو بہت ستایا ظلم وستم روا رکھنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور جسم اطہر کو لہولہان کر دیا اور لوگوں نے آپ سے دعائے عذاب کرنے کی درخواست کی لیکن آپ نے ان کی ہلاکت وعذاب کے لئے دعا نہ فرمائی بلکہ ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی، "اللھم اھدی قومی فانھم لا یعلمون" اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ نادان ہیں، غرضیکہ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ امت محمدی کے لیے ایک عظیم نعمت اور بہترین شفقت ورحمت فرمانے والے تھے، اور آپ کی خدا ورسول کی بارگاہ پاک میں بڑی عزت تھی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت ابراہیم ابن ادھم رضی اللہ عنہ:

طریقت کے اماموں میں ایک بلند مرتبہ صاحب ہمت وشجاع امیر الامرا رئیس الاولیا، سالک طریقت لقا حضرت سیدنا ابواسحٰق ابراہیم بن ادھم منصوری رضی اللہ عنہ ہیں، آپ اپنے زمانہ اور اپنے سلوک میں منفرد اور سردار اقران تھے، آپ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے مرید تھے، آپ نے بکثرت مشائخ متقدمین کی صحبت پائی اور حضرت خضر علیہ السلام کے ہمراہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس پاک میں حاضر ہو کر تحصیل علم کیا، ابتدائے حال یہ ہے کہ آپ بلخ کے امیر تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ بغرض شکار گھر سے نکلے ایک ہرن کا پیچھا کرتے ہوئے آپ نے گھوڑا دوڑایا کافی دور نکل کر لشکر سے بچھڑ گئے ہرن نے پلٹ کر دیکھا اللہ تعالیٰ نے ہرن کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے آپ سے بزبان فصیح کہا "الھذا خلقت ام بھذا امرت" اے ابراہیم! کیا تم اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے ہو؟ آپ کو ہرن کے کلام

بہت تعجب ہوا اور یہی بات آپکی توبہ کا سبب بنی اسی وقت آپ نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان ثوری رحمھم اللہ علیھما کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت اختیار فرمائی، بعد توبہ اپنے ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھایا معرفت و طریقت میں آپ کے ارشادات ظاہر تصرف و کرامتیں بہت مشہور ہیں، تصوف کے حقائق میں آپ کے کمالات نہایت لطیف و نفیس ہیں، چنانچہ حضرت سید جنید الطائفہ بغدادی رضی اللہ عنہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں، "مفاتیح العلوم ابراھیم" حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ طریقت و معرفت کے علوم کی کنجیاں ہیں، اخلاص و تعلق الی اللہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے" اتخذا لله صاحبا و ذر الناس جانباً" اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کر کے لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دو، مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ جب بندہ کا تعلق درست ہو، اور اس کی محبت میں اخلاص ہو تو حق تعالیٰ سے یہ صحیح تعلق خلق سے کنارہ کشی کا مقتضی ہوتا ہے اس لئے کہ خلق سے محبت رکھنا حق تعالیٰ کی باتوں سے جدا ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے محبت اسی صورت میں ممکن ہے، جب کہ اخلاص کے ساتھ اس کے احکام کی اطاعت کی جائے اور طاعت میں اخلاص جبھی پیدا ہوتا ہے جبکہ محبت الٰہی میں خلوص ہو اور حق تعالیٰ سے محبت میں خلوص جبھی پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ نفسانی خواہشات کا دشمن بن جائے جو شخص کہ نفسانی خواہشات کا تابع بنا وہ خدا سے جدا ہو گیا۔ اور جس نے نفسانی خواہشات کو نکال پھینکا وہ رحمت الٰہی سے بہرہ ور ہو گیا۔

حضرت ابراہیم ابن ادھم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں بیابان میں پہونچا تو وہاں ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا اے ابراہیم تمہیں معلوم ہے یہ کون سا مقام ہے جہاں بغیر توشہ کے سفر کر رہے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان مردود ہے جو مجھے غیر کی طرف پھیرنا چاہتا ہے، میرے پاس اس وقت چار سکے تھے جو اُس زنبیل کی قیمت کے تھے جسے میں نے کوفہ میں فروخت کر کے حاصل کیا تھا، فوراً انہیں جیب سے نکال کر پھینک دیا اور دل میں عہد کیا کہ ہر میل پر چار سو رکعت نماز پڑھوں گا میں مسلسل چار سال تک بیابان میں رہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیابان میں بے مشقت روزی عطا فرمائی، اسی اثناء میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل ہوئی اور انہوں نے مجھے اسم اعظم کی تعلیم عطا فرمائی اس وقت میرا دل یک دم غیر سے خالی ہو گیا اور وصال خدا نصیب ہوا۔

چوں دل از غیر دوست خالی شد   لطفِ آں حق زماں نزول کند

جب دل غیر کے خیال سے خالی ہوا اس وقت لطف حق نزول کرتا ہے

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

شاہباز اوج حقیقت، سر آرائے معرفتِ وطریقت تاج اہل معاملت، امام الطریقت حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ مجاہد میں بہت عظیم الشان اور برہان کبیر گذرے ہیں، معاملات طریقت میں کامل مہارت رکھتے تھے، آپ اپنے ماموں حضرت علی بن حشرم علیہ الرحمہ سے مرید تھے، آپ علم اصول وفروع کے زبرست عالم تھے آپ کی توبہ کا عجیب وغریب واقعہ ہے ایک دن آپ نشہ کی حالت میں گھر سے نکلے راستے میں ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا دیکھا، جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر تھا، آپ نے اس پرزے کو اٹھا کر خوشبو سے معطر کر کے پاک جگہ پر رکھدیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ "یا بشر طیبت اسمی فبعزتی لاطیبن اسمک فی الدنیا والآخرۃ" اے بشر تم نے میرے نام کو خوشبو میں بسایا ہے قسم ہے مجھے اپنی عزت کی میں تمہارے نام کی خوشبو کو دنیا وآخرت میں پھیلاؤں گا، یہاں تک کہ جو بھی تمہارا نام لے گا، یا سنے گا، اس کے دل کو راحت نصیب ہوگی، خواب سے بیدار ہوتے ہی صدق دل سے توبہ کی اور مضبوطی کے ساتھ طریقہ زھد پر گامزن ہو گئے اور علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرما کر واصل حق ہو گئے، آپ پر حق تعالیٰ کے مشاہدہ کا غلبہ اس حد تک شدید تھا کہ ہمیشہ ننگے پاؤں رہے لوگوں نے برہنہ پا رہنے کی وجہ، دریافت کی تو فرمایا زمین خدا کا فرش ہے میں جائز نہیں سمجھتا کہ میرے پاؤں اور اس کے فرش کے درمیان کوئی اور چیز حائل رہے، آپ کی معرفت کا یہ عجیب معاملہ ہے کہ جوتوں کو بھی اپنے اور رب کے درمیان حجاب سمجھ لیا۔

آپ کے زرین ہدایت:

حضرت بشر حافی علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا "من اراد ان یکون عزیزا فی الدنیا وشریفا فی الآخرۃ فلیجتنب ثلاثا لا یسئل احد احاجۃ ولا یذکر احد ابسوءٍ ولا یجیب احدا الیٰ الطعام ۔ جو یہ چاہتا ہو، کہ وہ دنیا میں عزت والا ہو اور آخرت میں شرافت والا ہو اسے لازم ہے تین باتوں سے پرہیز کرے، ایک یہ کہ اپنی ضرورت کسی سے بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ کسی کو برا نہ کہے تیسرے یہ کہ کسی کے کھانے کی دعوت قبول نہ کرے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوگی اسے مخلوق کی کوئی احتیاج نہ ہوگی، چونکہ خلق کی احتیاج عدمِ معرفت کی دلیل ہے اگر وہ خدا کو قاضی الحاجت جانتا تو کسی غیر سے احتیاج براری پر آمادہ نہ ہوتا "لان استعانۃ المخلوق الیٰ المخلوق کا ستعانۃ المسجون الی المسجون

''اس لئے کہ مخلوق کا مخلوق سے طالب امداد ہونا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کا قیدی سے مدد مانگنا کسی کو برا نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کے حکم میں تصرف کرنے کی جرأت کرتا ہے اس کی پیدا کردہ کا شئے کو برا کہنا اسی کی طرف مراجعت کرتا ہے کیونکہ کسی فعل میں عیب نکالنا فاعل میں عیب نکالنے کے برابر ہے سوائے اس کے کہ خدا نے جسے خود برا کہا، اس کی موافقت میں برا کہا جائے، جیسے کفار و مشرکین فُساق وفجار وغیرہ، اسی طرح کسی کے کھانے کی دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ روزی رساں حق تعالیٰ ہے اگر وہ مخلوق کو تیری روزی کا ذریعہ بنائے تو مخلوق کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ یہ وہ روزی ہے جسے خدا نے تیرے پاس پہونچایا ہے نہ یہ کہ کسی مخلوق نے روزی دی ہے اگر روزی دینے والا بندہ یہ سمجھے کہ یہ روزی اس کی طرف سے ہے اور اس بناء پر تجھ سے احسان جتاتا ہے تو اسے قبول نہ کر اس لئے کہ روزی میں کسی کا کسی پر احسان نہیں ہے۔

آپ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ احسان جتانے والے یا مشتبہ اشیاء کمانے والے یا مطلق حرام روزی حاصل کرنے والے غرضیکہ ہر کس و ناکس کی دعوت کو بغیر تحقیق کے قبول نہ کیا جائے حرام و مشتبہ اشیاء کے استعمال کے متعلق حدیث میں وعید موجود ہے کہ ایسے شخص کا کوئی عمل بارگاہ باری تعالیٰ میں قبولیت کے لائق نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں ایک نہایت معروف و مشہور بزرگ، معرفت و محبت کے آسمان حلم و علم کے پہاڑ حضرت ابو یزید طیفور ابن عیسیٰ بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں آپ تمام مشائخ طریقت میں، جلیل القدر مرتبہ ہیں آپ کا حال سب سے اعلیٰ اور رفیع تر ہے آپ کی جلالت شان کے بارے میں امام الصوفیا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ابو یزید منابمنزلۃ جبرئیل من الملئکۃ'' صوفیائے کرام کی جماعت میں حضرت ابویزید بسطامی علیہ الرحمہ کی شان ایسی ہے جیسے فرشتوں کی جماعت میں حضرت جبرئیل امین کی ہے، آپ کے آباؤ اجداد بسطام کے رہنے والے تھے، اور مجوسی مذہب اختیار کیے ہوئے تھے، اس لئے مجوسی مشہور تھے لیکن آپ کے دادا جان نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جن کا مقام بہت بلند ہے، تصوف میں جو دس امام گذرے ہیں ان میں سے ایک آپ

ہیں، حقائق و معرفت میں آپ سے بڑھکر کسی کو دسترس اور قوت انبساط نہیں ہے۔

طریقت و شریعت کے تمام علوم اور ان کے احوال کے آپ بہت بڑے عالم اور ان سے خوب محبت کرنے والے تھے، آپ نے ابتدائے زمانہ ہی سے اپنے تمام اوقات مجاہدے اور تحصیل علم طریقت میں گذارے آپ اپنے متعلق خود بیان فرماتے ہیں "عملت فی المجاھرة ثلثین سنة فما وجدت شیئاً اشد علی من العلم ومتا بعة ولو لا اختلاف العلماء لبقیت واختلاف العلماء رحمة الا فی تجرید التوحید" میں نے تیس سال (کامل) مجاہدے میں گذارے لیکن علم اور اس کی متابعت سے زیادہ سخت و دشواری کوئی چیز مجھ پر نہیں گذری، اگر ہر مسئلہ میں علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں رہ جاتا اور دین حق کی معرفت حاصل نہ ہوتی، حقیقت یہ ہے کہ مسائل میں علماء کا اختلاف رحمت ہے مگر توحید خالص میں اختلاف سخت مضر ہے، کیونکہ انسانی طبیعت جہل کی طرف زیادہ مائل ہے کیونکہ بے علم شخص بوجہ جہالت بہت سے کام ایسے کرگذرتا ہے جو اسے اسفل کی جانب لے جاتے ہیں اور مبتلائے لہو ولعب ہو کر راہ حق سے دور ہو جاتا ہے لیکن یہ سب بیہودہ کام نہایت آسانی سے کرگذرتا ہے مگر علم کے ساتھ بغیر مشقت و دشواری ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، شریعت کی راہ میں جہان کی تمام راہوں سے زیادہ باریک خاردار، دپرخطر ہے، ہر حال میں بندے کے لئے یہی سزاوار ہے کہ اگر بلند مقامات اور احوال فیعہ سے گزرنا مشکل ہو تو میدان شریعت میں اتر جائے اس لئے کہ اس سے ہر چیز اگر گم ہو جائے تو وہ شریعت کے دائرے میں تو قائم رہے گا، اور یہ شریعت پر قائم رہنا اس کے لئے بہتر ہی ہوگا، مرید کے لئے سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ معاملات سلوک اس سے ترک ہو جائے سلوک کے معاملات کو ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے، مدعیان کاذب کے تمام دعوے میدان شریعت میں ذرہ بے وزن کی طرح بکھر جاتے ہیں اور شریعت کے مقابلہ میں تمام زبانیں گنگ اور خاموش ہو جاتی ہیں۔

محبت الٰہی کے متعلق حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "الجنة لا خطر لها لا هل المحبة واهل المحبة محجوبون بمحبتهم" اہل محبت کے نزدیک خلد وجنت کی کوئی قدر و قیمت نہیں، وہ تو اپنی محبت ہی مستغرق رہتے ہیں کیونکہ جنت تو ایک مخلوق شے ہے اگرچہ وہ بلند عزت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی صفت ہے جو مخلوق نہیں غیر مخلوق ہے جو شخص غیر مخلوق سے ہٹ کر مخلوق کی طرف دھیان رکھے گا وہ علائق دنیا میں پھنس کر سبک ہو گیا، خدا کے محبوبوں کے نزدیک مخلوق کی کوئی قدر و منزلت نہیں وہ خدا کی ہی محبت میں مگن رہتے ہیں، اس لئے کہ وہ جود اور ہستی دوئی کو چاہتی ہے، اور اصل توحید میں دوئی ناممکن ہے، محبوبانِ خدا کا راستہ واحدنیت سے وحدانیت کی طرف ہے اور محبت کی راہ محبت کی علت ہے۔

"مریداور مراد کی خصوصی تحقیق"

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرید اللہ تعالیٰ سے محبت و دوستی اس خیال سے کرے کہ وہ مرید ہوجائے یا پھر مراد بن جائے، اگرچہ وہ مرید حق ہو یا مرادِ بندہ، یا مراد حق ہو یا مرید بندہ دونوں صورتوں میں یہ خیال اس کے لئے آفت ہے، اس لئے کہ اگر مرید حق ہو کر مرادِ بندہ ہوجائے تو یہ مراد حق میں ہستی بندہ ثابت ہوگئی اور اگر مرید بندہ ہو کر مرادِ حق کا طالب ہو تو مخلوق کی ارادت کی گنجائش وہاں نہیں ہے لہٰذا یہ دونوں حالتوں میں آفت ہے کیونکہ یہ محبت میں ہستی کا ثبوت ہوا، اور محبت الٰہی میں ہستی کے ثبوت کا دخل نہیں لہٰذا وہی شخص محب صادق ہے جو بقائے محبت میں کامل طور سے فنا ہوجائے، کیونکہ اسکی فنا ہی میں محبت کی بقا ہے حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں جب پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا تو خالی مکان دیکھ کر میں نے یہ گمان کیا کہ ابھی حج مقبول نہیں ہوا، کیونکہ میں نے ایسے پتھر تو دنیا میں بہت دیکھے ہیں، اور جب دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو خانہ کعبہ کو بھی دیکھا اور صاحبِ خانہ کعبہ کو بھی دیکھا اس وقت میری سمجھ میں آیا کہ ابھی میں حقیقت توحید سے دور ہوں پھر جب تیسری بار حاضر ہوا تو صاحب خانہ ہی نظر آ گیا، گھر نظر نہیں آیا، اس وقت غیب سے ندا آئی کہ اے بایزید! جب تم نے اپنے آپ کو نہ دیکھا اور سارے عالم کو دیکھا تو تم مشرک نہ ہوئے لیکن جب تم نے سارے عالم کو نہ دیکھا اور اپنے آپ پر نظر رکھی تو اب تم مشرک ہوگئے، اسی وقت میں نے اس خیال سے توبہ کی اور اپنی ہستی کے دیکھنے سے بھی توبہ کی، یہ واقعہ آپ کی درستگی حال میں نہایت اہم اور بہت لطیف ہے اور یہ ایسی نشانی ہے کہ صاحب حال ہی اس سے واقف ہیں۔

صفات وذات چو ازہم جدائی بینم
بہ ہر چہ می نگرم جز خدائی بینم
میں صفات وذات کو جد انہیں دیکھتا
میں جو کچھ دیکھتا ہوں خدا کے سوا نہیں دیکھتا ہوں

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

ائمہ طریقت میں سے ایک صاحب کمال وصاحب تصرفات بزرگ امام طریقت، نقیب اہل محبت، جن وانس کی زینت حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ہیں طریقت میں آپ کا بہت بلند مقام ہے آپ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے

مصاحب ومرید ہیں، آپکی ریاضتیں وکرامتیں بہت مشہور ومعروف ہیں آپ کے والد ماجد کا نام حضرت دینار تھا جو کہ ایک غلام تھے، آپ غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے تھے آپ کی توبہ کا واقعہ عجیب ہے ایک رات آپ ایک جماعت کے ساتھ محفل رقص وسرور میں مشغول تھے، جب تمام لوگ سو گئے تو اس طنبورہ سے جو بجایا جارہا تھا آواز آئی "یامالک مالک ان تتوب" اے مالک کیا بات ہے توبہ میں کیا دیر ہے؟ کیا تمہاری توبہ کا وقت ابھی نہیں آیا، یہ آواز سن کر آپ نے اپنے تمام دوست واحباب کو چھوڑ کر حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سچی توبہ کی اور اپنا حال درست کر کے ثابت قدم رہے، اس کے بعد آپ کی شان اقدس اس قدر بلند ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ کشتی میں سوار ہو کر سفر کر رہے تھے، ایک تاجر کا موتی کشتی میں گم ہو گیا باوجودیکہ آپ کو علم نہ تھا مگر تاجر نے چوری کی تہمت آپ پر لگائی آپ نے آسمان کی جانب منھ اُٹھایا اسی لمحہ دریا کی تمام مچھلیاں اپنے منھ میں موتی دبائے سطح آب پر ابھر آئیں آپ نے ان میں سے ایک موتی لیکر اس تاجر کو دے دیا اور کشتی چھوڑ کر اسی لمحہ میں اتر گئے اور پانی پر گذر کر کنارے پہنچ گئے۔

عمل میں اخلاص کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا" **احب الاعمال علی الاخلاص فی الاعمال** " میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل میں اخلاص ہے، کیونکہ اخلاص کے ساتھ عمل کرنا واقعی عمل ہے اس لئے کہ عمل کے لئے اخلاص کا درجہ ایسا ہی ہے جیسے جسم کے لئے روح، جس طرح بغیر روح کے جسم پتھر وجماد ہے، اسی طرح بغیر اخلاص کے عمل ریت کا تودہ ہے کیونکہ اخلاص باطنی اعمال کے قبیل سے ہے اور طاعات ونیکیاں ظاہری اعمال کے قبیل سے، ظاہری اعمال کی تکمیل باطنی اعمال کی موافقت پر موقوف ہے اور اعمال باطنہ ظاہری اعمال کے ساتھ ہی قدر وقیمت رکھتے ہیں، اگر کوئی ہزار برس تک دل سے مخلص ہے جب تک اخلاص کے ساتھ عمل کو نہ ملائے ہرگز وہ مخلص کہلانے کا مستحق نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ہزار برس تک ظاہری اعمال طاعات ونیکیاں کرتا رہے لیکن جب تک ظاہری عمل کے ساتھ وہ اخلاص کو نہ ملائے گا وہ عمل نیکی نہیں بن سکتی۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ رب تعالیٰ اس شخص سے بیزار وبے تعلق ہے جس نے دنیا میں کوئی نیک عمل محض دکھاوے کی غرض سے کیا ہو، اور اس میں اخلاص وللّٰہیت نہ ہو چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب آدمیوں کو جمع کرے گا تو ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ جس شخص نے اپنے کسی ایسے عمل میں جو اس نے اللہ کے لئے کیا (اور اس میں) کسی اور کو بھی شریک کیا تھا وہ اس کا ثواب اُسی دوسرے سے جا کر طلب کرلے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سب شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہے، حدیث پاک کا حاصل اور پیغام

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی نیک عمل کو قبول فرماتا ہے جو اخلاص کی کیفیت کے ساتھ صرف اسکی رضا و خوشنودی کی طلب میں کیا گیا ہو۔

دنیا طلبد غافل عقبیٰ طلبد عاقل
من عاشقم وبیدل جزیا رنمی خواہم

حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

طبقہ تابعین میں سے امام الطریقت فقیہ الفقہا، رئیس العلماء زھد الانبیاء عظیم المرتبت، رفیع المنزلت ہر دل عزیز حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیرت وخصائل میں نہایت عمدہ تھے تفسیر، حدیث فقہ، لغت، شعر، توحید، نعت اور علم حقائق میں عالی مرتبہ، ظاہر میں بہت ہوشیار، حلم وعلم میں یکتائے زمانہ اور طبیعت میں بہت نیک سیرت تھے، آپ کی یہ خوبیاں تمام مشائخ کبار کے نزدیک محمود مسعود ہیں، فقر و تونگری کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں "ارض بایسر من الدنیا مع سلامۃ دینک کما رضی قوم بکثیر ھا مع ذھاب دینھم" اے مرد مسلمان اپنی اس تھوڑی سی دنیا پر جو تجھے دین کی سلامتی کے ساتھ عطا ہوئی ہے اس پر قناعت کر، جس طرح عام لوگ اپنا دین کھو کر مال کی زیادتی پر خوش ہوتے ہیں، اگر فقر میں دین کی سلامتی ہے تو یہ اس تونگری سے بہتر ہے جس میں غفلت بھی ہو اور دین بھی جاتا رہے، اس لئے کہ سلامتی ایمان کے ساتھ جب فقیر اپنے دل کی طرف خیال کرتا ہے تو مالِ دنیا سے اسے خالی پاتا ہے، اور جو میسر آتا ہے اسی پر قناعت کرتا ہے، اور تونگر جب اپنے دل کی طرف خیال کرتا ہے تو اسے ہر دم مال کی طمع و زیادتی میں فکر مند پاتا ہے، اور وہ حصول دنیا کی خاطر ہر طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔

اور محبوبانِ خدا کی نظر ہر آن حق تعالیٰ کی رضا پر رہتی ہے اور غافلوں کی نظر ہمیشہ اس دنیا کی طرف رہتی ہے جو غرور و آفت سے بھرپور ہے، حسرت، ندامت، ذلت و معصیت سے کہیں بہتر ہے۔

غافلوں پر جب بلاء مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم محفوظ رہیں۔

اور جب محبوبانِ خدا پر بلاء مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں الحمد للہ ہمارے دین پر نہیں آئی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جسم پر بلا کا نزول ہو اور دل میں بقا ہو تو وہ جسم پر نزول بلا سے خوش ہوتے ہیں۔

اور اگر دل میں غفلت ہے اگر چہ لاکھ جسم میں عیش وعشرت ہو تو یہ موجب ذلت ہے۔

درحقیقت مقامِ رضا یہ ہے کہ کم دنیا کو زیادہ، اور زیادہ دنیا کو کم سمجھے، اس لئے کہ اس کی کمی اس کی زیادتی کی مانند ہے۔

اھل اللہ کا معاملہ ہے نہ وہ عطا سے خوش ہوتے ہیں نہ جفا سے پریشان ہوتے ہیں وہ تو صرف اپنے رب سے یہ ہی طلب کرتے ہیں کہ مولا جس میں تیری مرضی ہو اسی میں اپنی بھی رضا ہے۔

ایک مقام پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا معاملہ عجیب ہے کہ وہ عطاؤں پر شکر کرتے ہیں اور بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور دونوں صورتوں میں اپنے رب کی رضا وخوشنودی کی حصول میں کامیاب ہوتے ہیں، حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مکہ معظّمہ میں حاضر تھے، ایک شخص نے آکر آپ سے دریافت کیا کہ حضرت مجھے ایسا حلال بتائیے جس میں حرام کا شائبہ نہ ہو اور ایسا حرام بتائیے جس میں حلال کا شائبہ نہ ہو، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا" ذکر اللہ حلال لیس فیہ حرام وذکر غیرہ حرام لیس فیہ حلال " اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے جس میں حرام کا شائبہ نہیں اور غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں ذرہ بھر حلال نہیں، وہ اس لئے کہ ذکر اللہ میں نجات ہے، ذکر غیر میں ہلاکت ہے۔

سرّے کہ مرا باتست باغیر تو چوں گویم
تو دانی من دانم اظہار نمی خواہم

❁❁❁❁

حضرت حبیب اسلم راعی رضی اللہ عنہ

طریقت کے اماموں میں امام الصوفیا امیر الاولیاء ابوحلیم حضرت حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مشائخ کبار میں آپ کی بڑی قدر ومنزلت ہے تصوف کے تمام احوال میں کثرت کے ساتھ دلائل وشواہد مذکور ہیں، آپ خادمِ رسول صحابیٔ نبی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحب میں سے ہیں، آپ حدیث روایت فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" نیت المؤمن خیر من عملہ " مؤمن کی نیت اس کے عمل سے افضل ہے، آپ کا مشغلہ بکریاں پالنا تھا آپ اپنی بکریوں کو دریائے فرات کے کنارے چرایا کرتے تھے، ایک بزرگ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے میرا گذر اس طرف ہوا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ تو نماز میں مشغول ہیں اور بھیڑیاں ان کی

بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے میں حیرت زدہ ہو گیا اور شوقِ انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ اس بزرگ کی زیارت سے ضرور مشرف ہونا چاہیئے جن کی بزرگی کا کرشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں بڑی دیر تک انتظار میں کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا، آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا، بتاؤ کس کام کے لئے یہاں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ کی زیارت کے خاطر فرمایا "جزاک اللہ" اس کے بعد میں نے عرض کیا یا حضرت! بھیڑیئے کو آپ کی بکریوں سے اتنا لگاؤ ہے کہ وہ انہیں کھانے کے بجائے ان کی حفاظت کر رہا ہے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں کے چرواہے کو حق تعالیٰ سے ربط و لگاؤ ہے وہ بھی دلی کیا تم دل کی بات سمجھتے ہو؟ یہ فرما کر آپ نے ایک پتھر کے نیچے لکڑی کے پیالے کو رکھ دیا ذرا دیر میں پتھر سے دو چشمے جاری ہو گئے ایک دودھ کا اور، دوسرا شہد کا پھر فرمایا لو نوش کرو میں نے پیا اور عرض کیا حضرت! یہ مقام بلند آپنے کس طرح پایا؟ آپ نے جواب دیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے، اے فرزند! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اگر چہ ان کی مخالف تھی لیکن پھر بھی انھیں پتھر نے پانی دیا، حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ میں نہ تھے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک فرماں بردار امتی ہوں، تو یہ پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے گا کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں، پھر میں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا، **لاتجعل قلبک صندوق الحرص وبطنک وعا الحرام** "یعنی اپنے دل کو حرص کی کوٹھری اور اپنے پیٹ کو حرام کی گھٹری نہ بنانا، کیونکہ لوگوں کی ہلاکت انہیں دونوں چیزوں میں مضمر ہے اور ان کی نجات ان سے دور رہنے میں ہے۔

اخلاص وللّٰہیت (یعنی ہر نیک عمل کا اللہ کی رضا اور رحمت کی طلب میں کرنا) جس طرح ایمان اور توحید کا تقاضا اور عمل کی جان ہے اسی طرح ریا وسمعہ یعنی کوئی عمل نیک مخلوق کے دکھاوے اور دنیاوی شہرت اور نام ونمود کی غرض سے کرنا ایمان وتوحید کے منافی ہے اور ایک قسم کا شرک بھی ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" **من صلّی یُرا ئی فقد اشرک ومن صام یُرائی فقد اشرک ومن تصدق یُرائی فقد اشرک** " (مسند احمد) جس نے (دینا کے) دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ وخیرات کیا اس نے شرک کیا۔

حقیقی شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں اس کے افعال اور اس کے خاص حقوق میں کسی دوسرے کو شریک کیا جائے، یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو لائق عبادت سمجھا جائے یہ شرک حقیقی، شرک جلی، اور شرک اکبر ہے، قرآن وحدیث

میں اس کے کرنے والے کو لائق بخشش نہیں قرار دیا گیا ہے، لیکن بعض اعمال اور اخلاق ایسے بھی ہیں جو اگرچہ اس معنی میں شرک نہیں ہیں لیکن ان میں شرک کا تھوڑا بہت شائبہ ہے، لہٰذا اپنے اعمال واخلاق میں ریا وسمعہ کو جگہ نہ دی جائے، ظاہر ہے کہ کوئی عمل جب شرک ٹھہرے تو اس پر ثواب وجزا کا سوال ہی نہیں اٹھتا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں یہ چیز درجہ کمال تک پائی جاتی ہے کہ وہ ہر عمل دقول میں للّٰہیت اور رضائے خداوندی کو مدنظر رکھتے ہیں۔

شیوۂ اخلاص را محکم بگیر
پاک شو از خوفِ سلطان وامیر

حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ

ائمہ طریقت میں سے ایک صاحب کمال بزرگ، لوگوں سے کنارہ کش اور حصول جاہ ومرتبہ سے بے نیاز حضرت ابو سلیمان داؤد ابن طائی رضی اللہ عنہ آپ مشائخ کبار اور سادات اہل تصوف میں اپنے عہد کے بے نظیر، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردِ رشید اور حضرت فضیل اور ابراہیم ادھم رحمہما اللہ کے ہم عصر اور شیخ الطریقت حضرت حبیب اسلم راعی رضی اللہ عنہ کے مرید تھے، تمام علوم میں کمال مہارت اور علم فقہ میں فقیہہ الفقہاء کے خطاب سے موسوم تھے گوشہ نشینی اختیار فرما کے مہر جاہ ومرتبہ سے بے نیازی حاصل کرنے والے تھے، آپ کے فضائل ومناقب اور معاملات، عالم میں بہت مشہور ہیں آپ کو حقائق ومعرفت میں کامل دسترس حاصل تھی، آپ نے اپنے ایک مرید کو ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا'' ان اردت السلامۃ سلم علی الدنیا وان اردت الکرامۃ کبر علی الآخرۃ'' اے فرزند! اگر سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو ترک کر دے اور اگر بزرگی چاہتا ہے تو آخرت کے انعام واکرام کی خواہشوں کے گلے پر چھری پھیر دے، کیونکہ یہ دونوں مقامات حجاب کے ہیں، اس کو اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قربت سے دور ہی رہتا ہے، اور تمام خواہشیں ان ہی دونوں چیزوں میں مستور ہیں، تو جو شخص جسم سے فارغ ہونا چاہے اسے چاہیئے کہ دنیا سے کنارہ کش ہو جائے اور جو شخص روح سے فراغت کا خواہش مند ہو اسے چاہیئے کہ آخرت کی خواہش کو اپنے دل سے نکال دے۔

حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ حضرت محمد بن حسن رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بکثرت رہا کرتے تھے، اور حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب تک نہ پھٹکتے تھے، لوگوں نے آپ سے کہا یہ دونوں شخص اپنے وقت بہت بڑے عالم دین ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ایک تو بہت عزیز رکھتے ہیں اور دوسرے کو قریب تک نہیں آنے دیتے۔

آپ نے فرمایا! سن لو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے دنیاوی مال خرچ کر کے علم حاصل کیا، اوران کا علم دین کی عزت اور دنیا کی ذلت کا موجب ہے۔

اور حضرت امام ابو یوسف نے درویشی و مسکینی دیکر علم حاصل کیا ہے، اور اپنے علم کو عزت و منزلت کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس لئے امام ابو یوسف محمد حسن کے ہم پلہ نہیں ہیں،

حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ کے متعلق ابو المحفوظ حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی مانند دنیا کو حقیر و کمتر جاننے والا کسی کو بھی نہیں دیکھا۔

اس لئے کہ وہ دنیا اور اہل دنیا کو حقیر و ذلیل جانتے خواہ، وہ وقت کا بادشاہ کیوں نہ ہو، اور فقراء کو چشم محبت و نگاہ کمال سے دیکھتے اگر چہ وہ پر آفت کیوں نہ ہو۔

آپ کے فضائل و مناقب بکثرت ہیں جنہیں اہل حق نے اپنے دور میں بخوبی بیان کیا ہے۔

بہ نیکی ہم چوں پاکاں زندہ باشی
بہ تختِ سروری پایندہ باشی
نیکی کے ساتھ پاکبازوں کی طرح زندہ رہ
تختِ سروری پر ہمیشہ قائم رہ

حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی رضی اللہ عنہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک جلیل القدر بزرگ صفحۂ اول کے اہل بلا و بلوی مایۂ زہد و تقویٰ اہل صوفیاء کے مقتدا و پیشوا، اور رہنما اور جملہ علوم شرعیہ کے زبردست عالم اور دانائے حقیقت و معرفت شیخ زماں حضرت ابو علی شقیق ابن ابراہیم ازدی رضی اللہ عنہ ہیں، علم تصوف میں آپ کی تصانیف بکثرت ہیں، رموز و اسرار کے ماہر کامل آپ حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ تعالیٰ کی صحبت میں رہے، بہت سے مشائخ عظام سے ملاقات کی اور ان کی محافل و مجالس میں حاضر رہے، آپ کا ارشاد ہے کہ " جعل اللہ اھل طاعة احیاء فی مماتھم واھل المعاصی امواتا فی حیوتھم " اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی موت کو بھی زندگی قرار دی ہے اور نافرمانوں کی زندگی کو موت قرار دی ہے۔

یعنی فرماں بردار اطاعت گذار اگر چہ مردہ ہو مگر فی الحقیقت وہ زندہ ہے کیونکہ فرشتے اس کی طاعت پر قیامت تک آفریں کہتے رہتے ہیں، اوران کا اجروثواب (بعد وفات) بھی بڑھتا رہتا ہے، معلوم ہوا کہ وہ موت کی فنا کے بعد بھی بقا کے ساتھ باقی ہوتے ہیں، اور حصول اجروثواب کرتے رہتے ہیں۔

ایک بوڑھا شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوااور عرض کرنے لگا، یا شیخ میں بہت گنہگار ہوں توبہ کے ارادہ سے حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا میاں تم دیر سے آئے ہو۔

بوڑھے شخص نے کہانہیں میں تو جلدی ہی آیا ہوں، آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ اس نے جواب دیا، جو شخص مرنے سے پہلے آئے خواہ وہ دیر سے ہی آئے، جلدی آتا ہے، آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔

آپ کی توبہ کا عجیب واقعہ ہے کہ ایک سال بلخ میں شدید قحط پڑا حالت یہ ہوگئی کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے، سبھی لوگ نہایت غمزدہ و پریشان حال تھے، آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو بازار میں کیف ومستی کے عالم میں ہنستا اور خوشی مناتا پھر رہا تھا، لوگوں نے اس سے کہا تو بہت بے غیرت ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ہنسی خوشی سے پھر رہا ہے جبکہ تمام لوگ غمزدہ اور پریشان حال ہیں، اس غلام نے جواب دیا کہ مجھے کوئی غم واندیشہ نہیں ہے۔

کیونکہ میں اس شخص کا غلام ہوں جو اس شہر کا مالک ہے اس نے میرے دل سے ہر پریشانی کو دور کر دیا ہے، میں بہت مطمئن اور خوش حال ہوں، حضرت شقیق بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام کی یہ بات گوش دل سے سن کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، یا الہ العلمین، یہ غلام جس کا آقا صرف ایک شہر کا مالک ہے وہ اس قدر مطمئن اور خوش ہے۔

میرے مولا تو تو مالکُ الملک ہے سارے جہان کا مالک ہے اور ہمارے رزق کا ضامن ہے پھر بھلا ہم اس قدر فکر مند اور پریشان کیوں ہیں؟

اس خیال کے آتے ہی آپ نے تمام دنیاوی مشاغل سے منہ موڑ لیا اور راہ حق میں ہمہ تن لگ گئے، پھر کبھی روزی کا فکر وغم نہ کیا آپ اپنی زبان سے ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ میں اُس غلام کا شاگرد ہوں، جس نے مجھے غم دنیا سے نجات دلا کر فکر خدا میں لگا دیا اور جو کچھ میں نے پایا ہے اسی (غلام سے) پایا ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ میں اس غلام کا شاگرد ہوں جو کچھ میں نے پایا اس سے پایا، از راہ تواضع تھا، حقیقت یہ ہے کہ آپ بہت بلند پایہ اور عالی مرتبت ولی ہیں آپ کے فضائل ومناقب بہت مشہور ہیں۔

بلند مرتبہ زیں خاکِ آستاں شدہ ام

غبار کوئے تو ام اگر چہ آسماں شدہ ام

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ:

بحر العلوم طریقت وشریعت کے اماموں میں سے ایک ملک صفت بزرگ امام مطلبی حضرت سیدنا ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ ہیں، آپ اپنے زمانہ کے اکابرین میں مشہور بزرگ گذرے ہیں اور تمام علوم کے مشہور ومعروف امام ہیں، فتوہ، ورع اور تقویٰ میں آپ کے فضائل مشہور اور کلام ارفع اعلیٰ ہے جب تک مدینہ منورہ میں قیام فرمارہے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تلمذ رہا اور جب عراق تشریف لائے تو حضرت امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے، آپ دنیاوی مشاغل سے کنارہ کش رہے آپ کی طبیعت ہمیشہ گوشہ نشینی کی طرف مائل رہی، اور جب طریقت کے حقائق کی جستجو میں مشغول ہوئے اور اس راہ کے راہرو بنے تو آپ کی اس قدر شہرت ہوئی کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہوکر آپ کی اقتدا کرنے لگے۔

آپ ہر حال میں اوصاف محمودہ اور خصائل حمیدہ کے حامل رہے، ابتدا میں صوفیائے کرام کے زمرہ میں رہے مگر دل میں کرختگی رہی لیکن جب حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور ان کی صحبت اختیار فرمائی تو یہ کرختگی زائل ہوگئی اور جہاں کہیں بھی رہے طالب صادق رہے۔

آپ کا ارشاد ہے، اذا رائیت العالم یشتغل بالرخص والتاویل فلن یجی منہ بشیٔ ء" جب تم ایسے عالم کو دیکھو جو رخصت وتاویل کا متلاشی رہتا ہے تو تم اس سے کچھ بھی حاصل نہ کرسکو گے۔

مطلب یہ ہے کہ علماء کرام چونکہ مخلوقات کے پیش رو ہیں، اس لئے انھیں رخصت چھوڑ کر عزیمت کی راہ پر گامزن رہنا چاہیئے وجہ یہ ہے کہ اگر غیر عالم میں عزیمت پائی گئی تو عمل کے میدان میں غیر عالم بڑھ جائے گا، حالانکہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی غیر عالم ان سے بڑھکر قدم رکھے کسی معنیٰ میں ہو؟

راہ حق کا اصول، احتیاط اور مجاہدے میں مبالغہ کے بغیر ممکن نہیں، اور عالم میں رخصت یہ ہے کہ ایسا کام کرے جس میں آسانی ہو اور مجاہدے کی راہ سے فرار مل سکے،

لٰہذا رخصت کی جستجو تو عوام کا درجہ ہے تاکہ دائرہ شریعت سے باہر نہ نکل جائے، اور جب خواص یعنی علما ہی عوام کے درجہ میں اتر آئیں اور رخصت پر عمل کرنے لگیں تو پھر ان سے کیا حاصل ہوگا، اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ رخصت کے درپے ہونے میں فرمان الٰہی کا استخفاف بھی ہے، علماء چونکہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور کوئی دوست اپنے دوست کے حکم کا

استخفاف کرسکتا ہے نہ اس کو سبک کرسکتا ہے، اور نہ علمائے حق ہی عوام کے درجہ میں آنا گوارا کر سکتے ہیں۔

بلکہ جو علماء حق ہونگے وہ ہر حال میں احتیاط اور عزیمت ہی کو اختیار کرنا پسند کریں گے، ایک بزرگ اپنا خواب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مجھے ایک روایت پہنچی ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے اوتاد، اولیاء، اور ابرا رہیں، سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا راوی نے میری یہ حدیث تم تک صحیح پہونچائی ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پھر مجھے ان میں سے کسی کو دکھایا جائے۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں سے ایک محمد بن ادریس ہیں رضی اللہ عنہ

زہے قسمت اگر باشد میسر
کہ یکدم ہم نشیں بندہ باشی

حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ:

طریقت کے اماموں میں سے ایک بلند پایہ بزرگ، ولایت وطریقت کی زینت، محبت وفا کی زبان حضرت ابوزکریا یحیٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کا حال بلند، نیک خصلت اور حقیقت میں حق تعالیٰ کی امید پر ثابت قدم تھے آپ نکتے اور اشارات پر کامل دسترس رکھتے تھے، رموز واسرار سے کامل طور پر واقف تھے، حضرت حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو یحیٰ پیدا فرمائے ایک انبیاء میں جو حضرت یحیٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں اور دوسرے اولیاء میں جو حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت یحیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خوفِ الٰہی کی راہ پر اس طرح گامزن رہے کہ تمام مدعیان خوف، نجات سے ناامید ہو گئے، اور حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ کی امید پر ایسے قائم رہے کہ تمام مدعیان امید ہاتھ باندھے کھڑے رہے، لوگوں نے حضرت حضرمی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں اس کے شواہد موجود ہیں، لیکن حضرت یحیٰ معاذ رازی رضی اللہ عنہ کا حال کس طرح معلوم ہوا؟ انھوں نے جواب دیا مجھے معلوم ہے وہ کسی حالت میں بھی کسی وقت اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہے، اور نہ کبھی کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب ان کی ذات سے ہوا معاملات طریقت میں وہ اتنے کامل تھے کہ ایسی طاقت ان کے وقت میں کوئی دوسرا نہیں

رکھتا تھا، کسی محب نے آپ سے دریافت کیا کہ اے شیخ! آپ کا مقام تو مقامِ رضا ہے لیکن آپ کا سلوک تو خائفوں کے جیسا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا! اے فرزند سنو بندگی کو ترک کرنا ضلالت و گمراہی ہے اور خوف ورجا ایمان کے دوستون ہیں، اور یہ محال ہے کہ کوئی شخص اپنے مجاہدے میں کسی رکن ایمان کو ضلالت و گمراہی اور خوف میں ڈال دے ، خائف اپنے خوف کو دور کرنے کے لئے عبادت و بندگی کرتے ہیں اور امیدوار وصالِ الٰہی کی امید میں، جب تک عبادت نہ ہو تو خوف کا وجود درست ہوگا اور نہ رجا (امید) اور جب عبادت موجود ہو تو یہ خوف ورجا سب عبادت بن جاتا ہے، جہاں محض عبادت ہو تو ایسی عبادت سودمند نہیں ہوتی، آپ ارشاد فرماتے ہیں، الدنیا دار الاشغال والآخرة دار الاحوال ولا یزال العبد بین الاشغال ولا حوال حتیٰ یستقربه القرار اما الی الجنه واما الیٰ النار'' یہ دنیا مشغولیتوں کی جگہ ہے، اور آخرت ہول وحشت کا مقام ہے اور بندہ ان دونوں کے درمیان ہمیشہ رہتا ہے یہاں تک کہ کسی ایک جگہ وہ قرار حاصل کرلے خواہ وہ جنت ہو یا دوزخ؟

خوشی ومسرت کے مقام میں وہ دل ہے جو دنیا میں مشغولیتوں سے اور آخرت میں ہولناکیوں سے محفوظ رہا ہے، اور دونوں جہاں سے توجہ ہٹا کر واصل بحق ہوگیا، آپ تونگری کو مفلسی پر ترجیح دیا کرتے تھے، سب کچھ ہوتے ہوئے آپ نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا قرض لے کر دوسروں کی امداد کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا، جب شہرے میں آپ پر بارِ قرض زیادہ ہوگیا تو آپ نے خراسان کا قصد فرمایا اور جب آپ بلخ پہنچے تو وہاں لوگوں نے آپ کو روک لیا تاکہ کچھ عرصہ رہ کر لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائیں، وہاں کے لوگوں نے بطور نذر آپ کی خدمت میں ایک لاکھ کی تھیلی پیش کی وہ تھیلی لیکر آپ بار قرض اتارنے کی غرض سے شہر رے کی طرف واپس ہوئے، اثناء راہ میں ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈال کر آپ سے وہ تمام روپیہ چھین لیا، آپ خالی ہاتھ نیشاپور واپس آگئے، اور وہیں آپ نے وفات پائی۔

خلفائے راشدین کے بعد صوفیاء کرام میں سے آپ ہی نے منبر پر وعظ ونصیحت فرمائی، آپ کی بکثرت تصانیف ہیں اور آپ کے نکتے اور اشارات نہایت انوکھے ہیں، آپ کا کلام طبیعت میں رقت اور سماعت میں لذت پیدا کرنے والا اور اصل میں دقیق اور عبارت میں، بہت مفید ہوتا تھا، آپ نہایت صاحب عزت وفتوح اور وجیہ وباوقار گذرے ہیں۔

از رعب حسنش لرزاں دو عالم
فیض تبسم عاجز نوازے۔

حضرت منصور ابنِ عمار رضی اللہ عنہ:

ائمہ طریقت میں آپ بلند مرتبہ وقار العلماء، رئیس الفقراء شیخ باوقار مشرف خواطر و اسرار نہایت بلند کردار صاحب عظمت دانشور اسرار و معرفت گنجینۂ علم وہدایت حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ ہیں، آپ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے مشائخ کبار میں سے ہیں، عراق کے اکابر میں سے آپ مقبول اہل خراساں تھے، پند و نصائح میں حسن کلام اور نکتہ رسی تھی، ہر علم و فن میں وعظ و نصیحت فرماتے اور درایت و رایات، احکام و معاملات کی گتھیاں سلجھایا کرتے تھے، بعض صوفیائے کرام نے حد سے زیادہ آپ کی تعریف کی ہے، درحقیقت آپ کے کلام میں وعظ و نصیحت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے "سبحان من جعل قلوب العارفين اوعية الذكر وقلوب الزاهدين اوعية التوكل وقلوب المتوكلين اوعية الرضا وقلوب الفقراء اوعية القناعة وقلوب اهل الدنيا اوعية الطمع" وہ ذات پاک ہے جس نے عارفین کے دلوں کو ذکر جگہ اور زاہدین کے دلوں کو توکل کی جگہ اور متوکلین کے دلوں کو رضاء کی جگہ اور درویشوں کے دلوں کو قناعت کی جگہ اور دنیا داروں کے دلوں کو حرص کہ جگہ قرار دیا، آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب اعضاء و حس کو پیدا فرمایا تو اس قسم کی طاقت و توانائی بخشی، چنانچہ ہاتھوں کو پکڑنے کا آلہ اور پاؤں کو چلنے کی طاقت آنکھوں کو دیکھنے کا ذریعہ کانوں کو سننے کے لئے اور زبان کو بولنے کے واسطے پیدا فرمایا، ان کی تخلیق و ظہور میں کچھ زیادہ اختلاف نہ رکھا، لیکن جب دلوں کو بنایا تو ہر دل کی مراد مختلف ہر دل کا ارادہ مختلف اور ہر دل کی خواہش کو گونا گوں بنا دی، چنانچہ کسی دل کو معرفت کی جگہ، کسی دل کو گمراہی کا مقام، کسی دل کو قناعت کی جگہ اور کسی دل کو حرص و لالچ کا مقام بنایا اور اللہ تعالیٰ نے دل سے بڑھکر کوئی چیز نرالی پیدا نہیں فرمائی، دوسرے مقام پر آپ کا ارشاد ہے "الناس رجلان مفتقر الى الله فهو فى اعلىٰ الدرجات علىٰ لسان الشريعة والسعادة والشقاوة وهو فى افتقاده اليه واستغنائه به من غيره۔ لوگ دو قسم کے ہیں ایک خدا کی طرف محتاج تو ان کا درجہ شریعت کی ظاہری زبان میں بہت بلند ہے، دوسرا وہ جو اپنی نیازمندی کو دیکھتا ہی نہیں اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی میں ہر مخلوق کے رزق، موت و حیات، سعادت و شقاوت کو لکھ دیا ہے، وہ خدا سے اپنی نیازمندی میں خالص غیروں سے بے پرواہ ہے ، اور ایک دوسرے مقام پر آپ ارشاد فرماتے ہیں "الناس رجلان عارف بنفسه فشغله فى المجاهدات والرياضة وعارف بربه وشغله بخدمة وعبادته ومرضاته" لوگ دو قسم کے ہیں یا تو وہ اپنے نفس کے عارف ہوں گے یا حق تعالیٰ کے

عارف، اگروہ اپنے نفس کے عارف ہیں توان کا مشغلہ ریاضت ومجاہدہ ہے اور اگر حق تعالیٰ کے عارف ہیں توان کا مشغلہ خدمت، عبادت اور طلب رضاء ہے۔

لہٰذا جو عارفِ نفس ہوتے ہیں ان کی نظر تو عبادت وریاضت پر ہوتی ہے تاکہ درجۂ مقام حاصل کریں، اور جو عارفِ الٰہی ہوتے ہیں، ان کی نظر عبادت وریاضت پر نہیں ہوتی بلکہ وہ عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ سب کچھ ہوجائیں، ان دونوں مرتبوں میں بہت دوری ہے۔

بندہ کو زھد واتقاء کی شان سے دور، رہنا ہی بہتر ہے، نیاز مندی کو چھوڑ دے صرف رب کے حکم وطاعت کو ملحوظ رکھے نعمت کے ساتھ ہونا کچھ کمال نہیں، نعمت دینے والے کے ساتھ ہونا کمال ہے جو نعمت کے ساتھ ہے وہ نعمت پر ہی نگاہ رکھنے میں مبتلا ہے اگرچہ وہ بہت غنی ہو، مگر دراصل وہ فقیر ہے اور جو منعم کے ساتھ ہے اسی طرف نگاہ رکھتا اور اُسی کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ فقیر ہے مگر دراصل وہ غنی ہے۔

صفات وذات چو از ہم جدا نمی بینم
بہ ہر چہ می نگرم جز خدا نمی بینم

حضرت ابوالحسن سمنون بن عبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ

طریقت کے اماموں میں سے ایک بزرگ آفتاب اہل محبت قدوہ اہل معاملت شناورِ بحر طریقت ومعرفت حضرت ابوالحسن سمنون بن عبداللہ خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، جو اکابرین مشائخ میں بلند پایۂ رتبہ اپنے زمانہ میں بے نظیر محبت وخلوص میں بلند مرتبہ تھے، تمام مشائخ عظام آپ کو بزرگ جانتے اور سمنون المحب کہتے تھے، حالانکہ آپ ازراہ تواضع اپنے کو سمنون الکذب کہا کرتے تھے، آپ کے زمانہ میں ایک نہایت کمینہ دروغ گوشخص غلام الخلیل نامی تھا جو جھوٹی باتیں گڑھ کر خلیفہ وقت سے کہا کرتا اور جھوٹی گواہیاں دیگر اھل اللہ کو بدنام کرنے کی سازشیں کیا کرتا تھا اس سے تمام مشائخ کرام آزردہ رہے آپ نے اس کمینہ خصلت وکمینہ پرور سے بہت تکلیفیں اٹھائیں، غلام الخلیل ایک ریاکار آدمی تھا جو صوفی وپا رسا ہونے کا دعویدار تھا یہ پکا دنیا دار مکار اور چغل خور انسان تھا، اور اس نے خود کو بادشاہ کا حضوری اور اس کا نائب وخلیفہ مشہور کررکھا تھا، اس طرح کے جھوٹے چغل خور اور مکار لوگ آج بھی پائے جاتے ہیں، اسی طرح یہ مدعی درویشوں اور مشائخ کی بدگوئیاں امراء وحکام کے سامنے کرتا رہتا تھا، تاکہ ایسے خداترس لوگوں کی رسائی امراء اور حاکموں تک نہ ہونے

پائے اور خود اس کی مکاری کا دبدبہ و مرتبہ قائم و برقرار ہے، مقام حیرت یہ ہے کہ حضرت سمنون بن عبداللہ بن خواص علیہ الرحمہ اور ان مشائخ عظام کے زمانہ میں صرف ایک ہی بدخصلت انسان تھا اور اس دور کی حالت تو یہ ہے اس زمانہ میں ہر محقق و اہل حق کے لئے ایک لاکھ سے زیادہ غلام الخلیل جیسے بدطینت لوگ موجود ہیں جو درویشوں اور مشائخ عظام کی برائیاں و بدگوئیاں کرنے میں ذرہ برابر شرم و غیرت محسوس نہیں کرتے۔

حضرت سمنون علیہ الرحمہ کی بغداد میں بزرگی اور مرتبہ بلند کی شہرت ہوئی اور ہر ایک آپ کی قرب کا خواہاں ہوا تو غلام الخلیل یہ سن کر بہت فکر مند اور رنجیدہ ہوگیا اس نے لوگوں کو آپ سے برگشتہ کرنے کے لئے بہت سی باتیں گڑھ لیں یہاں تک کہ موقع پاکر ایک روز ایک خوبصورت عورت کو آپ کے پاس بھیجا وہ حسینہ نہایت ناز و ادا سے آپ کی طرف مخاطب ہوئی، جب آپ کی نظر اس کے جمال پر پڑی اس عورت نے اپنے آپ کو حوالہ کرتے ہوئے پیش کیا، آپ نے اسے جھڑک دیا جب وہ عورت مطلب برآری میں ناکام ہوگئی تو وہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچی اور ان سے کہنے لگی کہ آپ حضرت سمنون علیہ الرحمہ سے فرمائیں کہ وہ مجھ سے نکاح کرلیں حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی بات ناگوار گذری اور آپ نے اسے جھڑک کر نکال دیا۔

اس کے بعد وہ عورت غلام الخلیل کے پاس آئی اور اس سے ان عورتوں کی مانند جو دھتکاری جاتی ہیں، کچھ بن نہیں پڑتا تو اتہام بازی پر اتر آتی ہیں، اس نے آپ پر اتہام طرازی شروع کردی اور آپ پر معاذ اللہ بدکاری کی تہمت دھرنے لگی اور اس قسم کی باتیں بنا بنا کر کہنے لگی کہ جو سنتا اُن سے برگشتہ ہوجاتا، حتیٰ کی خلیفہ وقت کو آپ سے اتنا برگشتہ کردیا کہ اس نے آپ کو قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

جب جلاد کو بلایا اور اس نے خلیفہ سے آپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی اور خلیفہ نے اجازت دینی چاہی تو اچانک اس کی زبان گنگ ہوگئی ہزار کوشش کے باوجود وہ منھ سے کچھ بول نہ سکا، جب اُس رات کو سویا تو اسے خواب میں خبردار کیا گیا کہ تو قتل سے باز آ، کیونکہ تیرے ملک اور حکومت کا زوال حضرت سمنون علیہ الرحمہ کی زندگی سے وابستہ ہے، دوسرے دن خلیفہ نے حاضر ہوکر آپ سے معافی مانگی اور حسنِ سلوک سے پیش آیا، محبت و حقیقت میں آپ کا کلام بہت بلند اور اشارات نہایت دقیق ہیں، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب آپ حجاز مقدس سے واپس تشریف لا رہے تھے تو شہر (قید) کے لوگوں نے درخواست کی کہ منبر پر تشریف فرما ہوکر کچھ پند و نصیحت فرمائیں آپ منبر پر وعظ کے لئے تشریف لے گئے، مگر کوئی متوجہ نہ ہوا آپ نے اپنا رُخ مسجد کی قندیلوں کی طرف کرکے فرمایا اے قندیلو! میں تم سے مخاطب ہوں دفعتاً سب قندیلیں گر کر چکنا چور ہوگئیں۔

آپ نے محبت کے بارے میں ارشاد فرمایا "لایعبر عن شئی الابما هو ادق منه ولا شی ادق من المحبة فبم یعبر عنها ، چیزوں کی تعبیر اس سے زیادہ دقیق چیز ہوتی ہے، مگر محبت سے زیادہ دقیق کوئی چیز اور نہیں ہے، اس کی تعبیر کسی چیز سے نہیں کی جاسکتی۔

مطلب یہ ہے کہ محبت وہ شئی ہے کہ اس کے مفہوم کو الفاظ و عبارت میں ادا نہیں کیا جاسکتا، چونکہ عبارات معتبر یعنی معنیٰ کی صفت ہے اور محبت معنیٰ نہیں، محبوب کی صفت ہے، لہٰذا عبارت کے ذریعہ اس کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔

من اگر والہ و مدہوش شوم معذ درم

کہ در آئینہ عجب حسن و جمالے دیدم

حضرت محمد بن علی ترمذی رضی اللہ عنہ:

آپ طریقت کے اماموں میں سے ایک بلند مرتبہ بزرگ شیخ با خطر، فانی از صفات بشر حضرت ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ ہیں آپ فنون علم کے امام کامل اور شیخ المشائخ میں نہایت برگزیدہ بزرگ تھے، آپ کی تصانیف بکثرت ہیں اور ہر کتاب سے آپ کی کرامتیں ظاہر ہیں، مشائخ کے اماموں کا قول ہے کہ حضرت محمد بن علی حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ ایسے در یتیم ہیں جن کی مثال سارے جہان میں نہیں ہے علوم ظاہری میں بھی آپ کی کتابیں بیحد مقبول ہیں اور احادیث میں بھی آپ کی سند بہت دقیع ہے، آپ نے ایک تفسیر بھی شروع کی تھی لیکن عمر نے وفا نہ کی اور تفسیر مکمل نہ ہوسکی جس قدر تحریر فرمائی ہے وہ تمام اہل علم میں مروج ہے، اور قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مصاحبین میں سے کسی ایک خاص مصاحب کو آپ نے فقہ پڑھائی، شہر ترمذ میں آپ کو حکیم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

ولایت کے معاملات میں تمام صوفیائے کرام آپ کہ پیروی کرتے ہیں، آپ مدت تک حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہے آپ کے مرید خاص حضرت ابوبکر اوراق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر ہفتہ بروز یکشنبہ کو حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس آتے تھے اور ایک دوسرے سے واقعات و حالات دریافت کرتے تھے۔

احکام شریعت و اوصاف عبودیت کے متعلق حضرت محمد بن علی حکیم ترمذی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

من جهل باوصاف العبودية يكون اجهل باوصاف الربوبية ومن لم يعرف طريق معرفة النفس لم يعرف طريق معرفة الرب بان الظاهر متعلق بالباطن والتعلق باظاهر بلا باطن محال ، ودعوى الباطن بلا ظاهر محال فمعرفته اوصاف الربوبية فى الصحيح اركان العبودية ولا يصح ذالک الا

بـالادب'' جوشخص علم شریعت اور اوصاف عبودیت سے ناواقف ہے وہ اوصاف ربوبیت سے تو اور بھی زیادہ بے خبر ہوگا، اور جو ظاہر میں معرفت نفس کی راہ سے بے خبر ہے وہ معرفت رب کی راہ یعنی طریقت سے بھی بے خبر ہوگا کیونکہ ظاہری تعلق بغیر باطن کے محال ہے نیز بغیر ظاہر کے باطن کا دعویٰ بھی باطل ہے، لہٰذا اوصاف ربوبیت کی معرفت، ارکان عبودیت وبندگی کی صحت پر منحصر ہے، اور یہ بات صحت ادب اور احکام شریعت کی پابندی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید

کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

حضرابوبکرمحمد بن عمروراق رضی اللہ عنہ

ائمہ طریقت میں امام الاولیاء شیخ المشائخ زینت زہاد حضرت ابوبکر محمد بن دارق رضی اللہ عنہ ہیں، زہاد واکابرین مشائخ میں سے تھے، آپ نے حضرت احمد بن خضرویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور حضرت محمد بن علی حکیم ترمذی کی صحبت پائی آپ کی ارادت انھیں سے ہے، مشائخ عظام میں آپ ''مودب الاولیاء'' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔

حکایت: آپ اپنے شیخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انھوں نے چند اوراق مجھے عطا فرمائے اور فرمایا انھیں دریائے جیحون میں ڈال آؤ لیکن میرا دل ان اوراق کو دریا برد کرنے پر راضی نہ ہوا، میں نے حفاظت سے ان اوراق کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے انہیں دریا میں ڈال دیا ہے، آپ نے فرمایا بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟ میں نے کہا میں نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا فرمایا تو پھر تم نے انہیں دریا میں نہیں ڈالا، جاؤ دریا میں ڈال کر آؤ میں حیرت وتعجب میں تھا اس وقت میرے دل میں کئی قسم کے وسوسے لاحق ہورہے تھے، آخر کار میں نے ان اوراق کو دریا میں ڈال دیا دریا کا پانی لہریں لے کر پھٹا اور اس میں سے ایک صندوق نمودار ہوا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا وہ اوراق خود بخود اس صندوق میں چلے گئے پھر صندوق کا ڈھکنا خود بخود بند ہوگیا، واپس آکر آپ کے سامنے میں مفصل واقعہ بیان کردیا، آپ نے فرمایا ہاں اب تم نے ڈالا ہے میں نے عرض کیا حضور! یہ کیا اسرار ہیں مجھ پر ظاہر فرمایئے، آپ نے فرمایا میں نے اصول تحقیق میں ایک کتاب لکھی تھی جو کہ نہایت دقیق تھی جس کا سمجھنا دشوار تھا۔

میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام نے اُسے مجھ سے مانگا، اللہ تعالیٰ نے پانی کو مامور فرمایا کہ وہ ان تک پہونچادے۔

حضرت ابوبکر خضر محمد بن عمر وراق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، الناس ثلثه العلماء والامراء والفقراء فاذ فسد العلماء فسد الطاعة والشريعة واذا فسدوا الامراء فسد المعاش واذفسد الفقراء فسدالاخلاق " لوگ تین قسم کے ہیں علماء امراء اور فقراء علماء خراب ہو جاتے ہیں تو خلق کے طاعت واحکام تباہ ہو جاتے ہیں اور جب امراء خراب ہو جاتے ہیں تو لوگوں کی معیشت تباہ و برباد ہو جاتی ہے، اور جب فقراء خراب ہو جاتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امراء وسلاطین کی خرابی، علماء کی حرص وطمع کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور فقراء کی خرابی جاہ ومنصب کی خواہش میں رونما ہوتی ہے، جب تک امراء وسلاطین علماء سے منہ نہ موڑیں گے تباہ و برباد نہ ہوں گے اور جب تک علماء بادشاہوں کی صحبت سے بچتے ہیں گے تباہ وخراب نہ ہوں گے اور جب تک فقراء جاہ وحشم کی خواہش سے دور رہیں گے تباہ برباد نہ ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہوں کا ظلم بے علمی کی وجہ سے علماء میں طمع بددیانتی کی وجہ سے اور فقراء میں جاہ وحشم کی خواہش، بے توکلی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، لہٰذا بے علم بادشاہ بددیانت عالم اور بے توکل فقیر بہت برے ہوتے ہیں، لوگوں میں برائیوں کا صدور اور خرابیوں کا ظہور ان ہی تین گروہ کے لوگوں سے رونما ہوتے ہیں۔

جس طرح زبان کی حفاظت میں سارے جسم کی خیر ہے اسی طرح ان تین گروہوں کے صحیح ہونے میں سارے عالم کی بھلائی ہے، جس طرح زبان بے حفاظت رکھنے میں سارے جسم کے اعضاء تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں اسی طرح ان تینوں گروہوں کے بگڑنے میں سارے جہان کے لوگ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

''حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ''

طریقت وشریعت کے اماموں میں سے ایک باعظمت بزرگ حامئی سنت،، قاطع بدعت، شیخ الطریقت حضرت ابومحمد امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہیں آپ ورع، تقویٰ اور حافظ حدیث ہونے میں مخصوص حیثیت کے مالک ہیں تمام مشائخ طریقت اور علماء شریعت آپ کو امام وپیشوا مانتے ہیں۔ آپ نے مشائخ کبار میں حضرت ذوالنون مصری، حضرت بشر حافی حضرت شاہ سری سقطی اور حضرت معروف کرخی رحمہم اللہ علیہم کی صحبتیں پائی ہیں۔ بعض ظاہر بین لوگ آپ پر اتہام لگاتے ہیں ایسے اشخاص نہایت مفتری، کذاب ولعنت زدہ انسان ہیں۔ آپ تمام اتہامات سے پاک ومبراہیں۔ آپ نے علم وضمیر کے خلاف کبھی کچھ کہنا گوارانہ فرمایا شریعت وسنت کی محافظت میں ساری عمر گذاری جب بغداد میں فرقہ معتزلہ کا غلبہ وتسلط ہوا جس نے ایک نیا عقیدہ گڑھا کہ کلام اللہ بھی مخلوق الٰہی ہے۔ اس پر اس فرقہ باطلہ نے آپ کو بہت مجبور کیا کہ آپ یہ

عقیدہ مان لیں اور قرآن کو مخلوق کہنا گوارا کرلیں۔ انہوں نے آپ کو سخت اذیتیں دیں اور قرآن کو مخلوق کہنے پر مجبور کیا باوجودیکہ آپ ضعیف العمر اور کمزور و لاغر ہو چکے تھے پھر بھی آپ کے ہاتھوں کو کندھے سے کھینچ کر مضبوط باندھ دیا گیا اور آپ کے جسم پاک پر ایک ہزار کوڑے برسائے گئے، لیکن آپ نے ان کی مواقفت میں اپنے علم و ضمیر کے خلاف کہنا گوارا نہ فرمایا۔ اس کوڑے زدنی کے درمیان آپ کا ازار بند کھل گیا چونکہ آپ کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس وجہ سے آپ ازار بند باندھنے میں مجبور تھے اچانک ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے آپ کے ازار بند کو باندھ دیا جب ان لوگوں نے آپ کی حقانیت کی یہ دلیل دیکھی تو آپ کو چھوڑ دیا انہیں کوڑوں کے زخموں کے نتیجہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آخر وقت میں کچھ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے آپ پر کوڑے برسائے۔ آپ نے فرمایا اس کے بجز اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں اس گمان پر کوڑے مارے ہیں کہ (معاذ اللہ!) میں باطل پر ہوں اور وہ حق پر ہیں۔ محض زخمی ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن میں ان سے جھگڑا نہیں کروں گا۔ آپ کے علم و حلم اور تفویض الی اللہ کا یہ عالم تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

طریقت و سلوک میں آپ کا کلام نہایت ارفع اور بلند ہے آپ سے جو کوئی شخص بھی کوئی مسئلہ دریافت کرتا اگر وہ سلوک اور طریقت سے متعلق ہوتا تو جواب مرحمت فرماتے اور اگر حقائق و معرفت سے متعلق ہوتا تو حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا ''ما الاخلاص'' اخلاص کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''الاخلاص هو الخلاص من آفات الاعمال'' اخلاص یہ ہے کہ تم اعمال کی آفتوں سے محفوظ رہو۔ مطلب یہ ہے کہ عمل ایسا ہونا چاہئے جو سمع و ریا سے خالی ہو اور آفت رسیدہ نہ ہو اس نے پھر سوال کیا ''ما التوكل'' توکل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''الثقة بالله'' روزی رسانی میں اللہ تعالیٰ پر مکمل اعتماد و بھروسہ رکھنا۔ اس نے پھر سوال کیا ''ما الرضاء'' رضا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''تسليم الامور الیٰ الله'' تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا اور راضی برضا ہونا''۔ اس نے پھر سوال کیا ''ما المحبة'' محبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بات حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرو جب تک وہ حیات ہیں میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی زندگی کا تمام حصہ معتزلہ کے طعن و تشنیع اور ان کے ظلم و ستم میں گذرا اور بعد وفات مشبہ کے افتراء و اتہام کا نشانہ بنے رہے۔ یہاں تک کہ اہل سنت والجماعۃ کے لوگ بھی آپ کے احوال سے متہم

واقف نہ ہو سکے۔ عدم واقفیت کی بنیاد پر آپ پر اس قسم کے اتہام رکھے گئے۔ حالانکہ آپ اس سے پاک اور بری ہیں۔

علماء و مشائخ کی جماعت میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے آپ امت محمدی کے معین و مددگار ہیں اور آپ اپنے وقت کے کامل ترین بزرگوں میں شمار کیے جاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بہ حیرتم زدل خود کہ عمر رفت ولے
زکنج غم کدہ ہرگز بہ صحن باغ نہ رفت

''حضرت شاہ سری سقطی رضی اللہ عنہ''

ائمہ طریقت میں سے ایک کامل بزرگ شیخ الشیوخ امام اہل طریقت منقطع از جملہ علائق صوفیائے کرام کے مقتدا راہ حق میں یگانہ مایہ زہد و تقویٰ حضرت ابوالحسن بن مغلس سقطی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ حضرت جنید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے تصوف کے جملہ علوم میں آپ کی بڑی عظمت و شان تھی۔ سب سے اول جس ذات گرامی نے باطنی مقامات کی ترتیب اور بساط احوال میں غور و خوض کیا وہ آپ ہی کی ذات مقدسہ تھی۔ عراق کے بکثرت مشائخ عظام آپ کے مرید تھے۔ آپ حضرت حبیب راعی رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور آپ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔

آپ بغداد کے بازار میں سقط (کباڑ) فروشی کا کام کرتے تھے کسی وجہ سے یہ بازار جل گیا تو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کی دکان بھی جل گئی آپ نے یہ سن کر فرمایا چلو اچھا ہوا میں اس فکر سے آزاد ہو گیا۔ لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ بغداد کا تمام بازار جل گیا اور اس کے ارد گرد کی تمام دوکانیں نذر آتش ہو گئیں مگر آپ کی دوکان پر آنچ نہ آئی یہ دیکھ کر لوگوں نے آپ کو خبر دی۔ آپ دوکان پر تشریف لائے اور اسے سلامت دیکھ کر اس کا تمام مال و اسباب فقراء میں تقسیم کر دیا اور راہ تصوف اختیار کر لی۔

لوگوں نے آپ سے ابتدائے حال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ایک روز حضرت حبیب راعی رضی اللہ عنہ میری دوکان کے آگے سے گذرے تو میں نے انہیں روٹی کا ایک ٹکڑا دیا جس طرح اور فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس طرح مجھے دعا دی ''خیر ک اللہ'' اللہ تعالیٰ تجھے خیر کی توفیق عطا فرمائے جب سے میرے کان نے یہ دعا سنی ہے اس وقت سے میں دنیاوی مال سے بیزار ہو گیا اور اس سے نجات حاصل کرنے کی تدبیریں کرنے

لگا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات عطا فرمائی۔

آپ کثرت کے ساتھ یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللھم مھما عذ بتنی بہ من شئی فلا تعذبنی بذل الحجاب" اے اللہ جب کبھی تو مجھے کسی چیز کا عذاب دینا چاہے تو مجھے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ دینا۔ اس لئے کہ میں جب حجاب میں نہ ہوں گا تو تیرا بلا و عذاب میرے لئے تیرے ذکر و مشاہدہ کے ذریعہ آسان ہو جائے گا۔ اور میں جب حجاب میں ہوں گا تو اس حجاب کی ذلت میں تیری یہ نعمتیں ہی مجھے ہلاک کر ڈالیں گی۔ معلوم ہوا کہ جو بلا حالت مشاہدہ میں واقع ہوتی ہیں وہ بلا ہی نہیں بلکہ وہ خدا کی عطا کردہ نعمتیں ہوتی ہیں لیکن وہ نعمت جو حالت حجاب میں ہوں در اصل وہ بلا ہی ہیں۔ دوزخ میں سب سے بڑھ کر جو عذاب ہوگا وہ حجاب ہوگا اس سے بڑھ کر کوئی عذاب شدید و سخت تر نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر دوزخ میں دوزخی اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور مکاشفہ میں ہوتے تو گنہگار مسلمان ہرگز جنت کو یاد نہ کرتے۔ اس لئے کہ دیدار الٰہی وہ عظیم الشان نعمت ہے کہ تمام جسم میں خوشی و مسرت کی ایسی لہر دوڑا دیتا ہے کہ جسم پر بلا و عذاب کا اثر ہی نہیں ہوتا ہے۔ اور جنت میں کشف و مشاہدہ الٰہی سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں ہے۔ کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں بلکہ اس سے مزید سیکڑوں گنا نعمتیں میسر ہوں لیکن حق تعالیٰ کے مشاہدے سے حجاب میں ہوں تو یہ ان کے دلوں کیلئے موجب ہلاکت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور محبوبوں کے دلوں کو ہمیشہ اور ہر حال میں بینا رکھتا ہے تا کہ وہ تمام بشری مشقت و ریاضت کو برداشت کر سکیں۔ ایسی حالت میں یقیناً ان کی دعا یہ ہونی چاہئے کہ الٰہی تیرے حجاب کے مقابلہ میں ہر قسم کا عذاب پیارا ہے۔ جب تک ہمارے دلوں پر تیرا جمال ظاہر و منکشف ہے۔ بلا و ابتلاء کے اندیشے کا سوال ہی نہیں۔

لطف آن ست کہ دل واقفِ اسرار شود
جائے آن سب کہ دل طالبِ دیدار شود

"حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

طریقت کے اماموں میں ایک بزرگ رضاء بالقضاء متعلق بدرگاہ رضا پروردہ حضرت سیدنا علی ابن موسیٰ رضا ابو المحفوظ حضرت معروف بن کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ متقدمین میں سادات مشائخ میں سے تھے۔ آپ حضرت شاہ سری سقطی رضی اللہ عنہ کے پیر و مرشد تھے اور حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ پہلے غیر مسلم تھے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کو

حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ بہت محبوب رکھتے تھے آپ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب فنون علم میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے ''للفتیان ثلاث علامات وفاء بلا خلاف و مدح بلا جود و عطاء بلا سوال'' مردان خدا کی تین نشانیاں ہیں۔ ہر لحظہ وفا پر عمل کرے، بغیر طمع کے تعریف کرے، اور بلا سوال عطا کرے۔

وفا پر ہر لحظہ عمل کرنا سب کے بس کی بات نہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی بندگی میں احکام کی مخالفت اور فرمان الٰہی کی معصیت کو اپنے اوپر حرام کرے واقعی یہ نہایت جواں مردی اور اعلیٰ ہمتی کا کام ہے۔ بغیر طمع کے تعریف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کی بھلائی نہ دیکھی ہو پھر بھی اس کی تعریف کرے بلا سوال کئے بغیر مانگے دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مال عطا کرے تو اس کی تقسیم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ جب کسی کی ضرورت واحتیاج معلوم ہو جائے تو اسے سوال کرنے کی ذلت کا موقع نہ دے۔ اگرچہ یہ اخلاق ہر مسلمان میں ہونے چاہئیں لیکن عوام ان خوبیوں سے ناآشنا اور بیگانے ہیں۔ یہ تینوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ اپنے بندوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات حقیقی ہیں۔ رب کریم دوستوں کے ساتھ فیاضی میں کمی نہیں کرتا۔ بندہ خواہ وفا کرنے میں کتنا ہی ناحق شناس ہو اللہ تعالیٰ کی وفا کی نشانی یہ ہے کہ وہ ازل میں اپنے بندوں کو قبل اس کے کہ ان سے کوئی عمل خیر ہو۔ مخاطب فرماتا اور انہیں یاد کرتا ہے اور آج دنیا میں ان کے برے افعال کے باوجود انہیں نظر انداز نہیں کرتا اور مدح بلا جود تو اس کے سوا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ کسی بندے کے فعل کا محتاج نہیں ہے اگر اس کو کوئی بندہ تا قیامت یاد کرتا رہے تو اس کی تعریف میں چار چاند نہیں لگ جائیں گے۔ اسے اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اگر کسی لحہ یاد نہ کرے تو اس سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس کے باوجود بندے کے قلیل حمد پر رب ہو کر اس کی تعریف کرتا ہے یہی حال عطائے بے سوال کا ہے۔ اس کے سوا ایسا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ کریم ہے اور ہر ایک کے حال کا واقف وعلیم ہے اور ہر ایک کے مراد و مقصد کو بے مانگے پورا کرتا ہے۔ بندے پر جب تک سوال ظاہر نہ ہو وہ کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو معزز و مکرم بنانا چاہتا ہے تو اسے بزرگی عنایت فرماتا ہے اور اپنے قرب خاص سے نوازتا ہے اور اپنی ان تینوں مذکورہ صفات کو استعمال فرماتا ہے۔ جو بندہ اپنی مقدور بھر ان صفات واخلاق کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اصطلاح تصوف میں اسے فتوہ یعنی جواں مرد کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام جوانمردوں کی فہرست میں درج کیا جاتا ہے۔ پیغمبران عظام خصوصاً حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ تینوں صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ ان صفات سے متصف تھے اپنی پوری حیات مقدس میں خصوصیت کے ساتھ آپ نے اس کا لحاظ رکھا۔

"مردان خدا ہر چہ کنند برائے خدا کنند"

"حضرت ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساج رضی اللہ عنہ"

ائمہ طریقت میں ایک نہایت اعلیٰ صفت بزرگ طریق محبت وسلوک میں مستقیم، شیخ اہل تسلیم حضرت ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل خیر النساج رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنے زمانہ میں بزرگان مشائخ میں مقبول صاحب اصول ومعاملات عمدہ زبان اور مہذب بیان گذرے ہیں۔ آپ نے طویل عمر پائی، حضرت ابراہیم خواص اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہما نے آپ کی مجلس میں توبہ کی اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کو حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں احترام وعزت کے ساتھ بھیجنے والے آپ ہی تھے۔ آپ حضرت شاہ سری سقطی رضی اللہ عنہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قابل احترام شخص تھے۔ آپ کو خیر النساج کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنی جائے ولادت سامرہ سے بغرض حج بیت اللہ روانہ ہوئے جب آپ کا گذر کوفہ سے ہوا تو شہر پناہ کی دیوار پر ایک ریشم بننے والے نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا تو اتنے دنوں کہاں فرار رہا تو میرا غلام ہے اور تیرا نام خیر ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں قضاء وقدر کا ہاتھ ہے لہذا اپنے آپ کو حوالہ کرنے ہی میں خیر ہے۔ آپ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا یہاں تک کہ برسوں اس کے ساتھ کام کرتے رہے جب بھی وہ آپ کو پکارتا تو خیر کہکے پکارتا آپ جواب میں فرماتے میں حاضر ہوں! کئی سال اسی حال میں گذر گئے یہاں تک کہ وہ شخص اپنے کئے پر شرمسار ہوا اور آپ سے کہنے لگا معاف فرمایئے میں غلطی پر ہوں۔ آپ میرے غلام نہیں ہیں۔

اس طرح آپ نے غلامی سے خلاصی پائی۔ وہاں سے نکل کر آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ذکر وشکر میں منہمک ہوگئے۔

اور اس درجہ ومقام تک رسائی پائی کہ حضرت جنید بغدادی جیسے عالی مرتبت پکار اٹھے اور محبت سے فرمایا "خیر خیر نا" ہمارا خیر بہت اچھا ہے۔ آپ خیر نام کو بے حد پسند فرماتے تھے اور خواہش فرماتے تھے کہ لوگ آپ کو خیر کے نام سے پکاریں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک مسلمان نے میرا نام خیر رکھا میں اس نام کو بدل دوں۔

یقین اور تقویٰ کے متعلق آپ کا ارشاد ہے "شرح اللہ صدور المتقین بنور الیقین و کشف بصائر المؤمنین بنور حقائق الایمان" اللہ تعالیٰ نے متقین کے سینہ کو نور یقین سے بھر دیا ہے اور مومنوں کی آنکھوں کو حقائق ایمان کے نور سے منور فرما دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ متقیوں کے دلوں کو نور یقین کیلئے کھول دیا گیا ہے اور انہیں یقین کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اور مومن کی عقلوں کی بصیرتوں کو نور ایمان سے روشن کر دیا گیا ہے اور ان کی ایمان کیلئے حقائق کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لہذا جہاں ایمان ہوگا یقین ضرور ہوگا۔ اور جہاں یقین ہوگا وہاں تقویٰ بھی ہوگا کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے قریب اور تابع ہیں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو شام کی نماز کا وقت تھا اور آپ پر غشی طاری تھی جب آنکھ کھولی تو ملک الموت کے سوا کچھ نظر نہ آیا اس وقت ملک الموت کو مخاطب کر کے فرمایا "قف عافک اللہ فانما انت عبد مامور و انا عبد مامور و امرت بہ لا یفوتک و اما امرت بہ فھو شیٔ یفوتنی فدعنی امضی فیما امرت بہ ثم امضی بما امرت بہ" اے ملک الموت خدا تیرا بھلا کرے ذرا ٹھہر جا۔ تو بھی بندہ فرمان بردار ہے اور میں بھی بندہ فرماں بردار ہوں تجھے جو حکم دیا گیا ہے تو اسے ترک نہیں کر سکتا یعنی تم تو روح ضرور قبض کرو گے۔ اور مجھے جو حکم دیا گیا ہے میں بھی اسے ترک نہیں کر سکتا۔ یعنی میں نماز ضرور ادا کروں گا لہذا تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں فرمان الٰہی بجا لاؤں (یعنی نماز وقت پر ادا کرلوں) پھر میں تمہیں (بخوشی) اجازت دے دوں گا۔ (تم اپنا کام کر لینا) اس کے بعد آپ نے پانی طلب فرمایا وضو کر کے نماز ادا کی اور جان آفریں سپرد خدا کر دی۔ اللہ اللہ یہ تھا ہمارے بزرگان دین سلف صالحین کا معاملہ کہ موت کے وقت بھی رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں ذرہ برابر تاخیر گوارا نہ فرمائی۔ اسی رات بہت سے لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور آپ سے دریافت کیا کہ بتایئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ آپ نے فرمایا "لا تسئلنی عن ھذا ولکن استرحت من دنیا کم" یہ بات مجھ سے نہ پوچھو کیونکہ میں نے تمہاری دنیا سے رہائی پائی۔

لطف آں ست کہ دل واقف اسرار شود
جائے آں ست کہ دل طالب دیدار شود

"حضرت ابوالحسن علی بن احمد خرقانی قدس اللہ سرہ"

آپ نہایت برگزیدہ جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں تمام اولیاء اللہ کے نزدیک قابل قدر اور لائق تعریف رہے۔

حضرت شیخ ابو سعید علیہ الرحمہ نے آپ کی کی زیارت کا قصد کیا انہوں نے ان کے ساتھ ہر فن کے لطیف محاورات استعمال فرمائے جب واپسی کا عزم کیا تو فرمایا میں آپ کو اپنے زمانہ کا صاحب ولایت اور برگزیدہ شخص مانتا ہوں اور آپ کی تمام باتیں حسن ادب سے سنی ہیں اور بہت خوب پایا ہے حالانکہ آپ حضرت ابو سعید علیہ الرحمہ کے خادم تھے باوجودیکہ حضرت ابو سعید قدس سرۂ شیخ تھے مگر آپ کے پاس پہنچ کر سکوت ہی اختیار فرمائی ہے۔ آپ کی باتیں سنتے رہتے اور جوابات مرحمت فرماتے اس کے سوا کچھ نہ فرماتے ایک روز آپ نے ان سے دریافت کیا اے شیخ! ایسی خاموشی آپ نے کیوں اختیار فرمائی آپ نے فرمایا بیان کرنے کیلئے ایک ہی شخص کافی ہے۔ حضرت ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ جلیل القدر بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں خرقان کی ولایت میں داخل ہوا تو اس بزرگ کی ولایت و دبدبہ سے میری فصاحت جاتی رہی اور میری تمام دقیقہ دانیاں و نکتہ سنجیاں ختم ہو گئیں میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید میں ولایت سے معزول ہو گیا ہوں۔

"آپ کی کرامت کا زبردست واقعہ"

سلطان محمود غزنوی سولہ مرتبہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے باوجود جب شکست ہی کا منہ دیکھتا رہا اور دل برداشتہ ہو گیا تو اہل اللہ کی طرف رجوع ہوا ایک صالح بزرگ نے صلاح دی کہ تو حضرت ابو الحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ بابرکت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کر، وہ اللہ کے نہایت مقرب بندہ ہیں ان کی دعا سے یقیناً تجھے فتح و کامرانی نصیب ہو گی۔

سلطان محمود نے امتحاناً حاضری کے وقت اپنا لباس شاہانہ اپنے غلام خاص حضرت ایاز کو پہنا دیا اور ان کا لباس فقیرانہ خود پہن لیا اور اپنے ہمراہ دس دوشیزاؤں کو مردانہ لباس پہنا کر گھوڑے پر سوار کر کے لے گیا اور جب آپ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی باریابی کے وقت عرض کیا حضور سے کچھ التجا کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تو آپ نے تبسم آمیز انداز میں فرمایا تیری ضرورت نہیں تو تو محض ایک پردہ ہے اور ایاز کے لباس فقیرانہ میں ملبوس سلطان محمود غزنوی سے فرمایا کیا خوب بزرگوں کی بارگاہ میں ازراہ جفا نہیں ازراہ وفا حاضر ہونا چاہئے۔ یہ سن کر محمود بہت شرمندہ ہوا اور قدم بوس ہو کر عرض کیا اور گفتگو کی اجازت چاہی آپ نے ان دس مردوں کی طرف جو دوشیزائیں مردانہ لباس میں ملبوس تھیں اشارہ کر کے ارشاد فرمایا پہلے نامحرموں کو باہر نکالو غیر محرم کے سامنے بات چیت بہتر نہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے حکم صادر ہوتے ہی ان دوشیزاؤں کو باہر نکال دیا اور آپ کی طرف مخاطب ہوا۔ التجا کی حضور والا دعا فرما دیں اور کچھ تبرک عطا فرمائیں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی برکت سے مجھے کامیابی عطا فرمائے آپ نے اپنا زیب تن کیا ہوا بوسیدہ لباس عنایت فرمایا اور

ارشاد فرمایا جا اللہ تعالیٰ تجھے کامیاب فرمائے گا۔

سلطان محمود غزنوی نے دو تھیلی اشرفیوں سے بھری ہوئی پیش کی آپ نے خادم سے فرمایا یہ مہمان ہیں ان کی تواضع کیلئے کچھ لے آؤ خادم نے جو کی سوکھی روٹیاں لا کر رکھ دیں آپ نے فرمایا بسم اللہ سے کھاؤ۔ سلطان محمود نے وہ سوکھی روٹی کا نوالہ منہ میں رکھا مگر وہ حلق میں پھنس گیا بہت کوشش کے باوجود وہ لقمہ کو نگل نہ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ جب فقیر کی روٹی تیرے حلق کے نیچے نہیں اترتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ تیری اشرفیاں فقیر کی حلق کے نیچے اتر جائیں خیر اسی میں ہے کہ ان اشرفیوں کی تھیلیوں کو اٹھالے اور اگر دینا ہی ہے تو راہ خدا میں غرباء و مساکین کو دے دے۔

سلطان محمود غزنوی آپ سے بے حد متاثر ہوا اور اسے یقین کامل ہو گیا کہ اس خدا ترس بزرگ کی دعا و تبرک کے طفیل خدائے قدیر مجھے یقیناً فتح و ظفر کی دولت سے مالا مال فرمائے گا۔

''بوسیدہ کرتا کامیابی کا سبب بنا''

سلطان محمود غزنوی نے آپ کے عطا کردہ پھٹے کرتے کے طفیل دعا مانگی اور دنیا کی نگاہوں نے دیکھ لیا کہ ہزیمت و شکست کامیابی و کامرانی میں کس طرح تبدیل ہو گئی۔ سلطان محمود غزنوی نے اس کرتے کا ادب و احترام کرتے ہوئے کامل وضو کر کے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اس بوسیدہ کرتے کو سامنے رکھ کر دعا مانگی۔ الہ العالمین اگر یہ بوسیدہ کرتا تیرے محبوب کا اترن ہے اور وہ تیری بارگاہ مقدس میں مقبول ہیں تو ان کی اس بوسیدہ کرتے کی برکت سے مجھے کامیابی و کامرانی عطا فرما۔ رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اپنے مقرب بندہ کے لباس فقیرانہ کے صدقہ و طفیل میں سلطان محمود غزنوی فتح و ظفر کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔ اولیاء متاخرین میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد خرقانی علیہ الرحمہ کا بہت بلند مقام ہے۔

بلند مرتبہ زیں خاک آستاں شدہ ام
غبار کوئے تو ام گرچہ آسماں شدہ ام

راہ ہدایت و ضلالت کے متعلق آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ راستے دو ہیں ایک گمراہی کا اور دوسرا ہدایت کا جو راستہ گمراہی کا ہے وہ بندے کا راستہ خدا تعالیٰ کی طرف ہے اور جو راستہ ہدایت کا ہے وہ خدا تعالیٰ کا راستہ بندے کی طرف ہے۔ لہذا جو یہ کہے کہ میں حق تعالیٰ تک پہنچ گیا یقیناً وہ نہیں پہنچا اور جو یہ کہے کہ مجھے اس تک پہنچا دیا گیا حقیقت میں وہ پہنچ گیا۔ اس لئے

کہ جو خود بخود اس تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے گویا وہ بغیر پہنچانے والے کے دعویٰ کرتا ہے اور یہ باطل ہے۔ اور جو یہ کہے کہ میں خود بخود نہیں پہنچا۔ پہنچایا گیا ہوں تو یہ پہنچنے کی واضح دلیل ہے۔

یقیں بداں کہ تو باحق نشستہ شب و روز
چو ہمنشین تو باشد خیال نام خدا

"حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ"

ائمہ طریقت میں سے ایک صاحب کمال بزرگ آپ متقدمین میں شیخ المشائخ امام الاصفیاء توکل میں کامل الیقین ریاضت ومجاہدہ میں بے مثال۔ آپ نے حضرت ابوتراب رضی اللہ عنہ کی صحبت سے کافی استفادہ حاصل کیا آپ کے توکل الی اللہ کے متعلق ایک ایمان افروز واقعہ ہے کہ ایک دن آپ کہیں تشریف لئے جا رہے تھے کہ اچانک کنویں میں گر پڑے۔ تین دن تک اسی کنویں میں پڑے رہے مگر کسی کو امداد کیلئے پکارا نہیں تیسرے روز ایک قافلہ ادھر سے گذرا اور اس نے کنویں کے کنارے پڑاؤ کیا آپ نے دل میں خیال کیا کہ اہل قافلہ کو مدد کیلئے پکاریں۔ پھر خیال آیا کہ آواز دینا بہتر نہیں ہے۔ یہ توکل کے خلاف ہے کیونکہ یہ غیر خدا سے مدد چاہنے کے متعلق ہے اور اس کی شکایت میں گویا میں یہ کہوں گا کہ خدا نے تو مجھے کنویں میں ڈال دیا اب تم مجھے کنویں سے نکال لو۔ یہ سوچ کر آپ خاموش ہی رہے۔ تھوڑی دیر میں اہل قافلہ خود کنویں کے پاس آئے اور کنویں میں جھانک کر بولے یہ کنواں سرراہ واقع ہے نہ اس پر کوئی منڈیر ہے اور نہ ہی کوئی روک ہے ممکن ہے کہ کوئی ادھر سے گذرے اور اس میں گر پڑے اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہم سب مل کر اس پر چھت ڈالدیں اور اس کا دہانہ بند کردیں تاکہ اس میں کوئی گر نہ سکے۔ اور اس عمل خیر کا اجر اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں۔ حضرت ابوحمزہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا۔ قافلہ والوں نے اس کنویں پر چھت ڈال دی اور دہانہ بند کر کے چلے گئے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں مصروف ہوگیا موت کے تصور سے میرا دل بیٹھنے لگا کیونکہ دہانہ بند ہونے کے بعد کسی مخلوق کی مدد پہنچنے کا امکان بھی ختم ہوگیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ چھت میں جنبش پیدا ہوگئی جب غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ کوئی دہانہ کے سر کو کھول رہا ہے اور اژدہے کی مانند کوئی بہت بڑا جانور اپنی دم کنویں میں لٹکا رہا ہے یہ دیکھ کر مجھے کامل یقین ہوگیا کہ یہ حق تعالیٰ کا کوئی فرستادہ ہے جو میری نجات کا ذریعہ بن رہا ہے۔ میں نے کنویں میں لٹکتی ہوئی وہ دم پکڑ لی اور اس جانور نے مجھے کھینچ کر کنویں سے باہر نکال لیا۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس وقت غیب سے آواز آئی کہ اے ابوحمزہ! دیکھو یہ کیسی اچھی تمہاری نجات ہے کہ جان لینے والے کے ذریعہ تمہاری جان بچالی گئی۔

آپ اہل خراسان کیلئے ایک عظیم نعمت تھے آپ کی موجودگی میں اہل خراسان ہر طرح آسودہ اور دنیاوی واخروی نعمت سے مالا مال رہے۔

آپ احوال معرفت میں استاذ الاساتذہ کے نام سے جانے جاتے ہیں کسی نے آپ سے سوال کیا کہ غریب یعنی اجنبی کون ہے آپ نے ارشاد فرمایا "المستوحش من الالف" "غریب وہ شخص ہے جو الفت ومحبت الٰہی سے پریشان و وارفتہ ہو۔ درویش کیلئے دنیا وآخرت میں کوئی وطن نہیں ہے اور وطن کے سوا الفت کرنا درحقیقت وحشت ہے جب درویش کی الفت مخلوق سے منقطع ہوگئی تو وہ ہر ایک سے وحشت زدہ ہوگا اور اس کی یہ حالت غربت کہلائے گا۔ یہ بہت ہی ارفع واعلیٰ درجہ ہے۔

دل می رود ز دستم صاحب دلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی

"حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

غوث الاعظم جماعت اولیاء اللہ میں ایسا برگزیدہ پاکیزہ اور مقدس خطاب ہے کہ ایک کے سوا کسی دوسرے کو نہ عطا ہوا اور نہ ہوگا۔ آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب سیدنا محی الدین مولانا محی الدین سید محی الدین سلطان محی الدین بادشاہ محی الدین مخدوم محی الدین خواجہ محی الدین محبوب محی الدین شیخ محی الدین حضرت عبدالقادر جیلانی غوث صمدانی قطب ربانی نور یزدانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ جن کو پیروں کے پیر، پیر دستگیر ولی بینظیر پیشوائے اولیاء رہنمائے اصفیاء امام اتقیاء ورہبر جہاں اور ہزار ہا ایسے القاب ہیں جن سے نوازا گیا ہے درحقیقت جس قدر القابات آپ کے لئے استعمال کئے گئے یقیناً وہ سب آپ کے شایان شان سے کم ہیں۔

یارب بحق کمال عبد القادر — یارب بحق صفا حال عبد القادر
کن چشم مرا بنورِ عرفاں روشن — بینم ہمہ جا جمال عبد القادر

آپ کی ذات والا صفات مخلوق خداوندی کیلئے رحمت ہی رحمت ہے اور یک جہاں آپ کی برکتوں سے مالا مال اور نہال ہے۔

اے معدنِ لطف وجود واحساں مددے ۔ قطب الاقطاب پیر پیراں مددے

کشفِ بدر تو مستغیث آمدہ است ۔ غوث الثقلین شاہِ جیلاں مددے

آپ کان لطف وعطا جود وسخا ہیں آپ قطب الاقطاب اور پیروں کے پیر ہیں آپ مددگار مخلوق خدا ہیں زمانے کے بدر مستغیث غوث الثقلین شاہ جیلاں ہیں۔

آپ کی والدہ معظمہ مکرمہ نے بعد ولادت آپ کے سراپا کا جائزہ لیا تو جسمانی اعتبار سے نہایت صحتمند کامل اور بے نقص پاکر سجدہ شکر ادا کیا معاً آپ کی نگاہ شانہ مبارک پر گئی تو یہ دیکھ کر گھبرا اٹھیں کہ بچہ کا ایک شانہ کچھ دبا ہوا ہے آپ نہایت متفکر اور غمگین ہوگئیں ابھی آپ ملول خاطر ہی تھیں کہ ہاتف غیبی سے ندا آئی کہ اے میری بندی کبیدہ ورنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کوئی عیب اور نقص نہیں ہے بلکہ یہ تو وہ کمال بے مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص کر آپ کو عطا کیا گیا ہے، کوئی دوسرا اس شرف وعزت سے نوازا نہیں گیا ہے یہ اس ذات مقدس کے پائے انور کا نشان مبارک ہے جو شافع یوم النشور ہے رحمت رب غفور ہے سید الانبیاء فخر الرسول ہے جس کے قدم نازنین ونعلین آفرین سے تمام خلق اللہ کو امن وسکون کی دولت عطا ہوئی جس کے لئے کل عالم کو بنایا اور سجایا گیا جس کے صدقہ وطفیل میں دونوں جہاں کی نعمتیں بخشی گئیں جن کے نعلین پاک کو سر پر رکھنا دو جہاں کی سلطنت وحکومت سے کم نہیں کیا خوب فرمایا ہے حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور

تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

واقعہ یہ ہے کہ شب معراج میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور جب حضرت روح الامین علیہ السلام نے جنتی براق سواری کیلئے پیش کی تو رب العلمین نے حکم دیا روح حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو کہ وہ حاضر ہو کر اپنے شانہ مبارک کو پیش کرے تاکہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر پائے اقدس رکھ کر برق رفتار سواری یعنی براق پر تشریف لیجائیں چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے شانہ مبارک پر قدم رکھا اس لئے وہ حصہ کچھ دب گیا تھا بعد پیدائش آپ کی والدہ معظمہ نے وہی حصہ دیکھ کر حیرت وتعجب کیا پائے محبوب کا کمال یہ تھا کہ سخت پتھر پر پڑتا تو وہ موم کی طرح نرم ہوجایا کرتا تھا تو اگر ہڈی پر پڑے تو کیوں نہ نرم ہوکر دب جائے۔ اسی لئے کہا گیا کہ حضور سیدنا غوث

الاعظم رضی اللہ عنہ کا قدم کل اولیاء اللہ کے گردن پر ہے کیوں کہ آپ کی گردن پر ہادی اعظم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے جیسا کہ خود آپ اپنے قصیدۂ غوثیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "و کل ولی لہ قدم و انی ☆ علی قدم النبی بدر الکمال"

یعنی اس لئے میرا قدم تمام اولیاء اللہ کے گردن پر ہے کیونکہ میرے گردن پر اس ذات پاک کا قدم مبارک ہے جو تمام جمال و کمال حسن واوصاف میں چمکتا و دمکتا ہوا ماہتاب ہے۔ بہجۃ الاسرار شریف میں صفحہ نمبر ۴۳ پر مرقوم ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کے گردن پر ہے۔ تو اس کے بعد جتنے اولیاء ابدال واوتاد ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو شیخ کو اس خطاب سے سلام کہا کرتے تھے۔ السلام علیک اے ملک الزماں اے امام المکان، اے قاسم بامر اللہ، اے وارث کتاب اللہ، اے نائب رسول، اے وہ جس کا مائدہ آسمان و زمین میں ہے۔ اے وہ کہ اس وقت میں تمام (اولیاء) اس کے عیال ہیں۔ اے وہ جس کی دعا سے بارش ہوتی ہے۔ اے وہ کہ اسی کی برکت سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ آتا ہے۔ رضی اللہ عنہم

اور فرماتے تھے کہ آفتاب طلوع کرتا ہے، تو مجھے سلام کہتا ہے۔ سال میرے پاس آتا ہے۔ اور مجھ کو سلام کہتا ہے۔ اور مجھے ان باتوں کی خبر دیتا ہے جو اس میں واقع ہوں گی۔ ہر دن مجھ کو سلام کہتا ہے اور جو اس دن واقع ہوگا اس کی خبر دیتا ہے اور مجھے خدا کی عزت کی قسم ہے کہ نیک بخت اور بدبخت میرے سامنے لوح محفوظ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ میں خدا کے علم اور مشاہدہ کے غوطہ لگانے والا ہوں۔ میں تم سب پر خدا کی ایک حجت ہوں۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین میں نائب اور وارث ہوں۔ بہجۃ الاسرار صفحہ ۵۲

"حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کا قبر سے جواب دینا"

حضرت شیخ پیشوا ابوالحسن علی ابن الہیتی زیرانی رضی اللہ عنہ نے بغداد میں ۵۶۳ھ میں کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی پس کہا کہ السلام علیک یا شیخ معروف تم ہم سے دو درجہ اوپر گذر گئے ہو۔

پھر دوبارہ ان کی زیارت کی اور کہا السلام علیک یا شیخ معروف ہم تم سے دو درجہ آگے بڑھ گئے۔ پس شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ نے قبر سے جواب دیا وعلیک السلام اے اپنے زمانہ کے سردار.......... بہجۃ الاسرار صفحہ ۵۶-۵۷۔

حالات طفلی اور دلیل ولایت

ابھی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی عمر شریف صرف ۹/۱۰ سال کی تھی کہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو کب معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں اپنے گھر سے نکلتا تھا اور مکتب کو جاتا تھا تو مدرس مکتب کے لڑکوں سے کہتا تھا کہ ولی اللہ کے لئے جگہ فراخ کر دو تاکہ وہ بیٹھ جائے۔ پھر ایک شخص میرے پاس آیا جس کو میں اس دن پہچانتا تھا وہ اس وقت کے ابدال میں سے تھا میں اس وقت اپنے گھر میں بچہ تھا جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں کہنے والے کو سنتا کہ وہ مجھ سے کہتا ہے اے مبارک کدھر جاتے ہو تب میں ڈر کر بھاگتا اور اپنی ماں کی گود میں جا پڑتا۔

پھر وہی شخص میرے پاس آیا اس نے فرشتوں سے اس دن سنا کہ وہ یہ کہتے تھے۔ ایک نے کہا یہ لڑکا کون ہے اس نے اس سے کہا کہ عنقریب اس کی شان عظیم ہوگی۔ یہ دیا جائے گا اور روکا نہ جائے گا۔ قدرت دیا جائے گا اور محجوب نہ ہوگا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۵۰)

عالم میں گیارہویں والے پیر کے نام سے بھی آپ کو جانا جاتا ہے اور اس شہرت نام کی ایک وجہ ہے جسے آپ نے اپنے اقوال یازدہ مجلس میں خود ارقام فرمایا ہے کہ آپ ہر ماہ کی بارہویں تاریخ پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع کی مناسبت سے میلاد پاک کا اہتمام فرمایا کرتے تھے جس میں عوام و خواص کثیر تعداد میں شرکت فرماتے اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ سن کر اپنے روح ایمانی کو تازگی بخشتے اور اجر و ثواب کے مستحق ہوتے۔ اس مبارک موقع پر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تمام سامعین و حاضرین کیلئے دعوت طعام کا بھی اہتمام فرماتے اور بوقت رخصت ہدیہ و تحائف سے نوازتے نیز غربا و مساکین کیلئے کپڑے و نقدی کا بھی انتظام فرماتے ایک عرصہ تک آپ کا یہ معمول رہا ایک شب آپ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کی نعمت حاصل کی دیکھا کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوشی کے عالم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبدالقادر رضی اللہ عنہ تم مجھے بارہویں تاریخ میں یاد کرتے ہو اور میرے لئے مجلس منعقد کرتے ہو۔ ہم تمہیں گیارہویں عطا کرتے ہیں آنے والے وقت میں لوگ تمہیں گیارہویں والے پیر کے نام سے یاد کریں گے۔

یہ گیارہویں شریف اور گیارہویں والے پیر دونوں سرکاری عطیات ہیں اسی لئے اس کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور مضبوط تر ہوتی چلی جارہی ہیں۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ معلم کائنات فخر موجودات روحی فداہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد رشید، روحانی صاحبزادے اور آپ کے لاڈلے بیٹے ہیں آپ کا وہ بلند و بالا مقام ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے حضور علم لدنی سیکھنے کیلئے گھٹنے ٹیکے ہیں اور آپ کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال کر آپ سے اسم اعظم سیکھا ہے اور آپ نے انہیں رموز و اسرار سے آگاہ فرمایا ہے۔

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھے نوے ہزار علوم عطا فرمائے جس میں سے تیس ہزار عام لوگوں کیلئے ہے (یعنی علم شریعت) اور تیس ہزار خاص لوگوں کے لئے ہے (یعنی علوم لدنیہ، معرفت و طریقت) اور تیس ہزار علوم ایسے ہیں جو صرف میری ہی ذات کے لئے مخصوص ہیں۔ اور جو خاص علوم خاص لوگوں کے واسطے ہے اس کے زبردست عالم حضور غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے والد معظم حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے اولیاء کبار میں سے ہیں اور آپ کی والدہ محترمہ و مکرمہ فاطمہ ام الخیر رحمۃ اللہ علیہا نہایت پرہیز گار و تقویٰ شعار ولیہ کاملہ تھیں۔

”چالیس سال تک عشاء کی وضو سے فجر ادا کرنا“

حضرت شیخ عارف ابوعبداللہ محمد بن ابی الفتح ہروی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا سو اس مدت میں یہی میں نے دیکھا کہ آپ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے اور آپ جب بے وضو ہوتے فوراً اسی وقت وضو کر لیتے تھے اور دو رکعت نماز تحیۃ الوضوء پڑھ لیتے تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ عشاء کی نماز ادا کر کے اپنی خلوت میں داخل ہوتے آپ کے ساتھ اور کوئی داخل نہ ہوتا تھا۔ اور حجرہ میں سے سوائے طلوع فجر کے باہر نہ نکلتے تھے۔ میں چند راتیں آپ کے ہمراہ سویا۔ آپ کا یہ حال تھا کہ پہلی رات کچھ نفل پڑھتے پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ پہلا ثلث حصہ گزر جاتا تو آپ یہ کہتے ”المحیط الرب الشھید الحسیب الفعال الخالق البارئ المصور“۔

احاطہ کرنے والا رب گواہ کافی حساب لینے والا کار کرنے والا، پیدا کرنے والا، تصویر بنانے والا۔

پھر کبھی آپ کا جسم لاغر ہو جاتا اور کبھی بڑا (فربہ) ہو جاتا۔ کبھی ہوا میں بلند اڑ جاتے، یہاں تک کہ میری نگاہ سے غائب ہو جاتے پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے یہاں تک کہ رات کا دوسرا حصہ گذر جاتا

اور سجدے بڑے لمبے کرتے تھے اپنے چہرہ کو زمین سے ملاتے، پھر مراقبہ میں مشاہدہ میں طلوع فجر کے قریب تک متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ پھر دعا مانگتے عاجزی اور نیاز میں لگے رہتے۔ اور آپ کو ایک ایسا نور ڈھانک لیتا تھا کہ عنقریب آنکھوں کو اچک لیجائے یہاں تک کہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے اور میں ان کے پاس یہ آواز سنتا تھا سلام علیکم اور آپ اس کا جواب دیتے یہاں تک کہ صبح کی نماز کی طرف نکلتے۔

تاریخ ولادت ووصال شریف

حضرت سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی الملقب غوث الاعظم بڑے پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کی سال ولادت ۴۷۱ھ ہے اور وصال شریف ۵۶۱ھ ہے۔ آپ کا مزار اقدس بغداد شریف (ملک عراق) میں مرجع خلائق ہے آپ نے بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں آج کتابیں بڑی زبردست اہم اور معلومات اور رموز و اسرار کی بیش خزانہ ثابت ہوئیں آپ کی سوانح حیات حالات طیبہ پر سیکڑوں کتابیں لکھی گئیں جس میں بہجۃ الاسرار شریف کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اس مقدس کتاب کو حضرت عارف باللہ امام ابوالحسن شطنوفی علیہ الرحمہ نے تصنیف فرمائی۔

"ایک غلط فہمی کا ازالہ"

بعض لوگوں نے اپنی ناقص تحقیقات کی بنیاد پر حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کو گیارہ ربیع الثانی نہ مان کر گیارہویں شریف کی مخالفت کی راہ نکالنے کی مذموم کوشش کی ہے لیکن یہ محض غلط ہے گیارہویں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ عطیہ مبارکہ ہے جسے سرکار غوث الوریٰ نے حکایت یازدہ مجلس میں تحریر فرمایا ہے جس کا متن المختصر یہ ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول شریف یوم پیدائش حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع ہر ماہ بلاناغہ جشن عید میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منعقد فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا بیٹا عبد القادر، تم مجھے بارہویں تاریخ میں یاد کرنے کا اہتمام کرتے ہو ہم تمہیں گیارہویں عطا کرتے ہیں جسے آنے والی نسلیں تمہیں اسی تاریخ سے یاد کرتی رہیں گی۔ حسن اتفاق اس سرکاری عطیہ کی مبارک تاریخ گیارہویں ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو آپ کا وصال شریف ہوا۔

"سلطان الشہداء غازی اسلام جانشین سبط رسول حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ"

غازی اسلام سلطان الشہداء حضرت سید سالار مسعود غازی عرف بالے میاں رضی اللہ عنہ فاتح ہند سلطان محمود غزنوی کے حقیقی بھانجے ہیں اور سید سالار ساہو رضی اللہ عنہ کے اکلوتے فرزند ہیں آپ کی پیدائش اجمیر شریف کی سرزمین پر ۱۰ فروری ۱۰۱۵ء کو ہوئی اس وقت آپ کے والد معظم حضرت سید ساہو سالار رضی اللہ عنہ سلطان محمود غزنوی کے گورنر کی حیثیت سے اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے آپ کا سلسلہ نسب بارہویں پشت میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد محترم مذکور نے چار سال کی عمر میں اپنے وقت کے مایہ ناز عالم فاضل و بہترین مفکر اسلام اور روحانی بزرگ حضرت ابراہیم بارہ ہزاری رضی اللہ عنہ کے بغرض تعلیم و تربیت سپرد کر دیا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم و تربیت شمشیر زنی، تیر اندازی، شہسواری اور نیزہ بازی میں مہارت حاصل کر لی آپ کو شیر کے شکار کا بے حد شوق تھا۔ سال کی کم عمری کے زمانے میں روحانی قوت بھی بہت بڑھ چکی تھی آپ پوری انہماک کے ساتھ شب بیداری، تلاوت قرآن مجید اور عبادات الٰہی میں مصروف رہتے۔ ان خوبیوں کو دیکھتے ہوئے سلطان محمود غزنوی نہ صرف دلی محبت فرماتے بلکہ اوروں پر آپ کو ترجیح دینے لگے اور اپنی رفاقت خاص میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ اس طرح سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے متعدد فتح شدہ جنگوں میں ساتھ رہنے کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔

بارہ بنکی میں قیام

گو کہ آپ کے والد محترم حضرت سید ساہو سالار رضی اللہ عنہ کی حیثیت اجمیر شریف میں گورنر کی تھی مگر محمود غزنوی کے دور میں سالاروں کی فہرست میں آپ کا بھی نام تھا ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ہندوستان کے مختلف شہروں سے گذرتے ہوئے یہ قافلہ ضلع بارہ بنکی پہنچے اور یہیں آپ نے اقامت اختیار فرمائی۔ یہ وہ دور تھا کہ اس وقت بہرائچ میں بھڑ قوم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کے ماں باپ سے چھین کر ان ہی کے سامنے دیوی دیوتاؤں کو بھینٹ چڑھانے کیلئے انہیں ذبح کیا جاتا تھا۔ یہ علاقہ قنوج کے ماتحت تھا ملک میں کمزوروں کے ساتھ کئے جا رہے ظلم و ناانصافی کی خبر جب سلطان محمود تک پہنچی تو آپ کو تشویش پیدا ہوئی پھر تو ان تینوں حضرات سید ساہو سالار، سید سالار مسعود غازی، اور سلطان محمود غزنوی نے ظلم و ناانصافی کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

بہرائچ شریف میں سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کا ورود

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب بہرائچ کے عوام کو ظلم برداشت کرنے کی تمام حدیں پار ہو چکی تھیں اور اس کی اطلاع سلطان محمود غزنوی کو بھجوائی گئی اس معاملہ کو سلطان نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ لیتے ہوئے سید ساہو سالار رضی اللہ عنہ سے مشورہ کر کے نوجوان حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کو بہرائچ جانے کی ہدایت دی۔ ۱۰۳۲ء میں حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ نے بارہ بنکی سے اپنے ۲۷ ساتھیوں کے ہمراہ بہرائچ کی جانب کوچ کیا جنگلی علاقہ ہونے کی وجہ سے یہ مقام آپ کو پسند آیا۔ آپ نے بہرائچ پہنچ کر مقامی راجاؤں کے پاس پیغام بھجوایا کہ اس معاملہ میں گفتگو ہو جائے اور پنجہ ظلم و ستم سے کمزوروں کو نجات دلائی جائے اس وقت بہرائچ کا راجہ سہیل دیو بڑا سخت آدمی تھا اس نے بات چیت کرنے سے صاف انکار کر دیا اور ساتھ ہی آپ کو بہرائچ چھوڑنے کی دھمکی دی سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ نے ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ فوراً غیر انسانی سلوک اور ظالمانہ ریت رواج کو بند کر دو ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ آپ کے تیور کو دیکھتے ہوئے بہرائچ کے راجاؤں میں کھلبلی مچ گئی۔ حالات سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے راجہ سہیل دیو نے مقامی راجاؤں میں مشتہر کر دیا کہ سلطان محمود غزنوی نے تم سے لڑنے کیلئے ایک بڑی فوج بھیج دی ہے جس نے بہرائچ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اس وقت ضرورت ہے کہ تم سب متحد ہو جائیں اور اس کا منہ توڑ جواب دیں ورنہ یہ علاقہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

مقابلہ کی تیاری

راجہ سہیل دیو نے حالات کو دیکھتے ہوئے اکیس اور راجاؤں کو ساتھ ملا کر حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ پر حملے کی تیاری شروع کر دی بالآخر جنگ شروع ہو گئی جس میں لگاتار آپ کو کامیابی ملی راجگان کے مقابلہ میں آپ کے فوج

کی تعداد بہت کم تھی کہاں اکیس راجاؤں کی جمع کردہ لاکھوں آدمیوں پر مشتمل جنگی اسلحہ سے لیس افواج اور کہاں چند سر فروشان اسلام کا دستہ لیکن گھوڑے سواری، تیراندازی اور تلوار بازی میں مہارت حاصل ہونے سے وہ دشمنوں پر بھاری پڑ رہے تھے۔ جس سے راجگان کی فوج میں سخت بے چینی پھیلی ہوئی تھی چونکہ مشرکین کے افواج کو اپنے جنگی سامان واسلحہ وغیرہ اور اپنی بھاری تعداد پر گھمنڈ تھا اور ادھر مسلمانوں میں تائید الٰہی اور صرف ذات خداوندی پر کامل بھروسہ تھا وہ آپ کے ہمراہ پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرتے اور رب تعالیٰ سے ظلم وبربریت کے خلاف جنگ میں فتح ونصرت کی دعا مانگتے تھے جس کا خاطر خواہ نتیجہ یہ نکلا کہ راجاؤں کی افواج تتر بتر ہوگئی اس درمیان میں بھی ان راجاؤں سے بہرائچ چھوڑ دینے کی دھمکی آپ کو ملتی رہی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ہم بسنے کیلئے اور محل بنانے کیلئے نہیں آئے ہیں بلکہ اسلامی ہدایتوں کے مطابق اللہ کی کمزور مخلوق پر ہونے والے ظلم وستم کو روکنے کیلئے آئے ہیں۔ اور جب تک یہ ظلم وستم کا سلسلہ بند نہ ہوگا تب تک جہاد کو جاری رکھیں گے عین اسی وقت جب جنگ کی گرم بازاری تھی آپ کو خبر ملی کہ آپ کے والد معظم حضرت سید ساہو سالار رضی اللہ عنہ کا سترک ضلع بارہ بنکی میں انتقال ہوگیا جس سے آپ سخت رنجیدہ ہوئے مگر رب تعالیٰ کی مرضی پر رضا برضا رہے۔

"فیصلہ کن جنگ اور آپ کی شہادت"

ابھی آپ والد معظم کی انتقال پر ملال کی خبر سن کر اس صدمہ جانکاہ سے کبیدہ خاطر ہی تھے اسی درمیان جیٹھ کی چلچلاتی دھوپ میں راجہ سہیل دیو کی قیادت والی فوج نے پوری طاقت سے اچانک آپ کے دستے پر حملہ کردیا آپ کے ہمراہ ساتھیوں نے پرزور جوابی حملہ کیا اچانک دشمن کا ایک تیر آپ کے حلقوم پر آگا اور آپ کے گلوئے مبارک میں پیوست ہوگیا آپ نے تکبیر کا نعرہ لگاتے ہوئے باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا اور درمیان عصر ومغرب اپنی جان عزیز مالک حقیقی کے سپرد کردی یہ ماہ رجب المرجب کی ۱۴ ر تاریخ ۴۲۴ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۰۳۳ء۔

اس کے بعد ایک مہوے کے درخت کے تلے آپ کو سپرد خاک کردیا گیا اس جنگ میں حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے ہزاروں ساتھی شہید ہوئے جن کے مزارات درگاہ شریف اور نواح درگاہ شریف کے علاقہ میں واقع ہیں اسی وجہ سے اس علاقہ کو گنج شہیداں بھی کہا جاتا ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف تقریباً اٹھارہ سال کی تھی دوران جنگ جب حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع آپ کے استاد محترم ابراہیم

بارہ ہزاری رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو اس خبر کو سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو دل میں ٹھان لی کہ میں سہیل دیو کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا چنانچہ انہوں نے راجہ سہیل دیو کو ایک حملے میں چتورا جھیل کے کنارے اپنے ہاتھوں سے مار دیا۔ اس جنگ کی خبر دور دور تک پھیل گئی خاص کر ان طبقات کے لوگ جن میں ہندو مسلمان سبھی شامل تھے جن کی آزادی و عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر آپ نے اپنی جان عزیز تک قربان کر دی۔ یہ لوگ آپ سے بے حد متاثر ہوئے اس عظیم قربانی کو دیکھتے ہوئے ان مظلوموں نے آپ کو اپنا سچا رہنما مان لیا اور ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ ہوا اور اس وقت سے اب تک سالانہ ماہ جیٹھ کے میلے میں ملک اور بیرون ملک سے لاکھوں کی تعداد میں بلا تفریق مذہب وملت بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ آپ کے آستانے پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے ہیں علاوہ ازیں ہر سال ۱۴رجب المرجب آپ کے یوم شہادت کے موقع پر شاندار عرس مقدس کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس میں بھی لاکھوں کی تعداد میں عقیدتمندان حاضر دربار ہو کر آپ کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ہیں جس میں عوام کے ساتھ ساتھ علمائے کرام وصوفیائے عظام وغیر ہم بھی کثیر تعداد میں حاضر ہو کر اپنے دامن امید کو گوہر مراد سے بھر کر شاداں وفرحاں واپس جاتے ہیں۔

سرزمین ہند پر جتنے بھی ہیں شہدائے حق
بالیقین ان سب کے رہبر سید سالار ہیں

بسنت کے موقع پر بھی میلہ لگتا ہے جس میں بھاری تعداد میں لوگ شریک ہو کر داخل حسنات ہوتے ہیں گویا کہ آپ کی مزار پر انوار پر سال میں تین بڑے میلے منعقد ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فیوض وبرکات کے حصول کا موقع ملتا ہے۔

”سرچشمۂ فیوض وبرکات“

حضرت سید سالار مسعود غازی شہید راہ حق رضی اللہ عنہ کی مزار پر انوار کی زیارت سے جہاں لاکھوں بندگان خدا کی مرادیں پوری ہوتی ہیں وہیں ہر سال سیکڑوں لاعلاج مریضوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ خاص کر جذام (کوڑھ)، برص (سفید داغ) کے مریضوں کو یہاں سے شفاء کاملہ حاصل ہوتی ہے نابینا اور مادرزاد اندھے بھی ہزاروں کی تعداد میں شفاء پا کر دنیا کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ شفاء پانے والے حضرات کے نام، پتہ ومقام تاریخ شفا مع فوٹو مزار فیض آثار کے خدام کے پاس بحفاظت تمام موجود ہیں جسے دیکھا جا سکتا ہے۔

”اشاعت اسلام کا انوکھا انداز“

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ قولی سے زیادہ عملی کردار پر یقین رکھتے تھے اسی سبب سے آپ نے کہنے سننے سے زیادہ اپنے عمل و کردار سے اسلام کی حقانیت کو پیش فرمایا سب سے پہلے تو یہ دکھایا کہ اسلام بلا تفریق مذہب و ملت دنیا سے ظلم و ستم کی بیخ کنی کرنا چاہتا ہے اس کے بعد انسانی حقوق اور اس کے مکمل آزادی کا داعی ہے۔ اور ظلم و جور میں دبی ہوئی انسانیت کو سکون و اطمینان کی زندگی سے مالا مال کرنا چاہتا ہے یہی وہ داعیہ تھا جس کی بنیاد پر ہزار ہا انسانوں نے بغیر کسی زور و دباؤ کے اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر دل سے قبول کیا اور بعد شہادت بھی آپ کی ذات گرامی سے یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا جو لوگ کوڑھ، سفید داغ اور اندھے پن سے شفاء پا کر صحتیاب و تندرست ہو جاتے ہیں ان میں سے اکثر یہ یقین کرتے ہوئے کہ جس مذہب پر آپ کاربند اور جس کے داعی تھے یقیناً وہ مذہب حق ہی ہے بشوق قبول اسلام کر کے آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جانے کو فخر تصور کرتے ہیں۔

”حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کی بہرائچ شریف میں آمد“

ہند، نیپال کے سرحد پر واقع اتر پردیش کے اس زرخیز علاقہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں آپ کے مزار انور پر عام انسانوں کے علاوہ اللہ کے برگزیدہ بندہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام بھی ہر روز کسی نہ کسی وقت یہاں ضرور تشریف لاتے ہیں اکثر و بیشتر بزرگوں نے ان سے ملاقات بھی کی ہے چنانچہ روحانیت کے مقتدر بزرگ تارک تخت و تاج حضرت خواجہ مخدوم اشرف سمنانی جہانیاں جہاں گشت قدس اللہ سرہ العزیز بہرائچ شریف میں حضرت مخدوم سید سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ بغرض حاضری تشریف لاتے تو یہیں پر ان کی ملاقات حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہوتی ان سے دریافت سے یہ انکشاف ہوا کہ یہاں ہر روز حضرت خواجہ خضر علیہ الصلوٰۃ و والسلام تشریف لاتے ہیں اور بحکم خداوندی حاضرین بارگاہ کی دستگیری بھی فرماتے ہیں۔

ملبوسات شریف وغیرہ محفوظ

ایک ہزار سال سے زائد کا ایک طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود آپ کے ملبوسات شریف کرتا، عمامہ شریف، نیزہ

ڈھال وغیرہ خانقاہ شریف سے متصل کمرہ میں بحفاظت تمام موجود ہیں جنہیں فقیر راقم الحروم نے بچشم خود دیکھا ہے ایسا لگتا ہے کہ ابھی ابھی کسی نے منگوا کر اس مقام پر رکھ دیا ہے۔ شمشیر، نیزہ و ڈھال بھی بالکل نئے معلوم ہوتے ہیں اسی خانقاہ شریف میں پانچوں پیر کی مزارات بھی ہیں جو نہایت لانبے اور دراز ہیں مزار شریف کے آس پاس بہت سے مزارات ہیں بخوف طوالت ان کا ذکر موقوف کیا جاتا ہے۔

''اپنی حاضری اور تاثرات''

ماہ مئی ۲۰۰۱ء کا ذکر ہے کہ اپنے عزیز خاص محمد مہتاب حسین پیلی بھیتی کے ہمراہ بہرائچ شریف درگاہ حضرت خواجہ مخدوم سالار مسعود غازی رضی اللہ عنہ پر حاضری کا اتفاق ہوا ظہر کی نماز کے بعد اندرون مزار اقدس فاتحہ خوانی کا موقع ملا ہم دست بستہ مزار انور پر ایک قطار میں کھڑا ہو گیا خاصا مجمع تھا خدام آواز لگا رہے تھے فاتحہ پڑھتے جایئے باہر نکلتے جایئے بھیڑ مت لگایئے۔۔ راقم الحروف انہیں کے درمیان ایک پیر سے کھڑا ہو گیا کچھ اس قدر انہماک ہوا کہ ڈیڑھ بجے دن سے پانچ بجے شام تک اسی انداز میں کھڑا تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہا ہمراہی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کھڑا ہوتا کبھی بیٹھ جاتا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے الغرض اس نے از راہ سرگوشی کان میں کہا جناب عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے پھر ہم دونوں نے درگاہ شریف کی مسجد میں باجماعت نماز عصر ادا کی اس نے سوال کیا میاں مسلسل ساڑھے تین گھنٹا آپ ایک پیر سے کھڑے رہے، میرا تو برا حال ہو گیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا میں نے جواباً کہا یہ تو مجھے خود بھی نہیں معلوم ہے شاید حضور غازی میاں نے تا عمر حاضری کا حساب لے لیا ہے ان کی بارگاہ عالی میں حاضری کا کیا کیف و سرور حاصل ہوتا ہے یہ تو اہل دل ہی جانتے ہیں۔

تو نے اے انسان غافل اس کی کچھ پرواہ کی
بے زباں طائر سمجھتے ہیں زبان اہل درد

اولیاء متاخرین

''حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ''

آپ کی وہ عظیم الشان مقدس ہستی ہے کہ آپ کے آستانہ مبارک پر دنیا بھر کے تمام لوگوں کی گردنیں جھکی رہتی ہیں، آپ اس برصغیر ہندو پاکستان کے مقتدر روحانی پیشوا اور عظیم الشان محسن اعظم ہیں آپ ہی کے ذریعہ ہندو پاک میں شمع اسلام فروزاں ہوا اور کروڑوں مسلمان جو دکھائی دے رہے ہیں یہ صدقہ وطفیل ہے حضور سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کی آمد سے قبل اس خطہ عظیم میں گنتی کے مسلمان تھے جن کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا تھا وجہ یہ تھی کہ جس قدر مسلمان سلاطین یہاں پر گذرے ہیں ان کو فروغ اسلام میں کوئی دلچسپی نہیں رہی وہ تو صرف اپنی حکومت کو مضبوط اور دیرپا رکھنے کی خاطر مذہبی امور کی جانب سے منہ موڑے ہوئے تھے اور فروغ اسلام کی جدوجہد کو اپنی حکومت کیلئے خطرہ سمجھتے تھے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ عہد رسالت ہی میں یہاں کچھ مسلمان آنے شروع ہو گئے تھے دھیرے، دھیرے ان کی تعداد بڑھ رہی تھی لیکن صحیح معنوں میں ملک ہندو پاکستان میں جس مستند ہستی نے شمع اسلام کو روشن ومنور کیا وہ کوئی اور نہیں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مقدسہ ہی تھی۔ آپ نے اپنی عظیم جدوجہد سے ملک ہند کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک یعنی شرق تا غرب شمع توحید ورسالت کی روشنی پھیلا دی اور اس ملک کے گوشہ گوشہ سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

آپ کو عطائے رسول کہنے کی وجہ ''اس عظیم الشان ومقتدر ہستی کو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہندوستان کے باشندوں عطا فرمایا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ سے بیعت وخلافت کی حصول کے

بعد آپ کے پیرومرشد نے سفرحج کا حکم فرمایا پیرطریقت کے حکم کی تعمیل کے پیش نظر آپ نے زیارت حرمین شریفین کا عزم فرمایا دوران سفر آپ اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کرتے اور ان سے روحانی استفادہ حاصل فرماتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور آپ نے فریضہ حج ادا کرنے کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر حاضری کی تیاری فرمائی اور وہاں پہنچ کر روضہ مقدسہ کے سائے میں عبادت میں مصروف ہو گئے دفعتاً روضہ مطہرہ سے آواز آئی اے میرے سچے عاشق تیرا نام معین الدین ہے جس کے معنی دین کے مددگار کے ہوتے ہیں تو میرے دین کا معین و مددگار ہے ہم نے تجھے ولایت ہند عطا کی ہے تو وہاں جا اجمیر ایک مقام ہے وہاں جا کر اقامت اختیار کر۔

وہاں کفر و شرک کی بری طرح تاریکی پھیلی ہوئی ہے وہاں تیرے قیام سے اسلام رونق پذیر ہوگا اور بے دینی دور ہوگی یہ مژدہ سن کر آپ بیحد مسرور ہوئے مگر حیران و پریشان تھے کہ ہندوستان کو کبھی دیکھا نہیں وہاں کے راستہ و ڈگر سے واقف نہیں اجمیر کہاں ہے پتہ نہیں میں وہاں کس طرح پہونچوں گا۔ اسی فکر و تردد میں آپ کی آنکھ لگ گئی تو آپ نے دیکھا کہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح کوہ اجمیر کا مشاہدہ کرا دیا یہ ہی نہیں مشرق سے مغرب تک تمام دنیا کی سیر کرادی اور جنتی انار عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جا ہم نے تجھے اللہ کے سپرد کیا جب تیری آنکھ کھلے گی تو یہ جنتی انار تیرے ہاتھ میں موجود ہوگا اور تجھ پر ہر حال میں میرے لطف و کرم کا سایہ رہے گا۔ چونکہ خواجہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کو ہندوستان کی ولایت عطا فرما کے آپ کو اہل ہندوالوں کو بخش دیا اسی وجہ سے آپ کا لقب عطائے رسول (رسول کا عطا کیا ہوا) ہوا، آپ کی ولادت شریف "۵۳۷" ھجری میں ملک بجستان کے زرخیز علاقہ میں ہوئی آپ کے والد معظم کا اسم گرامی حضرت خواجہ غیاث الدین حسن چشتیؒ تھا آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، فاضل اور نہایت متقی و پرہیزگار بزرگ تھے حضرت غریب نوازؒ کی تعلیم و تربیت آپ ہی کے زیر نگرانی ملک خراسان میں ہوئی ابھی مشکل سے دس گیارہ سال کی عمر تھی کہ آپ کے والد معظم عراق میں وفات پا گئے۔

"چشتی کہلانے کی وجہ" حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کے آباء واجداد کا وطن ملک ھرات میں تھا، قریب ہی ایک چھوٹا سا شہر تھا جس کا نام چشت تھا اسی شہر چشت میں رہنے کی وجہ سے آپ چشتی کہلائے جس طرح ہمارے یہاں لکھنؤ میں ایک بڑا محلہ "امریا" ہے جس کا نام صدر بازار ہے اسی طرح اس شہر چشت کا نام تھا

(سریا) سنجر تھا اس لئے آپ سنجری بھی کہلاتے ہیں۔

آپ کی حالات مقدسہ وسوانح عمری لکھنے کے لئے دو چار صفحے نہیں بلکہ دو چار ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے آپ مادرزاد ولی تھے۔ ولی ہی نہیں ولی گر تھے۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ ہندوستان کی ولایت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمائی اور یہاں پر کفر وضلالت کی اندھیریوں کو دور کر کے اسلام وایمان کی روشنی پھیلانے کی ہدایت فرمائی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری کے تحت آپ نے ہندوستان کا قصد فرمایا جس شہر اور علاقہ سے آپ گذر فرماتے اہل اللہ سے ضرور ملاقات کرتے اور کسی کے یہاں قیام نہ فرما کے قبرستان میں فروکش ہوتے آپ زبردست عالم دین ہونے کے ساتھ بہترین حافظ قرآن بھی تھے آپ کا معمول تھا کہ شب وروز میں " دو قرآن ختم فرماتے دوران سفر بھی معمول میں ذرہ برابر فرق واقع نہ ہوا آپ جہاں اور جس جگہ قیام فرماتے آپ کے گرد عقیدتمندوں کا ہجوم ہو جاتا لیکن کسی ایک جگہ قیام نہ فرماتے آپ فوراً ہی جگہ تبدیل فرما دیا کرتے۔ جب مکہ معظمہ ومدینہ منورہ سے تشریف لاتے ہوئے آپ ہندوستان کی جانب گذر فرمارہے تھے اور منزلیں طے کرتے ہوئے ہرات پہنچے تو ہرات کا حاکم جس کا نام یادگار محمد تھا جو بہت ہی ظالم و جابر شخص تھا اولیاء اللہ کو برا بھلا کہتا اور صحابہ کرام کو (معاذ اللہ) گالیاں دیا کرتا تھا یہی نہیں بلکہ جس کا نام بھی صحابہ کرام کے نام پر ہوتا اس کو قتل کرادیا کرتا تھا۔ آپ کی آمد سے وہ غصہ سے آگ بگول ہو گیا اور اس نے چاہا کہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ سے گستاخی سے پیش آئے اور موقعہ پاکر انہیں قتل کرادے لیکن اچانک حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کی نظر پڑتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑا اور خوف سے کانپنے لگا حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا! اپنے ناپاک عزم اور مذموم عقائد سے توبہ کرلے ورنہ ہلاک ہو جائے گا اس نے اسی وقت مع ہمراہیوں کے توبہ کی اور اپنے ساتھیوں سمیت حضرت کا مرید ہو گیا۔ بعدہٗ اس نے آپ کی بارگاہ میں بے اندازہ مال وخزانہ پیش کیا حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ مال تیری ملکیت نہیں ہے بلکہ تو نے جن جن پر ظلم کر کے یہ مال وصول کیا ہے انھیں کا حق ہے لہٰذا تجھ کو چاہئے کہ یہ سارا مال حقداروں کے حوالہ کردے حضرت خواجہ کے فرمان پر یادگار محمد نے وہ تمام مال حقداروں کو واپس کر دیا اور حضرت خواجہ کی توجہ اس پر اس قدر ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں ملک ہرات کی خلافت ظاہری وباطنی اس کو حاصل ہو گئی اور اپنے زمانہ کا بہترین متقی و پرہیز گار بن گیا۔

ہرات سے گذر فرما کر جب بلخ پہنچے اور ایک مکان کے متصل آپ نے قیام فرمایا تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ

مکان حکیم ضیاء الدین کا ہے جو اپنے زمانہ کا مشہور فلسفی اور منکر خدا ہے جب حکیم ضیا الدین کو حضرت کی آمد کا علم ہوا تو وہ بحث ومباحثہ کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن جیسے ہی اس کی نظر آپ کے جمال باکمال پر پڑی تو وہ بیخود سا ہو گیا زبان گنگ ہو گئی بولنے کی جرات نہ کر سکا اسی دوران حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کا ایک مرید بھنے ہوئے چنے لے کر حاضر ہوا حضرت نے حکیم کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا چنے کھالو آپ کے عطا کردہ چنے میں حکم خداوندی سے اور آپ کی مبارک کرامت کیوجہ سے وہ خوبی پیدا ہو گئی کہ چنے کھلانے کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ نے اپنا جھوٹا لقمہ حکیم صاحب کو کھلا دیا جس کے کھاتے ہی ان پر اسرار الٰہی کے دروازے کھل گئے فوراً تمام فلسفے کی کتابیں حکیم صاحب نے دریا میں ڈالدیں اور مع اپنے تمام شاگردوں کے حضرت خواجہ کے مرید ہو گئے۔

بلخ سے گذر فرما کر غزنی اور غزنی سے لاہور تشریف لاتے ہوئے اپنی منزل مقصود یعنی اجمیر شریف کیلئے آپ روانہ ہو گئے

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ اجمیر میں

۱۱۹۳ء مطابق ۵۵۸ھ میں دہلی ہوتے ہوئے آپ اجمیر شریف کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ چالیس معتقدین تھے جب آپ قصبہ (کانا) پہنچے تو پرتھوی راج چوہان کے عملہ نے آپ کو روک لیا راجہ پرتھی راج چوہان کی ماں علم نجوم (تانترک) سے بخوبی واقف تھی حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کے تشریف لانے سے پیشتر اس نے پیشین گوئی کی تھی اور اپنے بیٹے سے صاف کہدیا کہ اجمیر میں ایک بزرگ آنے والے ہیں اور ان کی آمد سے تیری دولت و حکومت کا زوال شروع ہو جائے گا اس وجہ سے راجہ نے اپنے ملازمین کو شاہی کو ہدایت دے دی تھی کہ کوئی بھی درویش صفت شخص نظر آئے تو فوراً اطلاع کی جائے۔ جب آپ یہاں پہنچے تو مکار شاہی ملازمین نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کے قیام کیلئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے ہم لوگوں نے ایک نہایت عمدہ مقام تجویز کیا ہے حضرت وہاں تشریف لے چلیں۔ آپ کو شاہی ملازمین کی باتوں سے مکروفریب معلوم ہوا تو حضرت خواجہ نے مراقبہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مراقبہ میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں کہ اے معین الدین ان مکاروں کے دام فریب سے بچنا ان کی نیت ٹھیک نہیں ہے ان پر ہرگز اعتبار نہ کرنا یہ تمہیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہیں" اس بشارت کے بعد آپ نے ان کی درخواست کو مسترد کر دیا اور روانہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ اجمیر میں داخل ہو گئے۔

یہاں پہنچ کر آپ اور آپ کے مریدین ومتوسلین کو بہت سی مصیبتوں اور زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا آپ اپنے ہمراہیوں

کے ساتھ جہاں بھی قیام فرماتے شاہی ملازمین تنگ کرتے اور وہاں سے اٹھا دیتے آپ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا، شاہی ملازمین نے کہا یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کیلئے مخصوص ہے یہاں راجہ صاحب کے اونٹ بیٹھیں گے آپ یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے بھائی ہم تو یہاں سے اٹھ جاتے ہیں تم اپنے اونٹوں کو شوق سے بٹھاؤ۔ آپ یہاں سے اٹھ کر انا ساگر کے قریب پہنچ گئے لیکن صبح کو جب ساربانوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اونٹوں کے جسم زمین سے چپک گئے ہیں ساربان کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ کچھ اور نہیں اس درویش کو ستانے کی سزا ہے دوڑے ہوئے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے اور حضرت کے معافی کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ بھائی تمہارے اونٹوں کو اٹھنے کا حکم ہو گیا ہے اب جو ساربان آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارے اونٹ کھڑے ہو چکے ہیں۔

انا ساگر اور تمام اجمیر کا پانی سوکھ گیا

یہ واقعہ نہایت ہی زبان زد ہے ہر خاص و عام اس سے واقف ہے

انا ساگر ایک ایسے مقام پر تھا جہاں بہت سے مندر تھے یہی وجہ ہے کہ اصنام پرست لوگوں کو اس کے قریب قیام سے سخت ناگواری پیدا ہوئی اور یہ ناگواری اس لئے اور زیادہ بڑھ گئی کہ جب کٹر برہمن ہندوؤں نے یہ دیکھا کہ حضرت مع اپنے متوسلین کے انا ساگر کے کنارے بیٹھ کر وضو کرتے ہیں جن کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے انھوں نے آپ کے خدام کیساتھ سختی کا برتاؤ کیا راجہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ مسلمان انا ساگر کے پانی سے وضو کرتے ہیں تو اس نے دس ہزار سپاہیوں کا پہرہ بٹھا کر حکم دیا کہ کوئی مسلمان انا ساگر کے قریب نہ پھٹکنے پائے۔ جب حضرت خواجہ کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک مرید کو کاسہ (پیالہ) دے کر بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اس کاسہ کو جانب تالاب کر کے کہنا اے پانی تجھے خواجہ بلاتے ہیں چنانچہ اس مرید نے ایسا ہی کیا۔ پیالے کو جانب تالاب کر کے کہنا تھا کہ اس کاسہ میں انا ساگر کا تمام پانی سما گیا اور جس قدر اجمیر کے گرد و نواح میں تالاب تلیاں جھرنے، ندی اور کنویں تھے وہ تمام کے تمام سوکھ گئے حتی کہ عورتوں کی چھاتیوں اور جانوروں کے تھنوں تک کا دودھ خشک ہو گیا آپ کی اس کرامت سے سارے اجمیر میں تہلکہ مچ گیا اور تمام خلق اللہ زحمت میں مبتلا ہو گئی پھر لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے معافی چاہی آپ نے اس شرط پر کہ پانی سے کسی کو روکا نہ جائے اسی پیالہ کو دے کر فرمایا کہ لے جاؤ اس کا پانی انا ساگر میں چھڑک دو کاسہ کا پانی چھڑکتے ہی تمام پانی انا ساگر میں پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ موجیں مارنے لگا اور تمام دریا، تالاب، ندی، و کنویں پانی سے لبریز ہو گئے۔

شادی دیو مسلمان ہو گیا

زمانہ دراز سے اجمیر شریف میں ایک جن رہتا تھا اجمیر کے باشندے مع راجہ اس جن کے بڑے عقیدت مند تھے اور ان کا یہ عقیدہ اس درجہ کو پہنچا ہوا تھا کہ وہ اس جن کی عبادت کیا کرتے تھے راجہ نے اس جن کی خاطر چند پرگنے بھی وقف کر دیئے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کی آمد کی خبر سن کر یہ جن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کے اوصاف مقدس سے اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً ہی اسلام قبول کر کے آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا آپ نے اسے مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اس جن کا حضرت کے خادموں میں شامل ہونا تھا کہ حضرت کے مخالفین سمجھ بیٹھے کہ آپ نعوذ باللہ بہت بڑے جادوگر ہیں اور آپ نے جادو کے زور سے جن کو قبضے میں کر لیا ہے۔ لہذا آپ کے مقابلہ کیلئے باکمال جادوگروں کی تلاش شروع کر دی گئی۔

کرامت کا جادو سے مقابلہ

جوگی جے پال اپنے زمانہ کا بہت بڑا جادوگر مانا جاتا تھا اس کے ہزاروں شاگرد (چیلے) تھے اس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا جادوگر اس کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ چنانچہ راجہ پرتھوی راج نے جوگی جے پال کو حضرت کے مقابلہ کیلئے متعین کیا وہ جب آپ کے مقابلہ کے لئے آیا تو اپنے ساتھ ساٹھ ہزار چیلوں کو لایا جو جادوگری میں کمال مہارت رکھتے تھے سات سو جادو کے خوفناک اژدہے اور سانپ تھے اور پندرہ سو طلسمی چکر تھے ان طلسمی چکروں کا کمال یہ تھا کہ جادو کے زور سے ہوا میں تیرتے پھرتے تھے اور دشمن کو لشکر میں گھس کر ان کا سر اڑا دیتے تھے غرض جوگی جیپال نہایت اہتمام کے ساتھ حضرت کے مقابلہ میں میدان میں آڈٹا یہ اطلاع جب حضرت خواجہ کو ملی کہ جوگی جیپال پوری طاقت جھونک کر آپ پر حملہ آور ہونے والا ہے تو آپ نے ہمراہیوں کے ساتھ باوضو ہو کر اپنی عصائے مبارکہ سے ایک حلقہ کھینچ دیا اور فرمایا دشمن کی رسائی اس حلقہ تک نہ ہو سکے گی۔ اور نہ اس کا جادو ہی اثر کر سکے گا چنانچہ جیپال جب قریب آیا اور حلقہ کے اندر قدم بڑھانے کی کوشش کی تو مع اپنے چیلوں کے منھ کے بل زمین پر گر پڑا اس کوشش میں ناکام ہونے کے بعد سحر کی دوسری طاقتوں سے کام لینا چاہا اس میں بھی ناکام ہو گیا بلکہ اس کا جادو الٹے اسی کی تباہی کا سبب بن گیا حالت یہ ہو گئی تھی کہ جوگی جیپال جو بھی سحر آپ پر کرتا تھا وہ پلٹ کر اس کے ہی آدمیوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس کے ہاتھوں پھینکے ہوئے اس کے طلسمی چکر پلٹ پلٹ کر اس کے آدمیوں کی گردنیں اڑا رہے تھے اور اس کے جادوئی اژدہے و سانپ حملہ آور

ہونے کے بجائے ٹیلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ مگر جوگی جپال نے ہمت نہیں ہاری اور للکارتے ہوئے حضرت خواجہ سے کہنے لگا کہ آپ اپنا سب سے بڑا کمال دکھایئے حضرت نے فرمایا جوگی جی تم پہلے اپنا کمال دکھاؤ پھر فقیر کی طاقت کو آزمانا۔ جوگی جے پال نے اپنا کمال دکھاتے ہوئے آسمان کی جانب ہرن کی کھال اچھالی جو ہوا میں معلق ہوگئی جوگی جپال اچھل کر اس کھال پر جا بیٹھا کھال فضا میں بلند ہونے لگی جپال کے چیلے چاپڑ یہ شعبدہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ اب تو ہمارے استاد کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ حضرت جو نعلین پہنے ہوئے تھے اسے اتار کر ہوا میں اچھالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہوا میں پرواز کر کے جپال کی سرکوبی کرے تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا جپال آسمان سے زمین کی طرف آ رہا ہے اور اس کے سر پر حضرت کی جوتیاں تڑاتڑ پڑ رہی ہیں۔ جپال اسی طرح پٹتا ہوا زمین پر گرا اور حضرت کے قدموں پر سر رکھ کر امان کا طالب ہوا آپ نے اس کو امان عطا فرمائی جوگی جے پال نے عرض کی حضرت! میرے دل میں ایمان کی شمع روشن ہو گئی لیکن میری تمنا یہ ہے کہ آپ اپنے روحانی کمال کا مشاہدہ کرا دیں حضرت نے اپنی روح مبارک کے ہمراہ جوگی جپال کی روح کو لیکر عالم بالا کی جانب روانہ ہوئے جے پال کی روح پہلے آسمان تک تو ہمراہ جاسکی لیکن آگے کے تمام راستے اس کی روح کیواسطے بند ہو گئے جے پال کی روح نے حضرت کی روح پر فتوح سے مدد مانگی پھر حضرت کی روح نے جوگی جپال کی روح اپنے ساتھ لے لیا اور لئے ہوئے زیر عرش پہنچ گئی حضرت کی روح پر فتوح کے طفیل جپال کی روح کے سامنے سارے حجابات اٹھ گئے اور اس روح نے یہ منظر دیکھا کہ فرشتے حضرت خواجہ کی روح کے روبرو ادب سے جھکے جاتے ہیں اور بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں حضرت کی یہ عظمت و بزرگی دیکھ کر جوگی جپال کی روح نے اسی عالم میں اسلام قبول کر لیا۔ جپال نے حضرت سے عرض کی ''میرے محترم مرشد'' میری یہ تمنا ہے کہ آپ دعا فرمائیں میں قیامت تک زندہ رہوں حضرت نے دعا فرمائی جو رب العالمین کی بارگاہ عزت میں مقبول ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا جا تو قیامت تک زندہ رہے گا۔ اس کے بعد جپال نے حضرت خواجہ کے قدموں میں سر رکھ کر باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ جوگی جپال کا کلمہ پڑھنا تھا کہ حضرت کے تمام مخالفین کی ہمتیں پست ہو گئیں وہ ناکام و نامراد واپس ہو گئے حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ نے جوگی جپال کا نام عبداللہ رکھا چنانچہ یہ حضرت عبداللہ بیابانی کے نام سے مشہور ہوئے اور آج بھی زندہ ہیں اجمیر میں بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے اور مصیبت کے ماروں کے کام آتے ہیں۔

سلامتی دل عشاق از محبت تست

وگرنہ ایں دل پر خون چہ حیثیت دارد

سچ ہی کہا گیا ہے کہ ہدایت ہر ایک کا حصہ نہیں ہے یہ انہیں کا حصہ ہے جن کے مقدر میں ازل ہی سے سعادت مندیاں

لکھ دی گئی ہیں پرتھوی راج کے ملازمین عملہ ومصاحبین کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت خواجہ کی خداداد کرامتوں کو دیکھ کر اسلام کی صداقت کا دل سے اعتراف کر کے مشرف باسلام ہوگئے مگر راجہ پرتھوی راج اس دولت عظمیٰ سے محروم ہی رہا وہ اعتراف کیا کرتا اس کی مخالفتیں اور زیادہ بڑھ گئیں اور آئے دن نئی نئی مصیبتیں آپ کی راہ میں کھڑا کرتا رہا اگر چہ حضرت خواجہ نے اسے بار بار متنبہ کیا اور نصیحتیں فرمائیں آخر کار تنگ آ کر آپ نے عالم جلال میں فرمایا پرتھوی راج میں نے تیری حکومت کو غارت کردی اور تجھے لشکر اسلام کے ذریعہ قتل کرادیا چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق چند ہی روز کے بعد محمد غوری نے ایک لشکر عظیم کے ساتھ اجمیر پر حملہ کردیا اور اجمیر فتح کرنے کے بعد راجہ پرتھی راج کو گرفتار کر کے قتل کرادیا۔

سلطان الہند کون؟ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان پر بیسیوں مسلمانوں نے حکومت اور فرمانروائی کی مگر کسی شہنشاہ کو یہ نعمت عطا نہیں ہوئی کہ اسے سلطان الہند کے نام سے یاد کیا جائے یہ نعمت اس شخص کو عطا ہوئی جس کے پاس دنیاوی مال و دولت جاہ و حشم نہ تھی جو بحالت فقیری اجمیر تشریف لایا تھا جس کے پھٹے ہوئے کرتے میں درجنوں پیوند لگے ہوئے تھے مگر لباس فقیرانہ میں انداز شاہانہ کا پتہ چلتا تھا۔ آج جب بھی کسی کے کانوں کے پردے سے سلطان الہند کی آواز ٹکراتی ہے تو کسی فرمانروا بادشاہ و شہنشاہ کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا ہے لیکن اس درویش خدادوست کی طرف قلب و دماغ مائل ہو کر اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں تامل محسوس نہیں کرتے کہ جس ہستی کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیریؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور دنیا پکار اٹھتی ہے کہ اگر کوئی سلطان الہند ہے تو وہ آپ ہی کی ذات مقدسہ ہے۔

آپ صرف جن وانس ہی کے نہیں بلکہ دنیا کی ہر شے کیلئے سلطان اور حاکم تھے ہوا، پانی، آگ، خاک، زمین وآسمان سب پر آپ کی سلطانی کا سکہ چلتا تھا یہی وجہ ہے کہ عالم کی کوئی شے آپ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتی تھی۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ زمین پر بیٹھے ہوئے راجہ کے اونٹ زمین سے چپک گئے اور اس وقت تک رہا نہ ہو سکے جب تک آپ نے انہیں رہائی کا حکم نہیں فرمایا۔ جوگی جیپال کے جادو سے مقابلہ کرتے وقت آپنے ہوا کو حکم دیا کہ نعلین کو پرواز کرا کے منکر خدا کے سر پر پڑے جس سے وہ رب کی خدائی کا اعتراف تہ دل سے کرسکے اور پانی کو حکم دیا کہ ایک کاسے میں آکر اجمیر کے گردونواح کے تمام تالاب اور دریا جھرنے وکنویں کے پانی کو خشک کردے۔ ان اشیاء کا آپکے حکم کی تعمیل کرنا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ حکم خداوندی سے آپ ان سب کے سلطان وحاکم تھے۔

غریب نواز کیوں؟

آپ کے القابوں میں سے ایک لقب غریب نواز بھی ہے جو آپ کی ذات مبارکہ پر بدرجہ اتم منطبق ہوتا ہے جہاں آپ کی آمد سے ایمان وایقان علم وعمل کی روشنی سے مخلوق خدا فیضیاب ہوئی وہیں آپ کی غرباء پروری سے تمام مسکین و مفلس اشخاص دنیاوی زر واموال سے مالا مال ونہال ہو گئے جیسا کہ آپ کی تاریخ مقدسہ اور حالات مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہوں امراء ورئیسوں کی جانب سے آپ کی خدمت اقدس میں بڑے بڑے تحفے وتحائف نذرو نذرانے پیش کئے جاتے تھے مگر آپ مصلے سے اٹھنے سے پیشتر وہ تمام زر واموال غرباء ومساکین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور آپ کا یہ حکم تمام خدام ہوتا کہ اجمیر اور اس کے گرد و نواح میں گھوم پھر کر معلوم کیا کریں کہ کوئی غریب محتاج تو نہیں ہے اور کسی کو کوئی احتیاج ہو تو فوراً آپ کی خدمت میں اس کی اطلاع کی جائے اور اطلاع ملتے ہی اس کی مسکینی وغربت دور ہو جاتی تھی اس کی تمام ضروریات کی کفالت آپ اپنے دوش مبارک پر لے لیا کرتے تھے اور پھر اسے غربت وافلاس کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔

غریب نواز کی سادہ زندگی

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی سلطان الہند غریب نواز قدس اللہ سرہٗ العزیز کی مبارک زندگی بہت ہی سادہ تھی آپ کی کم خوراکی کا یہ عالم تھا کہ تین دن کے بعد روٹی کا ایک خشک ٹکڑا پانی میں بھگو کر نرم فرماتے اور پھر اسے نوش جان فرما لیتے اکثر وبیشتر روزہ سے رہا کرتے، قارئین کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان خشک ٹکڑوں کا وزن ڈیڑھ تولہ سے بھی کم ہوتا تھا گویا کہ تین روز کے بعد ایک چھٹانک کے وزن کا خشک روٹی کا ٹکڑا تناول فرماتے اور آپ نے اپنی حیات کی خوراک کا حساب اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ جس کی غریب پروری وبندہ نوازی کا یہ عالم ہو کہ وہ اپنے شہر وعلاقہ میں کسی کو غربت و افلاس میں دیکھنا تک گوارا نہ کرتا ہو جس کی خزانے کے دہانے غرباء ومساکین کیلئے کھلے رہتے ہوں وہ خود تین شبانہ روز کے بعد ڈیڑھ تولہ روٹی کا ٹکڑا وہ بھی سوکھا ہوا استعمال کر کے گذر اوقات کرتا ہو کیا اس کے دنیا کی بے رغبتی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے، لباس اس قدر سادہ ہوتا تھا کہ اس میں زیادہ تر پیوند لگا رہتا تھا یہ پیوند خود اپنے ہاتھ کا لگایا ہوتا تھا اور اکثر آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی جہاں کہیں درد ومصیبت مشقت اور محنت ہو خدایا وہ اپنے بندے معین الدین کو عنایت فرما۔

سلطان الہند کی عبادت وریاضت

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عابد وزاہد تھے۔ شب بیداری آپ کا مشغلہ تھا ستر برس تک مسلسل رات کو آپ نہیں سوئے اور تمام رات عبادت وریاضت میں گذار دی آپ نے پاپیادہ (پیدل) بیشمار حج ادا کئے، مذکور ہے کہ آپ ہر شب اجمیر سے خانہ کعبہ کے طواف کیلئے جایا کرتے تھے اور جو لوگ کعبہ شریف میں آپ کے شناسا تھے وہ اپنی آنکھوں سے آپ کو وہاں دیکھتے تھے مگر خدام یہی سمجھتے تھے حضرت اپنے حجرہ شریف میں مصروف عبادت ہیں آپ صائم النہار اور قائم اللیل تھے آپ کی طہارت وپاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ قضائے حاجت کے سوا ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔

حضرت غریب نوازؒ کی کرامتیں: جی تو یہی چاہتا ہے کہ آپ کی بے شمار خداداد کرامتوں کے تذکرہ سے کتاب کو روشن ومنور کردیا جائے مگر مشکل یہ ہے کہ پھر کتاب کی ضخامت بہت طویل ہو جائے گی لہٰذا بطور تبرک چند کرامتیں پیش کی جاتی ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ کوئی بھی عبادت وریاضت ہو اس کی مقبولیت کی سند اسی وقت بارگاہ باری تعالیٰ سے عطا ہو جاتی تھی آپ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے اور جب ختم فرماتے تو غیب سے آواز آتی کہ معین الدین ہم نے اپنی بارگاہ میں قبول کیا، نماز ختم فرماتے حتیٰ کہ سجدہ فرماتے تو بھی غیب سے آواز آتی کہ ہم نے تمہاری نماز وسجدہ کو اپنی بارگاہ احدیت میں قبول کرلیا۔

ایک روز آپ اپنے ایک مرید خاص شیخ علی کے ہمراہ کہیں تشریف لئے جارہے تھے راستہ میں آپ کے مرید شیخ علی کو ایک قرض خواہ نے پکڑلیا اور کہنے لگا کہ میں اس وقت تک آپ کو جانے نہ دوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردیں آپ نے قرض خواہ سے اپنے مرید کیلئے مہلت مانگی مگر وہ اور ہی سختی سے پیش آنے لگا۔ آپ کو جلال آگیا اور عالم جلال میں آپ نے اپنی چادر مبارک دوش مبارک سے اتار کر زمین میں ڈال دی اسی وقت سونے وچاندی کے سکوں سے وہ چادر مبارک بھر گئی آپ نے فرمایا جتنا تیرا قرض ہے اس میں سے لے لے بے اندازہ دولت دیکھ کر قرض خواہ لالچ میں پڑگیا اور اس نے قرض سے زیادہ رقم لینے کی کوشش کی، خیال بد آتے ہی اس کا ہاتھ خشک ہوگیا یہ کرامت دیکھ کر وہ چلا اٹھا اور حضرت کے قدموں میں گر کر معافی کا طالب ہوا آپ نے اس کے خشک ہاتھ پر دست مبارک پھیردی وہ فوراً ہی اچھا ہوگیا۔

بغداد شریف میں آٹھ مجوسی رہا کرتے تھے ان کا یہ عالم تھا کہ چھ مہینے کے بعد ایک لقمہ سے وہ روزہ افطار کیا کرتے تھے

اور لوگوں کو غیب کی باتیں بتایا کرتے تھے ان مجوسیوں کے اہل بغداد اس قدر معتقد تھے کہ ہر معاملہ میں ان سے مدد مانگتے تھے یہ آٹھوں مجوسی (آتش پرست) آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ اے دینو آگ کو پوجنے والو! آخر کار معبود برحق کو چھوڑ کر تم لوگ آگ کی پرستش کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ آگ کو اس لئے پوجتے ہیں کہ بروز قیامت ہمیں اس سے کام پڑے گا اور اس امید میں ہم ان کی پرستش کرتے ہیں کہ اس وقت ہمیں یہ نہ جلائے، آپ نے فرمایا اے جاہلو! تمہیں چاہئے کہ اس خدائے پاک کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور آگ کو پیدا کیا ہے اگر تم رب تعالیٰ کی عبادت کروگے تو تمہاری دنیا میں بھی عزت ہوگی اور آخرت میں بھی آتش دوزخ سے محفوظ رہوگے ان لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ دوزخ کی آگ ہمیں نہ جلائے؟ اچھا آپ اتنے عرصہ سے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اگر آپ کو نقصان نہ پہنچائے تو ہم ایمان لے آئیں گے اور رب کی عبادت کرنے لگیں گے آپ نے نعلین مبارک آگ میں ڈال کر فرمایا یہ آگ ہماری جوتی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی اور آگ کو حکم دیا خبردار ہماری جوتی کو داغ نہ لگنے دینا آپ کی نعلین پڑتے ہی آگ سرد ہوگئی اور اس پر داغ تک نہ لگا حضرت کی یہ کرامت دیکھ کر آٹھوں آتش پرست اسی وقت مسلمان ہوگئے ار آپ کے دست حق پرست بیعت ہو کر کمال کو پہنچ گئے۔ غرضکہ آپ کی کرامات کے تذکرہ کیلئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔

آپ کی بزرگی وروشن ضمیری کا یہ عالم تھا کہ عہد طفولیت میں شمس الدین کو دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر دہلی کا بادشاہ ہوگا چنانچہ آپ کی پیشین گوئی کے مطابق شمس الدین التمش دہلی کا بادشاہ ہوا یہ بزرگوں کا بہت اعزاز واکرام کیا کرتا تھا۔

حضرت غریب نوازؒ کے ارشادات

حضرت غریب نوازؒ کی ارشادات پر مبنی شہرۂ آفاق کتاب ''دلیل العارفین'' میں آپ کے خلیفہ ارشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے مرشد کامل حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص معین الدین وفرزندان معین الدین کا مرید ہوگا اس کے بغیر معین الدین جنت میں ہرگز قدم نہیں رکھے گا۔ (فرزندوں سے مراد آپ کے خلفاء ہیں) اور ارشاد فرمایا کہ سن لو! قیامت تک جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں گے ان کو نجات کی پوری امید رکھنی چاہئے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ میں بیت اللہ شریف میں یاد الٰہی میں مشغول تھا کہ آواز آئی معین

الدین ہم تجھ سے خوش ہوئے اور اپنی فضل وکرم سے تیرے تمام گناہ بخش دیئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا الٰہ العالمین میں تجھ سے امیدوار ہوں کہ تو میرے تمام مریدوں اور مریدوں کے مریدوں کو بھی بخش دے آواز آئی ہم نے ان سب کو بخش دیا۔ آپ نے فرمایا مرید اس وقت اپنے توبہ میں پختہ ہوتا ہے کہ بائیں بازو کے فرشتے کو بیس سال تک گناہ لکھنے کی نوبت نہ آئے۔ آپ نے فرمایا معرفت میں خاموش رہنا ہی خداشناسی کی علامت ہے عارف وہ ہے جو خاموش اور اندوہگیں رہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا عارف کی چار خصوصیتیں ہیں۔ اول درویشی میں اظہار تونگری دوسرے بھوک میں اظہار سیری تیسرے غم میں اظہار خوشی چوتھے دشمن کے ساتھ اظہار دوستی آپ نے فرمایا درویش وہ ہے کہ جب کوئی حاجتمند اس کے پاس آئے تو محروم واپس نہ جائے۔ آپ نے فرمایا عارفین آفتاب کی مثال ہیں کہ تمام عالم پر سایہ ہے کہ جب کوئی حاجتمند اس کے پاس آئے تو محروم واپس نہ جائے۔ آپ نے فرمایا عارف اس کو کہتے ہیں کہ اگر لاکھ شمع ہر روز اسرار وتجلی کے اس پر نازل ہوں تو ان کا ذرا بھی اظہار نہ کرے۔ آپ نے فرمایا عارف وہ ہے کہ کونین سے دل برداشتہ ہو۔ اور متوکل وہ ہے جو مخلوق سے بار بار رنج اٹھائے مگر بھول کر بھی شکایت نہ کرے۔

"حضور غریب نواز کی رحلت" وفات سے پیشتر ہی آپ نے اپنی رحلت کی اطلاع اپنے متوسلین کو دے دی تھی۔ ۵ رجب المرجب ۶۳۳ھ کی شام کو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور بعد نماز عشاء آپ نے حجرہ کا دروازہ بند کر لیا اور خدام کو اندر آنے سے منع فرما دیا خدام تمام رات دروازہ پر حاضر رہے اور صدائے وجد سنتے رہے بالآخر یہ آواز موقوف ہو گئی۔ نماز فجر کے وقت دروازہ کھلنے کا انتظار کیا گیا جب دروازہ نہیں کھلا تو دروازہ توڑ کر دیکھا کہ آپ واصل بحق ہو چکے ہیں وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۹۷ سال کی تھی۔ مزار اقدس اجمیر شریف میں مرجع خلائق ہے۔

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد

حضرت خواجہ مخدوم قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری علیہ الرحمتہ کے مرید خاص اور خلیفہ اعظم ہیں اور اس برعظیم ہندو پاکستان کے سلطان الاولیا ہیں، آپ کے فیض وکرم کی بارش مشرق ومغرب اور شمال وجنوب تک ہوتی رہی اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ جاری ہے، آپ وہ مقتدر ہستی ہیں کہ آپ کے روحانی تصرفات کی بدولت اس برعظیم میں اسلام خوب پھلا پھولا۔ آپ

۵۶۷ھ میں اُوش میں پیدا ہوئے اوش ماوراء النہر کے علاقہ میں واقع ہے حضرت غریب نواز علیہ الرحمہ کی طرح آپ بھی خاندان سادات سے ہیں آپ کا سلسلہ نسب چودھویں پشت میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کے محترم والد معظم کا نام نامی واسم گرامی حضرت خواجہ کمال الدین حسن چشتی تھا جو اپنے زمانے کے بہت جید عالم دین اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ ابھی حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ ڈیڑھ سال کے تھے کہ آپ کے والد معظم کی وفات ہوگئی چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے اس لئے بچپن ہی سے آپ کی ذات بابرکات سے کرامتوں کا صدور وظہور شروع ہوگیا آپ کی والدہ محترمہ تنہا آپ کی کفیل اور نگراں تھیں جب انھوں نے آپ باطنی جوہر پر نگاہ ڈالی تو تعلیم کی فکر پیدا ہوئی پڑوس میں ایک بڑے میاں رہا کرتے تھے آپ نے ان سے فرمایا میرے بچے کو مکتب میں لے جا کر داخل درس کراو پڑوسی آپ کو مکتب لئے جارہا تھا کہ اچانک راہ میں ایک بزرگ نمودار ہوئے اور دریافت کیا یہ کون بچہ ہے اور اسے کہاں لیجارہے ہو؟ پڑوسی نے جواب دیا، یہ ایک بیوہ کا بچہ ہے اور اسے ہم داخل درس کرانے مکتب لئے جارہے ہیں بزرگ نے فرمایا بھائی یہ کام تم میری ذمہ داری پر چھوڑ دو میں اس بچہ کو بہترین معلم کے پاس پہونچادوں گا پڑوسی نے کہا بسم اللہ آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کی تعلیم وتربیت کا بندوبست فرمادیں۔

بزرگ اور پڑوسی دونوں آپ کو ساتھ لیکر اپنے وقت کے عظیم عالم دین حضرت ابوحفص قدس سرہٗ کے مکان پر پہنچے، حضرت ابوحفص علیہ الرحمہ نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا بہت خوب یہ بچہ ایک روز سلطان الاولیاء ہونے والا ہے وہ بزرگ جو راہ میں اچانک ملے تھے وہ رخصت ہوگئے تو آپ نے پڑوسی سے پوچھا تم جانتے ہو یہ کون بزرگ تھے؟ اس نے جواب دیا نہیں وہ تو مجھے اچانک راستہ میں مل گئے تھے حضرت ابوحفص علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، غرضکہ استاذ محترم کی توجہ سے تھوڑے عرصہ میں تعلیم حاصل کرکے بہترین عالم دین بن گئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کے حصول کی تڑپ دل میں محسوس ہوئی اور مرد کامل کی تلاش میں اُوش سے نکل کر بغداد پہنچ گئے اس وقت حضرت خواجہ معین الدین غریب نواز علیہ الرحمہ بغداد میں ہی تھے آپ کی بزرگی وعظمت کا بہت چرچا تھا لہٰذا آپ ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خواجہ کی بارگاہ پاک میں باریاب ہوکر آپ کے مریدوں کی زمرہ میں شامل ہوگئے اور زمانہ دراز تک عبادت وریاضت میں مصروف رہ کر ان سے سلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور وقت کے جلیل القدر بزرگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کی ہندوستان میں آمد

حضرت خواجہ معین الدین چشتی بغداد سے اجمیر آئے اور یہاں مستقل قیام فرمایا تو آپ کو پیر و مرشد کی جدائی بے حد شاق گذرنے لگی چنانچہ آپ نے بھی ترک طن کر کے ہندوستان جانے کا فیصلہ کرلیا اور دشوار گذار منزلوں کو طے کرتے ہوئے ملتان پہنچے کچھ دن وہاں قیام فرمانے کے بعد دہلی کے لئے روانہ ہوئے آپ کی روانگی کے وقت اہل ملتان بہت غمگین ورنجیدہ ہوگئے اور آپ سے عرض کرنے لگے آپ یہاں سے نہ جائیں لیکن آپ اپنے پیرو مرشد کے عشق میں اس قدر سرشار تھے کہ فوراً ہی دہلی سے اجمیر کیلئے روانہ ہوگئے۔

روانگی سے پیشتر دہلی سے اس مضمون کا خط اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے پاس آپ نے ارسال کیا حضور والا کی قدم بوسی کا اشتیاق کشاں کشاں یہاں تک لے آیا ہے حاضری وقدم بوسی کے لئے بہت بیتاب ہوں ارشاد عالی ہو تو خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر جبہ سائی کا شرف حاصل کروں''

جب اجمیر شریف میں آپ کے پیرو مرشد کو یہ عرضی دستیاب ہوئی تو آپ نے اس مضمون کا جواب تحریر فرمایا قرب روحانی کے مقابلہ میں بعد جسمانی کوئی چیز نہیں۔ ہمارے تمہارے واسطے دوری ونزدیکی یکساں ہے بہتر ہے کہ تم دہلی میں ہی قیام کرو میں انشاء اللہ وہیں آکر تم سے ملوں گا۔ غریب نواز علیہ الرحمہ کے اس حکم پر آپ واپس دہلی آگئے

قطب صاحب کا دہلی میں قیام

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ نے شہر دہلی کے باہر دریائے جمنا کے کنارے موضع کلوکھڑی میں قیام فرمایا گردونواح میں آپ کے کرامات وبزرگی کا شہرہ پھیل گیا اور اس قصبہ میں بے پناہ خلق خدا کا ہجوم رہنے لگا۔ سلطان شمس الدین التمش حاضر خدمت ہوکر عرض کرنے لگا آپ اس جنگل سے نکل کر شہر تشریف لے چلیں اور اپنے قدموں کی برکت شہر والوں کو عنایت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ میں شہر میں نہیں ٹھہر سکتا وہاں لوگوں کے آنے جانے میں دشواری ہوگی اور شہر میں پانی کی بھی کمی ہے، شمس الدین التمش ایک درویش صفت بادشاہ تھا اور صاحب اعتقاد درویش دوست بھی تھا وہ ہفتہ میں دو مرتبہ آپ کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوتا تھا اس نے بہت اصرار کر کے آپ کو شہر چلنے کے لئے راضی کرلیا۔ سلطان نے آپ کے قیام کیلئے نہایت ہی موزوں اور مناسب جگہ تجویز کی تھی آپ کا شہر دہلی میں تشریف لانا تھا کہ خلق خدا زیارت

کیلئے ٹوٹ پڑی۔ شاہ وگدا امیر وغریب خواص عوام سب آپ کے عقیدت مندوں اور حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی اور تمام امرائے سلطنت مریدوں کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

شیخ الاسلام کا عہدہ ٹھکرا دیا

ابھی آپ کو شہر دہلی میں آئے ہوئے چند ہی دن گذرے تھے کہ دہلی کے شیخ الاسلام حضرت مولانا جمال الدین بسطامی کا انتقال ہو گیا سلطان شمس الدین نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت آپ شیخ الاسلام کا عہدہ قبول فرمائیں آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں آپ کے انکار کے بعد شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو بہت بڑے عالم تھے یہ عہدہ دیدیا گیا۔ نجم الدین صغریٰ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے بہت قریبی اور محبوب نظر تھے اور نہایت بزرگ و باخدا شخص تھے لیکن اس عہدہ پر فائز ہونے کے ساتھ ہی ان کا معاملہ، بالکل بدل گیا ان کی ولایت اور شان فقیری دنیاوی وجاہت کے نیچے دب کر رہ گئی۔ اور یہی نجم الدین صغریٰ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے درپے آزار رہنے لگے سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدی حضرت غریب نواز قدس سرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے پاس دہلی تشریف لائے آپ کی آمد پر سارا شہر زیارت کیلئے اُمڈ آیا مگر نجم الدین صغریٰ حضرت سے ملنے صرف اس وجہ سے نہیں آئے کیونکہ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے پیر تھے۔

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے جب یہ دیکھا کہ عقیدت کیش ہوتے ہوئے بھی نجم الدین صغریٰ حاضر نہیں ہوئے تو آپ خود تشریف لے گئے لیکن بجائے اس کے کہ آپ کی آمد کو وہ باعث فخر سمجھتے آپ سے نہایت بے التفاتی سے پیش آئے ان کی اس نازیبا حرکت پر حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا نجم الدین معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ شیخ الاسلامی نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے کہ تم میں دوستوں کے ساتھ ملاقات وبات میں نخوت پیدا ہو گئی ہے۔ اس پر نجم الدین اپنے مخالفانہ روش اور معاندانہ جذبات کو چھپا نہ سکے ان کے دل کی بات زبان پر آ ہی گئی بولے آپ نے اس شہر میں اپنا ایک ایسا مرید بھیج دیا ہے جس کے سامنے شیخ الاسلام کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے فرمایا نجم الدین تم خاطر جمع رکھو بابا قطب کو میں اپنے ہمراہ اجمیر لئے جا رہا ہوں اور اپنے چہیتے مرید حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا۔ بابا تمہاری شہرت سے لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی ہے لہٰذا تم میرے ساتھ اجمیر چلو یہ سن کر حضرت خواجہ قطب الدین نے عرض کی میری تو دلی تمنا تھی کہ آپ کی قدموں میں تھوڑی سی جگہ مل جائے خوشا نصیب وہ

مبارک موقع ہاتھ آگیا۔ درحقیقت حضرت خواجہ قطب الدین ہندوستان آئے ہی اس غرض سے تھے کہ پیر کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہو جائے آپ فوراً اجمیر کیلئے تیار ہو گئے۔ جب آپ کے روانگی کی خبر شہر میں پھیلی تو لوگوں میں سخت ہیجان واضطراب پیدا ہو گیا۔ بادشاہ سے لے کر وزیر غریب وامیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر رونے لگے اور سب نے قدموں میں گر کر التجا کی کہ آپ شہر دہلی کو چھوڑ کر نہ جائیں۔

جب حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے آپ کے ساتھ عوام کی یہ عقیدت دیکھی تو ہمراہ لیجانے کا ارادہ ترک کر دیا اور فرمایا بابا قطب تم دہلی کے لئے بہت بابرکت اور لوگوں کے منظور نظر ہو میں تم کو لے جا کر اتنے دلوں کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہتا لہٰذا تم یہیں رہو میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا اور دہلی کو تمہارے سپرد کیا اہل شہر کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے پیر ومرشد کے حکم پر دہلی چھوڑنے کا فیصلہ بدل دیا ہے تمام شہر میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی جب شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو معلوم ہوا کہ پیر ومرشد کے جانب سے بابا قطب الدین کو دہلی میں قیام کا حکم مل گیا ہے تو ان کو بڑا صدمہ ہوا غرضکہ نجم الدین کا بغض وحسد برابر بڑھتا ہی چلا گیا ان کی یہ حالت ہو گئی کہ کوئی بات تک نہیں پوچھتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شیخ الاسلام کے عہدہ سے معزول کر دیئے گئے اور انتہائی ذلت ورسوائی کے بعد راہی ملک عدم ہو گئے۔

مجاہدہ وریاضت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کو بچپن ہی سے عبادت وریاضت کا بے حد شوق تھا روایت میں ہے کہ آپ شب وروز میں نماز کی ڈھائی سو رکعتیں ادا کرتے تھے اور تین ہزار مرتبہ روزانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس میں درود کا نذرانہ پیش فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا ہمہ وقت عشق محبوب میں مستغرق رہتے۔ آپ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک خوبصورت مکان میں تشریف فرما ہیں اور ایک صاحب عبداللہ مسعود نامی اس مکان کے اندر آرہے ہیں اور حضور کے پیغامات شریفہ تمام بنام لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ آپ کے مرید نے عبداللہ مسعود سے عرض کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے کہ فلاں شخص آپ کی دیدار کا متمنی ہوے اور شرفِ زیارت سے مشرف ہونے کیلئے بیقرار ہے۔ عبداللہ اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد سرکار کا جواب لے کر حاضر ہوئے کہ آقا نے فرمایا۔ تم میں ہمارے دیدار کی اہلیت نہیں ہے تم جاؤ اور قطب الدین کو ہمارا سلام پہنچا کر یہ پیغام دو کہ جو تحفہ تم میرے لئے ہر شب بھیجا کرتے تھے تین شب سے وہ تحفہ

ہمارے پاس نہیں پہنچا ہے۔ جب مرید خواب سے بیدار ہوا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے پاس گیا اور اس نے خواب کا سارا ماجرا آپ کے سامنے بیان کیا۔ یہ حال سنتے ہی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت نے نکاح کر لیا تھا اور مصروفیت کیوجہ سے تین شب درود شریف کا ورد نہیں کر سکے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کو بچپن ہی سے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اشتیاق تھا اور آپ نے بارہا ان سے ملاقات بھی کی ہے ابتداء میں آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام فلاں مینارے کے پاس تشریف لاتے ہیں اور جو وہاں شب بیداری میں رات گزارتا ہے اور ملاقات کا متمنی ہوتا ہے وہ اس سے ضرور ملاقات کرتے ہیں۔ آپ فوراً اسی مینارہ کے پاس پہنچ گئے اور تمام رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہے مگر وہاں کوئی نہیں دکھائی دیا۔ مایوسانہ انداز میں گھر کی جانب روانہ ہوئے راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے آپ سے دریافت کیا کہ بابا آپ کہاں گئے تھے؟ آپ نے سارا واقعہ بیان کر دیا اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتایئے کہ اگر خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو جاتی تو آپ ان سے کیا مانگتے آپ نے فرمایا اللہ کی محبت اور کیا، اس شخص نے کہا میں نے سنا ہے کہ ایک بزرگ اس شہر میں رونق افروز ہیں اور خضر علیہ السلام ان کے پاس آیا کرتے ہیں ابھی وہ شخص اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ سفید ریش خوبرو بزرگ برابر سے نکل کر سامنے آگئے اور اس شخص نے کہا یہ میاں صاحبزادے آپ سے ملنے کے متمنی ہیں حضرت خواجہ قطب صاحب سمجھ گئے کہ یہی بزرگ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ اب تو ان سے روزانہ ملاقات ہونے لگی۔

کاکی کا لقب

حضرت خواجہ قطب الدین اور آپ کے اہل و عیال کی زندگی نہایت ہی تنگدستی میں گزرتی تھی کئی کئی دنوں تک فاقہ کشی کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ آپ اپنے پڑوسی بقال سے جو مسلمان تھا قرض لیا کرتے تھے۔ ایک روز بقال کی بیوی نے آپ کی اہلیہ کو بایں الفاظ طعنہ دیا۔ اگر تم مجھ سے قرض نہ لو تو بھوکے مر جاؤ۔ اہلیہ نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ آئندہ ہمیں قرض لینے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ میرے مصلے کے نیچے ضرورت کے موافق کاک (روٹیاں) تمہیں مل جایا

کریں گی۔ الغرض عرصہ دراز تک حضرت کا کنبہ اسی کاک سے پلتا رہا اور اسی وجہ سے آپ کاکی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

الحاصل زہد و ریاضت، صبر و قناعت، خلوص و الفت، مؤدت و محبت، حلم و مروت، اخلاق و عادات غرضیکہ ہر معاملہ میں آپ یکتائے روزگار تھے، عبادت و ریاضت کا یہ حال تھا کہ رات رات بھر نہ سوتے تھے۔ ۲۴ گھنٹے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے آرام کا خیال تک دل میں نہ لاتے اور نہ ہی آرام طلبی کو پسند فرماتے۔ آپ کے اوصاف و خصائل مناقب و مجاہدہ ریاضات و کرامات کے تذکرہ کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ذوقِ سماع

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کو اشعار سننے کا بیحد شوق تھا اور آپ کو اپنے یہاں بلاتے اور ان سے کلام سن کر محظوظ ہوتے۔ علماء ظاہر جو در پردہ حضرت کے مخالف تھے مل کر بادشاہ وقت شمس الدین التمش سے شکایت کی کہ آپ جیسے دیندار بادشاہ کے دور حکومت میں قطب الدین کے یہاں گانے بجانے کے جلسے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اور آپ ان کو اس فعل سے باز رکھنے کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ خواجگان چشت کے نزدیک بغیر داڑھی مونچھ کے لڑکوں کا محفل سماع میں شریک ہونا سخت ممنوع ہے۔ تو محفل میں یہ لوگ کیوں شریک ہوتے ہیں۔ ان علماء کا اشارہ حضرت کی طرف تھا جو ہنوز داڑھی مونچھ والے نہ تھے بادشاہ نے گروہ علماء کو جواب دیا بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ خود جا کر از رائے شرع جواز و عدم جواز پر گفتگو کر لیجئے۔ بادشاہ کے کہنے کے بموجب یہ سب آپ کی خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپ کے ابھی داڑھی مونچھ نہیں نکلی آپ امرد کے حکم میں ہیں۔ آپ کا محفل سماع میں شریک ہونا طریقہ چشتیہ کے خلاف ہے پھر آپ کیوں قوالی سنتے ہیں؟ حضرت خواجہ قطب تبسم ریز ہوئے اور چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ ادھر دیکھو، علماء یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ ایک نوعمر کے بجائے ایک دراز ریش فرشتہ صفت بزرگ کی صورت میں سامنے تشریف فرما ہیں۔ علماء نے آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگی اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو گئے۔

حالت سماع میں وصال

حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مخلص خاص شیخ علی سنجری کی خانقاہ شریف میں قوالی ہو رہی تھی حضرت خواجہ

قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ بھی محفل میں شریک تھے۔ قوالوں نے حضرت احمد جامیؒ کی غزل شروع کی جب یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگراست

تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی آپ بار بار زبان مبارک سے اس شعر کی تکرار فرماتے رہے یہاں تک کہ بیخود و بیہوش ہو گئے جب آپ کی حالت زیادہ خراب ہوئی اور نزع کے آثار نمایاں نظر آنے لگے تو آپ کو خانقاہ سے باہر لے آئے اور پھر اسی شعر کو قوال دہرانے لگے اور آپ چار روز کامل اسی شعر کی تکرار فرماتے کبھی افاقہ ہو جاتا کبھی بیہوشی طاری ہو جاتی۔ بیحد بیہوشی بڑھ گئی آپ کو دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی مگر نماز کے وقت بیہوشی ختم ہو جاتی ہوش آ جاتا نماز کی ادائیگی کے بعد بدستور بیہوش ہو جاتے گویا بے جان ہو چکے ہیں۔ جب پہلا مصرعہ پڑھا جاتا تو آپ اس قدر بے حس و بے حرکت پڑے رہتے تو لوگوں کو خیال گذرتا کہ آپ اس دنیائے فانی کو خیر باد کہہ چکے ہیں لیکن جب دوسرا مصرعہ پڑھا جاتا تو جسم اطہر میں جنبش شروع ہو جاتی تھی آپ کی حالت کے پیش نظر مصرعہ ثانی کا پڑھنا موقوف کر دیا گیا اور مصرع اولیٰ کی تکرار سے آپ جہاں بحق تسلیم ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ کا وصال شریف ۱۴ ربیع الاول ۶۵۳ھ یکشنبہ کی شب مبارکہ میں واقع ہوا آپ نے وصال شریف سے پہلے ہی وصیت فرمادی تھی کہ جب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ہانسی سے آئیں تو ان کو میرا خرقہ نعلین اور مصلیٰ دے دینا کیونکہ میرے بعد ان چیزوں پر حق انہیں کا ہے۔ حالانکہ اس وقت حضرت کے فرزند موجود تھے مگر اپنا خلیفہ و جانشین اپنے معنوی فرزند خواجہ گنج شکر کو مقرر فرمایا۔ آپ کا مزار مقدس شہر دہلی کے قریب قصبہ مہرولی شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

آپ روحانیت کے تاجدار بحر معرفت کے گوہر آبدار پیشوائے مقتدا رہنمائے اتقیاء زہد الانبیاء اور اس برعظیم کے محسن اعظم تھے آپ کی روحانی تجلیوں سے آج تک ہندو پاکستان دونوں مملکتیں جگمگا رہی ہیں آپ بچپن ہی سے بابا صاحب کے نام سے مشہور ہو گئے تھے آپ کی پیدائش ۵۶۹ھ ۱۱۴۳ء ملتان کے قریب قصبہ کھوت وال میں ہوئی آپ کے والد معظم کا نام نامی و اسم گرامی حضرت مولانا کمال الدین سلیمان تھا جو کابل کے شہنشاہ فرخ شاہ کی اولاد میں سے تھے اور آپ کا

سلسلہ نسب حضرت عمر الفاروق اعظمؓ سے بیسویں واسطے سے ملتا ہے۔ بغرض تعلیم حضرت بابا صاحب کھوت وال سے ملتان تشریف لائے آپ صغیر سنی ہی سے نہایت ذہین اور طباع تھے چند سال کے اندر اندر قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ عربی وفارسی کی بھی تکمیل فرمالی اور کم عمری میں اعلیٰ درجہ کے علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ جب ملتان تشریف لائے تو حضرت بابا صاحب بھی بغرض زیارت آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ بھی ان کے ساتھ ہو لئے لیکن آپ کے پیرومرشد نے نصیحت فرمائی فرید بابا تم پہلے ظاہری علوم حاصل کرو پھر میرے پاس آنا کیونکہ بے علم درویش شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین علیہ رحمہ کے ان الفاظ کا آپ پر بے حد اثر پڑا اور شب وروز ظاہری علوم کے حصول میں مصروف ہو گئے اور مزید پانچ سال تک علوم دینیہ حاصل فرماتے رہے۔ فراغت کے بعد آپ نے اسلامی ممالک کی سیاحت شروع فرمائی اور اس زمانہ کے نامور بزرگوں سے خوب فیض حاصل کیا ان میں چند بزرگان دین قابل ذکر ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ،۲۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوریؒ ،۳۔ حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ ،۴۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ،۵۔ حضرت شیخ سیف الدین خضریؒ ،۶۔ حضرت شیخ سعید الدین حمدیؒ ان حضرات کے علاوہ اور بھی بزرگان دین سے آپ نے فیض حاصل کیا۔

آپ قصبہ ہانسی تشریف لے گئے ناظرین نے گذشتہ اوراق میں پڑھا ہوگا کہ جب حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کا وصال ہوا تو اس وقت آپ قصبہ ہانسی میں تھے۔ وصال کی خبر پر وحشت اثر سن کر آپ دوڑے ہوئے آئے اور دہلی آکر حضرت کی وصیت کے مطابق خرقہ خلافت، عصا، نعلین اور مصلیٰ وغیرہ حاصل کیا اور بطور جانشین حضرت خواجہ کی منزل خاص میں روحانی خدمات انجام دینی شروع کر دیں۔ لیکن جب خلقت کا ہجوم بڑھنے لگا اور حالت یہ ہوگئی کہ عبادت و ریاضت کیلئے قلیل وقت بھی نکالنا دشوار ہوگیا تو آپ پھر ہانسی تشریف لے گئے اور یہاں بھی کثرت اژدھام کی وجہ سے ٹھہر نہ سکے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کو اپنا خلیفہ وجانشین مقرر فرما کے پاک پٹن کیلئے روانہ ہو گئے۔

بابا صاحب پاک پٹن پنجاب میں

اجودھن یعنی پاک پٹن پنجاب ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگ فقیروں اور درویشوں کے سخت مخالف تھے آپ پاک پٹن آئے تو کسی نے بھی کوئی توجہ نہ کی آپ آبادی کے قریب ایک درخت کے نیچے کمبل بچھا کر بیٹھ گئے اور خلقت کی ہنگامہ د بھیڑ

سے دور رہ کر عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ پاک پٹن کی وہ سنگلاخ زمین جہاں فقیروں کا کوئی پرسان حال نہ تھا رفتہ رفتہ بابا صاحب کے اثرات بڑھنا شروع ہو گئے کچھ ہی عرصہ کے بعد حالات میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا اس درویش دشمن خطہ میں آپ کی جانب رجوعات کا یہ عالم ہو گیا کہ آپ کی قیام گاہ پر ہزار ہا لوگوں کا ہر وقت میلہ سا لگا رہنے لگا۔

شدید مخالفت کا سامنا

جب حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی جانب رجوعات کا سلسلہ دراز ہوا تو پاک پٹن کی درویش دشمن طاقتیں حرکت میں آگئیں اور آپ کو نقصان پہنچانے کی تدابیر پر غور ہونے لگا۔ یہ سن کر حیرت ہوگی کہ لوگ آپ کی مخالفت میں کوئی اور نہیں نام نہاد مسلم طاقتیں آپ کو ضرر پہونچانے کو کوشاں رہنے لگیں چنانچہ قاضی شہر مخالفت میں پیش پیش تھا جس نے ملتان کے علماء ظاہر سے تقویٰ حاصل کیا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں قوالی سنے تو اس کو کیا سزا ملنی چاہیے۔ لیکن علماء ملتان جو بڑی حد تک سلجھے ہوئے درویش دوست تھے وہ سمجھ گئے کہ حضرت کو نقصان پہنچانے کی تیاریاں شروع ہوگئی ہیں انھوں نے قاضی شہر کو پھٹکارتے ہوئے کہا تمہیں صرف قوالی ہی دکھائی دے رہی ہے حضرت کے ذریں کارناموں سے تمہاری آنکھیں بند ہوگئی ہیں تمہیں یہ نظر نہ آیا کہ حضرت نے اپنے خداداد صلاحیتوں وکرامتوں سے لاکھوں غیر مسلموں کو کلمہ طیبہ پڑھا کر مشرف باسلام کیا۔ غرض یہ کہ الٹے علماء نے قاضی صاحب کو ذلیل کیا لیکن قاضی اپنے حرکتوں سے باز نہیں آیا اور برابر آپ کو اذیتیں پہنچانے کی تدابیر کرتا رہا یہاں تک کہ قاضی نہایت ذلیل و خوار ہو کر تباہ و برباد ہو گیا۔

آپ اکثر روزہ سے رہا کرتے تھے نہایت سادگی پسند تھے معمولی اور بوسیدہ کرتا زیب تن فرماتے۔ ایک شخص نے ایک نہایت عمدہ اور نیا کرتا تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے دلجوئی کی خاطر پہن تو لیا مگر فوراً اتار کر فرمایا جو مزہ پھٹے پرانے کرتے میں آتا ہے وہ اس کرتے میں کہاں؟ آپ کے پاس ایک پرانا کمبل تھا دن میں اسے بچھا لیتے اور رات کو اوڑھ لیا کرتے یہ کمبل اس قدر چھوٹا تھا کہ آپ اسے اوڑھ کر پاؤں تک پھیلا نہیں سکتے تھے۔ لکڑی کا تکیہ سرہانے رکھتے تھے رات اور دن میں صرف ایک مرتبہ سادہ کھانا تناول فرماتے اس کے باوجود آپ کی جسمانی صحت بہت عمدہ تھی آپ جب پاک پٹن تشریف لائے اس وقت یہاں کے لوگ درویش دشمن تھے لیکن آپ کی روحانی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس قدر درویش دوست اور عقیدت کیش ہو گئے کہ اگر آپ کے جبہ کی آستین دیوار پر لٹکا دی جاتی تھی تو اسے اس قدر بوسے دیئے جاتے تھے کہ اس کی دھجیاں اڑ جاتی تھیں۔ آخر کار یہ چرخ ولایت کا آفتاب اپنی ضیا باریوں سے ایک عالم کو منور کرتا ہوا پچانوے سال کی عمر میں پانچ محرم الحرام ۶۶۴ھ کو پردہ غیب میں پوشیدہ ہو گیا۔

بابا فرید کی جسمانی وروحانی اولادیں

آپ نہایت ہی کثیر الاولاد تھے اور آپ کی اولادیں ہندوستان کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے آستانہ کے جتنے بھی پیرزادے ہیں وہ سب حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی دختری اولاد میں سے ہیں۔ اور روحانی اولادوں کے کیا کہنے وہ ہندو پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی لاکھوں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہیں۔

آپ کے متعدد خلفائے ہوئے ہیں آپ کے خلف اکبر حضرت قطب پیر جمال الدین ہانسوی ہیں جو اپنے وقت کے اکابر بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔

آپ کے دوسرے معزز و مقتدر خلیفہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ہیں، حضرت بابا صاحب کی آپ پر بیحد عنایات تھیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ہی نے آپ کا آستانہ بنوایا ہے۔ اندرون روضہ بہشتی دروازہ ہے اس کے بارے میں محبوب الٰہی کا ارشاد ہے کہ جو اس میں داخل ہوا اس نے امان پائی۔

آپ کے تیسرے محبوب خلیفہ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلری علیہ الرحمہ ہیں جو آپ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ حضرت صابر پاک پر جلال بہت غالب تھا آپ کے عجیب و غریب حالات و کرامات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

بابا صاحب کے چند اقوال

۱۔ اپنا گرم کام لوگوں کی سرد باتوں سے ترک نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ جیسا تو ہے ویسا ہی لوگوں کو دکھا ورنہ اصلیت خود بخود کھل جائے گی۔

۳۔ احمق کو زندہ نہ سمجھ وہ زندہ رہ کر بھی مردہ کے مانند ہے۔

۴۔ ہر شخص کی روٹی نہ کھا مگر اپنی روٹی ہر شخص کو کھلا۔

۵۔ دولت مندوں کے پاس بیٹھ کر دین کو مت بھلا۔

۶۔ وہ چیز مت فروخت کر جو خریدی نہ جا سکے۔

۷۔ جو تجھ سے ڈرتا ہے ہر وقت اس سے اندیشہ کر

۸۔ دروغ نماراستی کو ترک کردے۔

۹۔ آرائش کے پیچھے مت پڑ۔

۱۰۔ گناہ پر فخر نہ کر۔

۱۱۔ اندرونی حالت کو بیرونی حالت سے بہتر رکھ۔

۱۲۔ ذلت اٹھا کر بھی ہنر آئے تو اسے سیکھ لے۔

حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نہایت ہی پرجلال بزرگ ہیں آپ کا صبر حضرت ایوب صابر علیہ السلام کا سا ہے۔ آپ شہر ملتان کے موضع کھوت وال میں ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ میں پیدا ہوئے جو حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی بھی جائے ولادت ہے آپ بابا صاحب کے حقیقی بھانجے ہیں آپ کی والدہ معظمہ بابا فرید علیہ الرحمہ کی حقیقی بہن تھیں آپ کے والد معظم حضرت پیران پیر دستگیر غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پوتے ہیں۔ آپ بچپن ہی سے بہت ذہین اور ہونہار تھے جو تعلیم لوگ سالوں میں حاصل کرتے ہیں آپ نے چند ماہ میں حاصل کرلی آپ ظاہری علوم میں کامل درجہ کے عالم و فاضل تھے۔ باطنی علوم کے جانب بھی بہت لگاؤ تھا اس کیفیت کو دیکھ کر آپ کی والدہ محترمہ نے اپنے بھائی بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی نگرانی میں آپ کو دیدیا تاکہ اپنے ماموں جان سے باطنی علوم کی تکمیل فرما کے لائق و فائق بن جائیں۔ جب آپ نے اپنے بھائی بابا فریدؒ کے سپرد کیا تو آپ نے فرمایا بہن میں تمہارا بہت احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے ایسا سعادت منداور لائق بیٹا مجھے دیدیا جو اپنی ولایت کی روشنی سے سارے جہان کو منور کرنے والا ہے جس سے خلق اللہ کو بے حد فیض پہنچے گا۔ ابھی حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف بارہ سال کی تھی کہ شفیق ماموں حضرت بابا فرید علیہ الرحمہ نے انکو اپنے دست راست پر بیعت کرلیا اور تھوڑے عرصہ میں درجہ کمال کو پہنچا دیا۔

جب حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ معظمہ حج بیت اللہ کو تشریف لیجانے لگیں تو اپنے بھائی بابا فرید علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی بھائی اس کا خیال رکھیے گا کہ میرا بچہ بھوکا پیاسا نہ رہے حضرت بابا فرید نے مسکرا کر فرمایا بہن خاطر جمع رکھو صابر کو کوئی تکلیف نہ ہوگی آپ نے ان کی والدہ کے روبرو لنگر خانہ کی چابی دے کر فرمایا جاؤ بیٹا میں نے تمکو لنگر خانہ کا مہتمم مقرر کیا اب تم ہی غرباء و مساکین میں لنگر تقسیم کیا کرو یہ دیکھ کر آپ

کی بہن مطمئن ہوگئیں کہ میرا بچہ لنگر خانہ کا انچارج ہوگیا ہے اب اسے کھانے پینے کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

لنگر کا اہتمام آپکے ہاتھوں میں آیا تو آپ نے یہ خدمت نہایت حسن وخوبی سے انجام دی آپ کے انتظام واہتمام سے بیحد برکت شامل حال ہوگئی آپ کا معمول تھا نماز فجر کے بعد بیٹھ کر اوراد و وظائف میں مشغول رہتے اشراق پڑھ کر حجرہ سے باہر تشریف لاتے اپنے ہاتھوں سے غرباء ومساکین میں لنگر تقسیم فرماتے اور فارغ ہونے کے بعد حجرہ میں داخل ہوکر اندر سے دروازہ بند کرلیتے اور شغل نوری میں مشغول ہوجاتے شام کو مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد پھر حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور لنگر تقسیم فرماکے حجرہ میں داخل ہوجاتے اور حسب معمول اندر سے دروازہ بند کرکے عبادت وریاضت میں مشغول ہوجاتے۔

جس روز سے آپ نے لنگر تقسیم کرنا شروع کیا تھا اسی روز سے کسی نے آپ کو کبھی کوئی چیز کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یعنی جسمانی غذا آپ نے بالکل ترک کردی صرف روحانی غذا پر گذر اوقات فرماتے۔

ایک روز آپ حجرہ میں زار وقطار رو رہے تھے شیخ فضل الرحمٰن آپ کو اس حال میں دیکھ کر آپ سے رونے کا سبب دریافت کیا آپ نے جواب میں فرمایا مجھ کو سلوک کے حذف ہوجانے کا خطرہ ہے کیونکہ آج سے میرے پروردگار نے اس دنیائے فانی سے مجھے لاتعلق کردیا ہے۔ اب میرے پاس بجز اولیاء اللہ اور رجال الغیب کے کوئی متنفس نہیں آسکے گا۔ اس روز سے یہ کیفیت ہوگئی کہ آپ کے حجرہ کے اندر جانا تو درکنار کسی کو آپ کے حجرہ کے قریب پھٹکنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ آپ پر جذب اور جلال بیحد غالب تھا حضرت فریدالدینؒ فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا جس کا نام نعیم الدین تھا ایک روز حضرت مخدوم صابر کے حجرہ شریف کے قریب آکر دروازے کی روزن سے جھانکنے لگا تاب جلال نہ لاسکا فوراً خون کی قے ہوئی اور اسی دم تڑپ کر راہی عدم ہوگیا۔ اسی طرح دوسرے صاحبزادے جن کا نام فرید بخش تھا انھوں نے آپ کے حجرہ کے قریب پیشاب کردیا اسی وقت ہر بن مو سے خون جاری ہوگیا اور اس جہان فانی سے وہ رخصت ہوگئے۔

حضرت مخدوم کے خلیفہ شمس الدین پانی پتی

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ کے مایہ ناز بزرگ ہوئے آپ ہی کے خلیفہ ارشد تھے حضرت اقدس میں پورے چوبیس سال رہے ایک دن کیلئے آپ سے جدا نہ ہوئے اور زندگی آپ کی خدمت کیلئے وقف کر دی۔ خدمت کے پورے چوبیس سال مکمل ہونے کے بعد مخدوم پاک نے آپ کو روحانیت کی بلند منزلوں تک پہنچا دیا اور

خود ہی حکم فرمایا کہ شمس الدین جاؤ اور شاہی سواری میں نوکری کرلو۔ لیکن یاد رکھو کہ جس دن تم سے کوئی کرامت ظاہر ہوگی وہ دن ہمارے وصال کا دن ہوگا۔ آپ کے حکم کے مطابق حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سلطان علاء الدین خلجی کے سواروں میں نوکر ہو گئے اور اتنے بڑے ولی ہوکر فوج میں معمولی سپاہی کی حیثیت سے زندگی گذارتے رہے یہ وہ زمانہ تھا جب علاء الدین بادشاہ چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ میں بار بار ناکام ہونے کے بعد مایوس و دل شکستہ ہورہا تھا آخر سلطان نے فقراء کی جانب رجوع کیا جب وہ کسی درویش باصفا کی تلاش میں حیران و سرگرداں تھا تو کسی واقف کار نے سلطان سے آکر کہا کہ آپ خواہ مخواہ فقراء کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں حالانکہ آپ کے لشکر میں اتنے بڑے بزرگ موجود ہیں اگر وہ زبان سے کہدیں تو فتح یقینی ہے۔

سلطان نے پوچھا لیکن یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کون بزرگ ہیں؟ اس شخص نے کہا اس بزرگ کی پہچان یہ ہے کہ جب رات کو ہوا چلے گی تو سارے سپاہیوں کے چراغ تو گل ہو جائیں گے مگر ان کا چراغ روشن رہے گا۔ سلطان کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایسے صاحب کرامت بزرگ ہمارے شاہی فوج میں موجود ہیں تو ان کی جستجو میں لگ گیا وہ بہت ہی بے چینی کے ساتھ رات کی آمد کا انتظار کرنے لگا جب نصف رات گذر چکی اور تیز ہوا چلی تو شاہی فوج کے خیمہ کے جانب روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا سارے خیمے کے چراغ گل ہو گئے مگر ایک خیمہ کے اندر چراغ روشن ہے سلطان سمجھ گیا کہ یہ انھیں بزرگ کا خیمہ ہے۔ وہ خیمہ کے قریب گیا اور دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت آپ تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے جب نظر اٹھائی تو دیکھا کہ شہنشاہ باندازِ غلامانہ ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ آج خیر نہیں ہے قرآن مجید بند کر کے بادشاہ کے روبرو آئے اور دریافت کیا حضور نے اس وقت کیسے زحمت فرمائی حکم ہوتا تو میں خود حاضر ہو جاتا، سلطان نے عرض کیا۔ حضرت خدا کیلئے میرا قصور معاف فرمایئے مجھ کو آپ کی قدر و منزلت کا علم نہ تھا التجا لیکر حاضر ہوا ہوں کہ آپ دعا فرمایئے کہ چتوڑ کا قلعہ فتح ہو جائے، حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بطور انکساری فرمایا۔ میں اس لائق نہیں ہوں کسی نے آپ کو غلط خبر دی ہے میں تو آپ کا ادنیٰ ملازم ہوں بھلا میں کیا اور میری دعا کیا، سلطان نے مسکرا کر کہا حضرت اب کوئی عذر سننے والا نہیں ہوں حضور کو فتح کیلئے دعا کرنی ہی پڑے گی۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے کہ سلطان کو کیا جواب دیں لیکن جب سلطان کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا میں ایک شرط کے ساتھ دعا کرنے کیلئے تیار ہوں بادشاہ نے جواب دیا فرمایئے آپ کی تمام شرائط میں پوری کرنے کیلئے تیار ہوں آپ نے فرمایا، اول میری تنخواہ ادا کر دی جائے دوسرے میرا استعفیٰ منظور کرلیا جائے

میں یہاں سے تین کوس پر جا کر دعا کروں گا۔ آپ فوراً حملہ کریں انشاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ سلطان نے اسی وقت تنخواہ ادا کر دی اور آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا اور نہایت عزو اکرام کے ساتھ آپ کو روانہ کیا آپ نے تین کوس پر جا کر دعا مانگی تو قلعہ اسی وقت فتح ہو گیا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آج میرے پیر و مرشد کا اس جہان فانی میں آخری دن ہے۔ ادھر قلعہ فتح ہو رہا تھا ادھر حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری کے وصال شریف کی خبر تشہیر ہو گئی آپ کی رحلت ۱۳ ربیع الاول شریف ۶۹۰ھ ۱۲۹۱ء کو ہوئی چونکہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی علیہ الرحمہ کو آپ کی وفات کا یقین ہو چکا تھا اس لئے وہ بیتابانہ دوڑتے ہوئے سیدھے کلیر شریف پہنچے، دیکھا کہ آفتاب عالمتاب پردہ حجاب میں روپوش ہو چکا ہے اور لاش مبارک کے اردگرد بھیڑیے و شیر و درند و چرند حلقہ بنائے بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے حضرت مخدوم پاک کے جسد اطہر کو سپرد خاک کیا۔

آپ کے جذب و جلال کے متعلق تذکرہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ وصال شریف کے بعد بھی آپ کے جلال کا یہ عالم تھا کہ کوئی پرندہ روضہ مبارک کے اوپر سے اڑ کر نہیں جا سکتا تھا اور اگر بے خبری میں بھولے بھٹکے چلا جاتا تو فوراً مر کر گر جاتا تھا، خدام کی بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے روضہ کے قریب آ سکتے۔ جب ان کو حضرت کی جانب سے بشارت ہوتی کہ اب آ سکتے ہو تو آ جاتے ورنہ دور ہی سے فاتحہ پڑھ کر رخصت ہو جاتے تھے وجہ یہ تھی کہ بغیر بشارت اگر کوئی شخص مزار مبارک پر حاضری یا کسی اور غرض سے جاتا تھا تو دور ہی سے ایک شعلہ اس کی طرف بڑھتا اور وہ آگے بڑھنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا برسوں یہی حال رہا۔ آخر ایک صاحب کمال بزرگ کے تصرف سے حضرت کے جلال میں کمی واقع ہوئی اور لوگوں کی آمد شروع ہوئی اور پھر مزار مقدس کی تعمیر عمل میں آئی اور لوگوں کو آپ کے آستانہ مبارکہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہونے لگی۔

جی تو یہ چاہتا تھا کہ ایسے صاحب کمال اور باعظمت ذات کا تذکرہ تفصیل سے کروں مگر کتاب کی ضخامت طویل ہونے کے اندیشہ سے نہایت مختصر تذکرہ پر اکتفا کیا گیا۔ یہی حال گذشتہ اوراق میں بھی رہا کہ بخوف طوالت اختصار سے ہی کام لیا گیا ہے۔ مصنف

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی

آپ وہ صاحب عظمت و کرامت بزرگ ہیں جن کے فقیرانہ دربار کے سامنے بڑے بڑے شہنشاہوں کے دربار ماند پڑ گئے اور جس کی فقیرانہ شان و شوکت قدر و منزلت بزرگی و عظمت ہر دل عزیزی اور بے پناہ مقبولیت پر شہنشاہ بھی رشک کرتے تھے جن کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ قرآن و سنت کا زندہ جاوید نمونہ تھا۔

آپ خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے وقت میں نہایت مقتدر اور معزز گھرانہ تھا آپ اسی بابرکت خاندان میں ۶۳۶ھ میں بدایوں شریف میں پیدا ہوئے آپ کے والد معظم کا نام نامی حضرت مولنا سید احمد تھا جو اپنے زمانہ کے بہت جید عالم و فاضل تھے والد محترم نے اپنے نام کی مناسبت سے آپ کا نام سید محمد رکھا۔ لیکن دنیا میں آپ حضرت نظام الدین کے نام سے معروف و مشہور ہوئے ابھی آپ کی عمر شریف صرف پانچ برس کی تھی کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ آپ کی والدہ محترمہ پر آن پڑا حضرت کی والدہ نے سوت کات کر پرورش فرمائی تھی لیکن سوت کاتنے سے اخراجات پورے نہیں ہوسکتے تھے اس لئے آپ مع والدہ کئی کئی دن کے فاقے سے رہتے تھے اور کبھی کبھی بھوک کی تکلیف درخت کی پتوں کو ابال کر اور اس میں نمک ڈال کر اسے استعمال کر کے مٹاتے تھے آپ کی والدہ معظمہ سیدہ زلیخا نہایت ہی پاکباز صبر و رضا، قناعت و توکل کا پیکر تھیں آپ نے فاقہ کشی کی مصیبت کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا مگر کسی کے سامنے دست دراز کرنا تو کجا کسی کو خبر تک نہ ہونے دی آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا چونکہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دنیا کی رہنمائی کیلئے پیدا کئے گئے تھے اس لئے قدرت نے آپ کو وہ ذہن رسا عطا فرمایا تھا جو شاذ و نادر ہی عام انسانوں میں پایا جاتا ہے آپ بلا کے ذہین اور نہایت ہی طباع تھے ابھی آپ کی عمر شریف بمشکل سولہ سال کی تھی کہ آپ نے فضل و کمال کا وہ درجہ حاصل کر لیا کہ بدایوں کے مقتدر علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا جب آپ نے علوم ظاہری تکمیل فرمائی تو آپ کی والدہ محترمہ نے علماء و مشائخ کو جمع کر کے اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے سوت کا عمامہ شریف بطور دستار فضیلت آپ کے سر نیاز پر بندھوایا حصول دستار فضیلت کے بعد آپ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ دہلی تشریف لائے اور سلطان شمس الدین کے استاذ محترم حضرت مولنا شمس الملک سے بھی علوم ظاہری حاصل فرماتے رہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہاں سے بھی سند فضیلت حاصل فرمائی۔

بابا فرید سے ارادت اور روحانی تعلیم

علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ کو ایسے رہنما کی ضرورت محسوس ہوئی جو باطنی علوم یعنی راہ سلوک کی منزلیں طے کرا دے چنانچہ آپ بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے بابا فرید نے نہ صرف بیعت کی دولت سے مشرف فرمایا بلکہ مرید فرمانیکے بعد روحانیت و معرفت کے بلند منازل کو بھی طے کرا دیا اور آپ نے اس میں بھی

امتیازی درجہ حاصل فرمالیا۔ آپ کے پیرو مرشد نے جب یہ دیکھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی روحانیت کی دولت سے بھی مالامال ہو گئے ہیں تو آپ نے دہلی کیلئے خرقہ خلافت عنایت فرمائی آپ پیرو مرشد سے رخصت ہو کر دہلی تشریف لائے۔ اس زمانہ میں سلطان غیاث الدین بلبن ہندوستان کا بادشاہ تھا آپ کے ارادت مندوں نے کوشش کی کہ آپ شہر دہلی میں قیام فرما کر مخلوق خدا کو فیض پہنچائیں مگر آپ نے فرمایا کہ شہر کے ہنگاموں سے دور رہنا ہی میرے لئے مناسب ہے اور شہر دہلی سے تین میل دور آپ نے قیام فرمایا۔ کہتے ہیں جہاں پر اللہ کا ولی قدم رکھتا ہے وہ مقام رشک جنت بن جاتا ہے۔ چندہی روز کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی کہ ہر وقت شہر سے لے کر آپ کی قیام گاہ تک زائرین کا تانتا بندھا رہتا تھا اور آپ کی خانقاہ شریف کے گردونواح میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی میلہ لگا ہو۔ ادنیٰ و اعلیٰ شاہ و گدا امیر و فقیر سب کے سب آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے اور آپ کی بزرگی و عظمت کی شہرت نہ صرف دہلی میں بلکہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

عبادت وریاضت پندونصیحت

آپ کی تقدس و بزرگی کا اندازہ لگانا مشکل ہے تذکرہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ تمام رات عبادت و ریاضت و شب بیداری میں گذار دیا کرتے تھے اور دن کے اوقات میں درس و تدریس پندونصائح میں مصروف رہتے آپ کی مجلس مبارک میں جو لوگ شامل ہوتے تھے ان کو آپ ظاہری علوم کے ساتھ باطنی رموز و اسرار سے آگاہ فرمایا کرتے تھے گویا ایک ہی وقت میں آپ جید عالم دین اور زبردست روحانی پیشوا بھی تھے غرضکہ بہت ہی مختصر عرصہ میں اس برعظیم میں آپ کی خلفاء تلامذہ اور عقیدتمندوں سے مشرق و مغرب شمال و جنوب بھر گیا جن کی تعداد ہزاروں میں تھی اور کروڑوں اشخاص آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے اور سلسلہ چشتیہ و نظامیہ میں داخل ہونے کو لوگ دارین کی سعادت سمجھنے لگے۔

حضرت کے شاہانہ اخراجات و دسترخوان کی وسعت

آپ کی دادودہش فیاضی و سخاوت اور دسترخوان کی وسعت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر خزانے بھی بھرے ہوئے ہوں تو چند عرصہ میں خالی ہو جائیں حضرت کے دسترخواں کی وسعت کی حالت یہ تھی کہ صبح سے شام تک کئی کئی ہزار لوگ کھانا کھاتے تھے مہمانوں کی اس قدر کثرت ہوتی تھی کہ روزانہ لنگر خانہ میں کئی کئی من نمک خرچ ہو جاتا تھا آپ کا دستور تھا کہ

جب مہمان اور مسافر کھانے سے فارغ ہو جاتے آپ سب سے آخر میں نہایت ہی سادہ کھانا منگا کر تناول فرماتے جس میں ابلی ہوئی ترکاری اور جو کی خشک روٹی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا ہزاروں کی فاقہ کشی دور کرنے اور لاکھوں کو اپنے دسترخوان سے نعمت لذائذ کھلانے والے کی خوراک کا یہ عالم تھا آپ اکثر فرمایا کرتے کہ ایسی حالت میں جب کہ بندگان خدا ہزاروں کی تعداد میں اُس کی زمین پر بھوکے پیاسے پڑے ہوئے ہیں تو نظام عمدہ ولذیز کھانے کھا کر ان کو کیوں کر فراموش کرسکتا ہے سردی کے موسم میں رات کیوقت بار بار فرماتے کہ غریب ونادار لوگ سردی کی شدت کس طرح برداشت کرسکیں گے غرض کہ آپ کے دل میں غریبوں ومسکینوں کیلئے بیحد درد تھا اور ہمیشہ ان کے واسطے بے چین وبیقرار رہا کرتے تھے آپ کے اخراجات شاہوں سے کہیں زیادہ تھے بظاہر کسی قسم کی کوئی آمدنی بھی نہ تھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے عقیدت منداور مرید آپ کی خدمت میں بڑے بڑے نذرانے پیش کیا کرتے تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ پیش کردہ نذرانے اسی وقت غرباء ومساکین میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ایک دفعہ سلطان علاء الدین خلجی نے ایک تھیلی اشرفیوں سے بھری ہوئی پیش کی جس میں پانچ سواشرفیاں تھیں اس وقت ایک مرد قلندر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا، اس میں سے آدھا میرا ہے آپ نے مسکرا کر جواب دیا آدھا نہیں سب تمہارا ہے یہ کہکر تمام اشرفیاں ان کے حوالہ کردیں۔ عقیدت مندوں اور خادموں کا ذکر ہی کیا آپ تو اپنے مخالفوں کو بھی اپنے دست کرم سے نوازا کرتے تھے چنانچہ چھجو نامی ایک شخص کا یہ معمول تھا کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آتا تو بے شمار گالیاں دیا کرتا آپ اس کو گالی دینے کے عوض میں دو اشرفیاں عنایت فرمایا کرتے تھے۔لیکن چھجو کو اپنی اس حرکت پر غیرت آئی اس نے گالیاں دینی ترک کردیں۔چھجو آیا اور جب جانے لگا تو حضرت سے اپنا رخصتانہ طلب کیا آپ نے فرمایا بھائی اپنا حق تو مانگتے ہو تو میرا حق بھی تو دو آج وہ کیوں بھول گئے یہی ایک واقعہ نہیں اس طرح کے سینکڑوں آپ کے مخالف تھے جن کو آپ ہمیشہ اپنے دست کرم کے فیض سے مالا مال فرماتے رہے آخری دم تک آپ کے شاہانہ اخراجات میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور آخر وقت تک اس راز پر پردہ پڑا رہا کہ یہ بے اندازہ دولت آپ کے پاس کہاں سے آتی تھی۔

حضرت محبوب الٰہی کا رعب ودبدبہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی علیہ رحمہ کے رعب ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے شہنشاہوں میں تاب و طاقت نہ تھی کہ وہ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوسکیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہوں امیروں اور رئیسوں سے آپ کو

نفرت تھی اوران کی قربت کو آپ ناپسند فرماتے تھے جب کہ غریبوں سے آپ کو دلی محبت تھی ایک غریب کو تو یہ حق حاصل تھا کہ وہ جب چاہے جس وقت چاہے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جائے اور جہاں چاہے آپ کا ہاتھ پکڑ کر لیجائے لیکن کسی بادشاہ وامیر کو ہرگز یہ اجازت نہ تھی کہ وہ بلاتکلف آپ کی خدمت میں آنیکی جرأت کرے یا حضرت کو اپنے پاس بلانے کی ہمت کرسکے۔ بہت سے بادشاہ زیارت کی تمنا لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کی آرزو پوری نہ ہوسکی۔ سلطان غیاث الدین بلبن آپ کی زیارت کا متمنی رہا مگر اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی۔ بادشاہ معزالدین کیقباد حاضری کی تمنا میں ہمیشہ رہا مگر اس کی بھی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اس بادشاہ کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اس نے آپ کی خانقاہ کے قریب ایک محل تعمیر کرایا اور اس کے قریب ایک شاندار جامع مسجد بنوائی کہ حضرت جب مسجد میں نماز کیلئے تشریف لائیں تو بہت ممکن ہے کہ محل کو بھی اپنے قدم مبارک سے زینت بخشیں اگر یہ آرزو پوری ہوگئی تو آپ کی کمال مہربانی ورنہ آپ سے قرب تو حاصل رہے گا۔ آپ سلطان کی نوتعمیر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کیلئے تشریف لے جاتے مگر بادشاہ کے محل میں کبھی نہ گئے نہ کبھی اس کے پاس سے گذرے۔

جلال الدین خلجی جب دہلی کا بادشاہ ہوا تو اس نے بھی پوری کوشش کی اور خدام کا وسیلہ پکڑا مگر آپ نے اپنے پاس آنے کی اجازت عطا نہ فرمائی۔

سلطان علاء الدین خلجی بھی آپ کا بے حد عقیدت مند تھا اس کی عقیدت کا تو یہ عالم تھا کہ ان کو اشعار کو منگا منگا کر پڑھا کرتا تھا جن پر حضرت کو قوالی میں وجد آتا تھا یا جن کو سنکر آپ پر کیفیت طاری ہوتی تھی تاحیات یہ بادشاہ اسی کوشش میں رہا کہ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے اور ایک بار زیارت کی اجازت عطا ہو جائے لیکن یہ بھی آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کرسکا۔

اس نے اپنے بڑے بیٹے ولی عہد سلطنت خضر خاں اور چھوٹے صاحبزادے شادی خاں کو مرید کرادیا تھا۔ آپ نے سلطان علاء الدین خلجی کو اگرچہ حاضری کی اجازت نہیں دی مگر آپ اس کی فلاح و بہبودی کے دل سے خواہاں تھے چنانچہ حضرت کی خیرخواہی ودعاؤں کا نتیجہ تھا کہ خلجی بادشاہوں میں اس کا دور حکومت ہر لحاظ سے نہایت شاندار رہا اور علاء الدین خلجی کو ذاتی خامیوں کے باوجود اس قدر فتوحات حاصل ہوئیں اور اتنی ترقی ہوئی کہ اور بادشاہوں میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملتی ہے۔

بادشاہ حضرت کے مخالف اور ان کا حشر

سلطان علاء الدین خلجی کے دو بیٹے حضرت کے مرید ہو گئے تھے لیکن تیسرے بیٹے قطب الدین مبارک شاہ کو یہ نعمت نصیب نہ ہوئی سلطان کے انتقال کے بعد حضرت کے مرید ولی عہد سلطنت خضر خاں کو اندھا کر کے مبارک شاہ نے جیل خانہ میں ڈالدیا اور پھر قتل کرا دیا اور حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کا محض اس لئے مخالف ہو گیا کیونکہ آپ خضر خاں کے پیر تھے۔ مبارک شاہ نے پہلے تو حکم بھیجا کہ حضرت سلام کیلئے دربار میں آئیں لیکن جب آنے سے آپ نے انکار کر دیا تو جبراً آپ کو دربار میں لانے کا فیصلہ کیا اور اس نے اپنے شاہی نوکروں کو حکم دیا کہ فلاں تاریخ تک آپ دربار میں تشریف نہیں لاتے تو بالجبر لایا جائے لیکن تاریخ مقررہ پر مبارک شاہ اپنے غلام خاص خسرو خاں کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور قتل کرنے کے بعد خسرو خاں نے دہلی کے تحت پر قبضہ جما لیا اور شاہی خاندان کی بری طرح مٹی پلید کی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد خسرو خاں کا بھی قتل ہو گیا اور اس کا قتل غیاث الدین تغلق نے کر کے دہلی کے تخت پر قبضہ کیا اس کے تخت نشیں ہوتے ہی محفل سماع کے جواز و عدم جواز پر بحث چھڑ گئی اور اس کیلئے مذہبی جلسے منعقد ہونے لگے' اور علمائے ظاہر حضرت کو نیچا دکھانے کے لئے ہر کوشش میں مصروف ہو گئے جو ان کے امکانات میں تھے۔ آپ کو جب بلایا گیا تو ان کی مجلس میں بے تکلف تشریف لے گئے حضرت کو دیکھ کے ہی سب پر ہیبت طاری ہو گئی اور آپ نے ایسے دندان شکن جوابات دئے تمام علماء بادشاہ اور اس کے حواری حیرت سے آپ کا منہ دیکھتے رہے۔ بادشاہ کو بڑی ندامت ہوئی اس خفت کے بعد بادشاہ کو بنگالہ کی مہم پر جانا پڑا جب بادشاہ مہم سے فارغ ہوا اور دہلی کی جانب روانہ ہوا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کو حکم دیا کہ میرے دہلی آنے سے پہلے آپ شہر خالی کر کے کہیں چلے جائیں آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا ''ہنوز دہلی دور است'' اس ارشاد کے بعد بھی اس نے پے در پے کئی بار حکم پہنچایا مگر آپ ہر بار اس کو یہی جواب دیتے رہے ''ابھی دِلّی دور ہے'' چنانچہ بادشاہ غیاث الدین تغلق نے دلی پہنچنے سے پہلے اک عظیم الشان فاتحانہ جشن کا اہتمام کیا اور دہلی سے تین میل باہر راستہ میں قیام کیا تو جس چوبی محل میں وہ ٹھہرا ہوا تھا وہ اچانک گر پڑا' غرض کہ حضرت کے ارشاد کے مطابق ابھی دلی دور ہی تھی کہ غیاث الدین تغلق دہلی تو کیا دنیا چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ چنانچہ جن بادشاہوں نے حضرت سے ٹکر لینے کی کوشش کی وہ خانماں برباد ہو گئے اور جو آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے ہر قسم کی دنیاوی فلاح و فوز سے مالا مال ہو گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کی وفات ماہ ربیع الثانی ۷۲۵ھ میں آپ کی بیماری کی شدت زیادہ

بڑھ گئی اور یہ یقین ہو گیا کہ آپ واصل حق ہونے والے ہیں تو آپ نے خدام کو حکم فرمایا کہ گھر میں اور خانقاہ شریف میں جس قدر بھی اثاثہ ہے وہ سب غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے آپ کے اس حکم پر فوراً عمل کیا گیا اس کے بعد مہتمم لنگر خانہ کو حکم فرمایا کہ جو لنگر خانہ میں ہزار ہا من غلہ جمع ہے وہ لٹا دیا جائے اور ایک دانہ بھی باقی نہ چھوڑا جائے سب کا سب غرباء و مساکین میں بانٹ دیا جائے چنانچہ اس حکم پر بھی عمل کیا گیا اور ایک ایک دانہ تقسیم کر دیا گیا جب وصال شریف کا زمانہ قریب آیا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی جب ہوش آیا تو آپ نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ اگر ہو گیا ہو تو مجھے اٹھاؤ اور نماز پڑھاؤ اللہ والوں کا یہ عالم ہوتا کہ کسی حالت میں نماز ترک کرنا گوارا نہیں فرماتے۔ کبھی یہ سوال فرماتے، کوئی مسافر آیا اگر آیا ہو تو اس کی خاطر تواضع کرو اور اسے کھانا کھلاؤ غرضکہ آپ نماز اور مسافروں کو یاد فرماتے ہوئے ۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ بروز چہار شنبہ اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی کیونکہ آپ نے شادی نہیں کی تھی البتہ آپ نے اپنی بہن کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی اور وہی آپ کے اولاد تصور کی جاتی ہے۔

شہنشاہوں کی حضرت سے عقیدت

ہندوستان کے جتنے بھی بادشاہ ہوئے ایک آدھ کو چھوڑ کر ان سب نے آپ کا بیحد احترام کیا۔ مغل اور پٹھان دونوں ہی آپ کے بڑے عقیدت کیش تھے آپ کی مزار مقدس پر برابر حاضری دیتے رہے۔ بادشاہ ہمایوں کو حضرت سے اس قدر عقیدت تھی کہ اس نے مرنے سے قبل وصیت کی تھی کہ حضرت کے پائے مقدس کے متصل اس کو دفن کیا جائے شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر اور نور الدین جہانگیر برابر حضرت کی مزار اقدس پر حاضر ہو کر فیض برکات حاصل کرتے رہے بادشاہ شاہجہاں کو بھی آپ سے بیحد عقیدت تھی۔ شاہجہاں کی بیٹی جہاں آرا آپ کی بیحد عقیدت مند تھی اس نے مرتے وقت بادشاہ اورنگ زیب کو وصیت کی تھی کہ مجھ کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے قدموں میں دفن کرنا اور میرا تمام مال و اسباب درگاہ شریف کی نذر کر دینا۔ سلطان ناصر الدین محمد شاہ کو بھی حضرت سے بے پناہ عقیدت تھی اس نے لاکھوں روپیہ نذر دیا اور تمام درگاہ شریف میں سنگ مرمر کا فرش لگوایا اور حضرت کے پائیں اپنی قبر بنوائی۔ بہادر شاہ ظفر بھی آپ کا بیحد عقیدت مند تھا جب تک دہلی میں رہا برابر آپ کی مزار مقدس پر حاضری دیتا اور خدمات انجام دیتا رہا اور یہ آج بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کا آستانہ شریف بڑا ہی بافیض اور بابرکت ہے لاکھوں لوگ آپ کی درگاہ شریف پر حاضر

ہوتے ہیں اور فیوض اور برکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ آپ کے دربار فیض آثار کے متعلق اپنے شہرہ آفاق و مشہور زمانہ منقبت میں حضرت علامہ ڈاکٹر اقبال یوں رقمطراز ہیں:

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

حضرت شیخ ابو الحسن امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

شہنشاہ ولایت سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے ہزاروں خلفاء میں دو اہم خلیفہ اول حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی دوسرے سلطان الشعراء راز دار حقیقت حضرت ابو الحسن امیر و خسرو دہلوی رحمہما اللہ ہیں جن کے تذکرے سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ کو اس برعظیم کے بزرگان دین اور اولیاء اللہ میں جو مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ دیگر بزرگان دین کے مرتبہ سے بالکل مختلف ہے آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں آپ ایک زبردست مرد حق و درویش تھے وہاں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے اہل قلم بھی تھے آپ کی علمی استعداد اور قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے دور کے مصلح اعظم حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کو اس بات پر بیحد فخر تھا کہ ان کے ہمعصروں میں حضرت امیر خسرو جیسا صاحب علم، پختہ کار اہل قلم موجود ہے حالانکہ اس وقت حضرت سعدی بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور حضرت امیر خسرو ہنوز نوجوان تھے حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ کو اس اعتبار سے بھی بڑی عظمت حاصل ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے اس برعظیم میں اردو یعنی ہندوستانی زبان کی سنگ بنیاد رکھی اور یہ آپ کی برکت ہی ہے کہ یہ زبان ہندوستان میں خوب پھلی پھولی کہ اس نے نہ صرف اس برعظیم میں سکہ جما لیا بلکہ چند صدیوں کے اندر ہزاروں سال کے پرانی

زبانوں کو شیرینی لطافت اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ صاحب کمال اور درویش کامل ہونے کیساتھ ساتھ بہت بڑے اہل قلم تھے چنانچہ آپ کی ننانوے (۹۹) کے قریب مختلف تصانیف تھیں جن میں اکثر ناپید ہیں اور آپ کے اشعار کے اعداد پانچ لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ فن موسیقی کے آپ بہت بڑے ماہر تھے آپ خاص قسم کے گیتوں کے بھی موجد ہیں جن کو ہندوستانی لٹریچر میں بلند ترین مقام حاصل ہے۔ موسیقی کی اکثر راگ راگنیاں آپ نے ایجاد فرمائیں ستار جو آج بھی سب سے اہم ساز میں شمار کیا جاتا ہے وہ آپ ہی کی ایجاد ہے۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی زندگی:- آپ کے والد معظم کا نام نامی امیر سیف الدین محمود تھا جو بلخ کے امیر زادوں میں سے تھے بلخ ترکستان کے ایک مقام کا نام ہے آپ کے والد معظم بلخ سے ہجرت کر کے موضع پٹیالی ضلع ایٹہ میں آباد ہو گئے تھے اس وقت سلطان شمس الدین ہندوستان کا بادشاہ تھا کچھ عرصہ بعد امیر سیف الدین محمود ہجرت کر کے پھر دہلی آئے آپ کے خاندانی اوصاف اور غیر معمولی لیاقت و استعداد کی بنا پر بادشاہ نے اپنے خاص مقربوں میں شامل کر لیا۔ اور یہیں آپ کی شادی نواب عماد الملک کی صاحبزادی سے ہوئی جو علم و فضل تقویٰ و طہارت میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں ان کے شکم سے امیر سیف الدین محمود کے یہاں تین بیٹے پیدا ہوئے سب سے بڑے حضرت اعز الدین علی شاہ تھے ان سے چھوٹے حضرت حسام الدین اور سب سے چھوٹے حضرت ابوالحسن امیر خسرو علیہ الرحمہ تھے آپ شاہان غلامان کے عہد حکومت میں ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم نے آپ کا نام نامی ابوالحسن تجویز فرمایا۔ لیکن آپ کا اصل نام "خسرو" کے تخلص میں دب کر رہ گیا اور دنیا میں آپ حضرت امیر و خسرو ہی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے تولد کے فوراً بعد ہی آپ کے والد محترم حصول برکت کے لے آپ کو ایک مست مجذوب کے پاس لے گئے مجذوب نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا یہ لڑکا آسمان تصوف کا آفتاب اور ہر فن میں صاحب کمال ہوگا اور اس کا نام قیامت تک زندہ رہے گا اور اس کے کلام میں وہ شیرینی و لطافت ہوگی جو کوئی پڑھے گا یا سنے گا وہ وجد کرتا رہے گا کیونکہ آپ کا گھرانہ علم و فضل کا گہوارہ تھا اس لئے ابتدائی تعلیم والد محترم کے زیر نگرانی گھر ہی میں حاصل فرمائی لیکن ابھی آٹھ سال ہی کے تھے کہ آپ کے والد معظم ایک جنگ میں شہید ہو گئے شہادت کیوقت ان کی عمر پچاسی برس کی تھی۔ والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے نانا عماد الملک کی زیر نگرانی ہوتی رہی نانا جان کی عمر اس وقت ایک سو تیرہ سال کی تھی آپ نے حدیث، فقہ، منطق اور دیگر علوم میں درجہ کمال حاصل فرمائی اور بہت ہی کم عمری میں آپ کا شمار جید علماء و فضلاء میں ہونے لگا بچپن

ہی سے شعرو شاعری سے آپ کو فطری لگاؤ تھا اور بہتر اشعار کہنے میں قدرت حاصل تھی اصلاح اپنے بڑے بھائی حضرت اعزالدین سے لیا کرتے تھے یعنی شعرو شاعری میں آپ کے استاد آپ کے بڑے بھائی تھے ظاہری علوم کی حصول کے بعد باطنی علوم یعنی راہ سلوک کی جانب رغبت ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ پورے ہندوستان میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے باطنی کمالات وکرامات کا شہرہ تھا حضرامیر خسرو باطنی تربیت کی حصول کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضرت آپ کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوئے اور خوشی کے عالم میں ارشاد فرمایا۔ خسرو تمہاری یہ چمکتی ہوئی پیشانی اس امر کی دلیل ہے کہ ایک روز آسمان ولایت کے آفتاب بن کر دنیا کو روشن کرنیوالے ہو اور ہمارے آفتاب ولایت کی کرن اسے اور بھی چمکا دے گی۔

یہ ارشاد سنتے ہی حضرت امیر خسرو آپ کے مریدوں کے حلقہ میں شامل ہو گئے اور بڑی سرعت کے ساتھ حضرت محبوب الٰہی کی زیر نگرانی راہ سلوک کے منازل طے کرنا شروع کر دیا عبادت وریاضت سخت محنت وشفقت کمال خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے غرضکہ حضرت محبوب الٰہی کی رجحان طبع نے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو مرد کامل بنا دیا اور حالت یہ ہو گئی کہ حضرت محبوب الٰہی کے منظور نظر ہو گئے۔ حضرت محبوب الٰہی کا امیر خسرو سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے اے ترک میں سب سے تنگ آجاتا ہوں یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی مگر تجھ سے کبھی بھی تنگ نہیں ہوتا (حضرت محبوب الٰہی امیر خسرو کو محبت سے ترک کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے) غرضکہ حضرت کی آپ پر بیحد نوازشات وعنایات تھیں۔

حضرت امیر خسرو کے کلام میں سوز وگداز:۔۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی شان میں آپ نے ایک قصیدہ تحریر فرمایا اور جب آپ نے یہ قصیدہ حضرت کو سنایا تو حضرت نے خوش ہو کر فرمایا ''مانگ خسرو کیا مانگتا ہے'' آپ نے عرض کی ''حضرت کلام میں شیرینی (مٹھاس) کا خواستگار ہوں'' حضرت نے فرمایا'' ہماری چارپائی کے نیچے ایک طشت ہے اس میں کچھ شکر رکھی ہے اس میں سے تھوڑا سا کھالے'' چنانچہ فوراً آپ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے بعد آپ کے کلام میں اس بلا کا درد اور شیرینی پیدا ہو گئی کہ جو بھی سنتا وجد کرنے لگتا تھا۔ رات کو جناتوں کا قافلہ حاضر ہو کر آپ کے کلام کو سنتا اور بیحد محظوظ ہوتا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر کسی باشاہ کا تحفہ قبول نہیں فرماتے تھے اور سلطان علاؤالدین کی دلی تمنا تھی کہ حضرت شاہ قلندر اس کا بھیجا ہوا تحفہ قبول فرمالیں لیکن ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا کہ ان کی بارگاہ میں بادشاہ کے تحائف پیش کرنے کی جرأت

کر سکتے بڑی جستجو کے بعد اس مشکل کام کیلئے حضرت امیر خسرؒ و کو تجویز کیا گیا آپ جیسے ہی حضرت قلندر کی خدمت میں پہنچے دیکھتے ہی انہوں نے فرمایا خسرو اپنی کوئی غزل سناؤ نہایت دلکش اور سریلی آواز میں حضرت امیر خسروؒ نے اپنی تصوف میں ڈوبی ہوئی ایک غزل پیش کی جس کا مطلع تھا۔

اے کہ کوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد ہم چناں دشوار نیست

حضرت شاہ قلندر اس غزل کو سن کر بیحد محظوظ و مسرور ہوئے اور حضرت امیر خسروؒ کے کلام کی بیحد تعریف فرمائی آپ نے انہیں خوش دیکھ کر بادشاہ کی نذر پیش کی تو حضرت قلندر نے بلا تامل قبول فرمالی۔

نعلین پانچ لاکھ میں فروخت

یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک فقیر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دست طلب دراز کی لیکن چار دن سے آپ کی بارگاہ میں کوئی نذر و نیاز نہیں آئی آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں اگر کچھ نہیں ہے تو ہماری نعلین تو ہے ''لو بابا'' اسے لیجاؤ وہ فقیر آپ کی نعلین لے کر ملتان کی جانب روانہ ہوا چونکہ حضرت امیر خسروؒ سلطان کے مصاحبوں میں تھے اور ملتان سے دہلی کی جانب آرہے تھے راستے میں اس فقیر سے ملاقات ہوگئی آپ نے دریافت فرمایا میاں تم کہاں سے آرہے ہو فقیر نے جواب دیا دہلی سے، یہ سنتے ہی آپ نے حضرت محبوب الٰہی کی خیریت معلوم کی تو فقیر نے سارا واقعہ سنایا اور محبوب الٰہی کی عطا کردہ نعلین دکھائی امیر و خسروؒ نے فرمایا ''میاں یہ نعلین بیچو گے'' فقیر پس و پیش میں پڑ گیا کہ اس لکڑی کی نعلین کی کیا قیمت بتاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ بس تم فروخت کرنے پر رضامند ہو جاؤ فقیر نے کہا ''حضرت آپ شوق سے خرید لیں'' حضرت امیر خسروؒ وہ پانچ لاکھ روپے جو شہزادہ سلطان نے آپ کو دیئے تھے نکال کر فقیر کے سامنے رکھ دیئے اور حضرت کی نعلین مبارک اپنے سر پر رکھ کر رقص کرتے ہوئے دہلی کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کو اپنی سرگذشت سنائی اور آپ نے وہ تمام واقعہ سنا تو فرمایا ''اے ترک ارزاں خریدیں'' یعنی امیر خسروؒ تم بہت سستے میں چھوٹے۔

امیر حسن نانبائی کا ایک لڑکا نہایت شکیل و جمیل تھا اس پر حضرت امیر خسروؒ کی نظر پڑ گئی نظر پڑتے ہی وہ نانبائی کی دوکان چھوڑ چھاڑ کر آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت امیر خسرؔو کی توجہ اور فیض صحبت سے تھوڑے ہی روز میں فاضل اجل اور شاعر باکمال ہو گیا امیر خسرؔو کو اس سے بے پناہ محبت تھی لیکن حضرت امیر خسرؔو شہزادہ محمد سلطان کے مصاحبوں میں تھے اور وہ یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ یہ نانبائی زادہ حضرت امیر خسرؔو کے ہمراہ رہے یا ساتھ اٹھے بیٹھے چنانچہ شہزادہ نے سخت ہدایت کر دی کہ وہ امیر خسرؔو کے پاس نہ جائے لیکن جب وہ باز نہ آیا تو شہزادہ نے بطور سزا اس کے ہاتھ پر کوڑے مارے اور حضرت امیر خسرو کو اپنی جگہ بلا کر پوچھا کہ اس کے ساتھ آپ کا تعلق کیا ہے اور یہ کیسی محبت ہے جو ایک لمحہ بھی جدا نہیں ہونے دیتی اور لوگ اس تعلق پر چہ میگوئیاں کرتے ہیں آپ نے فرمایا "ہمارے اور اس کے درمیان کوئی دوئی نہیں ہے" اور یہ کہتے ہوئے شہزادہ سلطان کو اپنے دست مبارک دکھائے تو یہ دیکھ کر شہزادہ حیران رہ گیا کہ جس مقام پر اس نانبائی زادہ کے ہاتھ پر کوڑے مارے گئے تھے اسی مقام پر حضرت امیر خسرؔو کے دست مبارک پر کوڑے کے نمایاں نشان پڑ گئے تھے شہزادہ اپنے کئے پر بیحد نادم ہوا۔ حضرت امیر خسرؔو نے اسی وقت شہزادہ سلطان کی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ لیکن شہزادہ سلطان ازراہ معذرت آپ سے منت وسماجت کرنے لگا آپ نے معذرت قبول کرتے ہوئے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔

دور حاضر کے صوفیوں کا اکثر و بیشتر حال ہے کہ شہنشاہوں کی بارگاہ میں حاضری کو اپنی سب سے بڑی خوش نصیبی تصور کرتے ہیں اور حب مال و جاہ نے انہیں اس درجہ گرا دیا ہے کہ امیروں اور رئیسوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتے اور ان کی خوشامد کو اپنی زندگانی کی معراج سمجھتے ہیں انہیں اپنے پاس بلاتے اور بٹھاتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ اپنی پلکوں پر جگہ دیتے ہیں اور نوازشات کی برسات انہیں کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ غرباء و مساکین کی طرف نگاہ التفات سے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے ایسے جاہل اور نقلی صوفیوں کو اپنے بزرگوں کے کردار سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

گیارہ شہنشاہوں کا دور حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی نے پایا اور سارے شہنشاہوں کی یہی کوشش رہی کہ حضور والا ذرا دیر کے لئے میرے محل کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشیں لیکن آپ نے ان شہنشاہوں کے آرزوں کو خاک میں ملا دی پچھلے اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ غرباء و مساکین تو حضرت کو انگلی پکڑ کر کہیں بھی آسانی کیساتھ لے جاسکتے تھے مگر کسی بادشاہ میں یہ جرأت نہیں تھی کہ وہ آپ کے سامنے اس تمنا کا اظہار بھی کر سکے جب سلطان علاؤالدین خلجی کو بار بار کی خواہش کے باوجود حضرت محبوب الٰہی نے اجازت عطا نہ فرمائی تو اس نے حضرت امیر خسرؔو سے عرض کی کہ حضرت کسی طرح بھی مجھ کو حاضری کی اجازت مرحمت نہیں فرماتے۔ لہٰذا یہ طے کر لیا ہے کہ اجازت حاصل کئے بغیر قدمبوسی کے لئے حاضر ہو جاؤں گا اور حضرت امیر خسرؔو سے عرض کی کہ آپ حضرت سے اس راز کو بیان نہ

فرمائیں۔ حضرت امیر خسروؒ یہ بات سن کر عجیب الجھن میں پڑ گئے کہ اگر اس راز کو حضرت محبوب الٰہی کو بتا دیتا ہوں تو بادشاہ کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اگر چھپا لیتا ہوں تو حضرت محبوب الٰہی کے رنجیدہ ہونے کا باعث ہے آخر کار آپ نے طے کر لیا کہ پیر و مرشد کو اس راز سے آگاہ کر دینے ہی میں بھلائی ہے آپ نے خیال کیا کہ بادشاہ کی ناراضگی سے تو جان جانے کا خطرہ ہے لیکن حضرت کی ناگواری سے تو ایمان جانے کا اندیشہ ہے لہٰذا آپ نے یہ راز حضرت محبوب الٰہی پر ظاہر کر دیا اس راز کے معلوم ہوتے ہی حضرت محبوب الٰہی اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فرید قدس سرہٗ کے پاس پاک پٹن تشریف لے گئے۔ بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت محبوب الٰہی دہلی سے باہر تشریف لے گئے ہیں تو سمجھ گیا کہ ہدایت کے باوجود حضرت امیر خسروؒ نے اس راز کا انکشاف کر دیا ہے چنانچہ باشاہ نے بلا کر دریافت کیا "امیر خسروؒ کیا تم نے میری حاضری کی راز کو حضرت پر ظاہر کر دیا" آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا "بیشک میں نے ایسا کیا ہے" کیونکہ آپ کی ناراضگی میں تو صرف جان کا خوف تھا جسے آخر کار ایک نہ ایک دن جانا ہی ہے مگر حضرت کی ناراضگی پر تو ایمان جانے کا خوف تھا جس کا کوئی بدل نہیں ہے" اس لیے میں نے جان پر ایمان کو ترجیح دی" چونکہ آپ کا جواب نہایت معقول تھا جسے سن کر بادشاہ خاموش ہو گیا۔

حضرت امیر خسروؒ بحرِ غم میں غرق:-

حضرت امیر خسروؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی سے غایت درجہ محبت کرتے تھے اور حضرت محبوب الٰہی بھی اپنے مرید سعید حضرت سے بیحد محبت فرماتے تھے اور آپ کو کبھی اپنی نگاہوں سے دور کرنا گوارا نہیں فرماتے تھے اور امیر خسروؒ کو حضرت سے اس بلا کا عشق تھا کہ آپ اول تو حضرت سے علیحدہ ہی نہ ہوتے تھے۔ اور اگر اتفاقاً کبھی علیحدہ ہو جاتے تو رات دن بے چین رہتے تھے، لیکن قدرت کے عجیب کرشمے ہیں کہ جب حضرت محبوب الٰہی کا وصال شریف ہوا تو اس وقت امیر خسروؒ بادشاہ غیاث الدین تغلق کے ہمراہ بنگال گئے ہوئے تھے جیسے ہی اس عاشق صادق کو پیر و مرشد کے وصال شریف کی خبر ہوئی دیوانہ وار دوڑے ہوئے آئے۔ حلیہ تبدیل کر دیا سر کے بال ترشوا دیئے اور پاگلوں کی طرح مزار اقدس پر آ کر گر پڑے روتے جاتے اور زبان مبارک سے کہتے جاتے کہ "آہ کیسا اندھیر ہے کہ آفتاب زیر زمین چھپ جائے اور اس کی کرنیں سر پٹکتی پھریں" یعنی سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی تو واصل حق ہو جائیں اور امیر خسروؒ زندہ رہے یہ کہتے ہوئے آپ سر پیٹتے پیٹتے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا "اے مسلمانان! من کدام باشم کہ برائے ایں چنیں بادشاہے بگریم فنا برائے خود بگریم کہ بعد سلطان المشائخ مرا چنداں بقائے نخواہد بود" غرضیکہ آپ اپنے پیر و مرشد کی جدائی کے غم میں بری طرح گریہ

وزاری کرتے رہے۔ اور اپنا تمام مال واسباب ونقد وجنس کو غرباء ومساکین میں تقسیم کر دیا اور سیاہ لباس پہن کر مزار اقدس پر آبیٹھے سارا دن اسی کرب و بے چینی میں گذارتے اور شام ہوتی تو فرماتے۔

گوری سووے سیج پہ سوکھ پہ ڈالے کیش
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چھو دیش

حضرت محبوب الٰہی کے بعد آپ بالکل دنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔

حضرت امیر خسرو کی وفات

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی جدائی کے غم میں آپ نیم مردہ ہو چکے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خسرو اب دنیا میں رہ کر کیا کرے گا۔ تیری جان تو رخصت ہو چکی اب تو اپنی لاش لئے کہاں کہاں پھرے گا۔ اور بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کرتے اے مالک دو جہاں جس کی حیات مقدسہ سے خسرو کی زندگی کا چمن سرسبز وشاداب تھا جب وہی نہ رہا تو یہ خزاں رسیدہ حیات کا چمن اپنی نمدیدہ آنکھوں سے کب تک دیکھتا رہے گا اس برگ گل کو اس شاخ میں لگا دے جس سے ٹوٹ کر یہ جدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی وصال شریف سے پورے چھ ماہ کے بعد ۱۸ شوال المکرم ۷۲۵ھ کو حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ اس دار فانی سے کنارہ کش ہو کر اپنے کرم فرما محبوب پیر و مرشد سے جا ملے۔

محبت ہو تو ایسی ہو

پیر اور مرید کی ایسی محبت آپ کے بعد پھر دنیا کی نگاہوں نے شاید ہی دیکھا ہو حضرت محبوب الٰہی کو حضرت امیر خسرو سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ خسرو تیری زندگی میری زندگی کے ساتھ وابستہ ہے جب ہم نہیں رہیں گے تو تو بھی اپنے آپ کو اس دنیا میں نہ سمجھنا، چنانچہ وہی ہوا جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔
آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر شریعت مطہرہ نے دو شخصوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کی اجازت دی ہوتی تو میں وصیت کر جاتا کہ بعد مردن خسرو کو میری قبر میں دفن کیا جائے۔ کبھی فرماتے لوگو! تم جانتے ہو خسرو کیا ہے ''خسرو ہمارا راز دار اور راز داں ہے۔ یاد رہے اس کو میرے پہلو میں دفن کرنا۔ تا کہ جس طرح یہ دنیا میں ہمارے ساتھ رہا آخرت میں بھی ہمارے

ساتھ رہے۔ حضرت کے اس ارشاد کے مطابق ہی حضرت امیر خسرو کو آپ کے پہلو میں مزار اقدس سے متصل دفن کیا گیا۔
آپ نے بہتر (۷۲) سال کی عمر پائی۔ آپ کا مزار فیض آثار دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے مزار انور سے متصل مرجع خلائق ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ کا وہ شہرہ آفاق فارسی زبان کا معرفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا قصیدہ جو بزم صوفیا کی زینت محفل اہل وفا کے قلوب کی تسکین مجلس عشاق کے روح کی غذا ہے جس کے بغیر ہر محفل و مجلس سونی معلوم ہوتی ہے اس سے کون واقف نہیں ہے۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم	بہ ہر جا رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے سرو قد لالہ رخسارے	سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم
رقیباں گوش بر آواز او در ناز و من ترساں	سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو	محمد ﷺ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ پیر طریقت رہنمائے شریعت کشور گنج معرفت راز دار حقیقت فخر ہدایت و امامت حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے خلیفہ اول حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ ہندوستان کے ان اولیاء کرام میں سے ہیں جو شریعت و طریقت کا بیک وقت ایک بے پایاں سمندر ہیں آپ نے جہاں اہل دل کو طریقت کے راستے پر گامزن فرمایا وہاں خلق اللہ کو شریعت مطہرہ کے معاملہ میں بھی سچی رہنمائی فرمائی۔

یہ آپ کے فیوض و برکات کا اثر ہے جو شمع وحدانیت و رسالت کی روشنی سے یہ برعظیم جگمگا رہا ہے آپ کی ذات بابرکات نہ صرف دہلی کے لئے بلکہ دنیائے اسلام کے لئے باعث فخر ہے خلق خدا نے آپ کی ذات بابرکات سے بے اندازہ فیوض حاصل کئے۔

حضرت کی دنیا میں آمد:- آپ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کے دادا جان کا نام نامی سید عبداللطیف شاہ تھا ہندوستان میں آمد کے بعد اول آپ لاہور میں آباد ہوئے۔ جہاں حضرت چراغ

دہلوی کے والد معظم سید یحییٰ لاہوری پیدا ہوئے جو اپنے وقت کے مایہ ناز عالم دین اور بے بدل بزرگ ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد تبدیل وطن کرکے اودھ چلے آئے۔ غرضیکہ حضرت چراغ دہلوی کی پیدائش کا فخر سرزمین اودھ کو حاصل ہے۔

آپ ابھی صغر سنی کی عمر میں تھے کہ آپ کی ذات بابرکات سے خرق عادات باتوں کا اظہار ہونے لگا جس سے صاف اندازہ ہوگیا کہ آپ ایک نہ ایک دن آفتاب شریعت و ماہتاب طریقت بن کر آسمان ولایت پر چمکنے والے ہیں۔ آپ ابھی بہت کم عمر تھے کہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کا بوجھ آپ کی والدہ معظمہ پر پڑ گیا انہوں نے سخت سے سخت مصائب و تکالیف برداشت کیں لیکن ایک لمحہ بھی آپ کی تعلیم و تربیت سے غافل نہ ہوئیں۔ والدہ محترمہ کی ہدایت کے مطابق جن بزرگوں سے آپ نے ظاہری علوم حاصل کئے انمیں سے خاص کر دو نام بہت نمایاں ہیں۔ (۱) حضرت مولانا فخر الدین جیلانی (۲) حضرت مولانا عبدالکریم رحمہما اللہ۔

کمسنی اور نو عمری ہی میں آپ کی زہد و اتقا کا یہ عالم تھا کہ آپ کی نماز باجماعت کسی وقت اور کسی حال میں قضا نہ ہوئی۔ سال کے بارہ مہینے روزہ رکھنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ایک درویش کامل کے ساتھ آپ نے مسلسل سات سال تک نماز باجماعت ادا فرمائی آپ کا زیادہ تر وقت ریاضت و مجاہدہ یا بالتحصیل علوم میں صرف ہوتا تھا۔

پیر کامل کی تلاش:۔ علوم ظاہری میں آپ نے تو درجہ کمال حاصل کر ہی لیا تھا ریاضت و مجاہدہ کی منازل بھی نہایت اولوالعزمی کیساتھ طے فرما رہے تھے کہ اچانک خیال گزرا کہ ایسے مرد باصفا کی خدمت میں وقت گذارنا چاہیے جو راہ سلوک کو طے کرا سکے۔ یہ خیال آتے ہی پیر طریقت کی تلاش میں اودھ سے دہلی پہنچ گئے اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوگئے حضرت نے پہلے ہی نظر میں آپ کی باطنی خوبیوں کا اندازہ لگالیا اور اپنے پاس رہنے کی اجازت مرحمت فرمادی آپ کی تو مراد برآئی دن رات پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض حاصل کرنے شروع کردیئے۔ شب و روز کی حاضری اور مرشد برحق کی خاص توجہ نے چند روز کے عرصہ میں آپ کے باطنی جوہروں کو اجاگر کرکے رکھ دیا آپ شب و روز عبادت الٰہی و ذکر خداوندی میں مصروف رہنے لگے اور عبادت و ریاضت میں اس درجہ مدہوش رہنے لگے کہ ایک ایک ہفتہ دس دس دنوں تک آپ نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے تھے بس ذکر حق اور یاد الٰہی ہی آپ کی غذا تھی۔

دنیا کی ہنگاموں سے علیحدگی کا ارادہ:۔ جب آپ کو عبادت و ریاضت میں خاص کیف و لذت محسوس ہونے لگی اور دنیا کے ہنگاموں سے وحشت ہونے لگی تو دنیا کے شور و شرابے سے الگ ہوکر بیابان میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کا

ذوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے اس ارادہ وذوق کو اپنے پیر بھائی حضرت امیر خسرو پر ظاہر کرتے ہوئے کہا جب میں اپنے وطن اودھ جاتا ہوں تو لوگوں کی مداخلت کیوجہ سے مشغولیت میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔ اگر پیرو مرشد اجازت عطا فرمائیں تو جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جایا کروں۔ حضرت امیر خسرو گویا ہوئے کہ میں حضرت سے عرض کروں گا کہ وہ آپ کو اجازت عطا فرمادیں۔ جب حضرت محبوب الٰہی کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت امیر خسرو کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا "اس سے کہدو کہ تجھے خلق خدا کے درمیان ہی رہنا چاہئے اور ان کی جور و جفا برداشت کرنی چاہئے شیخ کامل کے اس حکم کے بعد پھر آپ نے کبھی جنگل و بیابان میں جا کر عبادت کرنے کی خواہش نہیں کی۔

آپ کی حیات طیبہ کے حیرت انگیز واقعات:- سلطان محمد تغلق لوگوں کے بہکانے کی وجہ سے آپ کا مخالف ہو گیا تھا اور اس کی کوشش یہ تھی کہ کسی حیلہ سے آپ کو نقصان پہنچائے۔ ایک روز بادشاہ نے دعوت کے بہانے آپ کو بلایا اولاً حضرت نے انکار کر دیا لیکن جب اصرار حد سے بڑھا تو آپ تشریف لے گئے حضرت کے سامنے بادشاہ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا رکھ دیا۔ باشاہ نے خیال کیا کہ کھانے اور نہ کھانے کی دونوں صورتوں میں آپ گرفت میں آجائیں گے اگر ان برتنوں میں آپ نے کھانا کھالیا تو شرعی حیلہ سے پکڑ میں لے لیں گے اور اگر کھانا نہ کھایا تو توہین سلطانی کے ارتکاب میں پکڑ لیا جائے گا اور اس طرح آپ کسی صورت میں بچ نہ سکیں گے آپ نے حکمت بالغہ سے کام لیتے ہوئے برتن میں سے کھانا لے کر پہلے ہاتھ پر رکھا پھر نوش فرمالیا۔ آپ کے تمام مخالفین اور سلطان دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور سب کے دہن پر قفل لگ گیا بادشاہ کو بڑی خفت ہوئی اس نے معذرت طلب کی اور دو تھان کپڑے، دو توڑے اشرفیوں کے نذر کرنے چاہے مگر آپ نے ان کی جانب توجہ بھی نہ کی اور واپس چلے آئے۔

تراب نامی ایک قلندر برسوں سے آپ کا جانی دشمن تھا ایک روز آپ بحالت مراقبہ حجرہ میں سر جھکائے بیٹھے تھے کہ موقع پاکر تراب قلندر حجرہ میں گھس آیا اور پے در پے چھرے سے حضرت کے جسم اطہر پر گیارہ زخم لگائے جب یہ سمجھ لیا کہ کام تمام ہو گیا ہے تو وہاں سے بھاگا حضرت کے مریدوں نے اسے پکڑ لیا اور گرفتار کر کے آپ کے پاس لائے متعلقین میں اس قدر جوش و خروش تھا کہ وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے تھے مگر آپ نے فرمایا خبردار کوئی اس کو تکلیف نہ پہنچائے اور قلندر کو بہت کچھ عطا فرما کر رخصت فرمایا۔ اور ان زخموں کی وجہ سے آپ سخت تکلیف میں مبتلا رہے مگر صبر و شکر کے علاوہ حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں کہ انسان کسی کے دل کو راحت پہنچائے۔ یہ سب عبادتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

چراغ دہلوی کی وجہ تسمیہ:- آپ کا لقب چراغ دہلوی کیوں پڑا؟ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دہلی میں مٹی کے تیل کی سخت قلت ہوگئی اور آپ کے معمول میں یہ تھا کہ روزانہ ہر شب میں آپ ایک ہزار چراغ روشن فرماتے تھے اور کسی رات بھی اس معمول میں فرق واقع نہ ہوا۔ لوگوں نے آکر بادشاہ سے شکایت کی کہ کہنے کو تو دہلی میں ایک بوند بھی تیل نہیں ہے مگر حضرت کی خانقاہ میں ہزاروں چراغ کیوں کر روشن ہیں جب سارا تیل آپ ہی صرف کرڈالتے ہیں۔ تو کسی اور کو تیل کیا خاک نصیب ہو۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم صادر کردیا کہ آپ کا کوئی آدمی کہیں سے بھی تیل حاصل نہ کرسکے۔ جب آپ کے مریدوں کو اس پابندی کا علم ہوا تو سب حاضر خدمت ہوکر عرض کرنے لگے۔ حضور اب بغیر تیل کے چراغ کیوں کر روشن ہوں گے آپ نے فرمایا "نصیر الدین کا چراغ تیل کا محتاج نہیں" تیل نہیں مل رہا ہے تو کیا مضائقہ پانی تو موجود ہے سارے چراغ میں پانی ڈال کر روشن کردیا جائے اللہ والوں کو صرف لب ہلانے کی ضرورت ہے پانی تیل تو کیا ہیرے اور موتیوں میں ڈھل سکتے ہیں کیا خوب فرمایا ہے عارف حق حضرت جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

بادشاہ کو جب معلوم ہوا کہ پابندی کے باوجود آپ کی خانقاہ میں ہزاروں چراغ بدستور روشن ہیں تو خود حاضر ہوکر عرض گذار ہوا "حضرت! مخلوق خدا تیل کے لئے پریشان ہے آپ تھوڑے تیل میں کام چلایئے روشنی تو دو ایک چراغوں سے حاصل کی جاسکتی ہے پھر ہزاروں چراغ روشن کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ نے فرمایا تمہارے حدود سلطنت سے حاصل کیا ہوا تیل ان چراغوں میں نہیں جل رہا ہے۔ یہ وہ رب کریم کا عطا کردہ پانی ہے جو تیل بن کر فقیر کے ہزاروں چراغوں کو روشن کئے ہوئے ہے اس روز سے آپ چراغ دہلوی کے نام سے مشہور نزدیک و دور ہوگئے۔

حضرت کا وصال شریف:- حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیشتر وقت عبادت و ریاضت و سخت مجاہدہ میں گذرتا تھا اور دس دس روز تک کھاتے پیتے نہ تھے اس وجہ سے آپ کی صحت دن بدن گرتی چلی گئی ضعف و نقاہت کا یہ عالم ہوگیا کہ اٹھنا بیٹھنا دشوار ہوگیا اور آپ مختصر سی علالت کے بعد ۱۷ رمضان المبارک ۷۵۷ھ کو اس جہان فانی سے کوچ فرماکے اپنے پروردگار سے جاملے۔

حضرت خواجہ سید محمد مخدوم بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

نیست کعبہ وردکن جز در گہہ گیسو دراز

بادشاہ دین ودنیا خواجہ بندہ نواز

فنافی اللہ عارف باللہ واصل الی اللہ سرتاج الاولیا زبدۃ الاصفیاء فخر الاولیاء سراج الاتقیا محبوب یزدانی عارف ربانی حضرت خواجہ مخدوم بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ المشائخ قطب ربانی خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ کے محبوب خلیفہ اور چہیتے مرید ہیں۔

آپ اہل عشاق کے قافلہ سالار ہیں۔ جی تو یہ چاہتا تھا کہ آپ کا ذکر شرح وبسط سے کیا جائے مگر بخوف طوالت خاص ذکر ہی پہ اکتفا کیا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت روحی فداہ سیدی فخر العارفین مخدوم خواجہ عبدالحی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے متعدد بار آپ کا ذکر فرمایا اور کئی مرتبہ آپ کے مزار فیض آثار پر حاضری کی سعادت حاصل فرمائی نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت گیسو دراز علیہ الرحمہ کا عشق جو انہیں اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ سے تھا وہ درجہ کمال کا عشق تھا اسی وجہ سے ہم ان کی بارگاہ میں متعدد بار حاضر ہوئے اور ان کی زیارت کے لئے خاص سفر کیا۔ حضرت سید محمد مخدوم بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کو جو اپنے مرشد برحق سے عشق تھا اس عشق پر ہمیں ان سے عشق ہوا۔ ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مخدوم شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پالکی میں تشریف لئے جارہے تھے اور حضرت شاہ مخدوم سید محمد گیسو دراز نے بکمال محبت وعقیدت اپنے حضرت پیر مرشد کی پالکی اپنے دوش مبارک پر اٹھا رکھا تھا چونکہ آپ کے گیسو دراز تھے اتفاقاً آپ کے گیسو پالکی کے بم میں الجھے اور پھنس کر رہ گئے مگر آپ نے اپنی تکلیف کی کوئی پروانہ کی اور الجھے ہوئے گیسوؤں کو پالکی کے بم سے نکالنے کی کوشش بھی نہ کی پالکی کے بم میں الجھے ہوئے گیسو گردن ٹیڑھی کئے ہوئے اس حالت سے دور تک چلے گئے اور اس خیال سے نہ رکے کہ مبادا حضرت شیخ کی طبع نازک پر گراں گذرے مبادا حضرت شیخ کے آرام میں خلل آئے عشق ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے حضرت پیر ومرشد کی تکلیف وخلل اندازی کو ذرا بھی گوارا نہ کیا اس سے آپ کے کمال عشق ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے حضرت پیر ومرشد کے کتنے سچے عاشق اور صادق مرید واقع ہوئے تھے حضرت شیخ مخدوم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ کو جب اپنے مرید سعید کی اس حسن عقیدت اور غایت

ادب کا علم ہوا تو آپ بیحد مسرور ہوئے اور عالم محبت میں آپ کے حق میں دعائیں کیں۔

ہر کہ مرید حضرت گیسودراز شد　　　واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

آپ کے پیرومرشد کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاحب کمال بنایا اور مرتبہ قطبیت پر پہنچایا۔ حضرت سید محمد مخدوم شیخ گیسودراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ مقدس کے صدر دروازہ پر یہ شعر کندہ ہے

نیست کعبہ دردکن جز درگہہ گیسودراز　　　بادشاہ دین ودنیا خواجۂ بندہ نواز

حضرت سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم مولانا عبدالحئی شاہ ابوالعلائی جہانگیری رضی اللہ عنہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب گلبرگہ شریف مزار اقدس پر زیارت کے لیے ہم حاضر ہوئے تو حضرت مخدوم شاہ نے عالم ارواح میں اس حد تک تواضع اور فروتنی کو راہ دی جس کا بیان نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم سید بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ میں کمال درجہ انکسار و خاکساری و فروتنی تھی۔

تواضع وانکسار بدرجہ کمال:- ایک بزرگ شیر پر سواری کیے ہوئے گلبرگہ شریف حضرت مخدوم شاہ کی بارگاہ میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔ سانپ کا کوڑا ہاتھ میں لیے ہوئے تھے شہر میں یہ خبر گرم ہوگئی، کہ ایک بزرگ اس شان اور اس ہیبت کے ساتھ ملاقات کے لئے آرہے ہیں، حضرت مخدوم شاہ نے سنا اور کچھ نہ فرمایا۔ مگر آپ کے صاحبزادے یا پوتے صاحب "کہ یہ بھی بزرگ تھے" دیوار پر بیٹھے وضو فرمارہے تھے انہوں نے جب یہ سنا تو ان آنے والے بزرگ کا انداز اور ان کا طرز وطریقہ پسند نہ آیا، کہ اگر ان کو آنا تھا تو سادگی کیساتھ آجاتے اظہار کرامت وبزرگی کے ساتھ آنے کے کیا معنی ہیں۔ پس جوں ہی وہ درویش شیر سوار آئے ان صاحبزادہ صاحب نے دیوار سے کہا چل اور چل کر استقبال کر۔ اور ان کے فرمانے کی برکت سے وہ دیوار چلنے لگی مگر حضرت مخدوم شاہ نے تواضع ہی فرمائی کسی کرامت کا اظہار نہ فرمایا۔

حضرت مخدوم سید محمد گیسودراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف ایک سوبیس سال کی ہوئی اور آپ کے زمانہ میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کو بہت عروج حاصل ہوا۔

سلسلۂ ابوالعلائی کی وجہ تسمیہ:- اسم ابوالعلاء سے ماخوذ سلسلۂ ابوالعلائی ہے۔ حضور امیر ابوالعلاءؒ کی ذات اقدس جامع السلاسل ہے: ہر سلسلہ آپ سے ملتا ہے آپ کی ولادت شریف دہلی کے قریب ایک مقام مزیلہ ۹۹۰ھ میں ہوئی آپ کا اسم مبارک ابوالعلاء ہے اور لقب سیدنا ہے آپ سیدنا سے اس قدر مشہور ہوئے کہ نام سے لوگ زیادہ لقب سے جانتے ہیں اگر آگرہ شریف میں نام سے پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو آپ کی بارگاہ میں پہنچنا سخت دشوار ہوگا لیکن

لقب یعنی "سیدنا" کہہ کر پوچھے تو ہر کوئی بتادے گا کیونکہ بچے بچے کی زبان پر یہ نام زبان زد ہو گیا ہے۔ اور سلسلہ عالیہ میں بھی یہ حال ہے کہ جہاں کہیں لفظ "سیدنا" بولا یا تحریر کیا جاتا ہے، وہاں آپ ہی کی ذات اقدس مراد ہوتی ہے آپ سلسلہ اویسی کے طریقہ پر حضور خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ سے مرید ہوئے حضور خواجہ اجمیری رضی اللہ عنہ نے اپنی جانب سے سلسلہ چشتیہ میں خلافت و اجازت مرحمت فرمائی حضور سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ کے عم محترم (یعنی چچا جان) حضرت خواجہ مخدوم سیدنا امیر عبداللہ احراری رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بلند پایہ بزرگ ہیں آپ کی طہارت و تقدس سے حضور غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ بے حد متاثر تھے، چنانچہ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے بھی خلیفہ مجاز ہیں حضور "سیدنا" رضی اللہ عنہ اپنی حیات طیبہ ہی میں اپنے چھوٹے صاحبزادہ حضرت سید امیر نور العلاءؒ کو اپنا جانشین و سجادہ مقرر فرمادیا تھا آپ سے سلسلہ مبارکہ خوب پھلا پھولا اور ملک ہندوبیرون ہند میں خوب سلسلہ عالیہ کی اشاعت ہوئی۔ حضور سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ کے متعدد خلفاء گذرے ہیں جن میں سے ایک نہایت قابل قدر و فیض رساں شخصیت حضرت سید امیر دوست محمد قدس اللہ سرہ العزیز کی ہے آپ صوبہ بنگال کے ایک قریہ برہان پور میں ۹۹۶ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۶/ جمادی الثانی ۱۰۹۰ھ کو اورنگ آباد میں وصال ہوا یہیں آپ کا مزار مقدس ہے آپ کی ذات والا سے سلسلہ ابوالعلائیہ کی بہت اشاعت ہوئی۔

حضور سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ کا وصال شریف ۹ صفر المعظم ۱۰۶۱ھ بروز شنبہ بعد نماز فجر بعمر اکہتر سال (۷۱) آگرہ شریف میں ہوا، آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق انوار و تجلیات کا گنجینہ اور نہایت فیض بخش ہے روزانہ اس کثرت سے زائرین کا ہجوم ہوتا ہے جیسے کہ ایک میلہ سا لگا ہو آپ کا سالانہ عرس مبارک ۷۔۸۔۹ صفر کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہوتا ہے لاکھوں مریدین معتقدین و مشائخ عظام بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر فلاح دارین سے مالا مال ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا شاہ فرہاد رضی اللہ عنہ:- ازاں جملہ کرامات خداواد سیدنا شاہ فرہاد رضی اللہ عنہ کی ذات پاک جامع الصفات کی ہے آپ بھی سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری کے عظیم الشان و جلیل القدر بزرگ گذرے ہیں آپ کی ذات مبارکہ سے لاتعداد کراماتوں کا ظہور و صدور ہوا آپ کا وصال شریف ۲۵/ جمادی الثانی ۱۱۳۵ھ کو دہلی میں ہوا آپ کا مزار مقدس دہلی میں زیارت گاہ خلائق ہے اور ہمہ وقت تربت پر انوار پر انوار و تجلیات کی برسات ہوتی رہتی ہے۔

قطب اودھ سلطان التارکین حضرت شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ

عالم بے بدل زاہد باکمال عارف بے مثال محبوب رب ذوالجلال صاحب جود ونوال سلطان التارکین فخر الواصلین شیخ الکاملین قطب العارفین محب المساکین سراج السالکین حضرت مخدوم شاہ مینا شاہ لکھنوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات بابرکات ایسی اعلیٰ وارفع ہے جس کی مثال آپ کے ہمعصروں میں ملنا محال ہے آپ چارہ ساز دردمنداں ہیں انیس بیکساں ہیں غمگسار جہاں ہیں آپ کے قلب اطہر میں غربا یتامیٰ مساکین کے لئے بے پناہ درد تھا مخلوق خدا کی رنج وغم بھوک وپیاس، فقر وفاقہ دیکھ کر آپ تڑپ اٹھتے تھے اور ڈھونڈ ھ ڈھونڈ کر ان کی دستگیری فرمانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور حیات میں آپ کے قرب وجوار کے باشندے اپنے آپ کو بے یار ومددگار ہرگز تصور نہیں کرتے تھے بلکہ غرباء، مساکین، بیکس ولاچار آپ کی بے پناہ محبت واعانت کے پیش نظر اپنے آپ کو کسی رئیس وقت سے کم نہ جانتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دولت مند ورئیس ایک مرتبہ اپنی ضروریات سے بسا اوقات فارغ نہ ہوتے مگر آپ کے زیر سایہ سانس لینے فقیر وگدا ہمیشہ اپنی تمام تر ضروریات سے فراغت حاصل کرلیا کرتے تھے کیوں کہ انکی ضروریات سے پیشتر ہی آپ ان کا اس قدر خیال فرماتے تھے کہ احساس ضرورت سے قبل ہی ان کی تمام ضروریات پوری ہوجاتی تھیں۔

استغنا وقناعت:- آپ کی حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی فکر کبھی نہ کی آپ ہمیشہ خلق اللہ کی فکر میں رہتے اور انہیں کھانے پینے کے علاوہ نقدی ملبوسات لحاف وغیرہ سردیوں سے بچنے کے لئے عنایت فرماتے حالانکہ آپ کئی کئی روز مسلسل فاقہ سے رہتے اکثر پانی پی کر روزہ افطار فرماتے کبھی کبھار خشک روٹی کا ایک ٹکڑا پانی میں تر کر کے تناول فرمالیتے ورنہ اس سے بھی پرہیز فرماتے آپ کے جسم مبارک پر جو لباس ہوتا وہ نہایت پیوند شدہ اور تار تار ہوتا اور استراحت کے لئے صرف ایک بوریہ ہوتا کبھی اس کو بچھا لیتے تو کبھی اوڑھ لیتے اور فرش زمیں پر استراحت فرمالیتے غرضکہ خلق اللہ کے لئے آرام وآسائش کا سامان مہیا فرماتے اور خود آرام وآسائش سے گریز فرماتے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ دونوں عالم کے آقا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر ومسکینی کو پسند فرمایا اور اس کے لئے دعائیں مانگیں پھر ان کے غلاموں کی یہی پسند ہونی چاہئے ورنہ غلامی داغدار ہوکر رہ جائے گی یہ کہتے ہوئے آبدیدہ ہوجاتے اور کبھی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔

بیعت وخلافت:- جب حضور سیدنا مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ العزیز کی عمر شریف پندرہ سال کی ہوئی تو آپ نے سلطان العاشقین زائرالحرمین حضرمخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے اورعرض گذار ہوئے کہ حضور! مجھے شرف بیعت سے مشرف فرما کے کچھ عرصہ اپنی خدمت میں گذارنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ یہ سنکر حضرت مخدوم شیخ سارنگ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اپنے پاس رہنے کی اجازت کس طرح دیدوں، نہیں معلوم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ آٹھ پہر میں پاؤ بھر چاول کیوں کر عطا فرماتا ہے۔ اور میں اسے کھا کر کس طرح گذر بسر کرتا ہوں۔ اگر یہاں اپنے پاس تمہیں رکھ لوں تو کس طرح اور کیا کھا کر وقت گذاروگے، قطب العالم حضور مخدوم شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ العزیز نے عرض کیا مجھے میرے لئے ان چاولوں کی پیچ کافی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت مخدوم شیخ سارنگ علیہ الرحمہ نے فرمایا مرحبا آفریں کس قدر اچھا خیال ہے۔ تب تو تم ضرور میری رفاقت میں وقت گذار سکنے کے لائق ہو پھر حضور زائرالحرمین مخدوم شیخ سارنگ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے شرف بیعت سے نواز کر چند کلمات تلقین فرمائے اور بصد شوق اپنے پاس رہنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

مقام قطبیت:- حضرت مخدوم پاک قطب اودھ شاہ مینا قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بہت ہی کم عمری میں قطبیت کا مقام حاصل فرمالیا تھا۔ چنانچہ صحیح تحقیق وتدقیق کے مطابق جس وقت آپ اس بلند درجہ پر قائم ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر شریف صرف بارہ سال تھی اسقدر کم عمری میں اتنی اعلیٰ ترین نعمت کا حصول یہ سب خداوند قدوس کا فضل وکرم تھا اور آپ کے پیر ومرشد اساتذہ وشیوخ نیز ان کے محترم چچا عم بزرگوار حضور مخدوم شاہ قوام الدین قدس سرہٗ کی التفات خاص اور نیک دعاؤں کا ثمرہ تھا جو حضور مخدوم شاہ مینا علیہ الرحمہ کی شکل میں کائنات عالم کے پردہ پر ظہور پذیر ہوا۔

کرامات مخدوم پاک:- یوں تو آپ کے ذات والا صفات سے ہزاروں کرامات کا صدور ہوا جنکا ذکر بخوف طوالت پیش نہیں کیا جاسکتا مگر حصول برکت کے لئے چند کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پہلی کرامت شمس خاں نامی ایک عقیدت مند تھے جو اکثر بغرض زیارت آپ کے پاس حاضر ہوا کرتے، ان کا ایک لڑکا مرض جذام میں مبتلا ہوگیا حالانکہ اس لڑکے کو حضور قطب العالم سے بڑی عقیدتمندی تھی اس کے ایک بھائی نے اسے طعنہ دیا کہ حضرت مخدوم پاک کی بارگاہ کی حاضری خدمت کا یہ نتیجہ ہے، کہ تو مرض جذام مبتلا ہوگیا وہ غریب عقیدتمند آپ کی بارگاہ پاک میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی حالت اور کیفیت بیان کی حضور مخدوم پاک نے فرمایا ''ایس بہوری ست غم نخوری'' اور اپنا لعاب دہن اس کے جسم پر مل دیا۔ اس کا اجذام دور ہوگیا اور وہ مکمل صحت مند ہوگیا۔

سرکش جن سے نجات:۔ مولانا بدہ نامی حضرت قبلہ مخدوم پاک شاہ مینا قدس سرہٗ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ اور اس وقت شہر لکھنؤ کی جامع مسجد میں موذن کی خدمت پر مامور تھے مولانا بدہ کو ریش دراز سے بھی مخاطب کیا جاتا تھا ان کی ایک صاحبزادی کے اوپر جنوں کا سایہ ہو گیا جس کے اثرات سے صاحبزادی برہنہ ہو گئی مولانا بدہ نے بہت کوشش کی مگر اس سے نجات کی کوئی صورت نہ نکل سکی بالآخر برہنگی کیوجہ سے مجبوراً ایک کوٹھری میں بند کرنا پڑا حضرت مخدوم پاک کو اطلاع ہوئی آپ کو مولانا بدہ کی حالت زار پر رحم آیا آپ نے مولانا بدہ کو بلوا کر ارشاد فرمایا کہ چار انگل کے برابر لکڑی کا انتظام کرو اور فرمایا یہ لکڑی اس لڑکی کے جسم سے مس کردو۔ آپ کے حکم پر عمل کیا گیا اور اس تختی کو مریض کے جسم سے لگا کر پیش کیا گیا۔ حضور قطب العالم نے مٹی کی ٹھیکری سے تختی پر کچھ تحریر فرما کر مولانا بدہ سے فرمایا کہ اس تختی کو عیدگاہ میں لیجاؤ وہاں جنوں کی فوج آئے گی اس کے سردار سے کہنا کہ اس لڑکی کی حالت زار سے باخبر ہو کر اس سرکش جن کو سخت سے سخت سزا دو چنانچہ آپ کے فرمان کے بموجب وہاں جنوں کا لشکر آیا کچھ دیر کے بعد جنوں کا سردار حاضر ہوا اس کی نگاہ جب تختی پر پڑی تو فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور حضرت مخدوم پاک کی لکھی ہوئی تحریر کو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ بغور دیکھا اور پڑھا، اور مولانا بدہ سے ساری تفصیلات معلوم کیں جنوں کے سردار نے لشکر کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ اس سرکش جن کو جلد سے جلد ہمارے روبرو پیش کیا جائے بہت تلاش وجستجو کے بعد وہ جن گرفتار کر کے پیش کیا گیا پہلے تو جنوں کے سردار نے خوب سمجھایا بجھایا اور سرکشی سے باز آنے کی تلقین اور تاکید کی مگر وہ سرکش کسی طور راضی نہ ہوا۔ بالآخر جنوں کے سردار نے تلوار منگایا اور اس سرکش جن کا سر قلم کردیا اور مولانا بدہ سے عرض کا کہ حضور قطب العالم سے سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میں نے اس سرکش جن کو قتل کردیا مولنا بدہ وہاں سے واپس ہوئے اور اس حجرہ کو کھولا جس میں اس لڑکی کو ننگے پن کیوجہ سے بند کردیا گیا تھا کیا دیکھتے ہیں کہ لڑکی پورے ہوش وحواس میں ہے اور رو رو کر عرض کر رہی ہے کہ مجھے یہاں کیوں بند کیا گیا؟ میرے کپڑے کہاں ہیں؟ میں اس حال میں کیوں ہوں؟ الغرض لڑکی کو کپڑے دیئے گئے جسے پہن کر وہ حجرہ سے باہر آئی اور جن کے آسیب اثر بالکل ختم ہو گیا۔

حضور قطب العالم شاہ مینا قدس سرہٗ کی لاتعداد کرامتیں وقوع پذیر ہوئیں جن کے بیان کے لئے ایک دفتر ناکافی ہے۔

حضرت شاہ مدار علیہ الرحمۃ کا واقعہ جس میں آپ شیر پر سوار ہو کر سانپ کا کوڑا ہاتھ میں لے کر اپنے دیرینہ ہمدم و دوست حضور قطب العالم شاہ مینا علیہ الرحمۃ سے ملاقات کے لئے تشریف لا رہے تھے آپ اس وقت دیوار پر بیٹھے وضو فرما رہے تھے اور آپ نے دیوار کو حکم فرمایا تھا کہ پیش وائی کے لئے تو بھی چل اور وہ دیوار آپ کے حکم سے چل پڑی آج بھی خاص

وعام کے زبان زد ہے۔ آپ نے بعمر چوراسی سال وصال فرمایا دربار فیض آثار میڈیکل کالج لکھنؤ میں مرجع خلائق ہے۔

گرچہ خواہد چشم دل بینا کند　　　　سرمۂ خاک در مینا کند

سلسلہ عالیہ چشتیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کے مقتدر پیشوا ورہنما شہنشاہ ولایت الملقب اسد جہانگیری حضور محبوب فخر العارفین سلطان العاشقین رہبر ملت والدین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز اپنے پیر طریقت رہبر شریعت حضور خواجہ مخدوم سیدنا فخر العارفین حضرت مولانا الشاہ محمد عبدالحیٔ قدس اللہ سر العزیز کی دعا اور زندہ جاوید کرامت ہیں آپ نے جہاں حضور قبلہ عالم کی ہزاروں امتیازی شان کا ذکر فرمایا وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم الملک قطب دوراں شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ مخدوم قطب اودھ حضور شاہ مینا شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز عطائے رسول حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کہ آستانہ ہائے پاک سے لاتعداد باطنی فیض سے فیضیاب ہیں اور ان حضرات کی رضا و ایما پر لکھنؤ تعینات کیے گئے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ان دو حضرات حضرت خواجہ مخدوم الملک شاہ عبدالحق ردولوی اور حضرت خواجہ مخدوم شاہ مینا شاہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم رویا میں حکم حق ہوا تھا کہ اس دور میں درجہ قطبیت وغوثیت پر حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ بحکم حق فائز المرام ہیں اور آپ بندگان خدا کی رشد وہدایت اور ان کی صلاح وفلاح کے لئے نہایت مناسب اور موزوں ہیں لکھنؤ میں ان کی سخت ضرورت ہے، درحقیقت آپ کی ذات بابرکات سے خلق اللہ کو فیوض ورحمت سے ہمکنار کرنا مقصود تھا۔ اور ہوا بھی یہی کہ قطب اودھ حضور مخدوم شاہ مینا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی فیضان وعنایات کا نعم البدل حضور قبلہ عالم کی ذات پاک ہی ہوئی اور بندگان خدا کو حضور قبلہ کی ذات اقدس بے پناہ فیوض وبرکات حاصل ہوئیں۔

حقیقت حال کا انکشاف

یہ بات بہت ہی کم لوگوں کی معلومات میں ہے کہ آپ کے پیرومرشد سیدنا فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم مولانا شاہ عبدالحیٔ قدس اللہ سرہٗ العزیز کو ان دو حضرات جو آپ سے قبل درجہ آقطبیت وغوثیت پر اپنے دور میں فائز المرام تھے ارشاد ہوا کہ حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ اپنے مرید سعید وخلیفہ خاص حضور سیدنا مخدوم خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ جو اس

مرتبہ ومقام سے نوازے جاچکے ہیں کہ اس مقام مخصوص کے لئے لکھنؤ سکونت پذیر ہونیکا حکم صادر فرمائیں ادھر حضور قبلہ عالم کو بذریعہ ہاتف غیبی قیام لکھنؤ کی اطلاع مل چکی تھی۔ جس وقت آپ کے پیرو مرشد نے لکھنؤ کی قطبیت کی ذمہ داری عنایت فرماتے ہوئے لکھنؤ قیام فرما ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی اسی وقت آپ مرزا کھیل شریف بنگال میں اپنے پیر طریقت کی خدمت میں حاضر باش تھے آپ نے فوراً حکم تعمیل مرشد کی خاطر بلا چون وچرا اپنے وطن قصبہ بھینسوڑی رامپور تشریف لے جائے بغیر وہیں سے لکھنؤ کے لئے چل کھڑے ہوئے اور اپنے وطن عزیز کے محبان ورفقاء آل، واہل وعیال سے ملاقات بھی نہ کر سکے چونکہ اس راہ میں تعمیل حکم مرشد لازم وواجب ہے بلکہ یہی سب کچھ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور کام نہیں لہٰذا ادھر حکم ہوا ادھر تعمیل کے لئے آپ نے سرنیاز کو خم کر کے تسلیم ورضا کی مثال قائم فرمادی۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

لکھنؤ آمد شریف پر شاندار استقبال

حضور سیدنا قطب الکاملین فخر الواصلین سراج السالکین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے لکھنؤ آمد پر سلسلہ قادریہ چشتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت سید پیر میر محمد قاسم حسین شاہ قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے استقبال کے لئے اپنے دو مرید خاص کو بگھی لگا کر ریلوے اسٹیشن چارباغ پر تعینات فرمادیا اور ہدایت فرمائی کہ جب حضور قبلہ تشریف لائیں تو ان کا شاندار استقبال کیا جائے اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ کو اپنے مقام جائے قیام پر پہنچایا جائے حسب ارشاد پیر ومرشد ان دو مریدوں نے آپ کا نہایت شاندار استقبال کیا اور جائے قیام تک پہنچایا۔ حضرت صوفی میر پیر سید محمد قاسم حسین حضور قبلہ سے بیحد محبت فرماتے تھے آپ کا وصال شریف ۱۹۰۷ء میں ہوا آپ کا مزار پرانوار قندھاری بازار عقب اسلامیہ ڈگری کالج لال باغ لکھنؤ میں مرجع خلائق ہے یہاں سے چند قدم دوری پر آپ کے شہزادہ وخلف اکبر حضرت صوفی محمد عنایت حسین الملقب سید محمد مقبول حسین شاہ قدس سرہٗ کا مزار اقدس ہے۔

چالیس کی عدد کی اہمیت

چالیس کا عدد محبوب خدا سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا پسندیدہ ہے۔ لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں چالیس کا عدد دوبار آتا ہے ایک ابتدائے میم اور دوسرا درمیان میم میں رب تعالیٰ وتقدس

نے اکثر وبیشتر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ورسالت کی دولت سے نوازا اوران مقدس حضرات کوخلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چالیس برس کی عمر شریف میں اعلان نبوت فرمایا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ طور پر چالیس روز معتکف کر کے اللہ تعالیٰ نے کتاب مقدس توریٰۃ شریف عطا فرمائی چالیس احادیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا فرما کر انہیں اسے یاد کرنے و محفوظ رکھنے کو فلاح دارین کی خوشخبری عطا فرماتے ہوئے جنت کی بشارت سنائی۔ چالیس جید احادیث توحید و نماز کے متعلق روزہ، زکوٰۃ اور حج کے متعلق آثار حضر سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا حضر عمر الفاروق اعظم یعنی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق احادیث صحیح میں روایت کی گئیں امت مرحومہ کی جنازہ میں چالیس مسلمانوں کی شرکت کو بخشش ونجات کا ذریعہ بتایا گیا۔ جماعت مسلمین میں ہر چالیسویں شخص کو اللہ والا بتایا گیا۔ شکم مادر میں سات چالیسے کی مختلف صورتیں بیان کی گئیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

چنانچہ مذکور ہے کہ پہلے چالیسے (یعنی اول چالیس دنوں میں) محض خون کا لوتھڑا ہوتا ہے۔

دوسرے چالیسے میں صرف گوشت کی بوٹی، تیسرے چالیسے میں ناک نقشہ، چہرہ مہرہ درست ہوتا ہے۔ چوتھے چالیسے میں مکمل اعضاء تیار ہوتے ہیں۔ پانچویں چلہ میں روح ڈالی جاتی ہے۔ چھٹے چلہ میں (بچہ) حرکت میں آتا یعنی جنبش کرنے لگتا ہے۔ اور ساتویں چلہ میں پیدائش عمل میں آتی ہے۔

سات چلے میں دوسواسی دن ہوتے ہیں یعنی نوماہ اور دس دن جو بچے چھٹے چلہ کے اول یعنی تقریباً سات سال میں پیدا ہوتے ہیں کم ہی جیتے ہیں جو بچے پانچویں چلہ کے اول یعنی چھ ماہ میں پیدا ہوتے ہیں وہ اکثر زندہ ہی نہیں رہتے ہیں یعنی روح تو ان میں ہوتی ہے مگر طاقت جنبش نہیں ہوتی اس لئے ان کی زندگی کے چانس کم ہوتے ہیں دنیا میں دو حضرات کے سوا کوئی شش ماہا (چھ مہینے) کا پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا ایک ان میں سے نبی اور ایک صحابی ہیں۔ نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام اور صحابی حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ گویا چھ ماہا ہونا ان دو حضرات کی خصوصیات میں سے ہے۔

اسی وجہ سے مشائخ کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین مریدین کو کم از کم چالیس دن ایک چلہ کا حکم فرماتے ہیں۔ روحانی تزکیہ قلب کی صفائی دل کی طہارت میں چلہ کا بڑا دخل ہے۔

اور شیخ کامل کی توجہ ونگرانی میں سات چلہ ادا کرنے کا موقعہ میسر آجائے تو دل تجلی الٰہی کا آماجگاہ بن جائے بشری کدورت دل سے دور ہو جائے اور صفات ملکی کا مظہرہ بن جائے روشن ضمیری اسی کا نام ہے رب تعالیٰ ہر مومن کو میسر فرمائے۔

ذات وحدانیت ورسالت پر ایمان لانیوالوں کی فہرست میں حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ چالیسویں نمبر پر ہیں۔ آپ کی اولوالعزمی وجواں مردی کے متعلق حدیث پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خواب کا ذکر ہے جس کی روایت مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک ایسے کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول پڑا ہوا تھا میں نے ڈول لے کر کچھ پانی کھینچے اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے انہوں نے ڈول لے کر ایک دو ڈول پانی کھینچے اور وہ تھک کر بیٹھ گئے پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اس طرح ڈول پر ڈول کھینچنے شروع کئے کہ میں نے کسی جواں مرد کو بھی اس طرح کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہر چہار طرف سے پیاسے آئے اور خوب سیراب ہوئے۔ اس حدیث پاک کے متعلق ائمہ کرام کی رائے اور تشریح یہ ہے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اشارہ ہے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بالکل صحیح ثابت ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عہد خلافت میں مسلمانوں کو بیشمار وبے اندازہ فتوحات حاصل ہوئیں اور اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ تک پھیل گیا اور لوگ خوب خوب فیضان اسلام سے سیراب ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مزاحمت:- یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ داخل اسلام نہیں ہوئے تھے ایک روز مشرکین مکہ سے آپ نے فرمایا کہ پتہ لگاؤ کہ اب تک کتنے لوگ داخل اسلام ہو چکے ہیں کیونکہ اسلام کی مقبولیت سے کفر وشرک کو زبردست اور سنگین خطرہ لاحق تھا لوگوں نے آکر آپ کو بتلایا کہ اب تک پورے انتالیس لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں آپ نے کہا قسم ہے لات وعزیٰ (مشرکین مکہ کے دو بڑے بت) کی میں ہرگز ہرگز چالیسویں شخص کو اسلام قبول نہ کرنے دوں گا چاہے اس کے لئے مجھے اپنی تمام دولت وثروت داؤں پر لگانا پڑے خواہ اپنی جان عزیز سے ہاتھ دھونا پڑے مگر کیا خبر تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہ چالیسواں شخص کوئی اور نہیں وہ خود حضرت عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور انہیں چالیسواں مسلمان بن کر دین حنیف کی زبردست خدمت کرنی ہے اور اسلامی حدود کو مشرق تا مغرب جنوب تا شمال پھیلا کر اسلامی پرچم کو سربلند کرنا ہے۔

دارالندوہ:- جو مشرکین مکہ کا ایوان پارلیمنٹ تھا جس میں بیٹھ کر وہ اپنے تمام معاملات پر مشورہ کرتے تھے ایک روز تمام مشرکین مکہ نے ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جب سب لوگ اکٹھا ہو گئے تو اسلام کی روز افزوں ترقی پر تبادلہ خیالات کیا گیا۔ کوئی کہتا کہ اسلام کے سیلاب کو روکنے کے لئے زبردست باندھ باندھنے کی ضرورت ہے کوئی بولتا کہ اس کے

سدباب کے لئے شیشے کی دیوار کی حاجت ہے کسی کی آواز تھی کہ آہنی دیوار بھی اس سیلاب کو روکنے میں کامیابی کی آخری صورت نہیں ثابت ہوسکتی۔ جب لوگ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تو حضرت عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عالم جوش وغضب میں اپنا فیصلہ سنا دیا کہ میں اسی وقت جاتا ہوں اور بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹ کر ہمیشہ کے لئے یہ قصہ ختم کیے دیتا ہوں (العیاذ باللہ) الغرض تلوار آبدار برہنہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر کمربستہ ہوگئے وہاں سے نکل کر سیدھے کاشانہ نبوت کا رخ کیا راہ میں ایک نومسلم صحابی رسول حضرت نعیم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہاں ہے وہ شخص؟ جس نے سارے عرب کو تنگ کر رکھا ہے جس نے ہمارے آباواجداد کے خلاف ایک نئے دین کی اشاعت کا بیڑہ اٹھا کر پورے عرب قوم کے ناک میں دم کر رکھا ہے حضرت نعیم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تیور کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ عمر کا ارادہ نیک نہیں ہے۔ آپ نے انہیں راہ سے پھیرنے کی غرض سے ارشاد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ تمہیں اس ارادہ سے قبل اپنے گھر کی خبر لینا چاہئے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری بہن اور تمہارے بہنوئی قبول اسلام کر کے دامن رحمت میں داخل ہوچکے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے عالم غیظ وغضب میں بہن کے گھر پہنچے دروازہ سے کان لگا کر سنا کہ کچھ پڑھنے کی آوازیں آرہی ہیں سمجھ گئے کہ صحیفہ آسمانی قرآن مقدس کی تلاوت میں یہ لوگ مصروف ہیں اب تو اور غصہ سے آگ بگولہ ہوگئے چہرہ تمتما اٹھا آنکھوں سے چنگاری نکلنے لگی جسم کا سارا خون کھولنے لگا دروازہ پر زور سے دھکا دیا بہن نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے غصہ میں بھرے ہوئے بھائی کو دیکھ کر بہن کے ہوش وحواس جاتے رہے وہ سمجھ بیٹھیں کہ اب جان کی خیریت نہیں ہے جلال عمر کی تاب لانا انسان کے بس کی بات نہیں۔ جب متعدد بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کو دھکا دیا تو بادل نخواستہ بہن نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے پاس ہی چمڑے کا کوڑا پڑا تھا اس درہ سے بہن وبہنوئی کو مارنا شروع کر دیا مارتے جاتے اور کہتے جاتے کہ میں نے سنا ہے کہ تم دونوں نے اپنے آبائی دین سے منحرف ہوکر ایک نیا دین اسلام قبول کر لیا ہے میں پوچھتا ہوں ایسا تم نے کیوں کیا؟ اور جب تک تم دونوں اس نئے دین سے بیزاری اختیار کر کے اپنے آبائی دین کی طرف نہیں پلٹتے عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح تم کو مارتا رہے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا قوی جری اور بہادر شخص جب مارتے مارتے تھک کر چور ہوگیا اور بہن وبہنوئی لہولہان ہوکر بے دم ہوگئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مرمٹنے پر تیار ہیں مگر جس دین حنیف کو انہوں نے قبول کیا ہے اسے چھوڑنے اور اس سے بیزاری اختیار کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں تو یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے

کہ آخر اس میں کیا ہے کہ جسے ان لوگوں نے کلیجے سے لگا کر رکھا ہے۔ اور کسی صورت اسے ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہیں آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا وہ کلام مجھے بھی سناؤ جسے ابھی کچھ دیر پہلے تم دونوں پڑھ رہے تھے اتنے میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ سورہ طٰہٰ کی آیتیں پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے (حضرت خباب رضی اللہ عنہ بحکم نبوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہن و بہنوئی کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے تھے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد پر خوف کی وجہ سے چھپا دیا گیا تھا) وہ آیت مقدسہ یہ تھیں طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ الا تذکرۃ لمن یخشیٰ تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلیٰ الرحمن علی العرش استویٰ اے محبوب ہم نے اس واسطے قرآن تم پر نہیں اتارا ہے کہ تم مشقت (محنت) میں پڑ جاؤ، مگر نصیحت اس کے واسطے ہے جو ڈرتا ہے یہ اس کا اتارا ہوا ہے جس نے بنائی زمین اور اونچے آسمان وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کلام الٰہی سنتے جاتے اور روتے جاتے تھے خداوند قدوس کا یہ معجز نما کلام سن کر عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر گہرا اثر ہوا اور وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں مشرکین مکہ کی جماعت سے کیا کہہ کر آیا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہئے۔ آخر الامر وہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی غرض سے وہاں سے چلے اس وقت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی رسول حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کی دولت کدہ میں چند اصحاب کرام کے ہمراہ جلوہ فرما تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس وقت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو اس وقت وہ اسی حال میں تھے جس حال میں مشرکین مکہ سے جدا ہوتے وقت بغرض قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے تھے یعنی شمشیر براں برہنہ دست عمر میں اب بھی موجود تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے خانہ ارقم رضی اللہ عنہ سے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا بعض تو بہت پریشان ہوا ٹھے بعض نے حالت خوف میں کہا عمر رضی اللہ عنہ نہایت جلال میں ہیں کیا ہوگا؟ حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم نے نہایت سکون واطمینان سے ارشاد فرمایا عمر آرہے ہیں تو آنے دو اگر ارادہ نیک لے کر آرہے ہیں تو ہم انہیں مبارکباد دیں گے۔ ان کی عزت وتکریم کریں گے۔ اور اگر بدارادگی سے آرہے ہیں تو انہیں کی تلوار سے ان کا سر قلم کر دیں گے۔

حضور جان نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج کے روز میں آگے بڑھوں گا اپنے ہاتھ سے دروازہ کھولوں گا سب سے پہلے عمر سے میری نگاہیں چار ہونگی میں جانتا ہوں عمر کس لئے حاضر ہوئے ہیں اور آپ نے چادر کا کونہ پکڑ کر ارشاد فرمایا یا عمر رضی اللہ عنہ بولو! کس لیئے حاضر ہوئے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

عمر بولے کہ میں حاضر ہوا ہوں سر جھکانے کو
خدا پر اور رسول اللہ پر ایمان لانے کو

سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی سرکار رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعائیں مانگا کرتے تھے چنانچہ احادیث پاک میں بایں لفظ نقل کیا گیا ہے ''اللھم اید الاسلام بعمر بن الخطاب یا اللہ اسلام کی تائید وتقویت فرما عمر ابن خطاب کے ذریعہ مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انہیں مقدس ومتبرک دعاؤں کا اثر تھا کہ اسلام کی جس قدر تائید وتقویت حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات سے ملی کسی اور ذات سے یہ تائید وتقویت نصیب نہ ہوئی۔

حضرت سیدنا عمر الفاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے کچھ حالات پچھلے اوراق میں گذر چکے ہیں اس مقام پر چالیس عدد کی اہمیت جو حضور سیدی خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز کا بھی خاصہ ہے اس کے تحت نقل کیا گیا ہے۔

قطب زماں چالیسویں نمبر پر:- حضور کائنات آقائے دو جہاں فخر کون ومکاں عز انس وجاں انیس بیکساں رحمت عالم نبی معظم رسول اکرم نور مجسم خاتم النبیین سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تک آپ کی نسبت شریف بحساب شجرہ طیبہ چالیسویں نمبر پر ہے۔

(۱) حضرت سیدنا شفیع المذنبین سید المرسلین، رحمۃ العالمین، حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مولد ومسکن، مکہ معظمہ بعدہٗ ہجرت وسکونت وترقی دین اسلام قدیم نام (یثرب) آپ کے قدوم مقدس کی شرف وعزت سے مدینۃ الرسول (مدینہ طیبہ) پڑا، ولادت شریف ۱۲ ربیع الاول مبارکہ ـــــ کم میلادی، وصال شریف در شہر مدینہ منورہ متصل مسجد نبوی حجرہ شریف ۱۱ھ، بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مبارکہ بعمر تریسٹھ (۶۳) سال روضۂ اقدس صحن مسجد نبوی شریف۔

(۲) حضرت اسد اللہ (شیر خدا) الغالب ومطلوب کل طالب مظہر العجائب والغرائب مولا مشکل کشا سیدنا علی ولی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید راہ خدا ۲۱ رمضان المبارک مزار اقدس نجف اشرف۔

(۳) قرۃ العین رسول خدا سیدنا امام حسین شہید کرب وبلا گلگوں قبا رضی اللہ عنہ شہادت عظمیٰ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مزار مقدس کربلائے معلیٰ۔

(۴) حضور سید الساجدین امام الموحدین محب المساکین مراد المشتاقین حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ وصال شریف ۸ محرم الحرام ۹۴ھ بمقام جنت البقیع شریف۔

(۵) حضور امام ازکی والطاہر تاجدار عابد وصابر حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ وصال شریف ۱۰ ذی الحجہ

شریف ۱۲۰ھ بمقام جنت البقیع روضہ مبارکہ۔

(۶) حضور سیدنا امام جعفر صادق ابن محمد باقر رضی اللہ عنہ وصال شریف ۱۸ رجب المرجب ۱۸۲ھ روضہ مبارکہ جنت البقیع شریف۔

(۷) حضور سیدنا سراج خاندان ہاشم حضرامام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ۔

(۸) حضور سیدنا تاجدار باصفا حضرت امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ وصال شرف ۹ رصفر المعظم مشہد مقدس۔

(۹) حضور سیدنا امام شرقی غربی حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۲۰ رمحرم الحرام ۲۰۰ھ کرخ شریف۔

(۱۰) حضرت سیدنا شاہ سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۳ ررمضان المبارک ملک ایران۔

(۱۱) حضرت سیدنا جنید الطائفہ سرکار جنید بغدادی قدس سرہ العزیز وصال شریف ۱۲ رجب المرجب ۲۹۷ھ بغداد شریف۔

(۱۲) حضرت سیدنا شیخ ابوبکر شبلی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۱۷ رذی الحجہ ۳۴۳ھ ملک شام۔

(۱۳) حضرت سیدنا شیخ رحیم الدین عیاض قدس سرہ العزیز۔ ۱۳ رربیع الاول شریف ۳۸۷ھ۔

(۱۴) حضرت سیدنا شیخ عبدالعزیز یمنی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۴۔ یا ۱۰ رذی قعدہ ۴۴۷ھ۔

(۱۵) حضرت سیدنا شیخ ابویوسف طرطوسی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۱۵ رربیع الاول ۴۰۷ھ۔

(۱۶) حضرت سیدنا ابوالحسن علی الھنکاری قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۴ محرم الحرام ۴۸۶ھ۔

(۱۷) حضرت سیدنا ابوسعید مبارک مخدومی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۲۵ رمحرم الحرام بغداد شریف۔

(۱۸) حضرت سیدنا غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی مولانا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ بغداد شریف۔

(۱۹) حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز غرہ جمعہ محرم الحرام بغداد شریف۔

(۲۰) حضرت سیدنا نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز غزنی یا بغداد شریف۔

(۲۱) حضرت سیدنا میر سید مبارک غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۱۳ رربیع الآخر ۶۶۲ھ حوض شمسی، شرقی دہلی۔

(۲۲) حضرت سیدنا شاہ نجم الدین قلندر قدس اللہ سرہٗ العزیز وصال شریف ۲۰/ذی الحجہ موضع گھماناپچھا صوبہ مالوہ

(۲۳) حضرت سیدنا شاہ قطب الدین بینائے دل قدس اللہ سرہٗ العزیز وصال شریف ۲۵/شعبان المعظم ۹۲۵ھ جونپور شریف۔

(۲۴) حضرت سیدنا میر سید فضل اللہ شاہ المعروف سید گسائیں قدس اللہ سرہٗ العزیز ضلع پٹنہ محلہ بارہ دری بہار شریف۔

(۲۵) حضرت سیدنا میر سید محمود شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز وصال شرف ۵/جمادی الآخر پٹنہ محلہ بارہ دری بہار شریف۔

(۲۶) حضرت میر سید نصیر الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ضلع پٹنہ محلہ بارہ دری بہار شریف۔

(۲۷) حضرت میر سید تقی الدین المعروف میر تقی درویش قدس اللہ سرہٗ العزیز پٹنہ بہار شریف

(۲۸) حضرت میر سید نظام الدین قدس سرہٗ العزیز محلہ نئی سرائے ضلع پٹنہ بہار شریف۔

(۲۹) حضرت میر سید اہل اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز محلہ بارہ دری ضلع پٹنہ بہار شریف۔

(۳۰) حضرت میر سید جعفر دیوان قدس اللہ سرہٗ العزیز ۲۴/ربیع الاول قصبہ باڑہ شریف محلہ میر ضلع پٹنہ۔

(۳۱) حضرت میر سید خلیل الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ۲۴/ربیع الاول قصبہ باڑہ شریف محلہ میر ضلع پٹنہ۔

(۳۲) حضور امام العارفین سلطان الواصلین حضرت شاہ منعم پاکباز ۱۱/رجب شریف میتن گھاٹ ضلع پٹنہ۔

(۳۳) حضور محبوب بارگاہ لم یزل حضرت مولانا الشاہ حسن قدس اللہ سرہٗ العزیز ۸/ربیع الاول خواجہ کلاں گھاٹ پٹنہ۔

(۳۴) حضور سلطان المعرفت حضر مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بہ شاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز ۷/شعبان المعظم کریم چک چھپرا شریف۔

(۳۵) امام الموحدین عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیدنا فی الدین حضرت مظہر حسین قدس اللہ سرہٗ العزیز ۱۳/ربیع الثانی محلہ کریم چک چھپرا شریف۔

(۳۶) حضور امام العارفین محبوب ربانی حضرت شاہ محمد مہدی القادرتی قدس اللہ سرہٗ العزیز ۵/جمادی الاول محلہ کریم چک چھپرا شریف۔

(۳۷) سلطان الواصلین قطب العارفین المسمی اسم المسعود نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہٗ العزیز ۶/ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ محلہ ولی چک بھاگلپور شریف۔

(۳۸) حضور سلطان العارفین محبوب العاشقین وارث علوم النبین الفانی فی الذات سبحانی حضرت شاہ مخلص الرحمن

جہانگیر ہدیٰ قدس اللہ سرہ العزیز ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ مزار کھیل چاٹ گام شریف پاکستان۔

(۳۹) حضور سیدنا شیخ الکاملین فخر العارفین حضرت مولانا الشاہ خواجہ مخدوم عبدالحی قدس اللہ سرہ العزیز ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ مزار کھیل چاٹگام شریف بنگال پاکستان۔

(۴۰) حضور سیدنا شیخ الکاملین سلطان العارفین سراج السالکین محبوب فخر العارفین خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز وصال شریف ۲۴ر ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مزار اقدس اسلامیہ قبرستان صدر بازار لکھنؤ۔

ناظرین وقارئین ملاحظہ فرمائیں کہ حضور سیدی مرشدی آقائی ومولائی خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز اپنے تمام بزرگان سلاسل میں چالیسویں عدد پر فائز ہیں اور یہ عدد کس قدر بابرکت اور اہمیت کا حامل ہے پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں تمام اوصاف وکمالات سے متصف ہونے کیساتھ ساتھ اس عدد مبارک کا بھی کمال آپ کی ذات ستودہ صفات میں پائے جاتے ہیں اور یہی وہ وجہ خاص ہے کہ جس کی بنیاد پر حضور والا کی ذات اقدس اپنے تمام ہمعصروں میں یکتائے روزگار وممتاز زمانہ ہے۔ سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری آپ کی ذات بابرکات سے اس قدر پھلا اور پھولا کہ آج عالم کے گوشہ گوشہ وچپہ چپہ میں اس کا شہرہ ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

شہنشاہ رضا

حضور سیدنا فخر الکاملین سراج السالکین محبوب فخر العارفین

خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

قبائل کے اعتبار سے آپ افغانستانی رزڑ پٹھان ہیں جو اولاً پشاور کے میدانی علاقوں میں آباد تھے، آپ کے آباؤ اجداد جس وقت ہندوستان میں آکر سکونت پذیر ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جس میں مشہور زمانہ نواب مصطفیٰ خاں ریاست مصطفیٰ آباد نے ضلع رامپور کو آباد کیا تھا حضرت خواجہ قبلہ عالم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ کے دادا جان حضرت الحاج محمد الف خاں رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صورت وسیرت میں لاثانی علم وفضل میں یکتا خلوص واخلاق میں بے مثال سخاوت ومودت میں بینظیر تواضع وانکسار میں غیر معمولی نہایت متقی وپرہیزگار نزدیک ودور میں ہر دل عزیز غرضکہ ہر اعتبار سے جامع الصفات کے حامل تھے عارف باللہ واصل الی اللہ حضرت سیدنا شاہ نواز خاں قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مرید وخلیفہ تھے جن کا مزار فیض آثار موضع گوگی تحصیل میرگنج ضلع رائے بریلی میں مرجع خلائق ہے۔

حضور سلطان العاشقین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ اللہ العزیز ایسے خاندان کے چشم وچراغ ہیں جن کے اوصاف ومحاسن آفتاب عالمتاب کی طرح درخشندہ وتاباں ہیں آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی حضرت علامہ خواجہ محمد حسن رضا خاں قدس اللہ سرہ العزیز جو علم وفضل حسب ونسب عز وشرف

کے اعتبار سے بہت ہی بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے آپ حضرت شاہ بلاقی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ شریف میں عارف باللہ حضرت محمد میاں عاشق رامپوری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے آپ حیات ظاہری میں بھی خلق اللہ کو بے اندازہ فائدہ پہنچاتے رہے کوئی شخص آپ کے دردولت کدہ سے خالی محروم واپس نہ جاتا تھا چنانچہ آپ کی حالات طیبہ میں مرقوم ہے کہ آپ ہر روز لوگوں میں قرض حسنہ تقسیم فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ خیرات سمجھ کر لینے میں کوئی عار نہ محسوس کریں اور سبھوں کی ضروریات پوری ہوسکیں قرض کی تقاضہ کے لئے کبھی کسی کے یہاں تشریف نہ لے جاتے جس کو کوئی آپ رقوم بطور قرض حسنہ عطا فرماتے اس کے گھر کی طرف گذر فرمانا ترک کر دیا کرتے تاکہ کہیں مقروض یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت قرض وصولی کے لئے تشریف لائے ہیں اور جو ادائیگی کی طاقت نہ رکھتا آپ اسے معاف فرمادیا کرتے اور اس کے لئے دعا فرماتے اللہ اللہ یہ تھا آپ کی فیاضی کا عالم،

خود بھیک دے اور خود کہے منگتا کا بھلا ہو

حضور قبلہ عالم کے والد معظم حضرت علامہ محمد حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے چار ذکور اولادیں چھوڑیں اور ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ کو راہی ملک بقا ہوئے مزار مقدس قصبہ بھینسوڑی شریف ضلع رامپور کے قبرستان میں واقع ہے۔

آپ کی چار ذکور اولادیں بالترتیب اس طرح ہیں

اول قبلہ عالم سلطان العاشقین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف دادا میاںؒ)

دوم قبلہ عالم حضرت خواجہ مخدوم الحاج محمد علی حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ

سوم قبلہ عالم حضرت خواجہ مخدوم محمد یوسف حسن خاں شہید راہ حق رحمۃ اللہ علیہ

چہارم قبلہ عالم حضرت خواجہ مخدوم الحاج محمد عنایت حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ مذکورہ بالا ترتیب وار حضرت علامہ خواجہ محمد حسن رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذکور اولادوں کا تذکرہ کیا گیا اس میں اول الذکر وہ ہستی معظم و مقدس ہے جس کا آستانہ شریف لکھنو مال ایونیو المشہور اسلامیہ قبرستان میں مرجع خلائق ہے جن کی حالات طیبہ کو پیش کرنا مطلوب و مقصود ہے۔

اور دوم تا چہارم ان مقدس حضرات کے مزارات مقدسہ قصبہ بھینسوڑی شریف ضلع رامپور میں واقع ہیں یہ بھی حضرات اپنے وقت کے مقتداء و پیشواء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضور قبلہ عالم کی والدہ معظمہ:- حضرت قبلہ عالم روحی فداہ خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف دادامیاں) قدس اللہ سرہٗ العزیز کی والدہ مکرمہ جن کا نام پاک عروسی بیگم تھا، نہایت متقی و پرہیزگار سراپا انوار قائم اللیل وصائم النہار گذری ہیں آپ مستجاب الدعوات تھیں۔

آپ عارف باللہ حضور سید محمد مشتاق رامپوری علیہ الرحمہ کی مریدہ تھیں آپ کی وفات شریف بتاریخ ۲۶ رجمادی الاولیٰ بعمر اسی سال ہے، آپ کی تربت پاک بھی قصبہ بھینسوڑی شریف رامپور کے قبرستان میں واقع ہے۔

حضور قبلہ عالم کی ولادت باسعادت

حضور قبلہ عالم قطب دوراں سلطان العاشقین زبدۃ العارفین سراج السالکین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المروف دادامیں قدس اللہ سرہٗ العزیز کی ولادت شریف شہر النور ربیع الاول شریف میں بتاریخ ۲۵ ر ربیع الاول بروز دوشنبہ مبارکہ واقع قصبہ بھینسوڑی شریف تحصیل ملک ضلع رامپور میں ہوئی قصبہ بھینسوڑی شریف کا نصیب جاگ اٹھا اور اس کی بلندی اوج ثریا تک پہنچ گئی آپ کے جمال جہاں آرا سے حضرت علامہ محمد حسن رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) کا دولت کدہ جگمگا اٹھا آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب آپ اس عالم میں تشریف لائے تو ہر معاملہ میں کمال برکت شامل حال ہوگئی آپ کے ظہور اجلال سے انوار و برکات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا اس سے قبل اپنی حیات میں میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے آپ حسن و جمال میں لاثانی تھے فیروز بختی و آثار سعادت چہرہ مبارک سے نمایاں ہوتے تھے جو بھی ایک نظر دیکھ لیتا گرویدہ ہو جاتا، صغیر سنی ہی سے لہو و لعب سے نفرت فرماتے، جب آپ کی عمر شریف چار سال اور چند روز کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نے بڑی دھوم دھام سے رسم بسم اللہ ادا کرائی اس موقع پر سیکڑوں غرباء و مساکین کو دعوت طعام و ملبوسات سے نوازا گیا آپ نے قلیل عرصہ میں قرآن مجید ناظرہ ختم فرمایا بعد ازاں علم قرأت و علوم دینیہ عربی و فارسی کے ساتھ علم تاریخ، جغرافیہ و ریاضی وغیرہ علوم میں بھی درجہ کمال حاصل فرمائی آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا حشمان علی شاہ صاحب اور حضرت مولانا مولوی حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ نہایت ہی قابل ذکر ہیں ظاہری علوم سے فراغت کے بعد جب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا تو آپ کو ورزش (کسرت) جسمانی کا شوق پیدا ہوا آپ کے والد معظم نے اس کا خاص انتظام فرمایا پہلوان بھی ہوئے تو اس قدر لاثانی کہ آپ کا کوئی ہمعصر دکھلائی نہیں دیتا تھا طاقت جسمانی کے ساتھ ساتھ آپ نہایت ہی ذی فہم وسیع النظر اور قوی الحافظہ واقع ہوئے تھے اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے وہ

سب کچھ حاصل فرمالیا جن کے لئے ایک عمر دراز کی ضرورت ہوتی ہے غرضکہ آپ کی ذات والا صفات قدرت کا ایک شاہ کار معلوم ہوتی جسے دیکھ کر نگاہوں کی پیاس نہ بجھتی تھی۔

حضور قبلہ عالم کا نکاح اور ملازمت

۱۸۸۶ء میں آپ کے والد معظم نے آپ کی شادی قصبہ دراؤ ضلع نینی تال کے ایک با وجاہت شخصیت کے مالک عالی جناب بہادر خاں صاحب کی صاحبزادی کے ہمراہ نہایت دھوم دھام سے ہوئی۔ شادی سے ایک سال بعد والد معظم کے ایما پروارار رجمنٹ بنگال لانسرز میں ملازمت اختیار فرمائی آپ کی ملازمت سے پیشتر آپ کے ماموں جان جناب علی رضا خاں صاحب اور بھائی تہور علی خاں صاحب اس میں ملازم تھے ابھی آپ کو فوج میں ایک سال کا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ آپ کے والد معظم حضرت علامہ مولانا حسن رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی وفات ہوگئی یہ خبر پر وحشت اثر سنکر آپ کو بے حد صدمہ ہوا خبر پاتے ہی گھر کی جانب روانہ ہوئے تدفین وایصال ثواب میں شرکت فرمائی چند روز کے بعد ہی پھر اپنی ملازمت پر تشریف کے لئے اپنی محنت ولگن کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصہ میں فوج میں ترقی حاصل کرکے اعلیٰ عہدیداروں کی حیثیت سے جانے مانے لگے یہ امر واقعہ ہے کہ پورے رجمنٹ میں آپ سے زیادہ طاقت ور اور خوبصورت کوئی فوجی دکھائی نہیں دیتا تھا آپ کی خدمات اسقدر لائق تحسین وقابل قدر تھیں کہ فوج کی جانب سے آپ کو کئی ایک تمغہ حاصل ہوئے اور آپ کی سواری کے لئے خاص طور پر مضبوط اور خوبصورت گھوڑا ''ویلر'' نامی منتخب کیا گیا آپ کی قوت جسمانی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت الہ آباد چھاؤنی کے قریب ہی ایک بہت بڑا باغ تھا جس میں کنویں پر آبپاشی کا چرس لگا تھا جو کہ اس قدر وزنی تھا کہ دس بارہ لوگ مل کر بھی اس کے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے اس کو کھینچنے کے لئے طاقتور بھینسوں اور بیلوں کا سہارا لیا جاتا تھا۔ آپ کے ساتھی تفریحاً اس باغ میں تشریف لے گئے تمام ساتھیوں نے ایک ساتھ مل کر زور آزمائی کی مگر کنویں سے چرس نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے جب سب لوگ ہار گئے تو آپ آگے بڑھے اور تن تنہا اس بھاری بھرے ہوئے پانی کے وزنی چرس کو بسم اللہ پڑھ کر چشم زدن میں کنویں سے نکال دیا یہ منظر دیکھ کر سبھی لوگ حیرت وتعجب سے انگشت بدنداں ہوگئے۔

کچھ عرصہ بعد الہ آباد رجمنٹ کا تبادلہ کلکتہ کی چھاؤنی کو ہوگیا ان دنوں کلکتہ میں بیرون ملک کا بہت مشہور اور طاقتور پہلوان آیا ہوا تھا اس نے کشتی کا چیلنج کیا ہوا تھا کوئی شخص اس سے کشتی پر آمادہ ہونے کیلئے تیار نہ تھا فوج میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی کہ محمد نبی رضا خاں تشریف لائے ہیں وہ اس کشتی پر ضرور آمادہ ہو جائیں گے پھر کیا تھا کہ کمال جرأت سے

آپ نے اس نووارد پہلوان سے کشتی کا اعلان فرمادیا۔ ہزاروں عوام وخواص کا ایک مجمع امڈ پڑا وہ پہلوان فیل تن دہاڑتا ہوا مقابلہ کے لئے میدان میں آیا آپ نے گردن میں ہاتھ دے کر اس کو زمین پر پٹک دیا گئی بار وہ پہلوان اٹھا اور ہر بار آپ نے اس کو زمین پر دے مارا آخر کا بیدم ہو کر وہ زمین پر پڑا رہا۔ اس وقت ڈھاکہ کے نواب ''سر سلیم اللہ خاں صاحب کلکتہ میں تشریف فرما تھے اور اس وقت وہ بھی کشتی دیکھنے آئے ہوئے تھے نواب صاحب آپ کی طاقت وقوت خداداد اور حسن وجمال سے بے حد متاثر ہوئے اور بہت کچھ کوشش کر کے فوج کی ملازمت سے سبکدوش کرا کے آپ کو اپنے ہمراہ ڈھاکہ لے گئے اور نہایت ہی اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو اپنی مصاحبت خاص میں رکھ لیا نواب سر سلیم اللہ خاں صاحب آپ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ ایک لمحہ بھی آپ کی جدائی گوارا نہ فرماتے آپ کی دیانتداری معاملہ فہمی وامانت شعاری کے پیش نظر مالی وعمالی کا اہم کام آپ کے سپرد کر دیئے۔

تذکرہ بیعت وخلافت

رحمت ایزدی جس کسی کو اعزاز واکرام سے نوازنا چاہتی ہے تو عالم غیب سے اس کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کس کو معلوم تھا کہ یہ خوبرو اور طاقتور فوجی نوجوان جو ملک کے سرحدوں کی حفاظت کے لئے تعینات کیا گیا ہے ایک روز آفتاب ولایت بن کر عالم میں اپنی ضوفشانیاں بکھیرنے والا ہے، نواب ڈھاکہ سر سلیم اللہ خاں اپنے ہمراہ تین آدمیوں کو کسی اہم کام کے سرانجام کے لئے لے گئے تھے جس میں حضرت ڈپٹی بدیع العالم، نواب حیدر علی خان صاحب اور حضرت خواجہ منہ امحمد نبی رضا شاہ رحمہم اللہ تھے ان ہی ایام میں حضرت سراج السالکین مصباح الملت والدین سیدنا فخر العارفین حضور خواجہ مخدوم عبدالحی شاہ چاٹگامی رحمۃ اللہ علیہ سفر ہندوستان کی غرض سے کلکتہ تشریف لائے ہوئے تھے چونکہ حضرت قبلہ ڈپٹی بدیع العالم شاہ حضور سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم عبدالحی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیشتر حلقہ بگوش مرید وخلیفہ تھے اسی وجہ سے حضرت کا قیام ڈپٹی صاحب کے مکان میں تھا آپ بھی انہیں کے ہمراہ بغرض زیارت تشریف لے گئے حضور والا کی نگاہ مقدس پڑتے ہی آپ کے قلب اطہر میں عشق الٰہی کی آتش شعلہ زن ہوگئی حضور خواجہ عبدالحی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جائے قیام سے متصل آپ کا کمرہ تھا چونکہ آپ فوجی نوجوان تھے علی الصبح اٹھ کر ورزش کرنا آپ کے معمول میں داخل تھا لہٰذا بوقت صبح بیدار ہو کر آپ ورزش کرنے میں مشغول ہو گئے جس کی وجہ سے منزلہ مکان میں جنبش پیدا ہوگئی لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے حضور والا نے ایک مرید سعید کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا اس نے واپس آکر تمام کیفیت بتائی

کہ برابر کے کمرہ میں ایک خوبرونوجوان طویل القامت جسم ورزش میں مصروف ہے اسی وجہ سے یہ مکان جنبش میں ہے آپ ازخود تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا دل ہی دل میں اپنے مالک حقیقی سے التجا کی کہ اے پروردگار تو مالک الملک اور بڑی قدرت والا ہے تو اگر چاہے تو ذرہ کو آفتاب بنادے، یہ خوبرونوجوان تیرے دین حنیف کے لئے بہت موزوں اور لائق معلوم ہوتا ہے اپنی شان کریمی کی جلوہ گری دکھادے اس خوبصورت اور وجیہ نوجوان کو اپنے دین کی اشاعت کے لئے مجھے عطا فرمادے۔ اور بزرگ زمانہ مردحق آگاہ کی یہ التجا پروردگار عالم کی بارگاہ پاک میں مقبول ہوگئی دل سے یہ نکلی ہوئی دعا کارگر ثابت ہوئی اسی روز حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ رحمۃ الہ علیہ بکمال آرزو حضرت خواجہ مخدوم فخر العارفین مولانا الشاہ محمد عبدالحی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوگئے آپ کے مرشد برحق فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے بڑا کرم کیا جوان کو اپنی بارگاہ خاص کے لئے مقبول فرمالیا آپ کے مرشد برحق نے اس احسان خداوندی پر سجدہ شکر ادا کیا اسی رات میں آپ کو غیبی توجہ عنایت ہوئی او بہت دیر تک بے چینی و بیقراری کے عالم میں مثل ماہئی بے آب تڑپتے رہے اور زبان اطہر پر یہ اشعار جاری تھے۔

یہاں ہم ہیں نہ میں ہوں اور نہ یہ ہے اور نہ وہ کوئی
وہی پہلے بھی تھا اور بس وہی ہے اور وہی ہوگا
کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہگذر میں نقش کف پائے یار دیکھ

آپ کے مرشد برحق نے راہ سلوک کے منازل طے کراکے سلسلہ عالیہ کی ضروری تعلیم و تلقین فرما کے آپ کو خدا کے سپرد کردیا، اس کے بعد یہ چاروں حضرات حضرت سیدنا فخر العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ہمراہ بنارس تشریف لائے سولہ ذی قعدہ المبارکہ کو شیخ الکاملین قطب الواصلین حضور سیدنا مخلص الرحمٰن شاہ جہانگیر ہدیٰ علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال شریف پر فاتحہ ہوکر محفل سماع منعقد ہوئی جس میں حضور خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور کافی دیر تک آپ حالت وجد میں مستغرق رہے آپ کے پیرومرشد حضرت سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم مولانا الشاہ محمد عبدالحی قدس سرہٗ لکھنؤ ہوتے ہوئے کانپور تشریف لے گئے اور یہیں سے ان حضرات کو واپس کر کے تنہا گلبرگہ شریف کی حاضری کے لئے روانہ ہوگئے۔ ابھی آپ کو نواب صاحب کی مصاحبت میں صرف ایک سال کا عرصہ گذرا تھا کہ عشق الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آپ ترک رفاقت پر مجبور ہوگئے۔

حلیہ شریف

حضرت خواجہ مخدوم محبوب فخر العارفین آفتاب ملت والدین سلطان العارفین فخر الکاملین قطب الواصلین شمس العارفین شناور بحر شریعت وطریقت اوج حقیقت تاجدار کشور معرفت ملقب بلقب غیبی اسد جہانگیری حضور محمد نبی رضا شاہ المعروف دادامیاں قدس اللہ سرہ العزیز

نہایت وجیہ وشکیل حسین وجمیل ہزاروں میں خوبرو نہایت خوبصورت طویل القامت سڈول ورزشی جسم پاک گول چہرہ مبارک روشن مثل آفتاب درخشاں مانند ماہتاب رخسار بھرے ہوئے پیشانی اقدس فراخ اور روشن بینی پاک لانبی وخوبصورت سر اقدس بزرگ وکلاں رنگ گورا سفید نہایت صبیح وملیح چشمان مبارک کلاں بیاض چشم صاف وشفاف جن میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے، دھن مبارک موزوں متوسط اور خوبصورت، دندان مبارک مثل موتی نہایت صاف سامنے کے دندان میں ہلکے جھیرے سینہ اقدس کشادہ وخوبصورت جس پر ناف شریف تک بالوں کی لمبی لہر شانہ مبارک ہموار اور بالدار دست مبارک مائل بہ طویل پائے اقدس متوسط اور بہت زیادہ نرم ونازک کف مقدس نرم اور بھرے ہوئے ریش مبارک مشروع اور گھنی گول اور بہت خوبصورت خوب بھری ہوئی موئے مبارک سید ھے اور نہایت شاندار سینہ اقدس کی چوڑائی تقریباً چالیس انچ سر مبارک پر ایک نشان بصورت چپہ موئے مبارک کچھ مدت تک کندھوں سے نیچے رہے اور بعد میں مدت العمر کانوں کی لوتک آواز مبارک بلند اور باوقار نہایت شیریں وخوش الحان قریب وبعید سب کے سامع نواز مختصر کلام، الفاظ قلیل جامع مانع دلکش ودل آویز بیساختہ وشیریں پر جوش وباوقار رفتار شاہانہ، انداز ملوکانہ، ہنگام رفتار قلب جھکا ہوا سر اقدس، ہر قدم قوت کے ساتھ جما ہوا زمین پر بے چاپ دبے آواز پڑتا اظہار قوت کرتا ہوا بزم میں وضع میں کمال سادگی ہر کلام میں بیساختگی خلوت وجلوت میں یکساں لبوں پر تبسم روح انور ترحم ہزاروں میں ممتاز چہرہ مبارک سے آثار بزرگی وسرداری نمایاں جو ایک بار دیکھتا گرویدہ وشیدائی ہو جاتا لاکھوں کے مجمع میں سب سے خوبصورت نظر آتے ہزاروں کے ساتھ چلتے تو سب سے بلند نظر آتے سبھی کے رنج وغم میں شریک ہونے والے سبھی کے امداد وعانت فرمانے والے سبھی سے مودت ومحبت کا معاملہ فرمانیوالے سب کے اوپر مہربانی وکرم فرمانے والے مخلوق خداوندی کے لئے دعا گو خلق اللہ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمانے والے غرضکہ ہر طرح جامع الصفات۔

وضع لباس اور خصوصیت

کرتا مبارک لانبا زیادہ تر سفید ململ یا چکن کا کلاہ غوشیہ مبارکہ، تہبند ازار خطط صدری یا اچکن سردیوں میں شوب اور اونی چوغہ دوہر زرد رنگ یا کمبل ولبادہ اکثر مرزئی روئی دار گرم چوغہ کبھی کبھی عمامہ شریف بھی استعمال کرنے کا معمول شریف تھا عیدالاضحیٰ کے روز خاص لباس زیب تن فرمانے کا معمول شریف تھا چکن کا کرتا اس پر مخمل کی صدری اس پر لمبی آستین والا چوغہ کبھی کبھی پائجامہ بھی استعمال فرمالیا کرتے اور فرماتے پائجامہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہے نعلین شریف شاہی یا گرگابی استعمال فرماتے۔

اہتمام شب بیداری

شب بیداری کا ہمیشہ اہتمام فرماتے دیکھنے کو تو آپ بستر پر لیٹ جاتے مگر اکثر بیدار ہی رہتے اگر کبھی آرام فرمانے کی ضرورت محسوس ہوتی تو بھی غفلت کی نیند نہ سوتے لوگوں کی پتہ نہ لگتا کہ آپ سوتے ہیں یا پھر جاگتے ہی رہتے ہیں جس وقت بھی شب میں آپ کو دیکھا جاتا آپ کو بیدار ہی پایا جاتا سونے میں اگر کوئی آواز دیتا تو جاگنے والے ہی کی طرح جواب دیتے برابر ذکر قلبی کی اونچی آواز آتی تھی جو دوسروں کو بھی مسموع ہو جاتی تھی۔ طعام کا تو یہ حال تھا کہ جو کچھ میسر آیا بخوشی تناول فرمایا خوش ذائقہ کی خواہش تو کجا کبھی خیال بھی نہ گذرا سادی اور تھوڑی غذا منظور خاطر تھی اکثر صبح ایک پیالی چائے یا کبھی کبھار مختصر ہلکا سا ناشتہ دوپہر کو کبھی قلیل طعام ظہر کے بعد ذرا وقفہ کے لئے قیلولہ عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد کچھ قلیل خورد نوشی عام نشست میں بھی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا پسند خاطر نہ فرماتے گاؤ تکیہ موجود ہوتا مگر ہمیشہ اس پر ٹیک لگانے کا معمول شریف نہ تھا ہر داعی متقی و پابند شرع کی دعوت خواہ وہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو قبول فرماتے اور بخوشی اس کے گھر تشریف لے جاتے مشتبہ طعام سے پرہیز فرماتے اور اگر کبھی سہواً اس قسم کا کھانا تناول فرمالیتے تو فوراً استفراغ ہو جاتا۔

طہارت پسندی و پابندی صوم صلوٰۃ

طہارت صفائی و پاکیزگی کا حد درجہ اہتمام فرماتے مزاج مبارک نہایت صفائی پسند واقع ہوا تھا اکثر سرد پانی ہی سے غسل فرمانے کا معمول شریف تھا لباس عمدہ اور خوب صاف زیب تن فرماتے، مرض و صحت ہر حالت میں فرائض

وواجبات، سنن حتی کہ مستحبات کی پوری رعایت فرماتے سفر ہویا حضر ہر حال میں وقت پر نماز ادا فرماتے جماعت وتکبیر اولیٰ حتی الوسع فوت نہ ہونے دیتے اکثر روزہ رکھتے ایام ابیض یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے روزوں کا اہتمام فرماتے یہ وہ مقدس وبابرکت روزہ ہے جس کو ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا، جب آپ دنیا میں تشریف لائے چونکہ شجر ممنوعہ آپ نے استعمال فرمالیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا جسم مبارک سیاہ پڑگیا تھا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں جب آپ کی توبہ مقبول ہوئی تو رب تعالیٰ نے حکم فرمایا اے آدم تم ایام ابیض کا روزہ رکھو اس مبارک روزے کی اثر سے تمہارا جسم صاف وسفید ہوجائے گا آپ نے پہلا روزہ رکھا تو جسم کا تہائی حصہ صاف وسفید ہوگیا دوسرے میں دو حصہ اور تیسرے روزہ میں پورا جسم صاف وسفید ہوگیا آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جو شخص اس روزے کا اہتمام کرے گا وہ ایسے ہی گناہوں سے پاک وصاف ہوجائے گا جیسے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا جسم شریف سیاہی سے پاک وصاف ہوکر سفیدی مائل ہوگیا تھا، محبوب فخر العارفین سلطان الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادامیاں قدس سرہٗ العزیز نے اس روزے کا اہتمام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ولی تو وہی ہے جو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وفرمان کو ہمیشہ مدنظر رکھے اور کوئی سنت ترک نہ ہونے دے جمعہ کے روز نماز جمعہ سے قبل آپ سفر نہ فرماتے اگر سفر میں جمعہ واقع ہوجاتا تو نماز کی ادائیگی کے لئے وقفہ فرماتے اور ادائے جمعہ کے بعد اجرائے سفر فرماتے آپ کی نماز قضاء نہ ہوتی سنت رسول اللہ ﷺ کا لحاظ اس قدر غالب تھا کہ ہر ہر قدم پر اس کی رعایت ضروری خیال فرماتے۔

پابندی معمولات شریف

سلسلہ عالیہ کی معمولات شریف کی پابندی ہر حالت میں فرماتے ذکر واوراد اعمال واشغال شریف میں ہمہ تن مصروف رہتے شب بیداری وتہجد گذاری ہمیشہ آپ کا شعار رہا نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر مراقب رہنا آپ کے معمول شریف میں داخل تھا تلاوت قرآن مجید کی کثرت فرماتے آپ نے اپنے متوسلین کو ہدایت عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا قرآن مجید کی تلاوت میں کمال برکت ہے درود واستغفار اوراد میں دلائل الخیرات شریف حزب البحر شریف پھر مع قل شریف شجرہ مبارکہ بعدہ نماز اشراق پھر قدرے ناشتہ اگر روزہ نہ ہوتو پھر نماز چاشت کی ادائیگی بعد ذکر ودرود شریف کی کثرت وظیفہ غوثیہ، درود غوثیہ وچہل کاف شریف، آیات قطب شمالی وجنوبی غرضکہ معمولات شریف کا دربار عالی سے حکم جس قدر ہوا اور شیخ طریقت کے جانب سے تمام عطیات پر ہمیشہ آپ کاربند رہے۔

قناعت واستغناء

حضور قبلہ عالم شہنشاہ مخدوم حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارکہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ''اے اللہ ہمیں مسکینوں کے ساتھ زندہ رکھ، مسکینوں کے ساتھ وفات دے اور مسکینوں کے ساتھ محشور فرما'' آپ نے صبر قناعت زہد واتقاء توکل استغناء کی وہ بےنظیر مثال پیش کی جس کی مثال شاذ ونادر ہی ہم عصروں میں نظر آتی ہے ترک دنیا جسے لوگوں نے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں وغاروں میں چھپ کر رہنا سمجھا تھا آپ نے اس ود مثالی نمونہ پیش کیا کہ اعزہ واقارب احباء ورفقاء اہل وعیال کے درمیان میں رہ کر ترک دنیا کی مثال قائم کی جاسکتی ہے جس کی تائید حضرت علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے اس طور ہوتی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

ایک دفعہ حضور قبلہ دربار عالی مرزا کھیل شریف سے واپس ہوتے ہوئے لکھنؤ میں تشریف فرما ہوئے آپ کی آمد کی خوشی میں آپ کے چہیتے مرید سعید حضرت صوفی عبدالحمید شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے صدہا غرباء ومساکین کو نقد خیرات کیا اور حضور قبلہ کے لئے بیش قیمت لباس تیار کرایا اور اس کے ساتھ بہت سا قیمتی سامان روپیہ اشرفی وغیرہ خدمت اقدس میں بطور نذر پیش کیا آپ نے قبول فرمانے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں اسراف سے کام لیا گیا ہے اس وجہ سے ہم قبول نہیں کرسکتے دلجوئی کے لئے صرف ایک اشرفی جو لباس ودیگر سامان کے ساتھ پیش کی گئی تھی قبول فرما کر اسی وقت یتیم خانہ بھجوادی اور ارشاد فرمایا کہ غرباء ومساکین اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

مجاہدہ نفس اور غلبہ حال

ترک ملازمت کے بعد ریاضت ومجاہدہ کی کثرت سے آپ کو جسمانی حیثیت سے کچھ کمزوری واقع ہوگئی مگر روحانیت اس قدر بلند ہوگئی جس کے اثر سے آپ کا چہرہ مبارکہ مثل آفتاب دمکنے لگا آپ نے پہلا چلہ مرزا کھیل شریف میں فرمایا متواتر چالیس روز تک آپ نے روزہ رکھا قلیل طعام اختیار فرمایا وہ بھی صرف کیلے کے پتوں کو ابال کر بطور سبزی استعمال فرمایا دوسرا چلہ ڈھاکہ میں فرمایا اس میں بھی وہی حال رہا کہ کیلے کے پتوں کی سبزی ہی پر قناعت فرماتے رہے تیسرا چلہ

جھینوڑی شریف کی مسجد کے حجرہ میں کیا اس عرصہ میں کچھ بھی تناول کرنے سے پرہیز کیا افطار میں صرف پانی پر اکتفا فرمایا یہ حقیقت بھی پردہ راز میں رہ جاتی مگر آپ کے برادر خورد سلطان الاولیا حضرت خواجہ مخدوم الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ شام میں افطاری پہنچانے کی ذمہ داری میرے سپرد تھی میں روزانہ ایک ہلکی چپاتی جو باجرہ یا جو کی بنی ہوتی تھی اس کے ہمراہ مونگ کی ابلی دال شام کے وقت لے کر حاضر ہوتا تھا چالیس روز کے بعد جب چلہ ختم ہوا تو میں مسجد کے حجرہ میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ تمام روٹیاں سوکھی ہوئی حجرے کے اندر موجود تھیں اللہ اللہ ترک دنیا کا عالم ۔

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کرلیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا!

مطلب ظاہر ہے کہ مسلسل چالیس روز تک صرف مونگ کی دال کا پانی پی کر یاد مولا میں مشغول رہے۔ چوتھا چلہ بھی آپ نے اسی مسجد میں کیا جس میں افطار کے وقت صرف ایک خرما اور ایک چھٹانگ پانی پر اکتفا فرمایا اس وقت جسمانی کمزوری اور نقاہت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ چلنا پھرنا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا حجرہ سے برآمد ہونے کے بعد دو آدمیوں کے سہارے آپ کو مکان تک پہنچایا گیا مگر چہرہ مبارک کی تابانی کا یہ عالم تھا کہ چودھویں کے چاند کے مانند درخشاں اور تاباں نظر آتا تھا ۔

حسن تیرا جب ہوا بام فلک سے جلوہ گر
آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مے کا اثر

مسلسل چار سال تک آپ نے سفر کی صعوبتیں برداشت فرمائیں دور دراز کا سفر جس میں گلبرگہ شریف، خلد آباد، جھانسی، دہلی اور اجمیر وغیرہ مصائب و آلام سے بھرا سندر بن کا سفر جس میں خوفناک راستے مہیب پہاڑیاں دیو قامت ٹیلے، خاردار جھاڑیاں اور اونچے نیچے پتھریلے راستے بنگال سے سندر بن ہوتے ہوئے حکم مرشد کی تعمیل پر اجمیر کی حاضری ہزاروں میل دوری کا پیدل سفر پہاڑی گہری کھائیوں سے گذر غرضکہ راہ حق میں آپ نے اسقدر مشقتیں جھیلیں ہیں جن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے ۔

تو اگر زحمت کش ہنگامہ عالم نہیں
یہ فضیلت کا نشاں اے نیر اعظم نہیں

اثنائے سفر میں بہت مختصر سامان اپنے ہمراہ رکھتے کلاہ غوثیہ، کرتا اور تہبند یہ آپ کا محبوب و مرغوب لباس تھا جو دوران سفر گرد آلود ہو جاتا تھا آپ اپنی زبان مقدس سے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم خلد آباد پہونچے تو

شب کو ایک شکستہ مسجد میں قیام کا اتفاق ہوا سخت سردی کا موسم تھا پاس ایک ہلکا سا بوسیدہ کمبل تھا کمبل کو مسجد کی چٹائی میں لپیٹ کر سردی سے کچھ بچاؤ کیا تھوڑی دیر کے بعد بچھو نے ڈنگ ماردی تکلیف کی وجہ سے تمام رات مسجد کے صحن میں ٹہلتے رہے فجر سے قبل خون کے دست شروع ہو گئے نماز فجر کے بعد مسجد کے امام صاحب نے حالت دیکھی تو آبدیدہ ہو گئے انہوں نے دوا پیش کی جس سے درد اور دست میں کمی واقع ہوئی سکون حاصل ہوا مگر اس حالت میں بھی آپ نے سفر جاری رکھا مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے گلبرگہ شریف میں حضرت خواجہ مخدوم بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کے مزار مقدس کی حاضری سے شرف یاب ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم گلبرگہ پہنچے تو یہاں بھی سردی کا وہی عالم تھا اور ہمارے پاس وہی پھٹا پرانا کمبل تھا کچھ ہی دیر کے بعد ایک صاحب نیا قیمتی اور بہترین قسم کا کمبل لائے اور بہت اصرار کیا کہ آپ اس کمبل کو قبول فرمائیں آپ نے فرمایا کہ آج تو ہم کمبل نہ لیں گے ہاں کل یا کسی اور روز ہم ضرور قبول کرلیں گے۔

آپ نے شب کو مزار مقدس پر حاضری دی اور حضرت خواجہ مخدوم بندہ نواز سے عرض کیا حضور ہم اتنی دور سے یہاں کمبل لینے نہیں آئے ہیں جو چیز لینے آئے ہیں آپ وہ عطا فرمائیے فرماتے ہیں کہ یہ عرض کرتے ہی یکایک ایسا محسوس ہوا کہ قلب میں ایک دریا موجیں مار رہا ہے، اور وہ سب کچھ اس دربار سے مل گیا جس کے لئے ہم حاضر ہوئے تھے۔

دوسرے روز پھر وہی صاحب کمبل لے کر حاضر ہوئے۔ فرمایا! لائیے اب میں آپ کا کمبل ضرور قبول کروں گا آپ نے ان صاحب سے وہ کمبل لے لی مزار اقدس کے احاطہ میں محفل سماع ہوئی آپ نے اس وقت وہ کمبل اتار کر قوال کو دیدی اور وہاں سے رخصت ہو کر مختلف مقام و دیار کی سیاحت فرماتے ہوئے دربار سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی عطائے رسول رضی اللہ عنہ اجمیر شریف میں قدمبوس ہوئے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے پیر و مرشد قبلہ عالم حضور سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم مولانا شاہ عبدالحی قدس سرہٗ العزیز اجمیر شریف میں قیام پذیر تھے آپ کی سفر کرتے ہوئے اجمیر شریف میں وارد ہوئے اور آستانہ مقدسہ کے قریب ہی ایک حجرہ میں قیام پذیر ہو گئے آپ کے پیر و مرشد ایسے وقت میں ان کی قیام گاہ تک پہنچے کہ آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے لوگوں کو حلیہ بتاتے ہوئے آپ نے استفسار فرمایا کہ اس شکل و صورت کے ایک صاحب یہاں مقیم ہیں ان کا سامان سفر کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جن کے بارے میں آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں ان کے پاس سامان سفر تو کیا صرف ایک پھٹا پرانا کمبل ہے اور وہ اپنی کملی کمبل اپنے ساتھ رکھتے ہیں ہاں ان کا ایک جھولا یہاں رکھا ہوا ہے چاہیے تو آپ اسے دیکھ سکتے ہیں آپ کے مرشد برحق بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس جھولے کو کھول کر دیکھا تو اس میں صرف نعلین چوبی تھا اس کے سوا اور کچھ نہ تھا یہ دیکھ کر آپ کے مرشد برحق حضور

سیدنا فخر العارفین علیہ الرحمہ رو پڑے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ نے جیسی ریاضت و مجاہدہ اور ہمارے حکم کی تعمیل کی اور ہماری کامل اتباع کا حق ادا کیا اس طرح ہمارے کسی اور مرید وخلیفہ سے ممکن نہ ہو سکا انہوں نے ہماری وبزرگان دین کی ہدایات کو مکمل اور صحیح طریقہ سے سمجھا اور اس پر عمل کیا۔

عشقم کہ در دو کون مکانم پدید نیست　　عنقائے مغربم کہ نشانم پدید نیست

زابرو و غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام　　منگر بدیں کہ تیروں کمانم پدید نیست

میں وہ عشق ہوں جو کون و مکان میں ظاہر نہیں ہے میں وہ عنقائے مغرب ہوں جس کا کہیں نشان نہیں ملتا، میں نے اپنے ناز و ادا سے دونوں جہاں کو شکار کر لیا ہے یہ نہ دیکھ کہ میرے تیر و کمان کہیں نظر نہیں آتے۔

چوں آفتاب در رخ ہر ذرہ ظاہرم　　وز غایت ظہور عیانم پدید نیست

میں آفتاب کی طرح ہر ذرہ میں چمک رہا ہوں لیکن کمال ظہور کی وجہ سے میرا ظاہر ہونا نظر نہیں آتا۔

آپ کے پیر و مرشد نے لوگوں سے فرمایا کہ ان کا سامان سفر دیکھنے کا سبب یہ تھا کہ ہمارے ایک بنگالی مرید بہت زیادہ سامان و توشہ کے ساتھ اجمیر شریف حاضر ہوتے ہیں خورد و نوش کے سامان کے علاوہ بستر تکیہ چادر و کمبل اور کئی جوڑے کپڑے صدری و رومال اور نہ جانے کیا کیا سامان اپنے ساتھ رکھتے ہیں مجھے یہ گمان گذرا کہ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ کے پاس بھی سامان سفر خوب ہوگا مگر یہاں تو صرف اللہ کا نام ہے اور بس۔

آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گذاروں　　دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو!

ہو ہاتھ کا سرہانا سبزہ کا ہو بچھونا　　شرمائے جس سے جلوت خلوت میں وہ ادا ہو

آپ کے مرشد برحق حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم اجمیر شریف سے رخصت ہو کر دہلی پہنچے تو حضرت خواجہ نبی رضا شاہ ہمارے ہمراہ تھے ایک روز وہ کچھ ضروری سامان خریدنے بازار گئے ہوئے تھے ان کی غیر موجودگی میں دہلی کے ایک معزز و معمر شخص ملاقات کی غرض سے ہمارے پاس تشریف لائے دوران گفتگو میں انہوں نے ذکر کیا کہ آج میں نے بازار میں ایک فرشتہ صفت درویش کو دیکھا وہ بڑے ہی صاحب مرتبہ اور اعلیٰ ترین بزرگ معلوم ہوئے ان میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا وہ ہر طرح آپکی تعریف و توصیف میں رطب اللسان تھے معاً آپ بازار سے سامان لے کر واپس تشریف لائے نگاہ پڑتے ہی وہ صاحب بیساختہ پکار اٹھے کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جن کی تعریف و توصیف میں بیان کر رہا تھا۔ آپ کے مرشد برحق نے فرمایا یقیناً یہ تعریف کے لائق ہیں اور حقیقتاً ان میں

ذرہ برابر کوئی تصنع اور و بناوٹ نہیں ہے اور یہ ہم سے کمال حسن عقیدت رکھتے ہیں۔

در عشق اگر ز وصف مسلوب شوی　　اندر گذری ز خویش و محبوب شوی

اگر تو عشق میں اپنی صفات سے چھوٹ جائے تو تیری خودی باقی نہ رہے اور تو خود ہی محبوب بن جائے۔

ایک مرتبہ آپ کالی پور تشریف فرما ہوئے اور معمول سے کچھ زیادہ کھانا تناول فرمایا حضرت قبلہ فخر العارفین علیہ الرحمہ کے استفسار پر آپ نے عرض کیا کہ ہم پورے ایک سال سے سندر بن کے جنگلوں میں تھے وہاں صرف صحرائی درختوں کے پھل اور پتوں پر گذرارہ کیا آج پورے ایک سال کے بعد کھانا کھانے کا اتفاق ہوا اس واسطے معمول سے کچھ زیادہ ہو گیا، حالانکہ یہ زیادتی ایسی نہ تھی دو ایک لقمہ سے زیادہ نہ کھایا تھا مگر اس کو بھی زیادہ خیال فرمایا۔

حضرت سیدنا سلطان العارفین محبوب فخر العارفین خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف داوا میاں قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاہدات عبادات و ریاضات کی کثرت اس قدر ہے کہ اس کو لفظوں میں بیان کرنا دشوار ہے۔

الحاصل آپ کے پیر و مرشد نے بیعت سے مشرف ہونے کے بعد چند سال کے اندر ہی آپ کے کمالات روحانی و تعلق ربانی کو دیکھ کر قطب العالم مخدوم جہاں وارث علوم انبیاء حضرت شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی عرس مقدس کے مبارک موقع پر باشارات غیبی خلافت و اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں اب بہت بڑی ذمہ داری عطا کی گئی ہے اسے حتی المقدور نبھانے کی سعی کرنا اور بندگان خدا کی فائدہ کے لئے سخت سے سخت مجاہدہ و ریاضت سے دریغ نہ کرنا اور اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کی حصول میں ہمہ تن مشغول رہنا خلافت و اجازت مرحمت ہونے کے بعد آپ کے اپنے مرشد برحق حضور سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم مولانا الشاہ محمد عبدالحی قدس اللہ سرہ العزیز کے ہمراہ مرزا کھیل سے اجمیر تشریف لائے اور حضور کی خصوصی توجہ سے بارگاہ غریب نواز حضرت خواجہ مخدوم معین الدین چشتی سنجری عطائے رسول سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بذریعہ سجادہ نشین درگاہ شریف عمامہ شریف عطا ہوا۔

آپ کے شفیق ماموں جان قبلہ محمد علی رضا خاں ریاست باگلی میں انسپکٹر آف پولس کے عہدہ پر ملازم تھے اور اس وقت راجہ صاحب باگلی کی مصاحبت میں گوالیار کے باشندہ نور محمد نامی بھی ملازم تھے ان کا معمول تھا کہ ہر سال بلا ناغہ عرس شریف کے مبارک موقعہ پر اجمیر شریف میں حاضری دیا کرتے تھے، ایک سال جب اجمیر شریف حاضری دے کر واپس ہوئے تو ہم سے یہ واقعہ بیان کیا کہ چھ اور سات رجب شریف کی درمیانی شب میں تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر مشرقی دروازہ کے سامنے مولسری کی درخت کے سایہ میں اور اد و ظائف میں مشغول تھا کہ عالم بیداری میں دیکھا ایک بزرگ نہایت

خوبصورت وطویل القامت مشرقی دروازہ سے گذر کر مزار اقدس پر تشریف لائے اور باآواز بلند سلام عرض کیا، یکا یک خود بخود دروازہ کھل گیا اور اندر سے ایک نورانی ہاتھ بلند ہوا اور کوئی چمک دار چیز ان بزرگ کے ہاتھ میں دے کر غائب ہو گیا اور پھر دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان بزرگ نے مع اپنے ہمراہیوں کے بارگاہ غریب نواز سے واپسی کی اجازت طلب کی جو کہ عطا ہو گئی اور آستانہ عالیہ پر قدمبوس ہو کر وہ بزرگ میری طرف سے گذرے میں یہ عجیب وغریب کرشمہ دیکھ کر حیران وششدر رہ گیا جلدی سے قدم بوس ہوا اور ان کا نام ومقام دریافت کر کے دعا کا طالب ہوا ان بزرگ نے محمد نبی رضا اور رامپور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہم تمہارے واسطے دعا کریں گے یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے اور نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

بارگاہ سلطان الہند غریب نواز قدس سرہٗ سے یہ خلعت حاصل فرمانے والے کوئی اور نہیں حضور سلطان العاشقین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم شہنشاہ محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔

لقب اسد جہانگیری کی وجہ تسمیہ

حضور سلطان العاشقین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف دادامیاں) رحمۃ اللہ علیہ کو اسد جہانگیری کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جس معنی جہانگیری شیر کے ہیں اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور قطب العالم شیخ الشیوخ مخدوم شاہ عبد الحق ردولوی علیہ الرحمہ کی عرس مقدس کے موقع پر حضور قبلہ عالم اور آپکے پیر بھائی عالی جناب حافظ مقبول احمد صاحب بنارسی ایک حجرہ میں مقیم تھے انہیں تہجد کیوقت کوئی ضرورت پیش آ گئی اور وہ حجرہ سے باہر نکل آئے ضرورت سے فراغت کے بعد جب وہ واپس تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو حجرہ کے اندر ایک عجیب منظر دکھائی دیا کہ ایک شیر ببر بیٹھا ہوا ہے یہ منظر دیکھتے ہی حافظ صاحب حواس باختہ ہو گئے اور اس قدر رعب غالب ہوا کہ سارا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا خوف وگھبراہٹ کے عالم میں ادھر ادھر نگاہ دوڑاتے رہے جب کچھ زیادہ پریشان ہوا تھے تو آپ نے آواز دی کہ حافظ صاحب ڈرو نہیں ہم یہاں (حجرہ میں) موجود ہیں جب حافظ صاحب کے اوسان درست ہوئے تو حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا آپ نے مسرور ہو کر ارشاد فرمایا کہ درحقیقت محمد نبی رضا شاہ سلسلہ جہانگیری کے اسد ہیں اس روز سے آپ کا خطاب اسد جہانگیری ہو گیا۔

کرامات وفیوض وبرکات

(۱) قصبہ شاہی میں آپ کی ایک مریدہ تھیں جن پر عرصہ بیس سال سے جن کا اثر تھا جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں مبتلا تھیں ایک روز جب کہ وہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھیں اچانک زوردار قہقہہ لگانا شروع کیا اور بے باکانہ گفتگو کرخت لہجہ میں شروع کردی آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہ وہی جن کا اثر ہے آپ نے جن کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا تم کو معلوم نہیں؟ کہ اس وقت تم کہاں ہو اور کس سے مخاطب ہو خیریت اسی میں ہے کہ تم اس کا پیچھا چھوڑ دو ورنہ سود وزیاں کے تم ذمہ دار ہو، اتنا سنتے ہی وہ جن ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا اس واقعہ کے بعد وہ بارہ سال زندہ رہیں مگر پھر کبھی ان پر جن کا اثر نہیں ہوا۔

(۲) ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت میاں رنگیلے شاہ صاحب (مرید وخلیفہ حضرت میاں مستان شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کو قبض کی شدید شکایت ہوگئی حالت نہایت ابتر ہوگئی بے چینی حد سے بڑھ گئی کسی پہلو چین نہیں تھا اسی حالت میں آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی؟ حضور رحم فرمائیے" ورنہ میں خودکشی پر آمادہ ہو جاؤں گا آپ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا غم نہ کرو اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرمائے گا اور اپنی جھوٹی چائے ایک گھونٹ عطا فرمائی جس کے پیتے ہی قبض کی شکایت ختم ہوگئی، کچھ عرصہ بعد ان کی طاقت وتوانائی دوچند ہوگئی پھر تو رنگیلے شاہ کی عقیدت اس قدر پختہ اور مضبوط ہوگئی کہ ہر معاملہ میں حضرت سے رجوع فرمایا کرتے اور اس قدر آپ سے محبت کرنے لگے کہ ہر محفل میں ان کی زبان پر آپ ہی کا تذکرہ ہوتا اور حضرت کے بعد وصال شریف ہر سال عرس مقدس میں لکھنؤ حاضر ہوا کرتے اور فیوض وبرکات حاصل فرماتے حضرت رنگیلے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۳ رشعبان المعظم ۱۳۶۹ھ میں محلہ سنگ ستون شہر رامپور میں ہوا وہیں ان کا مزار پرانوار ہے۔

(۳) ایک مرتبہ نگریا کھاتہ کے باشندہ جناب غلام حیدر صاحب پیچش کی مرض میں مبتلا ہوگئے بہت دوا علاج کیا، مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا زندگی سے مایوس وناامید ہوگئے خیال آیا کہ حضرت کی بارگاہ میں چلنا چاہئے شاید وہاں سے شفاء حاصل ہو جائے اس خیال سے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اسی وقت کسی معتقد شخص نے آپ کی خدمت اقدس میں بھنے ہوئے مکا کی لاوا پیش کی آپ نے غلام حیدر لاوا مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہاری یہ دوا حاضر ہے۔ بس اسے کھالو انشاء اللہ آرام ہو جائے گا حضرت کا عطا کردہ لاوا کھاتے ہی غلام حیدر صاحب کا مرض ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا

اور وہ چاق و چوبند ہو کر نہایت خوشی کے ساتھ اپنے مکان تشریف لائے اور تا زندگی پھر کبھی اس مرض میں مبتلا نہ ہوئے۔

(۴) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی صاحب موصوف آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے دوران گفتگو عرض کرنے لگے حضرت لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت پیران پیر محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ فرمادیا کرتے تھے یہ بات ہمارے سمجھ میں نہیں آتی مولوی صاحب موصوف کے اس اعتراض پر آپ کو جوش آگیا اسی عالم میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ اب بھی ہزاروں اور لاکھوں مردوں کو زندہ کر رہے ہیں اور قیامت تک زندہ کرتے رہیں گے یہ ارشاد فرماتے ہی مولوی صاحب موصوف میں ایسی تڑپ پیدا ہوئی کہ دیر تک وہ زمین پر ماہی بے آب کے مانند تڑپتے رہے جب ہوش بجا ہوئے تو اسی وقت اپنے فاسد خیالات سے توبہ کی۔

(۵) ایک مرتبہ حضرت مولانا علی احمد صاحب کے یہاں حضور والا کی دعوت طعام کا اہتمام کیا گیا، واقعہ یہ ہے کہ جس وقت مولانا نے دعوت کی درخواست کی اس وقت آپ کے پاس صرف چار پانچ لوگ تھے یہ سوچ کر آٹھ دس لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا گیا، مگر جس وقت شریک دعوت ہونے کی غرض سے حضرت تشریف لیجانے لگے تو آپ کے ہمراہ رفتہ رفتہ ایک سو سے زائد لوگوں کا اجتماع ہوگیا یہ حال دیکھ کر مولانا کچھ پریشان سے ہوگئے مولانا کی یہ کیفیت دیکھ کر حضور والا نے ارشاد فرمایا تم مطمئن رہو کچھ اندیشہ مت کرو بس ہمارے حصے کا کھانا ہم کو دیدو ہم خود آپس میں تقسیم کرلیں گے کھانا حضور میں پیش کیا گیا، آپ نے اپنا رومال شریف کاندھے سے اتار کر دیگچی پر ڈال دیا، اور فرمایا سب کو کھلانا شروع کرو سب نے کھانا شروع کیا ایک سو سے زائد لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بھی کھانا ختم نہ ہوا دیگچی پہلے کی طرح جوش مار رہی تھی، ارشاد ہوا مولانا لیجاؤ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو کھلادو سب کو کھلانے کے باوجود دیگچی میں کھانا بچ رہا، اس قسم کے صدہا واقعات لکھنؤ و اطراف لکھنؤ میں روزانہ پیش آتے تھے جس کا مشاہدہ لوگ اپنی ماتھے کی آنکھوں سے کرتے تھے اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ میزبان یہ دیکھ کر جاتا کہ حضرت کے پاس چند لوگ موجود ہیں اور بس یہی لوگ شریک دعوت ہوں گے اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ آٹھ دس لوگوں کے واسطے کھانا تیار کراتا مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا، آپ کے ہمراہ کثیر تعداد میں لوگ تو جاتے ہی اور تشریف لے جانے کے بعد جو لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ان کو جب معلوم ہوتا کہ حضرت فلاں شخص کے یہاں تشریف لے گئے ہیں لہٰذا دیدار فیض آثار سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے کشاں کشاں لوگ پہنچ جاتے جن کی تعداد کثیر ہوتی تھی اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جتنے لوگ بھی بوقت طعام موجود

ہوتے سب کو اپنے ساتھ شریک طعام فرما لیتے، اور آپ کی دعا کی برکت سے قلیل کھانا سب کو کفایت کر جاتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قلت کثرت میں تبدیل ہو جاتی اور حضرت کی یہ کرامت ظاہر ہو جاتی کہ تھوڑا سا کھانا سینکڑوں لوگوں کے واسطے کافی ہو جاتا ہے۔

تیرے کرم سے مالک ہے کون شئے ملی نہیں
جھولی ہماری تنگ ہے تیرے یہاں کمی نہیں

(۶) چھیلا خان صاحب کی زمینداری مشترکہ ضلع رائے بریلی کے علاقہ میں تھی اور سکونت رامپور میں تھی دیگر شرکاء ضلع بریلی کے باشندہ تھے، اور ان کا حصہ بھی چھیلا خان سے کچھ زیادہ تھا خان صاحب بہت حیران و پریشان تھے اس جائداد سے بالکل ناامید ہو گئے تھے سوچا کہ حضرت کی خدمت بابرکت میں چل کر عرض کرتے ہیں شاید تقدیر یاوری کرے اور مجھے انصاف مل جائے، آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے آپ نے فرمایا جاؤ ہم دعا کرتے ہیں انشاء اللہ سرفرازی تمہاری ہو گی چنانچہ جب مقدمہ حاکم کے روبرو پیش ہوا تو اول پیشی ہی میں چھیلا خان صاحب کی نمبرداری کا حکم ہو گیا خان صاحب بہت مشکور ہوئے۔

(۷) ایک مرتبہ ایک ضعیفہ عورت آپکی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوئی اور اس نے رو رو کر عرض کیا حضور! میں نے مدت العمر میں اپنی تجہیز و تکفین کے لئے ایک اشرفی جمع کی تھی، ایک ہفتہ قبل وہ اشرفی کہیں گم ہو گئی؟ میں نہایت غریب و مفلس ہوں، بعد مردن کس طرح کفن دفن کا انتظام ہو گا آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی ہوں آپ دستگیری فرمائیں آپ نے قدرے توقف کے بعد ارشاد فرمایا بڑی بی تم اپنے مکان کے صدر دروازہ پر کیوں نہیں تلاش کرتیں جاؤ وہاں دیکھو یہ سن کر ضعیفہ وہاں سے چلی آئی تھوڑی دیر کے بعد حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگی، کہ یہاں سے واپسی کے بعد میں اپنے گھر پہنچی گھر کے اندر سے باہر نکل رہی تھی کہ اچانک صدر دروازہ کی چوکھٹ سے ٹھوکر لگی اور میں گر گئی جب سنبھل کر اٹھی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ گمشدہ اشرفی میری نگاہوں کے سامنے پڑی ہوئی ہے حضور آپ کی برکت سے میری گمشدہ اشرفی مل گئی اب مجھے کوئی فکر نہیں۔

(۸) ایک مرتبہ حضور قبلہ خشکی کے راستہ سے شاہ گڈھ تشریف لے جا رہے تھے چھیلا خاں صاحب ہمراہ تھے انہوں نے راستہ کے کھانے کا انتظام کر کے ایک ناشتہ دان میں بھرا حضرت نے فرمایا! چھیلا ان خاں کیا کرو گے اپنے ساتھ کھانا لیجا کر راستہ میں کھانے کی کمی نہ ہو گی، بہت ملے گا چنانچہ حضرت کے فرمان کے مطابق ہوا قصبہ بھینسوڑی شریف سے ابھی

تقریباً چودہ پندرہ میل راستہ طے ہوا تھا موضع جواہر پور کے قریب آتے ہی نہ جانے کس طرح بستی کے لوگوں کو اطلاع ہوگئی اور حضرت کی سواری کے پاس معززین استقبال کے لئے حاضر ہوگئے اور ان لوگوں نے بہت التجا و منت کے ساتھ اصرار کیا کہ حضور ہمارے یہاں تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا اتنے دلوں کو کس طرح غمگین کیا جا سکتا ہے؟ آپ ان کے ہمراہ تشریف لے جانے کے لئے تیار ہوگئے، وہ لوگ نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ حضرت کو مکان پر لے گئے اور خوب خاطر تواضع کی، بعد تناول طعام حضرت نے چھیلا خاں سے فرمایا اب اپنا کھانا راستے میں کسی غریب و فقیر کو دے دینا آگے کے سفر میں بھی اللہ وکیل و کفیل ہے بس اس کی ذات پر توکل بندے کے لئے کافی ہے، یہ فرما کر آگے سفر کا قصد فرمایا۔

(۹) ایک مرتبہ حضور قبلہ نے چھیلان خاں صاحب سے از راہ محبت دیوان حافظ کی غزل پڑھنے کو ارشاد فرمایا حکم سنتے ہی چھیلا خاں صاحب کا رنگ زرد پڑ گیا، خیال کیا کہ مجھے صحیح اردو پڑھنے پر قدرت نہیں اور دیوان حافظ تو مکمل دقیق فارسی میں ہے کس طرح پڑھ سکوں گا عرض کیا حضور میں بہت معذور ہوں، میری استعداد فارسی میں کچھ نہیں ہے؟ حضرت نے فرمایا پڑھو ضرور پڑھ سکو گے، اور چھیلا خان صاحب کے سینہ پر دست مبارک مس فرما دیا ایک پل بھی نہیں گذرا تھا، کہ ان کی استعداد فارسی میں ایسی ہوگئی جیسے کسی منتہی کی استعداد ہوتی ہے اب صرف دیوان حافظ ہی نہیں فارسی زبان میں اچھی خاصی گفتگو کرنے لگے، اور بہت دقیق فارسی بھی ان کے لئے نہایت آسان ہوگئی۔

ایک روز حضرت سید ابوالحسن شاہ بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے مریدوں کے مجمع میں فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کی فقیری و درویشی، پیری و مریدی کا عروج اس وجہ سے ہوا کہ عالم فاضل و خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانی لحاظ سے بھی معزز ہیں۔ کسی شخص نے حضرت قبلہ کے روبرو تذکرہ کیا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا میر صاحب سمجھے نہیں اس میں کسی وجاہت دولتمندی، خوبصورتی، علوم ظاہری و قومیت کی ضرورت نہیں ہے نہ اس کا کوئی کام ہے، یہ تو ایک نسبتی معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطا فرما دے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۱۰) ضلع رامپور محلہ قدیم گنج میں سکونت پذیر اپنے مرید سعید، جناب عزیز اللہ خاں عرف بھورا خانصاحب منصرم فیل خانہ کے مکان پر آپ قیام پذیر تھے، جناب صاحبزادہ چھٹن میاں صاحب بہادر حضرت کی تشریف آوری کی خبر پا کر بغرض زیارت حاضر ہوئے شرف زیارت کے بعد اپنے دولت خانہ پر لیجانے کے انتہائی کوشش کی حضور قبلہ نے ان کے

مکان پر جانے سے صاف انکار کر دیا، کیونکہ آپ امیروں اور رئیسوں کے یہاں جانا پسند نہیں فرماتے تھے ایک غریب کو تو یہ حق حاصل تھا کہ جب چاہے اور جہاں چاہے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ لے جائے مگر کسی امیر، کبیر کو ہرگز اجازت نہ تھی کہ وہ اپنے یہاں جانے کے لئے آپ سے اصرار کرے جب ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی تو صاحب زادہ صاحب نے حضرت سے توجہ کی درخواست کی آپ نے انہیں سامنے بٹھا کر ایک لحہ کیلئے توجہ سے سرفراز فرمایا، جس کے اثر سے پورے دو گھنٹے تک صاحبزداہ صاحب بیہوش رہے، انہیں دنیا ومافیہا کی ہرگز خبر نہ تھی ہوش میں آتے ہی تڑپ پیدا ہوئی اور وہ گھنٹوں تڑپا کئے حضرت کی نگاہ کرم سے حواس درست ہوئے پھر وہ اپنے مکان واپس ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہم سینکڑوں درویشوں سے ملے، اور بہت سے فقیروں سے توجہ لی، مگر ایسی زبردست توجہ ہم نے کسی میں نہیں دیکھی۔

دریں حسرت سراعمریست افسون جرس دارم زفیض دل طپیدن ہاخروش بے نفس دارم

(۱۱) ایک مرتبہ پیران کلیر شریف میں حضور قبلہ عالم کو بہت زور سے حال ہوا، اور آپ نے سوائے تہبند شریف کے تمام لباس اور زرنقد واموال قوالوں کو نذر کر دیا اور چند روز کے بعد ۱۹۰۳ء میں حضور قبلہ سیدنا فخر العارفین چاٹگامی رضی اللہ عنہ اجمیر تشریف لے گئے، وہاں سے دہلی واپس ہوتے ہوئے رام پور و بھینسوڑی شریف تشریف لے گئے، آپ اپنے پیرو مرشد کے ہمراہ تھے دس روز رامپور اور پندرہ روز قصبہ بھینسوڑی شریف میں رونق افروز رہے قصبہ کے باشندگان اکثر مرد مان حضرت سیدنا فخر العارفین رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت وحلقہ بگوش ہوئے۔

(۱۲) حضور سیدنا فخر العارفین مولانا عبدالحی شاہ چاٹگامی قدس اللہ سرہ العزیز نہایت غرباء پرور منکر المزاج تھے فقیری ودرویشی کا اظہار کرنا ممکن موقعہ پر بھی پسند نہ فرماتے تھے اس لئے اجمیر شریف میں آپ عوام کے ساتھ کھڑے ہو کر سماع سن لیا کرتے حلقہ مشائخ میں نہ بیٹھتے اسی معمول کے ساتھ ایک دفعہ آپ سماع سماعت فرما رہے تھے اور آپ کے محبوب مرید وجاں نثار خلیفہ حضور سیدنا خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز اندرون مجلس خانہ حلقہ مشائخ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کی نظر آپ پر پڑی اور وہ از خود رفتہ وبیتابانہ آپ تک پہونچے اور آپ کے قدموں پر گر گئے حضرت مخدوم محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر دلعزیز بنا دیا تھا اور پیر و مرشد کے توجہ خاص اور دعاؤں کی برکت سے عوام ہی نہیں بڑے بڑے مشائخ عظام آپ کی تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے اور مشائخ حضرات آپ کو نہایت التجاء واصرار کے ساتھ اندرون مجلس خانہ جائے ممتاز پر جگہ دیتے تھے اب جو اتنے بڑے شیخ وقت کو حضور سیدنا فخر العارفین قدس

سرہٗ کے قدموں پر دیکھا تو حیران وششدر رہ گئے کہ اس دنیاوی لباس میں پوشیدہ یہ کون بزرگ ہیں کہ ایسے ایسے مشائخ زمانہ جن کی تعظیم بجالاتے ہیں آقائی مرشدی ومولائی حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ نے لوگوں سے فرمایا اے لوگوں یہ ہستی جو تمہارے سامنے جلوہ نما ہے وہ مقدس ہستی ہے کہ جن کا اک زمانہ غلام ہے اور میں بھی آپ کے ادنیٰ غلاموں میں سے ہوں آپ ہی میرے آقا ومولیٰ ہیں۔

دل وجانم فدائے نامش باد

تب لوگوں نے آپ کو جانا کہ جن کے مرید وخادم حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم بزرگ ومقتدر روحانی پیشوا ایسے لوگ ہوں گے تو خود آپ کیا ہوں گے۔ (ماخوذ از سیرت فخر العارفین ۷۹،۸۰ء)

حضور سیدنا فخر العارفین رضی اللہ عنہ نے اجمیر شریف میں کمال احترام اور لطیف ناز کے خیال کا اظہار فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور پیران عظام کی خوشنودی ورضا سے یہ صلہ عطا فرمایا کہ آپ کے خلیفہ اعظم حضور خواجہ مخدوم نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ توسط سے اجمیر شریف اور نواح اجمیر شریف میں اس سلسلہ عالیہ کی از بس ترقی ہوئی اور ہوتی چلی گئی اور اللہ جل شانہٗ نے ایسا نوازا اور ایسا عروج عطا فرمایا کہ آج ہزار ہا بندگان خدا یہاں سے فیضیاب سلسلہ عالیہ ہورہے ہیں اور لاکھوں عقیدت کیش اور حلقہ بگوش اس خطے میں نظر آتے ہیں۔

صبر ضبط کی بہترین مثال

حضور قبلہ عالم محبوب فخر العارفین اسد جہانگیری حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف ددامیاں) قدس سرہٗ العزیز نے اس قدر فقید المثال صبر وضبط کا مظاہرہ فرمایا کہ دور دور تک اس کی مثال ڈھونڈے نہیں ملتی چنانچہ آپ کے حالات پاک میں مرقوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو فرزند ارجمند کی دولت سے نوازا اور جب آپ کے صاحبزادہ محترم نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا اور عمر مبارک چودہ سال کی ہوئی تو اچانک آپ واصل الی اللہ ہوگئے واقعہ اس طرح ہے کہ آپ کی حرم محترم اپنے نور نظر کے ہمراہ گلبرگہ شریف حضور سیدنا مخدوم گیسودراز بندہ نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آستانہ مقدسہ پر حاضری کی غرض سے تشریف لے گئیں تو اچانک وہاں پہنچ کر صاحبزادہ محترم کی طبیعت علیل ہوگئی اور آپ کو دست کی شکایت ہوگئی اسی مرض میں آپ کی وفات ہوگئی اور آپ کی حرم محترم اس صدمہ جانگاہ سے بہت رنجیدہ ومغموم ہوگئیں اور پردیس میں آپ کی دولت لٹ گئی عالم بیکسی وبے بسی میں صبر کا پتھر رکھ کر وطن واپس ہوئیں آپ کی واپسی سے پیشتر یہ خبر

پھیل گئی کہ محمد سلطان رضا شاہ کا گلبرگہ شریف میں وصال ہو گیا حضور قبلہ عالم نے اپنے لخت جگر کا نام نامی و اسم گرامی محمد سلطان رضا شاہ رکھا تھا جب وفات شریف کی خبر حضور قبلہ عالم کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ ایک سلطان شاہ کے لئے مغموم و اشکبار ہیں ہمارے یہاں تو بیسوں سلطان شاہ پیدا ہوں گے یہ واضح اشارہ سلسلہ عالیہ کا ہر چہار جانب پھیلنے کا تھا جس کا ظہور آج آنکھوں سے دیکھنے کو مل رہا ہے۔

خبر وفات سن کر آپ نے اناللہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر ارشاد فرمایا مرضی مولا ھمہ اولیٰ رضینا بالقضا یقیناً صبر کی یہ وہ منزل تھی جس کی مثال دیگر خصوصی افراد میں شاید ہی مل سکے عوام میں ڈھونڈھنا تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

قیام لکھنؤ کے حالات

حضور قبلہ عالم محبوب فخر العارفین سلطان الاولیاء تاج الاصفیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہ العزیز کے مرشد برحق حضور خواجہ مخدوم مولانا عبدالحی شاہ قدس اللہ سرہ العزیز (المعروف سید نا فخر العارفین) کی جانب سے حکم صادر ہوا کہ لکھنؤ کی ولایت تمہارے سپرد کی گئی ہے تم وہاں جاؤ اور خلق اللہ کے ہدایت کی ذمہ داری سنبھالو بحکم پیر آپ لکھنؤ کی جانب سرگرم سفر ہوئے اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت فرماتے ہو جانب منزل روانہ ہو گئے اور لکھنؤ میں پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں مسجد موسومہ محمد خان صدر بازار میں قیام پذیر ہوئے بغرض زیارت آنے والے لوگوں کا ہجوم بڑھتا ہی گیا اور آخر کار آپ فکر میں مبتلا ہو گئے کہ مسجد میں اژدھام اور خاص و عام کی بھیڑ اکٹھا ہونا مناسب نہیں ہے چند روز کے بعد ہی اسٹیشن ماسٹر جناب بابو عبدالعزیز صاحب اپنے جائے قیام واقع صدر بازار لکھنؤ میں نہایت آرزو و التجی کے ساتھ لے جانے کی درخواست کی جسے آپ نے قبول و منظور فرمالیا اور بابو عبدالعزیز صاحب نے کچھ روز بطور مہمان رکھا اور خوب خدمت کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی برکت و دعاؤں سے خوب نوازا اور وہ صاحب حیثیت دولت و ثروت کیساتھ ہر دل عزیز ہو گئے۔ پھر منشی عوض علی صاحب کی التجا و درخواست پر تقریباً ایک سال تک ان کے بالا خانہ پر رونق افروز رہے اور منشی مذکور بھی دینی و دنیوی دولت سے مالا مال ہو گئے ایک سال کے بعد صدر بازار کے نامور شخصیت اور رئیس اکبر جناب محمد نصیر خاں عرف چھنے میاں کے بالاخانہ پر ان کی بیحد التجا و اصرار پر رونق افروز ہوئے اور تا وصال شریف آپ کا یہیں قیام رہا۔ محمد نصیر خاں عرف چھنے میاں نے آپ کے دست راست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور لکھنؤ میں سب سے

زیادہ خدمت کا موقعہ جس ہستی کو ملا وہ چنے میاں ہی کی ذات ہے آپ حضرت قبلہ کے سب سے چہیتے مرید اور محبوب خلیفہ تھے آپ حضرت سے بلا کا عشق رکھتے تھے، اور حضرت قبلہ بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے آپ کی قدوم میمنت لزوم کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں سیأت مبدل بہ حسنات ہو گئے یعنی معصیت وفسق وفجور سے تائب ہو کر لوگوں نے اعمال خیر اختیار کر لیے اس طرح قلیل مدت میں یہاں کے باشندگان میں انقلاب عظیم واقع ہو گیا۔ ہزار ہا بندگان خدا نے داخل سلسلہ ہو کر حضرت کے حلقہ بگوشوں میں شمولیت اختیار کر لی جس کو ایک مرتبہ بھی آپ کی صحبت مبارک نصیب ہو گئی وہ بھول کر معصیت وگناہ اور دیگر بداعمالیوں کے قریب نہ گیا بعض ایسے مے نوشوں کو دیکھا گیا جن کا مشغلہ ہی رات ودن شراب وکباب تھا آپ نے اپنی جھوٹی چائے یا کھانے کی شے عطا فرمائی جسے استعمال کرتے ہی ان کی حالت یکسر بدل گئی اور مے نوشی وغیرہ سے سخت نفرت ہو گئی غرضکہ آپ کی توجہ کی برکت سے بے نمازی شرابی، جواری، ودیگر قسم کے بد کام کرنیوالے صدق دل سے تائب ہو کر متقی نمازی وپابند شرع ہو کر صفوف پرہیز گار میں داخل ہو گئے ہزاروں اور لاکھوں تشنہ کامان بندگان خدا آپ کے دست مبارک سے شراب وحدت پی کر عشق الٰہی میں سرشار ہو گئے اور سب کی زبانوں پر یہ اشعار ہو گئے۔

کچھ ایسی پی ہے ساقی کوثر کے نام کی
خواہش نہیں رہی کسی مے وجام کی

ان کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ تفصیلاً ان کا ذکر بہت دشوار ہے چنانچہ ان میں سے مخصوص حضرات کا ذکر جو دیگر کتب تصوف سے معلوم ہوا کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے اس عظیم ہستی کا نام کہ جس پر حضور قبلہ کی توجہ خاص تھی اور جنہیں حضور کے سلسلہ عالیہ میں سجادہ اول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ آپ کے برادر اصغر حضرت خواجہ الحاج محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز ہیں جن کی حیات طیبہ حضور قبلۂ عالم کے حیات مقدس کی چلتی پھرتی تصویر ہے جنہوں نے اسی حکم پر عمل کیا، اور اسی راستہ کو اختیار فرمایا جن پر آپ کے برادر اکبر اور پیر طریقت واقف رموز اسرار وحقیقت قطب عالم محبوب فخر العارفین حضور سیدنا مخدوم خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز عمل پیرا اور گامزن تھے جنہوں نے سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری کو جلا بخشی، اور ہندوستان سے نکال کر بیرون ممالک تک پہنچا دیا چنانچہ رضائی سلسلہ مقدس کے اب تک جس قدر افراد حلقہ بگوش سلسلہ عالیہ ہیں یہ سب صدقہ ہے حاجی الحرمین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کا جن کا ذکر جمیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے

چل کر قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے، دوسرے حضور قبلہ عالم کی صحبت بابرکت کا زیادہ موقعہ نصیب ہوا ان کا فرمان ہے کہ رات میں جب بھی آنکھ کھلی اور حضور قبلہ کے کمرہ کی جانب نظر گئی تو دیکھا کہ حضرت مصلے پر مشغول عبادت یا مراقب ہیں خان صاحب کا بیان ہے کہ حضور قبلہ عالم میں چار باتیں نہایت ہی عجیب وغریب دیکھیں اول آپ جیسا شکیل وجمیل وجیہہ اور خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا دوم آپ سے زیادہ طویل القامت نہیں دیکھا جب آپ راستہ چلتے تو ہزاروں کے بھیڑ میں بھی آپ سب سے بلند وبالا نظر آتے تیسرے اگر کوئی تحفہ ونذرانہ آپ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرتا تو قبول فرماتے ہی غرباء ومساکین میں تقسیم فرمادیتے کوئی بھی چیز اپنے پاس اٹھا کر نہ رکھتے، چوتھے آپ کی ذات والا میں ایسی زبردست توجہ دیکھی کہ کسی اور میں نظر نہ آئی جس جانب بھی آپ توجہ فرماتے الفت ومحبت مروسروت وشفقت کے چشمے ابلتے ہوئے نظر آتے، اگر کسی ایک مرید پر توجہ فرماتے تو اس جانب کے تمام حضرات یہ سمجھتے کہ حضور والا کی چشم التفات کا مورد میں ہی ہوں بھی یہ سمجھ بیٹھتے کہ حضور قبلہ عالم میری ہی جانب توجہ مبذول فرمائے ہوئے ہیں اور سبھی حاضرین بارگاہ پر آپ کی توجہ کا ورود ہوتا مرید اور غیر مرید کی کوئی تخصیص نہ تھی، ذکر اللہ وضرب کی آواز سے فضاء معطر ہو اٹھتی، اور اس آواز سے مسحور و بے خو ہو جاتے تھے جن حضرات کی زندگی میں حضور قبلہ عالم کی نظر کیمیا اثر سے انقلاب عظیم پیدا ہوا اور آپ کی فیض رحمت سے فیضیاب ہو کر کامل الایمان مسلمان، اور اچھے اخلاق عمدہ اخلاص وعمل خیر کے خوگر ہوئے، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں!!

(۱) حضرت مولانا عبدالشکور شاہ ابوالعلائی جہانگیر رضائی رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضور قبلہ نے تاج خلافت سے نواز کر ہدایت وتلقین کے راہ پر گامزن فرمایا ان کا مزار اقدس لاہور پاکستان میں ہے۔

(۲) حضرت حافظ احمد علی شاہ ابوالعلائی جہانگیری رضائی رحمۃ اللہ علیہ گھسیاری منڈی لکھنؤ۔

(۳) حضرت صوفی عبدالحمید شاہ ابوالعلائی جہانگیری رضائی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس حضر قبلہ عالم کے پائنتی (خانقاہ شاہ رضا لکھنؤ میں ہے۔

(۴) حضرت صوفی محمد خان صاحب علیہ الرحمہ آبائی وطن نصیر آباد ہے۔

(۵) حضرت صوفی محمد نصیر خاں صاحب عرف چنے میاں علیہ الرحمہ ساکن صدر بازار لکھنؤ مزار اقدس حضور قبلہ عالم کے پائنتی خانقاہ شاہ رضا لکھنؤ میں ہے۔

(۶) حضرت ولی دلو خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۷) حضرت صوفی امیر احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۸) حضرت صوفی محمد نواب خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۹) حضرت صوفی محمد وزیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۰) حضرت صوفی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۱) حضرت صوفی عبدالرزاق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۲) حضرت صوفی علاوالدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۳) حضرت صوف محمد امیر خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۴) حضرت صوفی قربان علی شاہ سید رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۵) حضرت صوفی سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۶) حضرت صوفی مولانا فرزند علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۷) حضرت صوفی ہدایت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۸) حضرت صوفی ہدایت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۹) حضرت صوفی عنایت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۰) حضرت صوفی محمد احمد عرف منی شاہ مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱) حضرت صوفی قمر الدین شاہ پنجابی باشندہ ضلع لاہور رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۲) حضرت صوفی شیخ المشائخ سید محمد سخاوت حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۳) حضرت صوفی شیخ المشائخ غلام نبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھینسوڑی شریف علاقہ ریاست رامپور۔

(۲۴) حضرت صوفی شیخ المشائخ میر سید حافظ محمد اسمٰعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف۔

یہ سب کے سب بزرگ ترین ہستیاں ہیں اور ان حضرات سے ہزار ہا بندگان خدا فیضیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں یہ وہ تعداد ہے جن کا ذکر کتب ہائے تصوف میں پایا جاتا ہے اور جن کے متعلق آپ کے برادر خورد اور محبوب و چہیتے مرید و خلیفہ اور آپ کے آستانہ مقدسہ کے سجادہ اول خواجہ مخدوم فخر الاولیاء شاہ محمد عنایت حسن شاہ حاجی الحرمین شریفین قدس اللہ سرہ العزیز نے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے، جسے آپ کی شہرہ آفاق کتاب اعجاز جہانگیری میں دیکھا جا سکتا ہے ان حضرات کے علاوہ

بے شمار افراد جن کو حضور والا کی حلقہ بگوشی کا شرف حاصل ہے، مشرق ومغرب جنوب وشمال علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں جن سے زمانہ حیات میں بھی بندگان خدا فیضیاب ہوتے رہے اور بعد وصال بھی جن کی مزارات سے بارش رحمت خداوندی کے لامتناہی فیض سے بہرہ مند ہو رہے ہیں اور مرادوں سے جھولیاں بھر بھر کر لے جا رہے ہیں، حضور قبلہ کے ایک بہت ہی محبوب مرید وچہیتے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالشکور صاحب لکھنوی علیہ الرحمہ جو سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری رضائی کے بہت ہی معروف ومشہور شخصیت کے مالک ہیں، جن کی خدمات آفتاب نصف النہار کے مانند ظاہر وعیاں ہیں، جن کی ذات اقدس سے لاکھوں بندگان خدا فیضیاب ہیں ان کو پیران عظام کے زیر سایہ رب تعالیٰ نے بہت کچھ نوازا ہے اور دین ودنیا کی دولت سے مالا مال فرمایا ان کی تعلیم وتلقین کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اجمیر شریف ونواح اجمیر شریف، جے پور اودے پور، میواڑ، الور، گجرات، مارواڑ، بمبئی، احمد آباد، حیدرآباد، دکن، کراچی، وملتان (پاکستان) شکارپور، پنجاب، لائل پور، منٹگمری، شاہ پور، ولاہور وغیرہ ہندوستان کا ایک وسیع وعریض علاقہ، مظفر نگر، میرٹھ، نینی تال، الہ آباد، جھانسی کاٹھ گودام، بریلی، دہرہ دون، ہمیر پور اور دیگر علاقہ جات میں ہزار ہا بندگان خدا آپ کے حلقہ بگوش جو حضرت کے جان ودل سے فدائی وجاں نثار ہیں اور سلسلہ عالیہ کے تحفظ وعروج کے لئے ہمیشہ اور ہر حال میں کوشاں ہیں اور بہت سے آپ کے خلفاء افضل وبرتر نفوس سے ہیں وہ سب بندگان خدا کی تعلیم وتلقین میں مصروف ومشغول ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالشکور شاہ صاحب علیہ الرحمہ اپنے پیر ومرشد سیدی آقائی حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی وصال شریف کے بعد نصیر آباد تشریف لے گئے تھے، اور وہیں سے آپ نے سلسلہ عالیہ کی خدمت کا کام انجام دیا تھا

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شکوری خلفاء حضرات :- (۱) حضرت صوفی حق آگاہ نوری شاہ رضائی، شکوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی باکمال بزرگ گذرے ہیں، آپ سے صدہا کرامات ظہور میں آئے آپ نے سلسلہ عالیہ کی بڑی خدمت کی ہے درگاہ وخانقاہ کے سجادہ نشین فی الوقت حضرت صوفی وزیر حسن شاہ ہیں آپ کا مزار اقدس پریل بمبئی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

(۲) حضرت صوفی باصفا پارسی شاہ رضائی، شکوری رحمۃ اللہ علیہ آپ پہلے اہل ہنود کے پیشوا (مہا پنڈت تھے) حضرت مولانا قبلہ عبدالشکور شاہ رضائی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو آپ متاثر اور مسرور ہوئے، اور عرض کی کہ میں آپ کی جیونی (سوانح عمری) لکھوں گا، حضرت مولانا عبدالشکور شاہ قدس سرہ نے فرمایا کہ اس سے مجھے کوئی خوشی حاصل نہ ہوگی اگر تم مجھے خوش دیکھنا چاہتے ہو تو کفر وشرک سے ناطہ توڑ کر اسلام سے رشتہ جوڑ لو یہ جملہ سنتے ہی فوراً آپ مشرف بہ

اسلام ہو گئے اور مرید ہو کر حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔ خاندان والوں کو معلوم ہوا تو آپ کو بہت ستایا، تکلیفیں دیں کہ اسلام سے منحرف ہو جائیں اور آپ کی غلامی ترک فرمادیں مگر آپ دین اسلام اور پیر کی غلامی میں ثابت قدم رہے۔ آپ کا مزار اقدس احمد آباد گجرات میں مرجع خلائق ہے۔

(۳) حضرت صوفی فاضل شاہ رضائی شکوری رحمۃ اللہ علیہ آپ بھی سلسلہ رضائی شکوری کے قابل قدر بزرگ گذرے ہیں آپ نے ملک پاکستان میں سلسلہ ابو العلائیہ جہانگیری کی ترویج واشاعت میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے مزار اقدس کراچی پاکستان میں ہے۔

(۴) حضرت صوفی ہادی علی شاہ رضائی، شکوری رحمۃ اللہ علیہ آپ بھی سلسلہ عالیہ کے جلال القدر بزرگ ہیں مزار پاک کانپور میں ہے اور بہت سے خلفاء حضرات دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں، اور سلسلہ عالیہ کا کام بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

ریاست رامپور کے علاوہ ضلع بریلی ضلع مرادآباد و بجنور، نگینہ وغیرہ کے بکثرت بندگان خدا آپ کے دست حق پرست پر داخل سلسلہ عالیہ ہو کر حلقہ بگوش اور فائز المرام ہوئے جن میں واجد علی خاں صاحب، غلام نبی شاہ صاحب، عزیز اللہ خاں صاحب رامپوری رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ اور عالی جناب جعفر یار خاں صاحب، دلی محمد صاحب، وبلا خان خاص صاحب واصغر علی خاں صاحب سکانان قصبہ شاہی مشہور ومعروف شخصیت کے مالک ہوئے، سید نوشہ حسن صاحب، سید احمد شاہ صاحب، وسید واحد حسن شاہ صاحب باشندگان نگریا سادات حلقہ بگوش سلسلہ عالیہ ہو کر دینی ودنیوی فیض وبرکات سے مالا مال ہوئے اور ہزارہا بندگان خدا وقتاً فوقتاً داخل سلسلہ عالیہ ہوتے رہے اور آپ کے دست راست پر بیعت کر کے برکات دارین سے مستفیض ہوتے رہے۔ دوسرے سال پھر ایام عرس مقدس میں جو کہ آپ کے دادا پیر شہنشاہ اولیا سراج السالکین حضرت خواجہ مخدوم مخلص الرحمٰن شاہ جہانگیر ہدیٰ رضی اللہ عنہ کی وصال پاک کی تاریخ ہے، دربار عالی مرزا کھیل شریف کا سفر اختیار فرمایا یہاں سے رخصت ہو کر ڈھاکہ، بنگال کلکتہ اور چاٹگام وغیرہ سے پورے ایک سال کے بعد واپسی ہوئی حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد المعروف صابر کلیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی بارگاہ مقدس کی آداب واحترام کے پیش نظر رڑکی سے کلیر شریف تک پیادہ پا (پیدل) جانے کا معمول شریف تھا، دس سے چودہ ربیع الاول یا پندرہ ربیع الاول شریف روزہ رکھنے کا معمول شریف تھا روزہ افطار صرف ایک گھونٹ پانی وایک پیالی چائے سے فرماتے اور ایام عرس پاک میں ہمیشہ حضرت مخدوم پاک صابر کلیری علیہ الرحمہ کے سرہانے مراقب رہنے کا معمول شریف تھا، حضرت میاں مستان

شاہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار مقدس حضرت قبلہ شاہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ اندرون شہر رامپور ہے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو کلیر شریف میں مزار اقدس مخدوم پاک کے سرہانے مراقب دیکھا ان کو خواجگی کا مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

قصبہ بھینسوڑی شریف میں قیام کے ایام میں اکثر ذکروفکرومراقبہ میں مصروف ومشغول رہتے حلقہ سماع سے آپ کو زیادہ رغبت تھی آپ کے فیضان صحبت سے ذوق وشوق ومحبت الٰہی کی آگ دلوں میں بھڑک اٹھتی تھی اور بیشمار طالبین مولا واہل حاجت قریب، دلبعید سے بکثرت حاضر ہوتے اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوکر اپنی مرادیں حاصل کرتے اور اپنے مقاصد میں کامیاب وکامران ہوتے۔

عالی جناب حاجی محمد وزیر شاہ صاحب حضور قبلہ عالم سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے حضرت حاجی صاحب ممدوح کی اوقات خدمت کے مواقع پر اکثر وبیشتر حضرت قبلہ سے کرامات کا ظہور صدور ہوا ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور قبلہ عالم نے اپنے پاس سے تمام زور نقد روپیہ، پارچہ جات حضرت حاجی صاحب سے لے کر سب قوالوں کو بخش دیا اس وقت آپ بارگاہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کی عرس مقدس کے موقع پر اجمیر شریف تشریف لائے ہوئے تھے اختتام عرس شریف پر آپ نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ چلو رخصتی کا وقت ہے ہم اسٹیشن چلتے ہیں حاجی صاحب سخت متردد تھے، کہ ریل کے کرایہ کے لئے جیب میں ایک دمڑی نہیں ہے اور حضرت کا حکم سفر کے لئے ہے ایسی حالت میں ہم کس طرح سفر کرسکیں گے لیکن آپ بہت مطمئن ہشاش وبشاش تھے حاجی صاحب کے ہمراہ اسٹیشن تشریف لائے اور مسافر خانہ میں بستر بچھا کر بیٹھ گئے؟ ریل آنے سے کچھ دیر پہلے ایک اجنبی شخص آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، اور آپ سے عرض کرنے لگا حضرت! آپ کو کہاں جانا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا لکھنؤ کچھ دیر کے بعد وہ اجنبی شخص پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اب اس شخص کے ہاتھ میں انٹر کے دو ٹکٹ تھے جو اس نے حاضر کئے اور خود بھی اسی گاڑی میں وہ سوار ہوا، رات میں چائے ناشتہ کھانا وغیرہ اسی اجنبی شخص نے پیش کئے کانپور اسٹیشن پہونچ کر وہ اجنبی شخص عرض کرنے لگا حضور مجھ کو یہیں اترنا ہے اور پانچ روپیہ بطور نذر اس اجنبی شخص نے پیش کئے حضرت نے نذر قبول فرما کر حاجی صاحب کو عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا حاجی صاحب تم بہت فکر مند تھے کہ اجمیر سے واپس ہو رہے ہیں بچوں کے لئے کچھ تحفہ وغیرہ تو چاہئے اجمیر شریف میں نہیں خرید سکے تو یہیں خرید لو حضرت حاجی صاحب آپ سے دریافت کرتے رہے کہ یہ اجنبی شخص کون تھا؟ جس نے نہ اپنا نام بتایا نہ مقام بتایا اور ہماری خدمت کر کے رخصت ہوگیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک بندہ

خدا تھا جو بندہ خدا کی امداد کر کے چلا گیا اس سے کیا سروکار کہ وہ کون تھا اور کیا تھا مقام غوثیت : حضرت صوفی مولان شاہ صاحب جو حضرت شاہ عبداللطیف شاہ ستھن شریف سے مرید تھے رحمۃ اللہ علیہما جن کو حضور قبلہ عالم سے بیحد عقیدت ومحبت تھی اور اکثر حاضری کے لئے لکھنؤ تشریف لایا کرتے تھے بسا اوقات کئی روز تک قیام فرماتے تھے، ان کا بیان ہے کہ ایک روز تہجد کیوقت میں بیدا ہوا تو دیکھا کہ حضور قبلہ کے اعضائے جسم مبارک الگ الگ تھے اس کے بعد کئی مرتبہ ایسا ہی دیکھا حضرت بستر سے الگ ہیں اور آپ کے اعضائے مبارک ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے کمرہ میں الگ الگ پڑے ہیں ایک مقام پر بوقت تہجد جبکہ بالا خانہ پر حضور قبلہ کی خدمت میں میں اکیلا ہی پہنچا اس وقت کمرہ کا دروازہ بند تھا اس لئے میں منتظر دروازہ سے لگ کر خاموش کھڑا ہو گیا اس وقت بھی قبلہ عالم کا یہی حال تھا تھوڑی دیر کے بعد از راہ شفقت ومحبت اندر سے آپ نے آواز دی مولان شاہ سردی بہت ہے باہر کیوں کھڑے ہو؟ اندر آجاؤ۔

حضور قبلہ کے متعلق آپ کے پیر ومرشد کے ارشادات

حضور قبلہ عالم سلطان العارفین، سراج السالکین، محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف دادا میاں) قدس سرہ العزیز کے متعلق آپ کے پیر طریقت حضور قبلہ عالم سلطان الاولیا حضرت مولانا الشاہ خواجہ مخدوم عبدالحی چاٹ گامی قدس سرہ العزیز کے مقدس ارشادات جن سے آپ کی امتیازی شان ظاہر ہوتی ہے ان ارشادات کو آپ کے برادر اصغر پیر طریقت رہبر شریعت واقف اسرار ورموز معرفت وحقیقت حضرت خواجہ مخدوم حاجی الحرمین شریفین محمد عنایت حسن شاہ ابوالعلائی رضائی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمایا، اور یہ کچھ سنا ہوا واقعہ نہیں بلکہ چشم دید مشاہدہ بھی ہے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہ ذی الحجہ شریف ۱۳۲۹ھ میں دربار عالی مرزا خیل شریف جناب حضرت دادا قبلہ عالم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مشرف زیارت ہوا اور تقریباً ڈیڑھ ماہ تک حاضری دربار کی سعادت نصیب ہوئی تھی ان ایام میں حضرت سیدنا فخر العارفین رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کو مخاطب فرما کر ارشاد فرماتے کہ حضرت محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ مرتبہ کے ولی ہیں اور ان میں ہزاروں خصوصیات ہیں، غرضکہ دادا حضور علیہ الرحمہ بڑی تعریف وتوصیف بیان فرماتے اور درمیان تذکرہ آبدیدہ واشکبار ہو جاتے، بسا اوقات رونے واشکبار ہونیکی آواز سنائی دیتی تھی آپ فرماتے ہیں کہ دادا حضور سیدنا فخر العارفین رضی اللہ عنہ میں ہزاروں باتیں جو آپ کی امتیازی شان ظاہر کرتی تھیں ارشا فرمائیں ان میں سے ستائیس سال کے بعد جو یاد رہیں وہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں آپ نے اس حوالہ سے بارہ امتیازی شانیں

قلمبند فرمائیں ہیں وہ سلسلہ وار درج ذیل ہیں۔

پہلا ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' حضرت محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام لکھنؤ حضرت مخدوم شاہ عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی سے ہوا۔

دوسرا ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ کے شاہ ولایت ہیں

تیسرا ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' حضرت خواجہ نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دولت خواجگان کا خزانہ ہے۔

چوتھا ارشاد مبارک سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو مرتبہ قطب دخواجگی حاصل ہے۔

پانچوں ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ ہم نے خواب میں دیکھا کہ لکھنؤ میں عالیشان شاہی عمارت تعمیر ہو رہی ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکانات عالیشان حضرت محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے تیار ہو رہے ہیں تو ہم سمجھ گئے کہ خواجہ محمد نبی رضا شاہ اودھ کے بادشاہ ہیں (کیونکہ محلات وقصر وامارات بادشاہوں کے لئے تیار ہوتے ہیں)

چھٹا ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' ہمارے یہاں ایک نیک بخت بی بی نے خواب میں دیکھا کہ ہم کو (یعنی سیدنا فخر العارفین کو) حضرت محمد نبی رضا شاہ گود میں اٹھا کر ہندوستان لئے جا رہے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ عظیم ملک ہندوستان میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت اور سیدنا فخر العارفین کی تعلیمات وشناخت بوجہ حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ خوب پھیلے گی۔

ساتواں ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' ہم کو عالم رویا میں معلوم ہوا کہ حضرت محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری حرم محترم یعنی صدیقہ اخاتون کی والدہ کے پلنگ پر اس طرح سو رہے ہیں جیسے کوئی بچہ سوتا ہے ہم نے خیال کیا کہ ان کی وفات کا وقت قریب ہے چنانچہ اس خواب کے ایک ماہ کے بعد ان کا وصال ہوگیا (رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

آٹھواں ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین ہمارے یہاں جو جس ارادے سے آیا وہ وہی لے کے گیا دیکھو حضرت محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ جھولا بھر کر فقیری لے گئے، اب جو لوگ یہاں آتے ہیں کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں۔

نواں ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' ہماری باتوں (تعلیمات وہدایات) کو جس طرح محمد نبی رضا

شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا اس طرح اور کسی مرید نے نہیں سمجھا نہ اس کی سمجھ میں آیا ان کو ہماری فنائیت کامل حاصل ہو گئی، اگر ان کو چیرا جائے تو ہم نکلیں گے اور اگر ہم کو چیرا جائے تو وہ نکلیں گے۔

دسواں ارشاد مبارک حضرت سید فخر العارفین قدس سرہ' حضرت محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کامیاب ہو گئے۔

گیارہواں ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' ایک مدت تک حضرت نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے موئے سر (یعنی سر کے بال مبارک) اس لئے کندھوں تک دراز رکھتے تھے کہ سر کے بالوں سے وہ ہمارے حضرت پیر ومرشد (حضرت مخلص الرحمٰن شاہ جہانگیر ہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ) کے روضہ منورہ کی صفائی کیا کرتے تھے۔

بارہواں ارشاد مبارک حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ رحمۃ للہ علیہ کو حضرت مخدوم ملک شاہ عبدالحق رودولوی، حضرت شاہ مینا شاہ لکھنوی، حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری، حضرت سید محمد گیسودراز بندہ نواز اور حضرت خواجہ خواجگان عطائے رسول سلطان الہند غریب اجمیری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے آستانہ ہائے پاک سے لاتعداد فیضان باطنی عطا ہوا ہے۔

حضور قبلہ عالم کے پیر ومرشد کے اس قدر اہم ارشادات فضائل ومحاسن کے باب میں ایسے دستاویزات ہیں کہ جن کے بعد تمام تعریف وتوصیف کے حدود پار ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ پانچ مقدس مقتدر حضرات جن کا اوپر ذکر ہوا اور جنہوں نے آپ کو لاتعداد فیضان سے فیضیاب فرما کر لکھنؤ میں خلق اللہ کی ہدایت کے لئے منظور وپسند فرمایا یہ وہ عظیم الشان ہستیاں ہیں جن کو مشائخ عظام کے فہرست میں ان کے زمانہ میں عظیم الشان فضیلتیں حاصل ہیں لاریب یہ وہ نعمت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ ہے کہ جس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ثابت ہو سکتا ہے بلاشبہ حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ' العزیز ولایت کے ایک منصب عظمیٰ پر فائز ہیں جہاں معرفت وطریقت شریعت وحقیقت وغوثیت سب کچھ اعلیٰ وافضل طریقہ سے موجود ہیں۔

سجدہ غیر خدا کو کسی طور جائز نہیں ہے

قرآن مقدسہ کی صراحت موجود ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کسی طور جائز نہیں سجدہ صرف خالق کائنات کا حق ہے اس کے سوا چاند سورج ستارے انسان وغیرہ کو سجدہ حرام ہے خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم وتکریم کی نیت سے دونوں صورتیں باجماع امت حرام ہیں فرق اگر ہے تو صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا

اور جس نے کسی کی تعظیم وتکریم کے لئے سجدہ کیا وہ اگر چہ کافر تو نہیں ہوگا مگر ارتکاب حرام کا مجرم اور فاسق ضرور کہا جائے گا، سجدہ عبادت تو اللہ کے سوا کسی کو کسی امت وشریعت میں حلال نہیں رہا کیونکہ وہ شرک جلی میں داخل ہے اور شرک تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں حرام رہا۔ البتہ کسی کو تعظیما سجدہ کرنا یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سب فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور بھائیوں نے سجدہ کیا جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے مگر بالاتفاق فقہائے امت یہ حکم ان کی شریعتوں میں تھا۔ اسلام میں منسوخ قرار دیا گیا اور غیر اللہ کو سجدہ مطلقاً حرام قرار دیا گیا۔

مزے کی بات یہ ہے کہ سجو د ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان پر فرشتوں کی جماعت نے سجدہ کیا مگر جب آپ زمین پر تشریف لائے تو کسی انسان وجن نے آپ کو سجدہ نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے سجدہ کی ترغیب دلائی کہ جب گروہ ملائکہ نے مجھے سجدہ کیا جو معصوم ہیں تو انسان جو خطا ومعصیت کا پتلا ہے کیوں کر مجھے سجدہ نہیں کرے گا؟ وجہ یہ تھی کہ گروہ ملائکہ میں آپ کی عظمت وبرتری کی اقرار کے لئے سجدہ کا حکم ہوا تھا سو وہ پورا ہو چکا اب سجدہ کی ضرورت نہیں تھی۔

رہا یوسف علیہ السلام کے سجدہ کا مسئلہ تو وہ سجدہ تعظیمی بھی نہیں تھا بلکہ وہ اس خواب کی تعبیر تھی جو آپ نے بچپنے میں دیکھا تھا، کہ گیارہ ستارے چاند اور سورج مجھے سجدہ کررہے ہیں جس کا واقعہ قرآن پاک میں موجود ہے، پھر یہ سجدہ بھی صرف ایک بار ہوا تھا برادران یوسف یا ان کے والدین نے دوبارہ انہیں سجدہ نہیں کیا تھا۔

حیرت واستعجاب میں غرق ہونے کی بات ہے کہ اگر یہ سجدہ تعظیمی ہوتا تو چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد معظم حضرت یعقوب علیہ السلام کو سجدہ کرتے کیونکہ بہرحال ایک بیٹا ہونے کی حیثیت سے باپ کی تعظیم وتکریم فرزند پر لازم ہے، لیکن یہاں تو معاملہ الٹا ہے باپ اپنے بیٹے کو سجدہ کررہا ہے اور وہ بھائی جو آپ سے عمر میں کہیں بڑے تھے وہ اپنے چھوٹے بھائی کو سجدہ کررہے ہیں؟ تو یہ سجدہ تعظیمی کیوں کر ہوسکتا ہے۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ سجدہ تعظیمی تھا تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیر اپنے مریدوں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ پیر روحانی باپ ہوتا ہے، اور مرید روحانی اولاد اور قرآنی ثبوت کے پیش نظر باپ نے بیٹے کو سجدہ کیا۔

الغرض یہ بات کسی صورت میں قابل قبول نہیں کہ اس سے جواز سجدہ کی کوئی راہ نکالی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت کی توفیق عطا فرمائے اور کفر وشرک سے محفوظ رکھے، قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے صدہا آیات وروایات سے ثابت ہے کہ سجدہ غیر خدا کو کسی طرح جائز نہیں ہے چنانچہ قرآن مقدس کے چوبیسویں پارہ سورہ حم سجدہ میں آیت نمبر ۳۷ میں ہے "

لاتسجدو اللشمس ولا للقمر واسجدو للّٰہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ''سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں کہ یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا شرح فقہ اکبر میں ہے سجدہ حرام لغیرہٖ سبحانہٗ یعنی اللہ کے غیر کیلئے سجدہ حرام ہے۔

نہیں جائز سجدہ سوائے الٰہ   خدا اور پیمبر ہیں دونوں گواہ
نکالیں جو بندے کو سجدے کی راہ   ہیں گمراہ دونوں مرید اور شاہ

سلسلہ نقشبندیہ وابوالعلائیہ کی اشاعت ہندوستان میں

سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت وترقی کے متعلق حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں صفحہ نمبر ۲۷ پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اما طریقہ نقشبندیہ راشعب بسیار است در دیار ہندوستان از دو جہت شائع شدہ است یکے جہت خواجہ محمد باقی و دیگر جہت امیر ابوالعلا سلسلہ، نقشبندیہ کی بہت سی شاخیں ہیں لیکن ہندوستان میں یہ سلسلہ (متبرکہ) دو جہت سے پھیلا ہے ان میں سے ایک جہت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ ہیں، معلوم ہوا کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ نقشبندیہ کو بھی حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ سے خوب اشاعت وترقی نصیب ہوئی اور اس کی وسعت وترقی میں حضور خواجہ محمد باقی باللہ (فنافی اللہ) رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ حضور سیدنا امیر ابوالعلا رضی اللہ عنہ کی نام پاک کی مناسبت ہی سے سلسلہ ابوالعلائی منسوب ہے جو آج سراج منیر کی حیثیت سے باغ عالم کو اپنی ضیاء بار کرنوں سے جگمگا رہا ہے یہ وہ آفتاب عالمتاب سلسلہ مقدسہ ہے جو محتاج بیان نہیں، حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء رضی اللہ منجانب والدین کریمین حسنی، حسینی سید ہیں گویا آپ کی ذات والاصفات میں دونوں حسن مجتبیٰ، حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہما کی انوار وبرکات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

نور نگاہ مصطفیٰ سرور چشم مرتضیٰ   زینت بزم اولیاء سیدنا پیر بوالعلاء

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت حضور میر ابوالعلیٰ کے لئے

حضرت سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم عبدالحی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی سوانح پاک کے حالات سیرت فخر العارفین میں صفحہ نمبر ۱۶۱ پر یہ مضمون ''حضرت سیدنا میر ابوالعلا اور اجمیر شریف، مرقوم ہے کہ، سلسلہ ابوالعلائیہ کے سلطان الطریقت حضرت سیدنا میر ابوالعلیٰ قدس سرہٗ کے تذکرہ میں آپ نے فرمایا حضرت سیدنا میر ابوالعلیٰ پر ایک ایسا وقت آیا کہ بہت اضطراب وبیقراری کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اور اس وجہ سے آپ (بارگاہ غریب نواز) اجمیر تشریف لائے اور گذارش کی کہ ہمارے جدامجد (حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعمت لئے ہوئے آپ آرام فرماتے ہیں اس میں ہمیں بھی کچھ ملے گا؟ جب دیر گذر گئی اور کچھ امید نہ معلوم ہوئی تو آپ واپس ہوئے۔ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ جناب سیدنا کی روح کو ادراک ہوا اور آپ سمجھے کہ طلبی ہوئی پس آپ لوٹے اور مزار شرف پر تشریف لے آئے (اب زیارت ہوئی اور) حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا'' آپ کے دینے کے لئے حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ التسلیم کی ایک امانت ہے (جس کی وجہ سے خود ہمیں آپ کا انتظار تھا) اور حضرت خواجہ بزرگ نے آپ کو غیبی توجہ دی (ایک چیز تھی انڈے کے برابر اور موتی کی مانند (نورانی) چمکتی ہوئی عطا فرمائی اور یہ فرمایا کہ جب امانت آپ کو پہنچ گئی۔ تو اب طریقہ کے موافق دستور (بیعت) بھی ادا ہونا چاہئے اور آپ نے بطریق اویسیہ حضرت میر ابوالعلا قدس سرہٗ کو (سلسلہ عالیہ چشتیہ میں) بیعت فرمایا دست مبارک مزار سے باہر نکلا اسی وجہ سے اس طریقہ کو مجمع البحرین کہتے ہیں۔ زینت بزم خواجگان سیدنا میر ابوالعلیٰ۔

مجمع البحرین کیا ہے

جس مقام پر دو سمندر آ کے آپس میں مل جاتے ہیں (دو سمندروں کے اس سنگم کو) مجمع البحرین کہتے ہیں اور یہ ہی مجمع البحرین مقام خضر ہے علیہ السلام اور یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تھی جس کا واقعہ قرآن مجید کے پندرہویں پارہ سورۃ الکہف میں موجود ہے۔

طریقۂ مجمع البحرین

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سلسلے جاری ہوئے ایک امیر المومنین مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے اور وہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ ہے، دوسرا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور وہ سلسلہ نقشبندیہ ہے، ہمارے آقائے نامدار حضرت میر سید ابوالعلاء قدس سرہٗ اول سلسلہ نقشبندیہ میں تھے دوسرا سلسلہ چشتیہ آپ کو "ولی ہند" حضرت خواجہ بزرگ سے پہنچا چشتیہ شریف کے لحاظ سے آپ کا سلسلہ حضرت مولا مشکل کشا علی شیر خدا علیہ السلام پر منتہی ہوا۔ اور نقشبندیہ کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچا، یہ دونوں سلسلے آپ کی ذات اقدس میں آکر مل گئے (اور آپ چشتیہ اور نقشبندیہ دونوں سلسلوں کے جامع اور) یوں مجمع البحرین ہوئے۔ سیرت فخر العارفین صفحہ نمبر ۶۲ یعنی جس طرح دو سمندروں کے سنگم کو مجمع البحرین کہتے ہیں اسی طرح دو سلسلوں کے ملنے سے اس سلسلے کو مجمع البحرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جہاں دو دریاؤں کا اتصال ہوتا ہے اس جگہ پانی کا نہایت ہی زور اور جوش ہوتا ہے پس اس سلسلہ عالیہ میں زیادہ جوش و خروش ہونے کا یہی سبب ہے۔

نگاہِ پیر میں آپ کی شان و عظمت

حضرت سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم مولانا محمد عبدالحئی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی نگاہ پاک میں حضرت خواجہ مخدوم قطب زماں محبوب فخر العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی شان و عظمت کا یہ عالم تھا کہ اکثر مجالس میں آپ کا ذکر نہایت عظمت و قدر منزلت کے ساتھ ہوتا تھا چنانچہ سیرت فخر العارفین میں حق آگاہ حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ خلفاء کے باب حصہ سوم میں سب سے پہلے آپ کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

سپہر برج سعادت و مہر سماء معرفت و ضیاء از انجملہ شمع ہدایت افضل المجاہدین و اکرم المرتاضین ابدال دوراں و نجم الاخوان یعنی حضرت شاہ محمد نبی رضا خاں صاحب قدس اللہ سرہٗ ابن مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں صاحب ہیں آپ کا مولد و مسکن ریاست رامپور قصبہ بھیفوڑی ہے آپ کی ولادت ۲۵ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ بروز دوشنبہ ہوئی آپ بالطبع متواضع اور منکسر المزاج اور عابد زاہد، متقی پرہیزگار اور کم گفتن اور کم خوردن اور کم خفتن آپ کا شعار تھا اور شدت ریاضت و مجاہدہ میں اپنے زمانہ میں بے مثال اور درمیان مشائخ وقت بے نظیر تھے، بمصداق واللہ جمیل و یحب الجمال کے دست قدرت نے آپ کو حسن و جمال بھی عطا

فرمایا تھا، شعر، ما کہ در شکل یار حیرانیم ، وصف اوصاف او کجا دانیم ، چار شعر راقم الحروف کے اس طرح ہیں۔

صدر بزم ولایت ہیں شاہ رضا آپ کی شان عالی کی کیا بات ہے

خوش کلامی پہ ہے کل خدائی فدا ان کی شیریں مقالی کی کیا بات ہے

ایک سے ایک ہیں خوبروئے جہاں مظہر قدرت خالق دو جہاں

مالک حسن بھی دیکھ کے بول اٹھا اس رخ بے مثالی کی کیا بات ہے

آپ حسین ہی نہیں نہایت حسین وجمیل تھے جو بھی آپ کو دیکھتا دیکھتا ہی رہ جاتا آگے حالات وہی مرقوم ہیں جو اس کتاب میں پچھلے صفحات میں گذر چکے ہیں ہاں حالات وطن کے تحت سیرت فخر العارفین میں آپ کی خلافت کے متعلق نہایت ہی دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ درج ہے جسے بیان کرنا از حد ضروری ہے" جب آپ کے خاندانی لوگوں کو سرفرازی خلافت کا علم ہوا تو ملنے آئے آپ کے خاندانی ایک بزگ نے کہا کہ آپ بہت دور دراز مرید ہوئے ، قریب ہونے سے پیرو مرشد کی ملاقات آسان تھی حرج مرض میں طلب دعاء مراد برآوری میں سہولت ہوتی چاٹگام دور ہے پیر صاحب کا تشریف لانا اور آپ کا جانا دونوں مشکل ہے۔

آپ یہ باتیں سن کر خاموش رہے مگر آپ کے طبع شریف پر گراں گذرا اس تشویش کی حالت میں حجرہ کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور ارادہ کیا کہ جب تک اطمینان قلبی نہ حاصل ہوگا کمرے سے باہر نہ آوں گا، اور حضرت پیرو مرشد کی روحانیت شریف کی طرف رجوع کیا اور امداد چاہی اور یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک آواز گولہ چھوٹنے کے مثل آپ نے سنی۔ اس آواز کے ساتھ تمام حجرہ منور اور روشن ہوا۔ اور یہ محسوس کیا کہ کمرے کی چھت شق ہوئی اور قُرص آفتاب حجرہ میں طلوع ہوا اور اس انوار اقدس میں حضرت پیرو مرشد تشریف فرما اور جلوہ افروز ہیں، حضرت مولائی و مرشدی نے فرمایا کہ خانصاحب قرب بعدد دیکھ لیا، اس مشاہدہ اور زیارت کے بعد سکون اور اطمینان قلبی عطا ہوا۔ شعر

دسدت پیر از غائباں کو تاہ نیست

دست او جز قبضہ اللہ نیست

حضرت قبلہ روحی فداہ نے فرمایا ہم نے نبی رضا خاں سے کہا کہ آپ نے شاہنامہ پڑھا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں، ہم نے کہا کہ یہ راستہ رستم اور اسفندیار کے ہفت خواں سے بھی زیادہ سخت ہے، مصرعہ

اندریں رہ باید ایدل ہمت مشکل پسند

برادر محترم جناب خاں صاحب نے پھر تو ریاضت ومجاہدہ خوب کیا، شجاعت جو آپ کا ذاتی جوہر تھا اس عالی ہمتی سے بدعائے بزرگاں نفس کشی اور خدا طلبی کی راہ میں چلے اور کامیاب ہوئے اور ریاضت کے متعلق پچھلے اوراق میں رقم کردیا گیا ہے سیرت فخر العارفین میں ہے کہ سلف صالحین کی طرح آپ نے سخت مجاہدہ کیا، پندرہ بیس روز اسی مصری کو چکھ کر افطار فرماتے۔

چہل کاف شریف کا چلہ

چہل کاف شریف حضور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی بڑے پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک عطیہ ہے جس میں بیشمار خیر وبرکتیں اور لاتعداد رموز واسراہیں سلسلہ قادریہ شریف میں اس کا چلہ چالیس روز میں سوالاکھ ختم اور پورا کیا جاتا ہے مگر حضور قبلہ عالم قطب دوراں محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ نے صرف نوروز میں اس چلہ مبارکہ کو سوالاکھ بار پڑھ کر پورا کیا آپ کے پیرومرشد نے سنا تو بیحد محظوظ اور خوش ہوئے تعریف وتحسین فرمائی اور فرمایا کہ خانصاحب مرتاض آدمی تھے اس مجاہدہ کے زمانہ میں آپ کا لباس شریف کمل کی ایک کفنی تھی اور اس کفنی میں آپ نے پورے تین سال بسر فرمائی، تین سال کے بعد آپ اپنے پیرومرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چانگام شریف کے دربار شریف کی یہ تیسری حاضری تھی آپ کے مرشد برحق نے ارشاد فرمایا "خاں صاحب ہم نے سنا ہے کہ آپ پندرہ بیس روز تک کچھ نہیں کھاتے اور ایسی ایسی سخت ریاضتیں کرتے ہیں اگر ہم کریں تو گنہگار ہوجائیں مگر خیر آپ جانتے نہیں .... حسنات الابرار سیأت المقربین یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں اور نصیحتاً ارشاد فرمایا کہ ہمارے مریدوں کو فقیری ہمارے طرز وروش پر چلنے سے ملے گی جو ہم کرتے ہیں وہی کرو تو فقیری ملے گی زمین وآسمان میں سر پٹکیں گے کچھ نہ ہوگا فقیری ریاضت اور فاقہ سے نہیں ملتی اگر فاقہ سے (فقیری) ملتی تو جتنے غریب لوگ ہیں جنہیں کھانا میسر نہیں ہوتا وہ سب فقیر ہوجاتے اگر جاگنے سے فقیری ملتی تو جتنے پہرہ دینے والے ہیں سب فقیر ہوجاتے اگر کپڑا نہ پہننے سے فقیری ملتی تو سب ننگے فقیر ہوجاتے ہم جانتے ہیں کہ فقیری کیسے کرنا چاہئے جو ہم کرتے ہیں کرو تب فقیری ملے گی نصیحتاً ارشاد فرمایا نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ غفلت اور کاہلی پیدا ہوجائے، نہ اتنا کم کھاؤ کہ ضعف وناتوانی پیدا ہو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے نہ اتنا پھٹا پرانا کپڑا پہنو نہ میلا کچیلا کپڑا پہنو کہ لوگ دیکھ کر نفرت اور حقارت کریں، اگر کوئی تمہاری حقارت کرے گا تو خدا کے یہاں گنہگار ہوجائے گا۔ نہ اتنا کپڑا عمدہ پہنو کہ ہر وقت اس کی زیبائش وآرائش میں لگے رہو۔

بارگاہ مرشد سے خلعت

ان نصائح کے بعد خادم مقبول علی کی حکم ہوا کہ خان صاحب کیلئے ایک جوڑا کپڑا لائیں تعمیل ارشاد کی گئی حضرت پیر مرشد کے دست حق پرست سے خلعت ترک کا جوڑا آپ کو عطا ہوا سر پر رکھا، بوسہ دیا اور سامنے شیخ برحق کے اسی وقت پہنا مشرف ہوئے اور کملی کی کفنی اتاری اس روز سے جناب بھائی محترم شاہ محمد نبی رضا خاں صاحب دونوں وقت کھانا نوش فرمانے اور کپڑا پہننے لگے بارگاہ مرشد سے عطا کردہ خلعت پہن کر آپ بیحد مسرور ہوئے اور اس تبرک کی بہت حفاظت فرمائی اور اس کے احترام کو ملحوظ رکھا۔

حضرت فخر العارفین کا خواب

یوں تو حضور والا نے اپنے مرید وخلیفہ ارشد حضور خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ کے متعلق بہت سے خواب دیکھے جن میں آپ کے مقام بلند علو مرتبت و ترقی درجات کیساتھ ساتھ دنیاوی معاملات بھی شامل تھے ان تمام خواب کا ذکر بخوف طوالت نہیں کیا جاسکتا لیکن چند خواب جو بہت اہم ہیں نقل کیا جاتا ہے۔

پہلا خواب

حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی رضاں خاں صاحب کو والدہ صدیقہ (پیرانی صاحبہ) آپ کے حرم محترم کے پاس چھوٹے بچے اور لڑکے کی صورت میں سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ عنقریب ان کی شادی ہو جائے گی وہ بیچارے اچھے لوگ ہیں ہم سے حسن عقیدت رکھتے ہیں اللہ انکی ترقی نصیب کرے (اس ارشاد علی کے چند دنوں بعد آپ کی شادی ہوگئی اور مرشد برحق کی نیک دعاؤں سے آپ کو خوب ترقی عطا ہوئی)۔

دوسرا خواب

ارشاد فرمایا اہلیہ فتن شاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہندوستانی لمبے قد گورے رنگ کا ہم کو گود میں لئے ہوئے ہندوستان چلا جا رہا ہے واللہ عالم کیا بات ہے ہندوستانی (مریدوں میں) تو لمبے قد اور گورے رنگ نبی رضا خاں صاحب ہیں، رحمہم اللہ علیہم۔

تیسرا خواب ڈپٹی میاں کا

ارشاد فرمایا کہ ڈپٹی مستفیض الرحمٰن نے خواب میں دیکھا کہ یہ خانقاہ اور یہ دائرہ گھر یا یں طرز نقشہ ہندوستان میں واقع ہے اور وہاں کے لوگ ہاٹ، بازار اور شادی بیاہ کا سامان اور ضروری چیزیں خرید نے لکھنؤ آتے جاتے ہیں ان سے فرمایا کہ خواب تمہارا سچا ہے اگر چہ تمہاری سمجھ میں اس وقت نہ آئے، اللہ کو جب منظور ہوگا سمجھ لوگے ارشاد فرمایا کہ رودولی شریف سے لکھنؤ اتنا قریب ہے کہ رودولی شریف کے رہنے والے ضرورت کی چیزیں اور بیاہ شادی کا سامان خرید کرنے لکھنؤ آتے ہیں اور یہ مقام وسط ہندوستان میں ہے اور مستفیض میاں ہمارے دائرہ گھر یعنی خانقاہ کو بھی وسط ہندوستان میں دیکھا (جہاں قطب الاقطاب مخدوم الملک رودولی کا آستانہ شریف ہے) اس میں باطنی نسبت حضرت قطب الاقطاب مخدوم الملک رودولی سے ہے۔

چوتھا خواب خبر وصال

ارشاد فرمایا ہماری بڑی اہلیہ نے خواب دیکھا کہ پچھم کی طرف قیامت قائم ہوگئی ہے اور آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے (دربار عالی بنگال شریف سے لکھنؤ پچھم کی جانب ہے) اور ہمیں دیکھا کہ چوغہ پہنے ہوئے کہتے ہیں کہ باقی ماندہ جو لوگ ہیں ان کو جا کر دیکھ لیں ہم وہاں گئے اور ٹہلنے لگے، ایک لڑکا بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس نے جب ہم کو دیکھا تو قرآن شریف جزدان میں لپیٹ کر اٹھا اور ہماری قدمبوسی کی فرمایا ان کا خواب سن کر ہمیں اندیشہ پیدا ہوا۔ اور کہا کہ پچھم کی طرف تو ہمارے تین خلیفہ ہیں، نبی رضاں خاں اور فلاں فلاں چند دن گذرے تھے رضا خاں کے انتقال کی خبر آئی انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت مولانا حکیم سکندر شاہ رحمۃ الہ علیہ فرماتے ہیں کہ برادر محترم حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا کے انتقال کی خبر آنے کے بعد حضرت قبلہ روحی فداہ نے ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کامیاب ہوئے (سبحان اللہ) یہ روایتیں سیرت فخر العارفین سے اخذ شدہ ہیں۔

حضور قبلہ عالم خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ حضرت مولانا حکیم سکندر شاہ علیہ الرحمہ کے پیر بھائی ہیں ان کا مزار مقدس شہر کانپور میں .... میں ہے آپ ہی سیرت فخر العارفین کے مؤلف ہیں۔

پیر بھائی کی دستگیری اور بیماری سے شفاء

حضرت مولانا حکیم سکندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ صاحبہ نو ماہ سے بیمار تھیں علاج و معالجہ میں کافی رقم صرف کی مگر شفاء نہ ہوئی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکی تھیں اس وقت حضور قبلہ عالم بنارس تشریف لائے حضرت مولانا صاحب نے حالات مرض عرض کر کے صحت کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے تھوڑا پانی منگایا اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور حکم دیا کہ دوا چھوڑ دیں اور جو چاہیں کھائیں پرہیز کسی چیز کا نہ کریں (بس دوا سے پرہیز کریں) مریضہ نے ایسا ہی کیا آپ کی دعا ونگاہ کرم سے تھوڑے ہی عرصہ میں مکمل صحت یابی نصیب ہوئی دس روز کے اندر غسل صحت ہوا (اس طرح کے واقعات کرامات کے تحت پچھلے اوراق میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں)۔

پانچ سال پانچ صدی پر بھاری

حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز اپنے مرشد برحق حضور خواجہ مخدوم فخر العارفین مولانا عبدالحی شاہ قدس اللہ سرہ العزیز پر ۱۹۰۴ء میں لکھنؤ تشریف لائے اور ۱۹۰۹ء میں آپ کا وصال شریف ہوا اس طرح لکھنؤ میں آپ کا قیام صرف پانچ سال رہا اس عرصہ پانچ سال میں متعدد بار آپ اپنے آبائی وطن قصبہ بھینوڑی شریف ضلع رامپور تشریف لے جاتے رہے اور سفر اجمیر و کلیئر گلبرگہ آگرہ ردولی شریف وغیرہ بھی فرماتے رہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس مختصر مدت کی کیا کیفیت اور آپ کی سوانح و حالات کے سلسلہ میں کیا حالت رہی ہوگی اس لئے اس کو تو محض دو چار صفحات میں بیان کئے جا سکتے ہیں لہٰذا اس صورت میں کسی ضخیم کتاب کی ضرورت نہیں صرف دو چار صفحات کا کتابچہ ہی کافی ہے جیسا کہ ایک صاحب جو اپنے آپ کو جسنی و عزیزی سلسلہ کا حلقہ بگوش بتلاتے ہیں راقم الحروف سے عرض کیا کہ دادا میاں قدس سرہ کے حالات ہی کیا ہوں گے وہ تو صرف چند سال کے لئے لکھنؤ تشریف لائے کچھ لوگوں کو مرید کیا دو ایک کو خلافت عطا فرمائی دو چار سفر کئے اور بس آپ کی وفات ہو گئی اللہ و رسول گواہ ہے یہ جملہ سن کر مجھے بیحد قلق ہوا اور میں حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطہ کھانے لگا کہ تعجب ہے ایسی عظیم الشان ذات بابرکات ہے کہ عوام نہیں خواص میں بھی آپ خاص الخاص کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کی حیات مقدسہ کا ایک ایک لمحہ سیکڑوں سال اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے آپ کی ایک گھڑی ایک ماہ کے برابر آپ کا ایک ماہ ایک سال کے برابر اور آپ کا ایک سال ایک صدی کے برابر ہے یہ صرف بولنے میں پانچ سال ہیں لیکن فہم و ادراک کے ترازو میں تولنے کے لئے بصارت و بصیرت سے دیکھنے میں پانچ سو سال سے بھی زیادہ ہیں، یہ سن کر وہ میاں جی شرمندہ ہو کر فرمانے لگے یہ اور بات ہے۔

ہندوستان میں سلسلہ ابوالعلائی کی اشاعت آپ کی قدم پاک کی برکت سے

یہ امر واضح اور تحقیق شدہ ہے کہ ہندوستان جیسے عظیم ملک میں سلسلہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی اشاعت آپ ہی کے قدم پاک کی برکت سے ہے گوکہ آپ سے پیشتر اس سلسلہ عالیہ کے متعدد بزرگان دین نے اس کی اشاعت وتبلیغ میں بہت مشقتیں اور سخت ترین مصیبتیں جھیلیں اور اس کے وسعت دینے میں شب وروز محنت ومشقت سے گریز نہیں کیا مگر عروج وترقی کے منازل طے کرنے میں شاید ہی کچھ لوگ کچھ کامیاب ہوئے ہوں لیکن حضور والا کی اس خطہ ارضی میں آمد سے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں اشخاص پر مشتمل ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جس کا شمار کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور حلقہ بگوشان کا ایک لامتناہی سلسلہ ہنوز جاری ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور قبلہ عالم نے نہ ہی مریدوں کی کوئی فہرست تیار فرمائی تھی، اور نہ ہی خلفاء کا شمار فرمایا اور نہ ہی اس معاملہ میں کوئی تحریری دستاویز مرتب فرمائی یہ تو مریدین وخلفا نے ایک دوسرے کا تعارف کرایا، اور ظاہر ہے دریں صورت مکمل مریدین وخلفاء کا شمار کس طرح ہو سکتا ہے لکھنؤ اور بیرون لکھنؤ میں آپ کی ذات گرامی سے وابستہ ہزار ہا مریدین وپچاسوں خلفاء گذرے ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر اعجاز جہانگیری میں ملتا ہے، اس شجرہ طیبہ سے جو مبارک شاخیں پھوٹی ہیں وہ مختلف ناموں سے یاد کی جاتی ہیں مثلاً سلسلہ عنایتی سلسلہ راحتی شکوری، سلسلہ بشیری سلسلہ حسنی سلسلہ عزیزی سلسلہ فصاحتی سلسلہ صباحتی اور یہ تمامی سلسلے خوب پھلتے اور پھولتے ہوئے سلسلے ہیں اور ایک سلسلے میں سیکڑوں خلفاء ہیں مریدین ومتوسلین کے متعلق تو اللہ اعلم ورسولہٗ ہی کہا جاسکتا ہے تادم تحریر اس کا سلسلہ عالیہ کے خلفاء حضرات کی تعداد ساٹھ ہزار سے زائد ہے مریدوں کے بارے میں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، آج ہندوستان کا کوئی خطہ اور یہ کہا جائے کہ دنیا کا کوئی علاقہ وگوشہ ابوالعلائی جہانگیری مریدین ومتوسلین سے خالی نہیں ہے، تو بالکل حق ہے، اور یہ اس ذات مقدس کی قدم پاک کی برکات وفیضان کا ثمرہ ہے جسے دنیا شہنشاہ زماں قطب دوراں رہنمائے پیشوا، مقتدائے عارفاں حضور خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی ہے۔ شعر

اک عمر میں نہ سمجھے اس کو زمین والے
جو بات پا گئے ہم تھوڑی سی زندگی میں
ہیں جذب باہمی سے قائم نظام سارے
پوشیدہ ہے یہ نکتہ تاروں کی زندگی میں

اکثر آسیب زدہ اشخاص آپ کی خدمت میں حاضر کئے جاتے آپ حکم فرماتے کہ ہماری نعلین مریض کے سر و سینہ سے مس کر دو نعلین مبارک کے مس ہوتے ہی آسیب دور ہو جاتا اور درد فی الفور موقوف ہو جاتا مریض اسی وقت صحت یاب ہو جاتا، دردمند روتا ہوا حاضر ہوتا تھا، اور آپ پائے مبارک یا نعلین مبارک درد کے مقام پر لگا دیتے یا حسب ضرورت پانی پر دم کر کے پلا دیتے صحت پا کر مسکراتا اور ہنستا ہوا چلا جاتا حضرت کی دعا کی برکت سے ہر قسم کے مریض صحت یاب ہو جاتے تھے اکثر لاعلاج مریض آپ کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوتے ہی تندرست و توانا ہو جاتے تھے۔

والدہ معظمہ کی تعظیم و تکریم

حضور قبلہ جب زنانہ مکان میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے والدہ معظمہ کی قدمبوسی کیا کرتے اور فرماتے کہ انسان کے لئے والدین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارکہ ہے" امتھکم تحت قدوم الجنۃ " جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے والدین کی خدمت اور ان سے حسن سلوک اللہ اور رسول کی رضا مندی و خوشنودی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کیساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے سورہ لقمان میں، رب تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو لازم فرمایا ہے" ان اشکرلی وبوالدیک "یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرح والدین کا شکر گذار ہونا واجب ہے صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک بھی اس پر شاہد ہے، جس میں وارد ہوا ہے کہ، ایک شخص نے آقائے دوجہاں محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا" والدین کیساتھ اچھا سلوک حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو خدمت گذار بیٹا اپنے والدین پر رحمت و شفقت سے نظر ڈالتا ہے تو ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ دن میں سو مرتبہ اس طرح نظر ڈالے آپ نے فرمایا ہاں سو مرتبہ بھی (ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا) اللہ تعالیٰ بڑا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

حضور قبلہ مکان سے نکلتے یا کہیں سفر کے لئے رخصت ہوتے تو سب سے پہلے والدہ معظمہ کی قدمبوسی کرتے یا سفر سے واپس ہوتے تو مکان پر پہنچتے ہی والدہ معظمہ کی قدمبوسی فرماتے، آپ کا والدین کے بارے میں ارشاد ہے کہ حضور رحمت

نام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اور گناہ کی سزا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک مؤخر کر دیتا ہے مگر والدین کی نافرمانی وحق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دیجاتی ہے لہٰذا، والدین کی نافرمانی سے بچو۔

عوام کے ساتھ خواص کی طرح حسن سلوک

حضور قبلہ بے گانوں کو بھی یگانوں کی طرح سمجھتے اور ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک فرماتے جیسے کوئی اپنے عزیز اور قرابنداروں کے ساتھ سلوک کرتا ہے سب کو اپنوں کی طرح جانتے کسی کو غیر نہ سمجھتے تھے، ایک شخص خدا بخش نامی بہ طیب خاطر نوجوانی میں آپ کے دادا معظم حضرت الحاج محمد الف خاں رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر مذہب ہنود سے روگرداں ہو کر قبول اسلام کیا تھا اور کافی مدت تک ان کی خدمت بابرکت میں رہے، دادا صاحب علیہ الرحمہ نے مثل اپنی اولاد کے ان کو سمجھا خاندان کے سبھی لوگ انہیں عزیز رکھتے اور اپنوں کی طرح سمجھتے تھے، اور سب ان کا احترام کرتے حضور قبلہ ان کو چچا کے لقب سے پکارتے، اور سلام کرنے میں سبقت فرماتے، حالانکہ خدا بخش صاحب اپنے انتقال سے چند سال پیشتر حضرت قبلہ کے دست راست پر مرید ہو چکے تھے اس کے بعد بھی حضور سلام میں ان سے سبقت فرماتے، تو وہ عرض کرتے حضور میں تو ہر طرح آپ کا غلام ہوں آپ ہمارے آقا و مولا ہیں آپ مسکرا کر فرماتے خادم ہی مخدوم ہوا کرتا ہے۔ خدا بخش صاحب بڑے ہی خوش نصیب تھے، جب ان کو مرض الموت لاحق ہوا تو حضور دولت سرا میں رونق افروز تھے، بوقت نزع ان کے پاس موجود تھے، بوقت انتقال خدا بخش صاحب کا سر حضرت کے زانوئے مبارک پر تھا اور نظر حضرت کے چہرہ انور پر تھی۔ شعر

سر بہ وقت مرگ ان کے زیر پائے ہے
اللہ اللہ یہ نصیبہ لوٹنے کی جائے ہے

سبحان اللہ! خدا بخش شاہ کی خدا مغفرت فرمائے، کس قدر سعادت مند اور خوش نصیب تھے، کہ آخری وقت میں روئے جاناں کا دیدار کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

زندگی ہو ترا نظارہ مرے دل کے لئے	روشنی ہو تری گہوارہ میرے دل کے لئے

حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ مخدوم شہنشاہ محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کا اکثر فرمایا کرتے تھے، کہ دنیا کا اختصار

بہت بہتر ہے، جس قدر دنیاوی معاملات میں وسعت ہوتی ہے اسی قدر پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اور بندگان خدا کے ساتھ اچھا معاملہ سچائی کے ساتھ نہیں ہو سکتا آپ نے خود بھی بیعت سے کچھ دنوں بعد خدا اور رسول کی محبت میں ایک جلیل القدر عہدہ مصاحبت یعنی نواب صاحب ڈھاکہ کی مصاحبت) ترک فرمادیا تھا اور عبادت وریاضت ومجاہدہ تعلیم وتلقین بندگان خدا میں آخر تک مشغول رہے۔ آپ کے دولت کدہ میں ہمیشہ مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا اور خاطر خواہ ان کی خاطر ومدارات ہوتی تھی حالانکہ بظاہر کوئی آمدنی کا ذریعہ بھی نہ تھا، مریدوں سے نذرونیاز لینے کا بھی طریقہ مبارک نہ تھا اگر کسی مرید نے ازراہ عقیدت کچھ نذرانہ پیش کیا، تو پہلے ہی یہ اندازہ فرمالیتے کہ قبول نہ کرنے کی صورت میں اس کے ذوق میں تو نہ ہوگی پہلے تو محبت وشفقت کی باتیں کر کے واپس کردینے کی کوشش فرماتے اور اگر یہ اندازہ ہوتا کہ نذر قبول کرنے کی صورت میں مرید کے ذوق میں زیادتی ہو جائے گی، تو پیش کردہ نذر قبول فرما کر اسی وقت مستحقین کو تقسیم فرمادیا کرتے۔

امراء اور رؤسا سے بے نیازی

امیروں اور رئیسوں سے اور ان کی قربت سے پرہیز فرماتے تھے غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری ودلجوئی فرماتے اور ان کی قربت پسند فرماتے جناب نواب سر سلیم اللہ خاں صاحب بہادر نواب ڈھاکہ حضرت سے انتہائی محبت وعقیدت رکھتے تھے جب حضرت قبلہ دربار عالی چاٹ گام شریف حاضری کے لئے بنگال کا سفر اختیار فرماتے، تو نواب صاحب ڈھاکہ کو کسی نہ کسی طرح آپ کے سفر کی اطلاع ہو جاتی تھی، اور وہ حاضر خدمت ہو کر نہایت آرزو والتجا کیساتھ حضرت کو ڈھاکہ لے جاتے نواب صاحب ممدوح حضرت کی بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے ان کی وساطت سے ڈھاکہ کے بڑے بڑے رؤسا وحکام آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوتے، اور سروقد تعظیم وتکریم کے لئے کھڑے رہتے تھے جب تک حضرت اشارہ نہ فرماتے نہ بیٹھتے جناب نواب صاحب کا بھی یہی برتاؤ تھا اور حضرت قبلہ کی صحبت سراپا رحمت سے دارین کی سعادتیں وبرکتیں حاصل کرتے تھے نواب صاحب کے خاندان کے بہت سے لوگ حضرت کے حلقہ بگوش مرید بھی تھے ایک مرتبہ سردی کے موسم میں نواب صاحب کے یہاں کشمیر سے پشمینہ کے سوداگر آئے نواب صاحب نے ان کو حضرت کی خدمت بابرکت میں بھیج کر درخواست کی کہ آپ بھی گرم کپڑے پسند فرمالیں پہلے تو آپ نے انکار کردیا مگر جب نواب صاحب کا اصرار زیادہ بڑھا تو آپ نے تخمیناً ایک ہزار روپے کی قیمت کا پشمینہ اپنے کمرے میں رکھنے کا حکم فرمایا نواب صاحب بہت مسرور ہوئے اور اس کی قیمت ادا کردی دوسرے روز حضرت پیران پیر

دستگیر شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی غوث صمدانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کی تقریب میں آپ کے قیام گاہ پر محفل سماع منعقد ہوئی، آپ نے تمام پارچہ جات پشمینہ وغیرہ اور زر ونقد اور اپنے استعمالی پارچہ جات اور ایک قیمتی گھڑی سب سامان جوش میں قوالوں کو عطا فرمادیا، نواب صاحب یہ سب کرشمہ حیرت کی تصویر بنے ہوئے دیکھتے رہے اور آپ کی استغنا، سخاوت، فیاضی، دریا دلی، اور دنیا کی بے نیازی کے دل سے مداح ہو گئے، اور اکثر اس کا ذکر کر کے آبدیدہ ہو جاتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صوفی عبدالحمید شاہ صاحب کے والد معظم جناب ڈاکٹر عبدالوحید صاحب نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر التجا کی، کہ حضور قبلہ جب تک آپ کا قیام لکھنؤ میں رہے آپ ہمارے یہاں مردانہ مکان جو بہت صاف ستھرا ہے اور ہر طرح آراستہ ہے پر قیام فرمائیں، ہمیں بڑی مسرت ہو گی آپ نے یہ فرما کر انکار فرما دیا ہم فقیر و درویش آدمی ہیں، آپ کے آراستہ مکان میں قیمتی قالین و فرش بچھا ہوا ہے ہمارے یہاں رئیس و امیر فقیر و مسکین سبھی قسم کے لوگ آتے ہیں جو ہم سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے ہیں، ہم نہیں چاہتے کہ آپ کو کوئی دقت و تکلیف ہو اور آپ کا قیمتی قالین و فرش خراب ہو لہٰذا ہم کو معذور سمجھیں یہی بہتر اور مناسب ہے۔

یارانِ طریقت حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ

یہ تذکرہ مبارکہ ان حضرات اقدس کا ہے، جن کو حضور سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم الشاہ مولانا عبدالحی شاہ چاٹ گام شریف روحی فداہ کے دست حق پر خلافت کی سعادت ونعمت عطا ہوئی، جسے سیرت فخر العارفین حصہ سوم صفحہ نمبر ۷۶ پر بنام "تذکرہ حضرات خلفاء ہندوستانی دامت برکاتہم کے زیر عنوان حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے۔

اور ان تمامی خلفاء حضرات کے تذکرہ میں سب سے مقدم حضور قبلہ عالم خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کا کیا ہے چنانچہ۔

ازانجملہ نمبر ۱:۔ سپہر برج سعادت ومہر سماء معرفت وضیاء شمع ہدایت افضل المجاہدین واکرم المرتاضین ابدال دوران ونجم الاخوان یعنی حضرت شاہ محمد نبی رضاں خاں صاحب قدس سرہٗ ابن مولانا شاہ محمد حسن رضا خاں صاحب ہیں اس کے بعد آپ کا مولد ومسکن ولادت باسعادت اوصاف وکمالات زہد وعبادت ریاضت ومجاہدہ مشائخ عظام میں مقبولیت اور محاسن حسن وجمال اور بہت سے خوبیوں کو نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے چونکہ یہ کتاب آپ کی سوانح

حیات شریف پر مبنی ہے، جس میں تفصیلی ذکر موجود ہے اس لئے ان تمام حالات کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

ازانجملہ نمبر۲:- عالم علوم دینی صاحب اسرار یقینی حضرت مولانا غلام مظہر صاحب عرف ننھے میاں بنارسی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مولد مسکن محلہ پرانی عدالت ضلع بنارس ہے آپ کی ولادت باسعادت غالباً ۱۸۷۵ھ میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی حضرت ظہور الحسن صاحب تھا، آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا نظام لدین صاحب صدیقی سلطان شہاب الدین کے مشیر خاص تھے۔ بسلسلہ فتوحات سلطان کے ساتھ ہندوستان آئے اور قصبہ جائس میں آباد ہوئے اوائل سلطنت مغلیہ میں ان بزرگوں کو شاہی خطاب امیر معلیٰ عطا ہوا اس وقت سے آپ کا خاندان قصبہ مذکور اور اس کے گردونواح میں امیر معلیٰ کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چند واسطوں سے جاملتا ہے۔ آپ تین بھائی تھے اور، مولوی عزت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی غلام مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد معظم کی وفات شریف سفر حج بیت اللہ شریف کے دوران ہوئی۔

فخر العارفین قدس سرہٗ بنارس میں

حضور سیدنا فخر العارفین خواجہ مخدوم مولانا عبدالحی شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز گلبرگہ شریف کے دوران سفر بنارس میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کا قیام حضرت مولانا غلام مظہر صاحب عرف ننھے میاں کے دولت کدہ محلہ پرانی عدالت دومنزلہ مکان میں ہوا اسی شب میں صاحب خانہ ننھے میاں قدس اللہ سرہٗ نے کوئی عجیب خواب دیکھا اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر یہ شعر پڑھتے ہوئے ''نصاب حسن در حد کما است۔ زکاتم دہ کہ مسکین وفقیرم۔ بے اختیار گریہ وزاری کرتے رہے حضور قبلہ وکعبہ روحی فداہ نے بہت رحم وکرم فرمایا بہت دلداری فرمائی، اور دست کرم ننھے میاں کے سر پر پھیرا، اور ارشاد فرمایا ہوش سنبھالیں ہم آپ سے محبت رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمائے۔ پھر ننھے میاں کو قرار وسکون حاصل ہوا رحمہما اللہ علیہما تفصیل ذکر سیرت فخر العارفین میں ہے آپ بعمر پچپن سال ۸؍ جمادی الاخریٰ بروز یکشنبہ بوقت صبح آٹھ بجے اپنے معبود حقیقی سے جاملے بوقت وصال دم آخر تک ہوش وحواس درست رہے کچھ لمحہ پیشتر آپ نے تیمم فرمایا اور لیٹے ہوئے نماز نفل ادا فرمائی اور اسی وقفہ میں وصال شریف ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار متصل سرائے اورنگ آباد مولوی کے باغ بنارس میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

ازانجملہ نمبر ۳:- نجم سپہر ہدایت ومقبول بارگاہ رسالت حضرت حافظ مولوی ونشی شاہ عبدالقدیر دہلوی قدس سرہٗ ہیں آپ کا مولد ومسکن خاص دہلی ہے آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال المکرم ۱۲۹۹ھ یوم دوشنبہ مبارکہ کو ہوئی آپ کی پیدائش سے قبل آپ کی والدہ محترمہ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا روشن ستارہ آسمان سے اتر کر آپ کے سرہانے آیا، اس بشارت کے بعد آپ کی ولادت ہوئی آپ کے والد معظم کا نام نامی واسم گرامی حضرت مولانا شیخ عبدالقادر ہے جن کا اکابرین علمائے دہلی میں شمار تھا تمام عمر درس حدیث شریف کا محبوب مشغلہ رہا آپ کے خاندان میں علم وفضل اوپر سے چلا آتا ہے، آپ صاحب اجازت وخلافت اور متوکل درویش اور غدر ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں سے تھے آپ کا نھیالی رشتہ حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ حضرت حافظ مولوی ونشی عبدالقدیر قدس سرہٗ حافظ قرآن مجید ہوئے سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ والد معظم نے وصال فرمایا بقیہ تعلیم آپ نے خود اپنے ذوق وشوق سے حاصل فرمائی اور خاصی لیاقت واستعداد پیدا ہوئی آپ نے خوشنویسی، وانشاء پردازی میں بھی کافی دست گاہ حاصل کی آپ اپنے ہم چشموں میں بہت ممتاز ہوئے۔

دیانت وامانت میں آپ بے مثل تھے، جناب استاذ المحترم شیخ الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی کے ''ہندوستانی دواخانہ'' میں بحیثیت منیجر ملازم تھے مدت ملازمت پوری فرما کر مستعفی ہوئے۔

ابتداء عقیدت وارادت

حکیم شمس الاسلام صاحب میرٹھی اور دیگر خادمان دربار جہانگیری سے آپ کی ملاقاتیں ہوئی حضرت قبلہ فخر العارفین روحی فداقدس اللہ سرہٗ العزیز کے اوصاف ومحامد اور کرامات وفتوحات کا ذکر خیر سن کر آپ کے قلب میں محبت اور اعتقاد پیدا ہوا۔

حضور قبلہ عالم محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ کی تمنائے دلی

حضور سیدنا فخر العارفین روحی فداہ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ پندرہ سولہ سال کا عرصہ ہوا، کہ ہم دہلی گئے وہاں ہمارے ہمراہ حضرت محمد نبی رضا مسجد خوں بہا دہلی میں ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے بیساختہ بہت خلوص کیساتھ تمنا ظاہر کی کہ دہلی ہندوستان کا مرکز ہے میری تمنا ہے کہ یہاں ہمارے پیر ومرشد مدظلہ العالی کا کوئی خلیفہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا اور تمنا ان کے وصال کے بعد پوری فرمائی حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے منشی عبدالقدیر شاہ صاحب کو خلافت

واجازت کے بعد ہدایت فرمائی کہ دہلی جاتے ہوئے لکھنؤ ٹھہرنا اور محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ کی مزار اقدس پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھنا چاٹ گام شریف سے رخصت ہوتے وقت اس ہدایت نامہ میں بھاگلپور شریف، پٹنہ شریف، اور لکھنؤ شریف کی زیارت کا حکم آپ کے مرشد برحق سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے حضرت مولوی منشی حافظ عبد القدیر شاہ کو عطا کی، آپ مستجاب الدعوات تھے بیشمار کرامتیں آپکی ذات والاصفات سے صدور وظہور میں آئیں آپ اپنے پیرومرشد سے بے پناہ محبت فرماتے تھے آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ مرشد میں بلکہ جوار مرشد میں کبھی سیدھے کھڑے ہو کر نہ چلے ضعیف مرد کے مانند کمر خم کر کے چلتے تھے۔

وصال شریف

کافی عرصہ سے علالت کا سلسلہ جاری تھا جمادی الاخریٰ ۸ ۱۳۷ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۵۸ء بروز یکشنبہ فجر کی نماز کے لئے تیمم فرمایا پلنگ پر لیٹے ہوئے نماز فجر کی نیت باندھی اور بحالت نماز وصال فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون" علامہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ متصل مقبرہ ہمایوں کے دوسرے دروازے کی مغربی سمت احاطہ درگاہ حضرت شمس الدین اوتاد اللہ معروف بہ چتے شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملحق آپ کا مزار مقدس مرجع خاص وعام اور زیارت گاہ خلائق ہے۔

از انجملہ نمبر ۴:۔ حضرت صوفی باصفا ذیشان المرتبت سید محمد سخاوت حسین شاہ قدس سرہٗ ساکن نگریا سادات ضلع بانس بریلی آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ یوم دوشنبہ مبارکہ موضع سوہادہ تحصیل شاہ آباد ضلع رامپور میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام نامی واسم گرامی حضرت سید محمد الطاف حسین ہے رحمۃ اللہ علیہ دس سال کی عمر تک سوہادہ زیر سرپرستی والدین رہے انتقال والدین کے بعد آپ اپنی نہیال موضع نگریا سادات ضلع بانس بریلی تشریف لائے اور اردو وفارسی کی تعلیم حاصل کر کے پیشہ معلمی اختیار فرمایا جب حضور قبلہ عالم خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زیارت بھینسوڑی شریف ہوئی تو از خود وارفتہ ہو کر عقیدت وارادت لائے موضع نگریا سادات اور موضع نگریا سادات اور موضع بھینسوڑی شریف دو میل کا فاصلہ ہے اپنے مرشد برحق سے سید صاحب نے تعلیم طریقت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے پیرومرشد قبلہ وکعبہ روحی فداہ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ جو کوئی تمہارے پاس آئے اسے طالب بنا کر دینا اور اگر سید آئے تو اسے مطلوب بنا کر دینا، الحختصر آپ تعلیم وتلقین سے مشرف ہو کر داخل سلسلہ عالیہ ہوئے حضور قبلہ عالم نے

ارشاد فرمایا کہ سید صاحب آئندہ آپ ہمارے پیر و مرشد کی خدمت اقدس حاضری دیں لیکن قبل اس کے کہ سید صاحب چاٹ گام شریف دربار اقدس میں حاضری دیتے حضور قبلہ عالم نے سفر آخرت اختیار فرمائی، بعد وصال مرشد پاک خواب میں سید صاحب کو بشارت ہوئی پھر تو سید صاحب نے فی الفور اپنے دادا پیر کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی، اور ایک ماہ چار یوم حاضر خدمت اقدس رہے ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ کو دولت ونعمت خلافت واجازت حضور سیدی ومولائی فخر العارفین قدس سرہٗ کی دست حق پرست سے عطا ہوئی بایں وجہ حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے اپنے خلفاء کے زمرہ میں شامل فرمایا، بوقت رخصت حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے سید صاحب سے فرمایا کہ چاٹ گام شریف میں قدم شریف کی جو شہر میں واقع ہے۔ زیارت کرنا۔ بھاگلپور شریف میں حضرت قطب الاقطاب مولانا سید امداد علی شاہ قدس سرہٗ اور چھپرہ شریف و پٹنہ شریف میں ہمارے حضرات پیران عظام کی زیارت کرنا، اور لکھنؤ شریف ہمارے ہمنام (بحر العلوم حضرت مولانا شاہ عبدالحی فرنگی محلی قدس سرہٗ جو ہمارے استاد محترم تھے ان کی زیارت کرنا مولوی انوار صاحب کے باغ میں آسودہ ہیں، حسب ارشاد مبارک سید صاحب زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے اپنے وطن تشریف لائے عبادت وریاضت اور بندگان خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے آپ سے لاتعداد لوگ مرید ہوئے ان میں سے اکثر نے ہدایت پائی، ایک غیر مسلم صاحب تعلیم طریقت کے آپ سے طالب ہوئے، سید صاحب نے اس کے متعلق ایک عریضہ استفسار حضرت قبلہ کے جناب میں پیش کیا جواب عطا ہوا، کہ اگر دوسرا شخص آپ کے باپ کو باپ پکارے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔

جناب سید صاحب موصوف کے ماموں زاد بھائی جناب سید حکیم احمد شاہ صاحب کو بھی حضور قبلہ فخر العارفین قدس سرہٗ کے دست حق پرست سے خلافت واجازت عطا ہوئی گویا کہ ایک خاندان میں دو صاحب خلافت یافتہ ہوئے یہ خاص شرف اسی خاندان کو حاصل ہے۔

جناب صوفی سید سخاوت حسین شاہ قدس سرہٗ نے بعمر تقریباً ۸۷ سال علیل رہ کر بتاریخ ۲۸ر شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ وفات پائی مزار مقدس بھینسوڑی شریف ریاست رامپور میں واقع زیارت گاہ خلائق ہے۔

ازانجملہ نمبر ۵:- حضرت صوفی حکیم سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مولد و مسکن موضع نگریا سادات ضلع بانس بریلی شریف ہے آپ کے والد ماجد سید محمد شاہ قدس سرہٗ سادات عظام سے ہیں آپ کے مورث اعلیٰ نے اس سرزمین کو شرف بخشا، اپنا وطن بنایا اس وجہ سے اس موضع کا نام نگریا سادات ہوا، آپ کا شجرہ خاندانی بزرگان پیشین سے مستند چلا آتا ہے۔

حضرت صوفی حکیم سید احمد شاہ قدس سرہ' کی ابتدائی تعلیم آپ کے والد ماجد صاحب کے زیر سرپرستی شروع ہوئی قضائے الٰہی سے سے جب آپ کے والد معظم نے انتقال فرمایا تو آپ کی تعلیم درسی ناتمام رہی مگر فارسی میں لیاقت استعداد اچھی تھی، یہ وہ وقت تھا جب بھینسوڑی شریف میں قطب عالم حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس سرہ' کی شہرت اور بزرگی عام ہورہی تھی اور یہاں کے لوگ آپ سے مستفیض ہورہے تھے سید صاحب ممدوح آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے طریقت کی تعلیم وتوجہ خاص سے مستفیض ہوئے مگر کچھ ہی دنوں کے بعد حضور قبلہ عالم کا وصال ہوگیا، سید صاحب موصوف کو خواب میں بشارت ہوئی اور آپ مرزا کھیل شریف چاٹ گام میں حاضر ہوئے۔ ۱۳۳۱ھ میں آپ کی پہلی حاضری تھی۔ اس حاضری میں شرف حضوری آپ کو ساڑھے تین ماہ کی حاصل رہی ۱۲ / ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ کو حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' کی دست حق پرست سے نعمت خلافت واجازت نصیب ہوئی پھر ارشاد وہدایات کے بعد حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' نے سید صاحب کو رخصت کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

ازانجملہ نمبر ۶:- حضرت مولانا صوفی علاؤالدین پیارے قدس سرہ' آپ کا مولد ومسکن امیٹھی بندگی میاں ضلع لکھنؤ ہے آپ کا نام نامی علاؤالدین مگر حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' جب آپ کو طلب فرماتے یا مخاطب فرماتے تو علاؤالدین پیارے فرمایا کرتے آپ حضرت صوفی احمد علی شاہ حافظ صاحب قدس سرہ' ساکن گھسیاری منڈی کے مرید وخلیفہ تھے، گھسیاری منڈی لکھنؤ میں ایک محلہ کا نام ہے، اور صوفی حافظ احمد علی شاہ قدس سرہ' حضور سیدنا قطب العالم خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس سرہ' کے مرید وخلیفہ تھے گویا کہ سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' علاؤالدین پیارے قدس سرہ' کے دادا پیر تھے آپ کو بھی سیدنا فخر العارفین قدس سرہ' کی بارگاہ مقدس سے اور آپ ہی دست حق پرست سے خلافت واجازت مرحمت ہوئی اور تحصیل علم کا حکم ہوا آپ کانپور تشریف لائے اور تحصیل علم میں مصروف ہوگئے کچھ دنوں بعد آپ کراچی پاکستان اپنے اعزہ کے پاس تشریف لے گئے اس کے بعد کے حالات نہ معلوم ہوسکے۔

ازانجملہ نمبر ۷:- حضرت صوفی سید ماسٹر رحمت علی شاہ قدس سرہ' آپ کا مولد ومسکن لکھنؤ ہے آپ کی ولادت باسعادت ماہ اکتوبر ۱۸۹۶ء کو ہوئی آپ کے والد ماجد سید اکرام علی صاحب نائب تحصیلدار اور زمیندار تھے ابتدائی تعلیم زیر نگرانی آپ کے والد صاحب شروع ہوئی اردو، فارسی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مسائل دینی میں بھی آپ اچھی لیاقت حاصل فرمائی بعدہ' علی گڑھ سے آپ نے ایف، اے پاس کیا محکمہ ریلوے میں ملازم ہوئے، اور ترقیات حاصل کرکے

یوپی، ڈبلو، آئی کے عہدے پر فائز ہوئے ملازمت کی مدت پوری کر کے ۱۹۴۹ء میں مستعفی ہوئے اور کراچی پاکستان میں سکونت اختیار فرمائی اور تا حیات وہیں مقیم رہے۔

ازانجملہ نمبر ۸:- حضرت صوفی حاجی بدرالاسلام شاہ میرٹھی قدس سرہٗ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ظہورالاسلام صاحب تحصیلدار میرٹھ کے رئیس اور شرفاء میں سے تھے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس خاندان کے سب افراد سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے حلقہ بگوش اور ارادت مند تھے آپ حاضری اول چاٹ گام شریف ہی میں نعمت خلافت واجازت سے نوازے گئے عمر طبعی پائی آپ کا مزار اقدس میرٹھ میں مرجع خلائق ہے۔

ازانجملہ نمبر ۹:- حضرت صوفی باصفا حافظ کلیم اللہ شاہ قدس سرہٗ آپ مقام درو ضلع نینی تال کے باشندہ ہیں حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ کی شہرت تقدس اور بزرگی سن کر دربار عالی چاٹ گام شریف حاضر ہوئے آپ پر حضور کی خاص نظر التفات رہی اور نعمت خلافت کی دولت عظمیٰ سے سرفراز فرمائے گئے اس سے زیادہ کے حالات نہ معلوم ہو سکے آپ نے اپنے وطن مالوف میں وصال فرمایا۔

ازانجملہ نمبر ۱۰:- حضرت صوفی حق آگاہ مرشدنا ومولانا سید عبداللہ بہاری قدس سرہٗ آپ کا مولد مسکن پٹنہ صوبہ بہار ہے آپ خاندان سادات سے ہیں آپ نے گمنامی کو پسند فرمایا اور اپنا تذکرہ لکھنے سے مصنف سیرت فخر العارفین کو منع فرمایا۔

ازانجملہ ۱۱:- شیر حق مرد مجاہد عارف باللہ مرد حق آگاہ حضرت سیدنا حکیم حاذق مولانا وصوفی سید سکندر شاہ قدس سرہٗ آپ کے خصائل واوصاف کمالات وکرامات محتاج بیان نہیں ہیں آپ ہی کی وہ ذات مقدس ہے کہ اپنے پیر ومرشد جامع الکمالات الاولیاء حضور سیدنا شیخ العالم فخر العارفین مرشدنا ومولانا خواجہ مخدوم عبدالحی شاہ روحی فداقدس اللہ سرہٗ العزیز کی جامع سوانح حیات اوصاف وکمالات رشد ہدایات اور اوظائف ومعمولات پر مبنی ایک عظیم الشان دینی وتاریخی کتاب سیرت فخر العارفین تصنیف فرمائی اور امت کی صلاح وفلاح کا وہ مقدس کارنامہ انجام دیا جسے دنیا کسی حال وعالم میں فراموش نہیں کر سکتی، تمام اوصاف وکمالات سے متصف شخصیت کا عاجزی وفروتنی انکساری وکسر نفسی کا عالم ملاحظہ فرمایئے کہ اپنے متعلق کسی لانبے چوڑے القاب وآداب کا سہارا نہیں لیا بلکہ جب بھی اور جہاں کہیں بھی اپنا نام مبارک لکھا تو صرف کمترین بندۂ درگاہ ہی پہ اکتفا فرمایا، یقیناً یہی اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مخلوق خدا کا خادم سمجھتے ہیں

آپ اپنے پیر ومرشد سے غایت درجہ الفت ومحبت فرماتے اور جو کچھ زبان اقدس سے سنتے لوح دماغ میں محفوظ کر لیتے یا
پھر احاطہ تحریر میں لے آتے، یہ آپ کی قوت حافظہ ہی کا کمال ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ اپنے مرشد برحق کے سچے عاشق
زار تھے اور ان کے ایک اشارے پر قربان ہو جانے کو زندگی کی معراج تصور فرماتے تھے اپنے محبوب پیر بھائی حضور قبلہ عالم
سیدی ومرشدی خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس سرہٗ سے بھی حد درجہ محبت فرماتے اور نہایت ادب ولحاظ فرماتے مشکل گھڑی
میں آپ سے مشورہ اور دعاء کی درخواست فرماتے اور آپ کی ذات والا صفات سے دینی دنیوی فائدہ حاصل فرماتے آپ
کے حالات وکمالات کو احاطہ تحریر میں لانا آسان کام نہیں ہے اس کے لئے ایک دفتر ناکافی ہے آپ کا مزار اقدس شہر کانپور
میں مرجع خلائق ہے۔

ازانجملہ نمبر ۱۲:-

حضرت حاجی صوفی خادم علی شاہ قدس سرہ

آپکی وہ ذات پاک ہے، جن پر لاکھوں خوبیاں اور کروڑوں سعادتیں قربان ہیں، آپ حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ
کے مصاحبین خاص میں سے تھے آپ کو وہ شرف حاصل تھا، آپ حضور سیدنا فخر العارفین روحی فداہ قدس سرہٗ کے تمام
کاروبار جائداد واملاک کے مختار اور منتظم خاص تھے، جائداد کے خرید وفروخت روپے پیسے کا لین دین گھر اور باہر کے
کاروبار کا نظم ونسق عرس وفاتحہ وغیرہ کا اہتمام حتیٰ کہ بیٹے بیٹیوں کے شادی بیاہ وغیرہ کے معاملات آپ کے سپرد تھے اور
حضور روحی فدا آپ سے بیحد محبت فرماتے تھے اور اکثر زبان مبارک سے فرمائے کہ خادم میرا وزیر ہے غرضکہ آپ پیر
ومرشد کے بیحد منظور نظر تھے آپ سے صدہا کرامتوں کا ظہور وصدور ہوا آپ کے اوصاف بیحد وبے انتہا ہیں، غرضکہ آپ
نہایت متقی وپرہیزگار اور اپنے پیر ومرشد کے جان نثار تھے آپ نے بعمر ۹۵ سال ۱۱ ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۱ء بمقام موضع اسلام
آباد مراد آباد میں وصال فرمایا اور یہیں آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خلائق ہے سیرت فخر العارفین میں تفصیل کے ساتھ
آپ کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

ازانجملہ نمبر ۱۳:- خسرو دربار صاحب ذی وقار حضرت صوفی مولوی ومنشی عبد الجلیل شاہ قدس سرہٗ آپ
موضع بازلیا چاٹ گام شریف کے باشندہ تھے، اوائل عمر ہی میں شرف غلامی حاصل فرمائی آپ زبردست روحانی بزرگ کے
ساتھ ساتھ نہایت ہی قادر الکلام شاعر بھی تھے اور تخلص نام کے مناسبت سے جلیل فرماتے تھے آپ زیادہ تر بنگلہ زبان میں

شاعری فرماتے تھے، حضور سیدنا فخر العارفین رضی اللہ عنہ آپ کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ شاعری تو سب کرتے ہیں، مگر منشی عبدالجلیل کی بات ہی کچھ اور ہے حضور قبلہ کے حکم پر آپ نے مضمون توحید پر شاعری فرمائی جسے حضور قبلہ نے پسند فرمایا اور بہت تعریف کے بعد دعاء سے بھی نوازش فرمائی حضور قبلہ وکعبہ کے وصال شریف کے بعد آپ نے ایک مرثیہ بنام بارہ ماسا لکھا جو نہایت پردرد والم ہے حضرت صوفی منشی شاہ عبدالجلیل المتخلص بہ جلیل قدس سرہ نے ۷۷ سال کی عمر میں جمادی الاول ۳ھ ۱۳۵۳ھ مطابق ۶ر ستمبر ۱۹۳۴ء بروز دوشنبہ مبارکہ کو وصال فرمایا۔

ازانجملہ نمبر ۱۴:- مقبول بارگاہ لم یزل حضرت صوفی مقبول علی شاہ قدس سرہ آپ کا مولد ومسکن ایک گاؤں کنچن نگر ہے جو مرزا کھیل شریف سے نو میل کے فاصلہ پر ہے آپ نے بعمر ۱۴ سال حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہ سے شرف مریدی حاصل فرمائی آپ کو بارگاہ پاک سے خادم خاص کا درجہ عطا ہوا آپ ہمیشہ مرشد برحق ہی کی خدمت اقدس میں رہے اور حضرت کی جدائی سے آپ تڑپ اٹھتے مرشد برحق کے حکم سے گھر کی جانب روانہ ہوتے اور آدھے رستے سے لوٹ آتے گھر کے لوگوں نے ہر چند مکان پر رکھنے کی کوشش کی اکثر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور! مقبول کو گھر پر رہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ نے متعدد بار ارشاد فرمایا کہ ہم تو اسے رخصت کردیتے ہیں مگر یہ پھر چلا آتا ہے چند سال کے بعد یہ کیفیت ہوگئی کہ آستانہ اقدس ہی ان کا خانہ اور ٹھکانہ سب کچھ ہوگیا۔ شعر

قصر بہشت تم کو مبارک ہو زاہدو ہم نے تو کوئے یار میں مسکن بنالیا

آپ نے شادی نہیں کی مجرد زندگی گذاری تمام عمر خدمت شیخ ہی میں حاضر رہے بعمر بہتر ۷۲ سال ۸ر شوال المکرم ۳ ۱۳۷ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۵۴ء بروز پنجشنبہ مبارکہ (جمعرات) کو وصال فرمایا۔

ازانجملہ نمبر ۱۵:- حافظ قرآن شاعر ذیشان محب رحمٰن عاشق حبیب الرحمٰن حضرت صوفی حافظ مقبول احمد شاہ المتخلص بہ کوکب، بنارسی قدس سرہ، آپ کا مولد ومسکن شہر بنارس ہے آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عنایت اللہ شاہ قدس سرہ نہایت متقی پرہیزگار بزرگ تھے آپ کو شرف بیعت وارادت ۱۹۰۲ء میں حاصل ہوا، پیر ومرشد کے ایماء مبارک سے آپ نے پیشہ معلمی اختیار فرمایا بلند پایہ شاعر تو تھے ہی اردو عربی اور فارسی میں بہت عمدہ لیاقت واستعداد کے مالک تھے کالج کے لڑکوں کو بی اے اور ایم اے کلاس کا کورس بھی پڑھاتے تھے۔ آپ امانت ودیانت میں بے مثل توکل اور قانع مجرد، دنیاوی ملوث سے پاک مستغنی تھے، فن شاعری کیساتھ تاریخ گوئی میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا آپ نے شجرہ شریف جہانگیریہ

ابوالعلائیہ نظم فرمایا اور آخر میں مناجات بھی آپ ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو سلسلہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ میں پڑھنے کا رواج ہے اوران اشعار متبرکہ کو بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ عطا ہے، وفات سے چند سال قبل آپ نے بنارس سے قطع تعلق کر کے اور ہجرت فرما کے چاٹ گام شریف آستانہ عالیہ جہانگیریہ شریف میں متوطن ہو گئے اور وہیں ۱۹۵۱ء میں آپ کا وصال شریف ہوا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ازانجملہ نمبر ۱۶:- مقتدائے عارفاں حضرت مسیح الملک عالی جناب صوفی حکیم محمد اجمل خاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ کے غائبانہ عاشق زار تھے، شرف ملاقات سے فیضیاب نہ ہو سکے، شیخ العارفین حضرت حکیم سکندر شاہ کانپوری علیہ الرحمہ سے کبھی کبھی اپنی روحانی ارادت کا تذکرہ فرماتے اور حلیہ بیان فرماتے تو ایسا لگتا جیسے حضور قبلہ سامنے تشریف فرما ہیں اور آپ انہیں دیکھتے جاتے اور سارے جسم پاک کا نقشہ کھینچتے جاتے ہیں غرضکہ آپ کی عشق ومحبت ووارفتگی کا وہی حال تھا جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا، حکیم صاحب قبلہ بہت ہی مایہ ناز شاعر بھی تھے اور نام ہی یعنی اجمل تخلص فرماتے تھے حضور قبلہ قدس سرہٗ کی شان اقدس میں بہت سی نظمیں، قصائد اور منقبت منظوم فرمائے آپ کی دو نظمیں جسے بذریعہ ڈاک حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیں جسے حضور قبلہ قدس سرہٗ نے پسند فرمائیں حسب ذیل پیش ہیں۔

طوطیٔ آزاد بودم در قفس انداختند — از فراز آسماں گو یا فتادم بر زمیں

جادہ گم کردم ز بدبختی دریں تاریک شب — راہ پر از من جدا اور راہزن اندر کمیں

دل ہمی دارم بہ بر لیکن چہ دلخوار و فگار — از ندامت بر کشم بر دیدہ ورخ آستیں

اے مسیحائے زماں درد دلم را چارۂ — باختم تاب وتواں در پنچہ دیولعیں

از تو می پرسم بفرماں منزل سلمٰی کجاست — باز انگشت شہادت باز چشم سرگیں

چارۂ شک چون بجویم از تو در شبہائے تار — زاں کے برافروختی از بہر ماشمع یقیں

چوں ز حال من کسے پرسد بگویم در جواب — از وصال یار دورم بارقیباں ہم نشیں

دوسری نظم بزبان اردو یہ ہے

ترے نور جبیں سے ہے طلوع صبح نورانی — گریزاں ہے سیہ بختوں کی جس سے شام ظلمانی

تجھے شاہ جہانگیر اہل دل تسلیم کرتے ہیں — کہ اک عالم کی تونے کی جہانگیری جہاں بانی

وجود پاک ہے تیرا وہ محور جس پہ روز وشب — دوائر سات اقلیموں کے پھرتے ہیں بآسانی

تجھے وہ خاص رتبہ عالم بالا میں حاصل ہے — کہ رہتے ہیں ملک ہر لحظہ سرگرم ثنا خوانی

تباہی میں ہے کشتی قوم کی اے ناخدا ہمت — اندھیری رات ہے اور موج پر ہے بادِ طغیانی

تجھے وقت کرم ہرگز گوارا ہو نہیں سکتا — کہ خادم سب تیرے آزاد ہوں اور ایک زندانی

۱۷ / ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / بروز دوشنبہ مبارکہ کو بعمر ۶۳ سال حضرت سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی اور حکیم صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو اطلاع ہوئی تو روتے روتے گاؤ تکیہ پر گر پڑے اور اس قدر زار و قطار رونے کہ گاؤ تکیہ تر ہو گیا اہل اللہ سے یہ محبت اور یہ علاقہ اسی کو ہو سکتا ہے۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے باطنی نعمت کو کما حقہٗ ودیعت فرمائی ہو۔ مذکورہ بالا نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعری میں آپ کا کیا مقام اور درجہ تھا حقیقت یہ ہے کہ لباس امراء میں آپ بلند پایہ درویش، فرشتہ صفت، مذہب کی روح مرد کامل اور علم و عرفاں کے مخزن تھے جو ظاہر داری کی تمام رسومات سے آزاد، اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے مضبوط ارسال کیے جن کو پڑھ کر حضور والا بہت مسرور ہوئے ایک خط میں حکیم صاحب قبلہ نے ایک فقرہ ’’ادام اللہ علیٰ رؤسنا ممدوداً‘‘ تحریر فرمایا حضور قبلہ نے خط پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا آپ نے لفظ ممدوداً پر زور دے کر فرمایا کہ یہ لفظ بیساختہ انکی زبان سے نکلا ہے اس فقرے کا مطلب ہے ہمارے سروں پر آپ کا سایہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ قائم رکھے آپ کے اشعار کو سن کر سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حکیم صاحب نے ایسے اشعار لکھے ہیں کہ اگر آتش وناسخ بھی ہوتے تو حکیم صاحب کے ہاتھ چوم لیتے اور کہتے کہ ہم سے بڑھکر بھی کوئی شاعر ہے، حضور قبلہ وکعبہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حکیم صاحب سے اور ہم سے چار چشمی ملاقات نہیں ہے لیکن ہم نے سکندر شاہ قدس سرہٗ اور منشی عبدالقدیر قدس سرہٗ سے کہہ دیا ہے کہ جس طرح آپ لوگ ہمارے حضرت کے آستانہ کے مرید ہیں اسی طرح حکیم اجمل خاں صاحب بھی مرید ہیں، حکیم صاحب کی روح کو ہم سے جو تعلق ہے اس کو آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ دربار عالی سے بعض غلام جن کا حکیم صاحب سے بھی تعلق اور واسطہ رہا ان کا چشم دید مشاہدہ ہے کہ حکیم صاحب موصوف کا معاملہ اور انکا برتاؤ زندگی کی اخیر تک حضور قبلہ کیساتھ مریدانہ رہا اپنے معاملات کے لئے بار بار عریضہ پیش کرتے یا خود بعض خدام کو دربار عالی بھیجتے آپ نے بارہا حاضری کی اذن طلب فرمائی حضور قبلہ قدس سرہٗ نے ہر بار یہی ارشاد فرمایا کہ تمہیں مخلوق خداوندی کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے کیونکہ تم ان کی خاص ضرورت ہو۔

یہ بھی امر واقعہ ہے کہ حکیم صاحب کا جب سے دربار عالی اور حضور قبلہ قدس سرہٗ سے رشتہ روحانی قائم ہوا اسی وقت سے

انہیں غیر معمولی عزت وشہرت سعادت وسربلندی سے اللہ تعالیٰ نے خوب نوازا، حکیم صاحب قبلہ اپنی زندگی کے آخری دور میں جس بلندی پر پہنچے اس سے عوام وخواص سب واقف ہیں۔

وفات شریف کے حالات

حضور قبلہ عالم سلطان العارفین سراج السالکین محبوب فخر العارفین حضرت سیدنا ومولانا خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز ماہ صفر المظفر ۱۳۲۹ھ میں تقریباً ڈیڑھ ماہ پیشتر اپنی وفات شریف کے، آبائی مکان قصبہ بھینسوڑی شریف رامپور تشریف لے گئے، دوران قیام کھانسی وزکام کا مرض لاحق ہوا طبیعت پاک کچھ زیادہ علیل ہوگئی مگر بوجہ علالت آپ نے وہاں قیام مناسب نہ سمجھا باوجود کہ طبیعت زیادہ ناساز تھی لکھنؤ واپسی کا عزم فرمایا جس کی وجہ خاص یہ تھی کہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی بڑے پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ فاتحہ لکھنؤ میں مقرر ہو چکی تھی اور اس میں شرکت حضور قبلہ ضروری خیال فرماتے تھے جبکہ آپ کے خداموں نے عرض کیا کہ حضور کی طبیعت پاک ناساز ہے اس لئے یہ سفر ملتوی فرمادیں آپ نے ارشاد فرمایا اگر اس وقت ہم یہاں رہ گئے تو پھر کبھی جانا نہ ہوگا اور ہم تو لکھنؤ اسی لئے رہتے ہیں کہ وہاں ہمیشہ ہم کو رہنا ہے۔ کوئی کیا کہے اور کیوں کر کہے کہ وصال شریف کی خبر اشارہ وکنایہ میں آپ نے دیدی اور لوگوں کو آگاہ بھی فرمادیا ہمیشہ کیلئے تربت میں قیام جس مقام پر ہونا ہے وہ لکھنؤ میں ہے آپ نے فرمایا ہمارے یہاں بھینسوڑی شریف میں نہ رہنے سے کوئی کام نہ رکے گا سب کام بدستور انجام پاتے رہیں گے اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فاتحہ خوانی کا موقع ہمیشہ نہیں نصیب ہوتا ہے لہٰذا لکھنؤ میں پہنچ کر اس میں شرکت ضروری ہے، اس ارشاد کے بعد آپ نے سفر کا مصمم ارادہ فرمالیا آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ کہیں باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو بستی کے تمام لوگ جس میں اعزہ واقارب متوسلین ومعتقدین وخدام بے شمار ہوتے تھے، نصف میل فاصلہ تک آپ کو رخصت کرنے آتے تھے اور چند ہمراہیوں کے ساتھ آپ اسٹیشن تشریف لے جاتے تھے باقی سب کو رخصت کردیا کرتے تھے جو ہمراہی اس وقت آپ کے ساتھ تھے ان کا بیان ہے کہ اس بار رخصت ہوتے ہوئے حضور قبلہ بار بار قصبہ کی آبادی کی جانب مڑمڑ کر دیکھتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ اپنے آبائی وطن کا آخری دیدار کر رہے ہیں اور شاید یہاں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہورہے ہیں ماہ صفر المظفر کی آخری تاریخوں میں آپ قصبہ بھینسوڑی شریف سے لکھنؤ تشریف لے گئے یہاں پہنچ کر فاتحہ ومحافل میں شرکت فرماتے رہے مریضوں کی عیادت بیماروں کی مزاج پرسی اور غریبوں کی خبرگیری

کے لئے لوگوں کے یہاں تشریف لے جاتے رہے، اس مرتبہ لکھنؤ آمد پر آپ کا معمول شریف رہا کہ جس جگہ صدر بازار میں اب قبرستان ہے وہاں تشریف لے جاتے اور مسجد کے پاس جہاں آپ کا مزار پاک ہے کیلے کے درختوں کے سایہ میں گھنٹوں بیٹھے رہتے، اور وہاں کی مٹی اٹھا کر سونگھتے اور لوگوں سے فرماتے کہ اس مٹی میں مشک وعنبر کی طرح خوشبو آتی ہے، اور یہ جگہ مجھے بہت پسند ہے، ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اس جگہ مکان بنائیں اور یہیں قیام کریں خدام ودیگر افراد اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے آپ کے برادر خورد حضرت خواجہ محمد عنایت حسن شاہ حاجی الحرمین شریفین قدس سرہ اس وقت ملازمت سے رخصت لیکر بغرض ملاقات حضور قبلہ کے مکان پر تشریف لائے یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضور قبلہ لکھنؤ تشریف لے جاچکے ہیں، چونکہ قدمبوسی وملاقات کا بیحد اشتیاق تھا بذریعہ عریضہ حاضری کی اجازت طلب فرمائی آپ نے جواب کیلئے مکتوب عالی ارقام فرمایا کہ تم لکھنؤ آنے کا قصد نہ کرو ہم عنقریب اجمیر ونصیر آباد کو مکان ہوتے ہوئے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت وہیں ملاقات ہوجائے گی، چونکہ نصیر آباد سے متواتر بلاوے کے خط آپ کے پاس آتے رہے آپ نے اجمیر شریف ونصیر آباد کے سفر کا اعلان فرمادیا، اور سامان سفر درست کرنے کا حکم فرمایا، اس طرح سفر کے لئے مکمل تیاری ہوگئی مگر مرضی مولایاں تو دوسرا ہی سفر درپیش تھا روانگی کے کچھ لمحہ قبل آپ کو شدت کا بخار ہوگیا اور روانگی ملتوی کرنی پڑی، دوسرے روز بخار میں اور اضافہ ہوگیا سینہ مبارک میں درد شروع ہوا دوا وعلاج برابر جاری رہا مگر بجائے فائدہ کے تکلیف بڑھتی گئی درد نے اور شدت اختیار کرلی حالت بیماری میں بھی نماز پنجگانہ بروقت ادا فرماتے رہے ۲۲ ربیع الاول شریف بروز جمعہ مبارکہ بوقت صبح درد اور بخار میں شدت اور بڑھ گئی۔ لوگوں کو دعاؤں اور نیک ہدایتوں سے نوازتے رہے اچانک مغرب کے وقت سے بخار میں پھر زیادتی ہوگئی تمام شب درد وکرب سے بے چینی کی کیفیت رہی بروز ہفتہ کی رات کو بعد نماز عشاء آپ نے لوگوں سے فرمایا آج کی رات کوئی ہمارے پاس نہ رہے اب ہم کو آرام ہے اس حکم پر سبھی متوسلین خدام کمرہ کے باہر ہی رہے بروز یکشنبہ اتوار بعد نماز فجر پھر درد نے شدت اختیار کرلی بخار کا بھی شدید ترین حملہ ہوا، کرب وبے چینی کی کیفیت پیدا ہوگئی کچھ دیر بعد جب قدرے افاقہ ہوا تو خدام سے فرمایا کہ میں اٹھ کر بیٹھنا چاہتا ہوں خدام نے سہارا دیکر بٹھادیا۔

بوقت رحلت عمل حدیث کی تلقین

حضور قبلہ عالم نے بحالت بیماری لوگوں کو تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! آقائے دوجہاں سرور کونین روحی فدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ بعد وفات کسی کی جدائی میں ایام جاہلیت کی طرح نوحہ وبین کرنا

رونا پیٹنا، چیخنا چلانا، گریبان پھاڑنا، بال نوچنا، منھ پر خاک اڑانا، ماتم وسینہ کوبی کرنا کافرین ومشرکین کا طریقہ ہے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے کوئی کتنا ہی محبوب اور چہیتا کیوں نہ ہو کسی کے غم پہ یہ سب کام کرنا سخت ممنوع اور بہت بڑا گناہ ہے، خبردار ایسے امر سے اپنے آپ کو دور رکھنا یہ فرما کر آپ بستر پر دراز ہو گئے، چشمان مبارک بند فرمالیں۔ سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہونے لگیں جسم اقدس سرد پڑ گیا لوگوں نے چھوکر دیکھا تو ٹھنڈا پایا محسوس کیا، کہ شاید حضور قبلہ عالم فانی سے جہان جاودانی کی طرف کوچ فرما گئے، اب تو لوگوں کے صبر کے پیمانے چھلک پڑے آنکھیں ساون بھادوں کی برسات کی طرح اُبل پڑیں آہ وبکا سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، معاً آپ نے آنکھیں کھول دیں اور لوگوں سے مخاطب ہو کے ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی کچھ لمحہ قبل میں نے آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آپ لوگوں کو سنائی، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی وفات پر گریہ وزاری آہ وبکا کرنے سے منع فرمایا ہے افسوس تم لوگ اتنی جلدی میرے منھ سے نکلے ہوئے جملے بھول گئے تم نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ خیال نہ کیا یاد رکھو ساری بھلائی فلاح ونجات احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے ہے۔

تقریباً نو بجے دن میں پھر درد میں شدت پیدا ہو گئی بے چینی اس حد تک بڑھ گئی کہ کروٹیں بدلنے لگے، کچھ دیر کے بعد اسی حالت میں لبہائے مبارک کو جنبش ہوئی ارشاد فرمایا حضور غریب نواز سلطان الہند خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ مجھے بلا رہے ہیں مگر قطب اودھ حضور شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ جانے نہیں دے رہے ہیں، اس وقت میں بڑی کشمکش میں ہوں آخر جانا ہی ہے آخر جانا ہے یہ فرماتے ہوئے آسمان کی جانب انگشت مبارک اٹھا کر اشارہ فرمایا دونوں لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے جس سے کلمہ طیبہ کا ورد مسلسل جاری تھا اسی حالت میں بیک چشم جاں بحق واصل باللہ ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حیرتی ہوں میں تری تصویر کے اعجاز کا　　　رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

ہنستے اور مسکراتے ہوئے جان آفریں سپرد خدا کرنا کچھ آسان کام نہیں یہ انہیں کا جگر ہے جن کے متعلق رب نے لاخوف علیہم فرما کر یہ اعجاز بخشا ہے۔

بے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں　　　پھر اسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

یہ سانحہ عظیم بتاریخ چوبیس ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بروز یکشنبہ بوقت ساڑھے دس بجے دن یعنی بوقت چاشت پیش آیا اس دل روز واقعہ سے لاکھوں آنکھیں اشکبار ہوئیں ہزاروں اشخاص دل فگار ہوئے اس صدمہ جانکاہ سے غلاموں اور خداموں کی عجیب حالت ہو گئی اس خبر پروحشت اثر کو جس نے بھی سنا آبدیدہ ہو گیا وصال کی خبر سے مخلوق خدا کا اژدھام اکٹھا ہو گیا

تاحدنگاہ سرہی سرنظر آتے تھے تعمیر مزار شریف کے لئے اکثر بیشتر غلاموں وخداموں نے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا کہ ہمارے مکانات میں سے کوئی بھی جگہ منتخب کر لی جائے اور وہاں حضرت کا مزار اقدس بنادیا جائے مگر اتفاق رائے سے طے پایا کہ حضرت قبلہ نے جس جگہ کو پسند فرمایا اور جہاں اکثر جاکے اوقات گذارا کرتے تھے اور جہاں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس جگہ مکان بنانے کو جی چاہتا ہے نیز فرمایا کہ اس جگہ کی مٹی سے مشک عنبر کی خوشبو آتی ہے مناسب ہے کہ حضور قبلہ کو اسی مقام پر رکھا جائے۔ لہٰذا آپ کے اس پسندیدہ مقام کو ترجیح دی گئی اور اسی مقام متبرکہ پر تعمیر مزار اقدس کا کام شروع ہوا، بعد تجہیز وتکفین جنازہ شریف کو نہر کے قریب لایا گیا، جو شہر لکھنؤ پرانا قلعہ میں واقع ہے نماز جنازہ میں بیشمار خلق اللہ شریک تھے لوگوں کے بیان اور اندازہ کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل تھی جن میں سے اکثر حضرات اجنبی ناشنا سا معلوم ہوتے تھے اور بیشتر حضرات ہیبت سے بزرگ معلوم ہوتے تھے جن کی شناخت بھی نہ ہوسکی، کہ وہ کون تھے اور کہاں کے رہنے والے تھے حیرت واستعجاب میں غرق ہونے کی بات ہے کہ اس وقت اس گردونواح کی آبادی بھی مشکل سے پندرہ بیس ہزار پر مشتمل ہوگی اور مخلوق خدا کا اس قدر ہجوم کہ لاکھوں اشخاص سے بھی زیادہ نماز جنازہ میں شریک ہوئے یقینی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ رجال الغیب کا اہتمام عالم الغیب والشہادۃ نے فرمایا تھا، جب لوگ جنازہ شریف لے کر جانب قبرستان چلے تو آسمان سے زمین تک ایک نوری ستون معلوم ہوتا تھا گلی وکوچے درودیوار ماتم کناں ولیکن بقعہ نور نظر آتے تھے، اور چونکہ وصال کی خبر کیلئے حضور کے دولت کدہ پر بذریعہ ٹیلی گرام اطلاع کی گئی تھی وہاں سے اعزہ واحباب کی آمد کا انتظار تھا اور ٹیلی گرام کچھ دیر سے موصول ہوا اسلئے بروقت کوئی حاضر نہ ہوسکا بایں وجہ یکشنبہ ودوشنبہ کی درمیانی شب میں بارہ بج کر ۲۵ منٹ پر آپ کو بجلہ ناز میں سپرد خاک کیا گیا۔

رفت ازدنیائے فانی جانب دار بقا — آں شہ عالی نبی یارضائے نیک نام

بودآں بحر ولایت راثمیں دریتیم — بودآں چرخ کرامت رامبیں ماہ تمام

آنکہ اندر حسن وصورت بود چوں یوسف عزیز — آنکہ اندر خلق وسیرت پیرو خیر الانام

خوش شمائل وخصائل خوش جمال وخوش مقال — خوش زبان وخوش بیان وخوش نظام وخوش کلام

ذی مناقب ذی مراتب ذی حشم ذی اقتدار — ذی لیاقت ذی ہنر ذی منزلت ذی احتشام

صاحب کنز حقائق مالک ملک یقیں — بادشاہ دین ودنیا خواجہ عالی مقام

داد خلق اللہ را تعلیم قطع ماسوا — بہر دلہائے پریشاں داشت حسن انتظام

گاہ اندر سکر بس مستغرق بحر جمال — گاہ اندر خود عالم گہر ریز کلام

مولد ومنشا نہ روئے عالم سروعلن — اولاً از رامپور ثانیاً از چاٹگام

نسبتاً ہم مشرباً از اعتبار سلسلہ — قادری وبوالعلائے درجہانگیری نظام

کوکب الحق گفت ہاتف مصرعہ سال وصال — سالک راہ حقیقت قطب دیں والا مقام

۱۳۲۹ھ

وصال شریف کا تار کسی وجہ سے بہت تاخیر سے مکان پر پہنچا یعنی وصال شریف کے تیسرے روز گھر والوں کو تار موصول ہوا جب وصال شریف کی خبر مکان پر پہنچی تو سب اعزہ واقرباء غلامان وخدامان کو بیحد صدمہ ہوا ہر طرف واحسرتا واویلہ کا شور اٹھا ہر دل غمگین ہر آنکھ اشکبار نہ ضبط یارائے صبر وقرار ہر قلب متفکر ورنجیدہ غرضکہ عجب سماں تھا حضور قبلہ عالم کی ضعیفہ والدہ محترمہ مخدومہ اور آپ کی حرم محترم اہلیہ محترمہ مخدومہ اس صدمہ جانکاہ سے اس قدر دل برداشتہ ہوئیں کہ ان کی دیوانگی سی کیفیت ہوگئی کئی روز میں حواس بجائے ہوئے سب نے مرضی مولا کے سامنے سرنیاز خم کرلی، اور زبان پر مرضی مولا از ہمہ اولیٰ جاری ہوگیا۔ آپ کے برادر خورد چہیتے مرید خلیفہ حضور قبلہ حاجی الحرمین شریفین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب حالت ہوگئی تھی آپ پردیس سے زیارت کے لئے اور شوق لقاء کی خاطر مکان تشریف لائے تھے مگر یہاں تو یہ صورت ہوگئی تھی کہ جس مقدس ہستی کی زیارت کے شوق میں ملازمت سے رخصت لے کر گھر پہنچے تھے، وہ پردیس ہی میں داغ مفارقت دے گیا، تمنائے دلی دل ہی میں کروٹ بدل کر رہ گئی آہ شوق زیارت کی آرزو بھی پوری نہ ہوسکی اسقدر دلگیر غمگین ومتفکر ہوگئے کہ دن کو چین نہ رات کو آرام ایک تو حقیقی بڑے بھائی دوسرے پیر مرشد اور مربی وسرپرست والد معظم کا سایہ حضور حاجی الحرمین شاہ محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن یعنی شیرخوارگی کے زمانہ میں اٹھ گیا تھا آپ نے اپنے بڑے بھائی حضور قبلہ عالم کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور جب سن شعور کو پہنچے تو سلسلہ طریقت کی غلامی میں حلقہ بگوش فرماکے فیضان باطنی سے بھی آپ ہی نے سرفراز کیا بایں وجہ آپ کے صدمہ بے چینی وبیقراری کی کوئی انتہا نہ تھی ہر گھڑی صورت مبارکہ کا تصور ہر لحہ رخ انور کا خیال غرض کہ عجب حال تھا۔

آخر کار چاروناچار اپنے آپ کو سنبھالا اور مکان پر فاتحہ وایصال ثواب وغیرہ کا اہتمام فرمایا اور یہاں سے فارغ ہوکر چند ہمراہیوں کے ساتھ لکھنؤ شریف سوم کی شام کو حاضر ہوکر قل وفاتحہ مبارکہ میں شرکت فرمائی، خاک آستانہ منھ پر ملی بہت سے احباب ورفقاء متوسلین ومعتقدین کی درخواست پر اپنے دست مبارک سے مزار شریف کی سنگ بنیاد رکھا بعدہٗ دوروز

قیام فرمایا تیسرے روز تبرکات وملبوسات شریف ہمراہ لیکر مع ہمراہیان مکان واپس تشریف لے گئے۔

حالت بیقراری واشکباری میں دن گذرتے گئے اور چہلم شریف کا دن آن پہنچا اس میں شرکت فرما کے آپ مزار کھیل چاٹگام شریف اپنے دادا پیر سیدی ومرشدی آقائی ومولائی روحی فدا حضرت مولانا مخدومنا خواجہ عبدالحی المعرف سیدنا فخر العارفین رضی اللہ عنہ کی خدمت سراپا بابرکت میں حاضر ہوئے حضرت نے ڈیڑھ ماہ تک حاضری کا شرف بخشا دربار شریف کی اس حاضری کے دوران علم تصوف ومعرفت کے تمام مسائل خوب ذہن نشین کرائے اور اسرار ورموز ونکات حقیقت سے آگاہ فرما کر رخصت فرمایا۔

کرمات بابرکات بعد وصال شریف

حیات ظاہری میں تو آپ کی ذات ولاصفات سے ہزارہا کرامتوں کا ظہور وصدور ہر دن وہر لمحہ ہوتا ہی رہتا تھا بعد وصال شریف بھی بدستور آپ کی کراماتوں کا لاتناہی سلسلہ جاری ہوگیا جو اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ صبح قیامت تک جاری وساری رہے گا، جیسا کہ آپ نے اپنی وصال شریف سے چند روز قبل ارشاد فرمایا تھا کہ فقیر وہ ہے جو بعد وصال بھی حیات ظاہری بلکہ اس سے کہیں زیادہ مخلوق خدا کو فیض وفائدہ پہنچاتا رہے اور خلق اللہ اس کی ذات سے مستفیض ہوتی رہے اور آج اس کا ظہور مخلوق خدا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ حضور قبلہ عالم کے فیوض وبرکات سے حاضرین وزائرین اپنے دامن امید کو گلہائے مراد سے مالامال کرتے رہے اور کر رہے ہیں مزار اقدس کی ہزاروں فیوض وبرکات میں سے چند واقعات اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہیں۔ آپ کے مرید سعید اور ہمہ وقت کے خادم خاص محمد نصیر خاں عرف چنے میاں باشندہ صدر بازار لکھنؤ کے یہاں حضور قبلہ قیام پذیر رہا کرتے تھے اور جنکے بالاخانہ پر مدت تک حضور کا پلنگ شریف بطور یادگار بحفاظت تمام رکھا ہوا تھا جس کی زیارت سے خلق خدا مشرف ہوکر فیضیاب رحمت وبرکت ہوا کرتی تھی اور جو لکھنؤ کے بڑے رئیسوں میں سے تھے ان کا بیان ہے کہ جب مجھ کو کبھی کوئی مشکل پیش آتی اور اس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تو میں مزار اقدس پر حاضر ہوجاتا اور عرض گذار ہوتا حضور کے توسل سے اللہ تعالیٰ کا کرم ہوجاتا اور وہ مشکل آن واحد میں حل ہوجاتی، بڑے بڑے عزت ومال کے جھگڑے درپیش ہوئے مگر حضرت قبلہ کے صدقہ وطفیل سے رب تعالیٰ نے مجھے کامیابی عطا فرمائی یہ میرے حضرت کی زندہ کرامت ہے۔

لاعلاج مرض سے فائدہ: صوفی محمد احمد عرف منی صاحب کارخانہ دار مرادآباد ساکن محلہ مقبرہ جو کہ حضور

حاجی الحرمین شریفین حضرت خواجہ محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے حضور قبلہ عالم کے نہایت جاں نثار عاشق زار مرید خلیفہ تھے ان کے پیر میں درد شروع ہوا اور چند روز میں بالکل خشک ہو گیا، سوکھ کر مانند لکڑی کے ہو گیا عرصہ تک یونانی علاج کرتے رہے مگر بے سود کوئی فائدہ نہ ہوا پیر بالکل بیکار ہو چکا تھا جب حکیموں وڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تو لکھنؤ مزار شریف پر حاضر ہوئے اور مزار مقدس کی روشنی کے چراغ کا تیل لا کر چند روز استعمال کیا اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز شفاء عطا فرمائی چند روز کے استعمال سے ان کو صحت کامل ہو گئی درد جاتا رہا پیر بدستور سابق صحیح وسالم ہو گیا اور مزار اقدس کی حاضری کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی رزق میں بھی وسعت عطا فرمادی اور اس طرح صحت وعافیت کے ساتھ مال و دولت سے بھی منی صاحب مالا مال ونہال ہو گئے بلاشبہ یہ حضرت قبلہ عالم کی زندہ کرامت ہے۔

بینائی درست ہوگئی

صوفی قمر الدین پنجابی باشندہ لاہور جو حضور قبلہ عالم کے مرید اور بہت ہی عقیدت مند تھے ان کی آنکھ میں شدت کا درد اٹھا اور چھ ماہ تک برابر آنکھیں دکھتی رہیں جس کی وجہ سے آنکھیں نہ کھلتی تھیں بند رہنے کی وجہ سے بینائی رخصت ہو گئی صدہا علاج کئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ڈاکٹروں نے لاعلاج بتا کر علاج کرنے سے انکار کر دیا تو مجبور ہو کر مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور حضرت کی توسل سے دعا مانگی، خاک آستانہ باادب رومال میں باندھ کے لے گئے اور سرمہ کی جگہ خاک آستانہ کو استعمال کرنا شروع کر دیا صرف چار روز میں خداوند تعالیٰ نے مزار اقدس کی خاک کی برکت سے شفاء عطا فرمادی آنکھیں کھل گئیں اور بینائی بالکل صحیح بدستور سابق ہو گئی اور پھر کبھی تاحیات آنکھ کی بیماری میں مبتلا نہ ہوئے۔

برص کی مرض سے نجات

جناب حمید اللہ خاں صاحب باشندہ ضلع بجنور جو حضور قبلہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور اکثر بغرض زیارت خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے وصال شریف کے بعد عرس مقدس میں حاضری دیا کرتے تھے ان کی ایک صاحبزادی نور النساء نامی برص کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئی بجنور کے علاوہ مختلف شہروں میں بڑے بڑے نامور حکیموں وڈاکٹروں کو دکھایا اور گراں قیمت دواؤں سے علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ بہت زیادہ پریشان اور مایوس ہو گئے کہ لڑکی کا معاملہ ہے اگر اس موذی مرض سے نجات نہ ملی تو اس کے لئے رشتہ کا ملنا ناممکن ہو جائے گا اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ

ایک رات حضور قبلہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں حمید اللہ! تم بہت پریشان ہو فکر مند مت ہو ہمارے یہاں آجاؤ یہاں اس کی دوا موجود ہے بیدار ہوتے ہی حمید اللہ نے لکھنؤ آنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور وہ مزار اقدس پر حاضر ہوئے بعد فاتحہ خوانی کے اس فکر میں مبتلا ہوگئے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی دوا یہاں موجود ہے آخر کار وہ دوا کیا ہے اور کہاں ہے اسی فکر میں غلطاں و پیچاں تھے کہ اچانک دل میں خیال گذرا کہ اس مقدس مقام کی تھوڑی سی خاک اٹھا کر استعمال کرائی جائے یہ خیال آتے ہی مزار پاک کے قریب سے تھوڑی سی خاک اکٹھا کی اور بحفاظت تمام اس خاک کو گھر لے گئے اور اس خاک کو صاحبزادی کے جسم پر جس جس مقام پر سفید داغ تھے ملنا شروع کیا رفتہ رفتہ وہ سفیدی زردی میں تبدیل ہوتی گئی اور صرف دس روز کے استعمال سے برص کا داغ بالکل مٹ گیا اور مثل سابق سارا جسم صحیح و سالم ہوگیا یقیناً یہ حضور قبلہ عالم کی زندہ کرامت ہے۔

نہ ہو جس کو شفاء جہاں میں کل زمانے سے
تو تھوڑی خاک اٹھا لے جا ان کے آستانے سے

سو سال کے بعد بھی خوشبو و تازگی برقرار:۔

حضور قبلہ عالم سلطان العارفین والعاشقین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ جو صدری مبارک زیب تن فرمایا کرتے وہ آج تک محفوظ صحیح و سالم ہے اور اس میں مشک و عنبر کی سی خوشبو آتی ہے اور اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی آج اور کل ہی میں سلائی گئی ہے جب کہ اس صدری کو ایک سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لیکن کہیں سے بوسیدہ نہیں ہے بالکل نیا معلوم ہوتا ہے اور یہ متبرک صدری شریف مرزا محمد ایوب بیگ سابق انسپکٹر کنٹونمنٹ بورڈ ساکن نئی بستی متصل جامع مسجد صدر بازار لکھنؤ کے پاس بحفاظت تمام موجود ہے ایوب بیگ صاحب کا بیان ہے کہ میرے والد محترم مرزا محمد مقصود بیگ حضور والا سے بیحد عقیدت و محبت رکھتے تھے انہوں نے کچھ یادگار بطور تبرک طلب کی حضور قبلہ عالم نے بخوشی صدری شریف ان کو عطا فرمادی اس وقت سے یہ صدری مبارک ان کے پاس بطور تبرک موجود ہے جس کی زیارت سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے نگاہوں کو نور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور خوشبو سے دل و دماغ معطر و معنبر ہو جاتا ہے۔

سو سال بعد پیرہن کی خوشبو ہے برقرار زندہ ثبوت ہے یہ کرامت حضور کی

ایک وقت میں دو دو رضا

خالق کائنات جل مجدہٗ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک روحی فداہٗ ابی وامی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل سے ایک وقت میں دو دو رضا امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا، ایک رضا نے اپنے رب کی رضا وخوشنودی سے شہنشاہ معرفت وطریقت بنا تو دوسرے رضا نے شرع محمدی وعشق نبوی کی محافظت کا پورا پورا حق ادا کیا، ایک رضا نے راہ سلوک کی کٹھن منازل طے کر کے اس راستے کی تمام دشواریوں وکٹھنائیوں کو صاف فرما کے خلق اللہ پر اس راہ کو روشن ومنور فرمایا جس کی چمک ودمک سے مخلوق خداوندی کو بے پناہ فیوض برکات کے حصول کی سعی جمیل فرمائی تو دوسرے رضا نے شریعت مطہرہ کی مقدس وپاکیزہ راستے سے مخلوق خداوندی کو روشناس فرمایا جس کی عطر بیزیوں سے مشام جان وروح جان صبح قیامت تک معطر ومعنبر رہے گی ایک رضا کا اسم پاک حضرت خواجہ مخدوم محبوب فخر العارفین قطب زماں تاج العابدین محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز ہے اور دوسرے رضا کا اسم مبارک مجدد دین وملت قاطع کفر وضلالت حامی شریعت حضرت امام اہل سنت محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان ہے اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ خاندانی اعتبار سے بھی ہر دو حضرات (پٹھان) خان صاحب صاحب عزت وفتوح ہیں گویا کہ یہ دونوں مقدس حضرات حسب ونسب کے اعتبار سے بھی یکسانیت رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مقدسہ صدیوں سے محتاج تعارف نہیں رہی ہے اور آج تو یہ عالم ہے کہ صحیح وشرعی لباس میں ملبوس کسی بھی شخص کو دیکھ کر بیساختہ یہ بات زبان پر آہی جاتی ہے کہ یہ شخص سلسلہ ابو العلائی کا کوئی فرد ہے سر پر کلاہ غوثیہ (تاج پاک) لانبا کرتا صدری، تہبند ورومال غرضکہ مکمل اسلامی لباس کے سانچے میں ڈھلا ہوا کسی انسان کو آپ دیکھنے کے مشتاق ہوں تو سلسلہ ابوالعائیہ جہانگیریہ کے کسی فرد بشر پر نگاہ ڈالئے یقیناً زبان حال سے آپ پکار اٹھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ واقعی یہ حضرات صبغۃ اللہ کے پر تو جمیل ہیں۔

پسندیدہ لباس

بات اس اسلامی لباس کی نہیں ہے بلکہ سلسلہ عالیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ کے اس پسندیدہ واسلامی لباس کی ہے جس کو قبلہ عالم حضور خواجہ مخدوم قطب زماں محبوب فخر العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اختیار فرما کے پورے

سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ کو ہدایت فرمائی جس کو اپنے زمانہ میں اکثر دوہرایا کرتے تھے کہ کسی دوسرے کے وضع وقطع کو اختیار کرنے سے پرہیز رکھو اس کی تاریخ کچھ اس طور سے ہے کہ حضور قبلہ عالم نے جس وقت ڈھاکہ سے واپسی کے بعد اثنائے راہ میں چاٹگام شریف پہنچ کر مرشد برحق اکمل الاولیا زبدۃ الاصفیاء سرکار سیدنا فخر العارفین حضرت مولانا مخدوم خواجہ عبدالحی شاہ قدس اللہ سرہ' العزیز کے دست راست پر حلقہ بگوشی حاصل فرمائی اور شرف بیعت سے مشرف ہو کر اپنے وطن عزیز قصبہ بھینوڑی شریف ضلع رامپور تشریف لائے دوبارہ چند سال کے بعد مرشد برحق کی خدمت اقدس میں حاضری کا اتفاق ہوا تو آپ اسی لباس کلاہ غوثیہ (تاج پاک) لانبا کرتا مبارک، تہبند شریف، صدری رومال ابیض میں ملبوس تھے آپ کے مرشد کامل حضور خواجہ عبدالحی شاہ قدس اللہ سرہ' العزیز نے دیکھتے ہیں ارشاد فرمایا نبی رضا شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہم نے عالم رؤیا میں فرشتوں کو اسی اسلامی لباس میں ملبوس دیکھا ہے واقعۃً یہ لباس ملائکہ ہے اس لباس میں تمہیں ملبوس دیکھ کر ہم بہت خوش ہوئے اب تم یہی لباس اختیار کرنا آپ اپنے مرشد کامل کے حکم کو کیسے ٹال سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے تاحیات اسی لباس کو زیب تن فرمایا اور اس طرح یہ لباس سرکاری سند کے طور پر آج بھی اس سلسلہ مبارکہ کے حلقہ بگوشان اختیار کر کے اپنے مشائخ عظام کی محبوب سنت پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اب تو یہ عالم ہے کہ یہ لباس بزرگان اس سلسلہ عالیہ کی پہچان بن چکا ہے یہ صرف کہانی نہیں مسلمہ حقیقت ہے کہ اس لباس میں ملبوس کسی شخص پر نگاہ ڈالئے اور پھر معلوم کیجئے کہ اس لباس کا پہننے والا کون ہے اور کس سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے؟ یقیناً صد فیصد اپنے نام کے ساتھ وہ سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ یا اس سے منسلک کسی شیخ ہی کا نام لے گا بلا شک وشبہ کہا جاسکتا ہے کہ اس لباس اسلامی کو زیب تن کرنے والا کوئی اور شخص نہیں ابوالعلائی جہانگیری ہی ہے۔

تن کے ساتھ من کو بھی صاف فرمایا

بات یقیناً سو فیصد سچی ہے کہ صرف کپڑا پہن لینے سے کوئی شخص عالم وفقیہ نہیں بن جاتا کیونکہ کپڑا تو ہر شخص پہن سکتا ہے تو کیا کوئی اس لباس کا پہننے والا صوفی یا بزرگ ہو جائے گا خوب سمجھ لیں جس طرح گدھے پر کتابیں لاد دینے سے گدھا صاحب علم وذکا نہیں بن سکتا اسی طرح لباس عالمانہ یا فقیرانہ زیب تن کر کے کوئی شخص عالم یا درویش ہرگز نہیں بن سکتا یاد رکھو حضور قبلہ عالم نے صرف صاف وشفاف لباس فاخرانہ ہی زیب تن کرا دینے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ صاف وشفاف لباس کے ساتھ قلوب انسانی کو بھی مصفیٰ ومجلیٰ فرمایا ہے چنانچہ تقریباً ایک سو سال کا ایک طویل عرصہ گذر گیا ہے لیکن

آج بھی حضور قبلہ عالم کی ہدایت کا پاس آپ کی خانقاہ شریف میں روزانہ ہوتا چلا آیا ہے ہر روز حلقہ ذکر کی محفل مبارکہ منعقد ہوتی ہے اور گھنٹوں ضرب الا اللہ کی صداؤں سے فضا گونجتی رہتی ہے کثرت سے لوگ اسی لباس بزرگان میں ملبوس نہایت ادب سے باوضو حلقہ بنا کر بیٹھتے اور گھنٹوں اس قرآنی ہدایات پر عمل کرتے رہتے ہیں فسبحن اللہ بکرۃ واصیلا "اور اپنے رب کی پاکی بولو صبح اور شام یایھا الذین امنو الذکرو اللہ ذکرا کثیرا " اے ایمان وال! اللہ کا ذکر کرو کثرت کے ساتھ ذکر کرو، حدیث پاک میں وارد ہے کہ اے ایمان والو اس قدر کثرت سے تم اللہ کا ذکر کرو کے دیکھنے والے تمہیں بوجہ ذکر دیوانہ سمجھنے لگیں۔

حضور رحمت عالم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے بکل شیء صقالہ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ ہر چیز کی صفائی کا ایک آلہ ہوتا ہے اور قلوب کی صفائی کا آلہ اللہ کا ذکر پاک ہے الحمد للہ اس ذکر پاک کا اہتمام جس قدر اس سلسلہ عالیہ میں ہوتا ہے دیگر سلاسل میں دیکھنے کو نہیں ملتا اور یہی تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس شعائرہ اسلامی اور راہ طریقت کا آئینہ دار ہے جس سے سلوک کی منزلیں طے ہوتی ہیں بلاشبہ یہ حضور قبلہ عالم حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کا زبردست احسان عظیم ہے جن کی ذات مقدسہ نے انسانیت کی وہ عظیم الشان خدمت کی ہے جنہیں آنے والی نسلیں کبھی فراموش نہیں کرسکتیں یہ امر مسلمہ حقیقت ہے کہ راہ سلوک وطریقت پر اس دور جدید میں مال و دولت کے حریصوں اور ابن الوقت نفس پرستوں نے اپنے اعمال و کردار سے اس قدر گرد وغبار کی تہیں جمادی تھیں کہ یہ باور کرنا مشکل ہوگیا تھا کہ آخر راہ سلوک وطریقت کی صحیح شناخت کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی تربت انور پر اپنے افضال واکرام کے پھول برسائے جن کی ذات مقدسہ نے اس دشوار منزل کی صحیح رہنمائی فرماتے ہوئے اس کٹھن راستے کو آسان فرمایا۔

عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن فرمانے والی ذات

جس طرح حضور قبلہ عالم مخدوم خواجہ محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ نے راہ طریقت وسلوک کے رموز سے امت کو آشنا فرمایا اسی طرح مجدد دین وملت امام اہل سنت حضرت مولانا محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے لوگوں کے دلوں میں عشق محمدی ومحبت نبوی کی شمع روشن فرمائی آج سے سو سال پیشتر جب امت میں نت نئے فرقوں نے جنم لیا اور الفت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوں سے مفقود کرنے کا بیڑا اٹھایا تو سر خیل کارواں امام زمان حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اس راہ میں ڈھال بن کر سینہ سپر ہو کر کوہ ہمالیہ کے مانند کھڑے ہوگئے جن کے پائے ثبات کو وقت کا فرعون بھی نہ ہلا

سکا وہابیت، دیوبندیت چکڑالویت، قادیانیت وغیر مقلدیت نے اپنے اپنے غلط وزعم کے بال بوتے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی غلط تشریح کرتے ہوئے ذات رسالت کی عشق ومحبت کو اس راہ کا روڑا سمجھ کر نکال دینے کی مذموم جسارت کی تو اس وقت بھی ذات اقدس حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی شکل میں آگے بڑھی اور باطل پرستوں کے لئے وہ زبردست چٹان ثابت ہوئی جس کو سکندر روداراکی کی طاقت بھی ہزیمت سے دوچار نہ کرسکی اور سربلندی کا سہرا اسی ذات اقدس کے سرنیاز پر سجا۔ جس طرح شیعیت نے حب علی کا مطلب اصحاب کبار پر تبرا سمجھ لیا تھا اسی طرح وہابیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت نے توحید کا مطلب ذات رسالت کی توہین وتحقیر سمجھ لیا یہ کوئی الزام نہیں بلکہ وہ صداقت ہے جو آفتاب نصف النہار کے مانند عیاں ودرشن ہے جس کے ہزاروں دلائل موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان مقدس بزرگان دین کی روضہ اقدس پر اپنے فضل وکرم کے پھولوں کی برسات فرمائے جنہوں نے راہ حق سے آگاہ فرماتے ہوئے یہ سبق دیا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اولادیں تقسیم ہوتی ہیں

راقم الحروف کے پیر ومرشد حضور سیدی الحاج حضرت خواجہ مخدوم بشیر اللہ شاہ ابوالعلائی، رضائی، عنایتی رحمۃ اللہ علیہ حیات ظاہری میں فرمایا کرتے تھے کہ حضور قبلہ عالم دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ مقدس میں میں اولادیں تقسیم ہوتی ہیں شرط یہ ہے کہ سفارشی صحیح چاہئے اور اس کا فقیر کو ذاتی تجربہ ومشاہدہ ہے یقیناً مال ودولت، عزت وحشمت، شان وشوکت اور اولاد یہ سب قدرت کے عطیات ہیں اللہ تعالیٰ جسے نہ دے اسے کون دے سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائے اسے کون روک سکتا ہے بعض اشخاص کو حیرت وتعجب سے دوچار ہونا پڑ سکتا ہے اور یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اولادیں عطا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کسی بزرگ میں یہ اختیار تسلیم کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے بات یقیناً سو فیصد صحیح ہے لیکن یہ عقیدہ اس وقت غلط اور قابل قبول ہو سکتا ہے جبکہ طلب کرنیوالے کا تصور یہ ہو کہ یہ حضرات از خود عطا فرمادیتے ہیں اللہ کی دین کا درمیان میں کوئی واسطہ نہیں مگر کسی خوش عقیدہ سنی مسلمان کا یہ خیال ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اس کا عقیدہ وخیال صرف یہ ہوتا ہے کہ پہلے رب تعالیٰ ان حضرات کو عطا فرماتا ہے اور اسی کی عطا سے یہ حضرات مخلوق خدا کو عطا فرمادیتے ہیں حقیقت میں یہ دین بالواسطہ اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے اس طرح اسے باطل اور غلط ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

عام ہیں ان کے تو الطاف شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

فقیر کے مرشد برحق رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کسی وقت میں بھی اولاد نرینہ سے محروم تھا اس وقت حضرت کے آستانہ مبارکہ پر حاضر ہوکر آپ کے توسل سے بارگاہ خداوندی میں دعا کیا کرتا تھا کہ ایک روز حضور قبلہ عالم کی زیارت سے مشرف ہوا آپ نے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا بیٹے بشیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ غم نہ کرو اب تمہارا دامن امید گوہر مراد سے لبریز ہونے والا ہے چنانچہ اس خواب کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ اولاد نرینہ سے مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت کی برکت سے ایسی مبارک اور نیک اور سعادت مند اولاد عطا فرمائی کہ جس نے خاندان کے تمام افراد کو نہال کردیا اور ان کا نام حضرت نے نعمت اللہ رکھا جو کہ ایک عرصہ سے سعودیہ عربیہ میں ملازمت کر رہے ہیں اور کھدرا مدح گنج میں مکان ہے جہاں سال میں متعدد بار آتے اور قیام کرتے ہیں راقم الحروف نے محض یہ اس لئے لکھ دیا ہے کہ جو حضرات ہمارے قبلہ عالم دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت دیکھنے کی خواہش رکھتے ہوں وہ دیکھ لیں حضور اپنے غلاموں کا کس قدر لاج رکھتے ہیں۔

لاولد کو اولادیں

یوں تو حضور قبلہ عالم نے ہزاروں کی التجائیں سنیں آپکی توجہ کی برکت سے لاکھوں کی مرادیں بر آئیں اور ہزار ہا دکھی دلوں کو صبر و قرار کی دولت عطا ہوئی جن کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے راقم الحروف بھی ایک مدت تک اولاد سے محروم تھا اور ہر قبولیت کے مواقع پر الحاح وزاری کے ساتھ رب العالمین کی بارگاہ دعائیں مانگیں مگر عقد مسنون کے ۱۲ سال تک اولاد کی دولت سے محروم رہا کہتے ہیں کہ مردوں کے بہ نسبت عورتوں کو اعتقاد کچھ زیادہ ہی ہوا کرتا ہے۔ اہلیہ نے آپکی بارگاہ مقدس سے فیضان وکرم کا ذکر سن کر رکھا تھا وہ آپکے آستانہ مقدسہ پر حاضر ہوئیں اور شرف زیارت کے بعد مجھ سے کہنے لگیں کہ اب ضرور مراد پوری ہوگی اور حضرت کی دعاؤں کی برکت سے ہماری سونی گود ہری بھری ہو جائیگی میں نے جواباً کہا خدا کرے ایسا ہی ہو کچھ عرصہ کے بعد آثار ظاہر ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ قدرت حضور قبلہ عالم کی برکت سے وہ مبارک گھڑی بھی آن پہنچی کہ جب میری جھونپڑی میں چراغ جلانے والے کی روشنی بکھر گئی اور میرا آنگن بھی اولاد کی کلکاریوں سے گونج اٹھا۔ اولاد پاکر کتنی خوشی ومسرت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں، جن کو ایک عرصہ کے بعد اولاد کی دولت عطا ہوتی ہے، ہم قدرت کے دین اور حضور قبلہ عالم کے فیضان وکرم سے بیحد مسرور ہوکر شکر خداوندی میں مصروف ہوگئے اور عالم وجد میں یہ شعر گنگنانے لگے۔

بزرگوں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ — یہ اللہ والے ہیں دیتے ہیں سب کچھ
مگر چاہئے ان سے لینے کا ڈھب کچھ — بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

ایک طلب پر دو دو عطائیں

راقم الحروف کے یہاں ایک اولاد نرینہ کے بعد تقریباً پانچ چھ سال کا عرصہ گذر گیا اور ایسا لگنے لگا کہ شاید اب پیدائش کا سلسلہ منقطع ہوگیا میں تو بے حد خوش تھا کہ کہاں کوئی بھی اولاد نہ تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے برسوں کے بعد اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا اب اور کیا چاہئے اس احسان بے حد پر جس قدر بھی خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے لیکن میری لاعلمی میں اہلیہ پھر حاضر بارگاہ ہوکر ایک دختر نیک اختر کی طلب درگاہ پاک میں کر آئیں اور کچھ دنوں کے بعد مجھ سے کہنے لگیں کہ میں نے رو رو کر حضور قبلہ عالم کی بارگاہ میں درخواست پیش کی ہے کہ حضور جس طرح اولاد نرینہ کی دولت سے نوازا ہے ایسے ہی کوئی بیٹی عطا فرمانے کی زحمت فرمادیں خواہ وہ لولی، لنگڑی، کانی کیوں نہ ہو پھر یقین کی پختگی کے ساتھ کہنے لگیں کہ اس بارگاہ عالی سے میں کبھی خالی نہیں ہوئی ہوں اور مجھے کامل یقین ہے کہ ہماری یہ آرزو بھی ضرور پوری ہوگی اللہ اور اس کے رسول کے فضل و کرم سے اور حضور قبلہ عالم کی دعاؤں کی برکت سے ایک نہیں ایک ساتھ دو دو بیٹیاں عطا ہوئیں اور وہ بھی پوری طرح صحیح سالم ذہین عقلمند و ذی ہنر تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوکر اپنے اپنے گھر کی ہوگئیں دونوں بچیوں کی شادی و خانہ آبادی ہوگئی آج وہ بہت خوش و خرم ہیں غرضکہ حضور قبلہ عالم کی دعاؤں کی برکت سے چھ بچے بچیاں پیدا ہوئیں بلاشبہ یہ حضور قبلہ عالم کی اپنے غلاموں پر خاص مہربانی و کرم ہے۔

تیل کی جگہ پانی ڈال کر لالٹین روشن کردیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی دعوت کھدرا ڈالی گنج لکھنؤ کی رہنے والی ایک مریدہ کے یہاں تھی آپ چند ہمراہیوں کے ساتھ بوقت شام تشریف لے گئے چونکہ اس وقت بجلی وغیرہ کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا اور کھدرا ڈالی گنج کا علاقہ بالکل دیہات نما تھا جہاں سر شام ہی اندھیرا گھپ ہوجاتا تھا آپ نے اپنے ایک مخلص مرید بابو محمد بشیر صاحب سے فرمایا روشنی کیلئے لالٹین ساتھ لے کے چلو ورنہ واپسی کے وقت کا سامنا کرنا پڑے گا جناب بابو محمد بشیر صاحب لالٹین لئے ہوئے ہمراہ چل رہے تھے ضعیفہ کے مکان پر پہنچ کر دعوت طعام میں حضور قبلہ کے ہمراہ لوگ شریک ہوئے واپسی کے وقت رات ہوگئی ادھر لالٹین میں جو تیل تھا وہ بالکل ختم ہوگیا تھوڑی دیر جلنے کے بعد لالٹین بجھنے لگا اب تو بابو محمد بشیر صاحب بہت پریشان ہوئے عرض کرنے لگے حضور لالٹین بجھنے ہی والا ہے اور راستہ بھی ہموار نہیں راستہ چلنا بہت دشوار ہوجائے گا حضور قبلہ عالم نے

ارشاد فرمایا بشیر میاں گھبرانے کی کوئی بات نہیں تم مطلق فکر مت کرو تیل نہیں ہے نہ سہی گومتی ندی میں پانی کافی ہے جاؤ تھوڑا پانی لالٹین میں بھر لاؤ بابو محمد بشیر میاں نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی اور گومتی ندی سے لالٹین میں پانی بھر لائے وہ بھرا ہوا پانی مثل تیل کے جلنے لگا اور اسی روشنی میں مع ہمراہیوں کے جائے قیام پر آپ تشریف لائے وہ ندی کا بھرا ہوا پانی ایک ہفتہ تک کام آیا اور آپ کی جائے قیام پر رات رات بھر روشن رہا۔

ایک ضروری وضاحت

حضور سیدنا قطب الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی مقدس سوانح عمری اور آپ کے دربار عالیہ کے سجادگان حضرات کے جس قدر واقعات حالات اس کتاب میں مذکور ہوئے اور ہوں گے ان سب کی حیثیت یا تو معتمد کتب ہائے تصوف سے ماخوذ ہیں یا چشم دید واقعات جو اس وقت کے بزرگان دین ومتوسلین کے ذریعہ زبانی بیان کئے گئے یا پھر از خود مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اور جن کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئے اس پر مبنی ہے بلا تحقیق وتدقیق کی حالات وروایات کو نقل نہیں گیا ہے اور نہ ہی شکوک وشبہات کے واقعات کو کوئی جگہ دی گئی ہے۔

راقم الحروف نے حضور قطب الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز کے چند خلفاء جو ستر اسی سال ک عمر والے تھے اور جو ماضی قریب میں سپرد خاک ہو گئے ان سے ملاقاتوں کا شرف حاصل کیا اور ان حضرات سے تیس پچیس سال پیشتر ان حالات وواقعات قلمبند کر کے رکھ چھوڑے تھے ان کو نقل کیا حضور والا کو زیارت سے مشرف ہونے والے حضرات میں مرزا محمد مقصود بیگ.............................. اور اس طرح متعدد حضرات ہیں جن کو عمریں طویل تھیں اور وہ تا دیر بقید حیات رہے اور انہوں نے جو کچھ اپنی ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا من وعن بیان کیا راقم الحروف کو طالب علمی کے زمانہ سے بزرگان دین کے حالت واقعات کرنے کی کوشش کی جنہوں نے دادا حضور کا زمانہ پایا یا انکی زیارت سے مشرف ہوئے اب ایسے لوگ کمیاب ضرور ہو چکے ہیں لیکن سجادہ اول سے سجادہ سوم کی حیات طیبہ تک بقید حیات رہنے والے حضرات ابھی تک نایاب نہیں ہوئے ہیں۔

ملفوظات شریف

سلطان العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف) دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ معرفت خداوندی کے لئے بجز راہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ بعثت رسالت کے بعد تمام مذاہب کی تنسیخ ہو چکی

ہے اور دین اسلام کے سوا دیگر ادیان اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہیں بایں وجہ دوسرے مذاہب کی فقیری کا عالم ناسوت کے سوا جبروت وملکوت وغیرہ یعنی عالم غیب میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور بلا اقرار وتصدیق رسالت حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی نجات کا بھی کوئی اور ذریعہ نہیں ہے پس انسان کو چاہیے کہ دین اسلام اختیار کرے اور ارکان اسلام اول اقرار زبانی اور تصدیق قلبی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز روزہ، زکوٰۃ، اور حج کی پابندی لازم ہے۔

مذاہب اربع کے متعلق ارشاد فرمایا بیشک حنفی شافعی، مالکی اور حنبلی برحق ہیں مگر بڑی جماعت اہل اسلام فقہ حنفی کی پابند ہے اور الحمد للہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اولیاء اللہ بھی اکثر اسی جماعت سے ہوئے ہیں مذاہب اربعہ مذکور کے سوا اور جتنے فرقے مذہب اسلام میں ہو گئے ہیں وہ سب افراط وتفریط سے پر ہیں اور ان میں حسد کا مادہ ہے اس لئے اولیاء اللہ ان میں سے نہیں ہو سکتے ایسے بدعقیدہ لوگوں سے اور ان کی محبت سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔

فضیلت شیخین وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہمارے عقیدہ میں ہر چہار خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہ جمعین ایک جان چار قالب ہیں فضیلت کا حال خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے البتہ ترتیب خلافت کا معاملہ ظاہر ہے۔

خداوند کریم کی فرماں برداری واطاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہر حال وہر مقام وہر کام میں ہر وقت وہر لحظہ انسان پر لازم واجب ہے اور فرائض واجبات کا ترک کسی حالت میں جائز نہیں ہے حتی الامکان نماز باجماعت ادا کی جائے۔ تلاوت قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرمایا قرآن شریف کی تلاوت میں کمال برکت ہے حصول برکت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی عمل نہیں ہے لہٰذا تلاوت قرآن مجید روزانہ کرنے کی عادت ہونی چاہیے

عقیدت ومحبت ارادت تصدیق رسالت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم وتوقیر کی قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ادب وتعظیم امتی اپنے اوپر لازم وضروری سمجھے اور اس میں کوئی فرق نہ ہونے دے صحابہ کرام واہل بیت اطہار اولیاء عظام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی ادب واحترام کا ہمیشہ لحاظ رکھے اور ہر کام میں ان حضرات کا وسیلہ پکڑے ہر کام میں نیک نیتی زادراہ ہو اور ہر وقت دل ونیت اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے اور گناہ وکدورت اور برے کاموں سے روگرداں رہے۔ باوضو رہنے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ باوضو رہنے کی حالت میں آدمی نفس وشیطان کے فریب سے محفوظ رہتا ہے نیز باوضو کی حالت میں اس کی روح عرش الٰہی کی گرد چکر لگاتی ہے اور باوضو رہنے والے کے لئے فرشتے دعاء واستغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور لڑکوں اور غیر محرم عورتوں کی صحبت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ نامحرم عورتوں اور امرد لڑکوں کی صحبت سے سخت پرہیز ہونا چاہیے بلکہ ان کے قریب بھی نہ جانا چاہیے اس میں اگر احتیاط نہ ہوگی تو فساد کا قوی احتمال ہے۔

کم کھانے کم سونے اور کم بولنے کے متعلق ارشاد فرمایا کم خوردن، کم خفتن وکم گفتن کی عادت ہونی چاہئے کیونکہ یہ بزرگان دین کا طریقہ رہا ہے اور اس کے بہت بڑے فوائد ہیں۔ راستوں اور بازاروں میں کھانا کھانے سے بے حیائی پیدا ہوتی ہے اور جو کام شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں ان سے دور رہنا چاہئے، نماز جمعہ حتی الوسع ترک نہ کی جائے کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جس نے جان بوجھ کر تین جمعہ ترک کی اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر کے منافقوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر جمعہ کی پابندی ضروری ہے۔ روز جمعہ عید المومنین ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عید ثانی فرمایا ہے۔

صدق کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ سچائی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ صدیقوں کا بڑا مرتبہ ہے اور اگر لغزش ہو جائے تو فوراً عاجزی گریہ وزاری کے ساتھ توبہ کرنا چاہئے کہ عاصی بندوں کا یہی کام ہے اور جو گناہ سے توبہ نہیں کرتا وہ شیطان ملعون کے زمرہ سے ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور ہوس وشہرت وحب ریاست وحب جاہ وغیرہ کسی بھی حالت میں اور کسی وجہ سے دل میں نہ رکھیں۔ دنیا بقدر ضرورت دنیا نہیں ہے جس میں بندہ یاد خدا سے غافل نہ ہو جائے دنیا تو اسے کہتے ہیں جس میں الجھ کر بندہ اپنے رب کو بھول بیٹھے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن   نے قماش ونقرہ وفرزند وزن

حلال روزی کے متعلق اشاد فرمایا کہ بندہ کو چاہئے کہ حلال روزی کا ذریعہ تلاش کرے کیونکہ حلال لقمہ سے جو خون بنتا ہے وہ دلوں کو طاہر وپاک وصاف بنا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ حلال روزی کا ذریعہ عطا فرمائے تو چاہئے کہ اس کا شکر بجالائے اور اپنی حلال کمائی میں سے مستحقوں پر بھی صرف کرے بخیل نہ بنے البخیل عدو اللہ بخیل اللہ کا دشمن ہے دنیا طلبی کی رغبت زیادہ نہ ہونی چاہئے توکل وقناعت اختیار کرنا چاہئے قرض لینے کے متعلق ارشاد فرمایا قرضہ لینے کی عادت نہ ڈالنی چاہئے کیونکہ قرضدار آدمی کے اعمال مرہون قرضہ ہو جاتے ہیں اور اگر آدمی قرض دار مر جائے گا تو قیامت کے روز اس کے اعمال حسنہ صالحہ قرضخواہ کو عطا کر دیئے جائیں گے اور قرضدار تہی دست ومفلس ہو جائے گا۔ ہر معاملہ میں اوسط کا خیال رکھنا چاہئے یعنی میانہ روی اختیار کرنا چاہئے، رئیسوں اور مالداروں کی طرح بیدریغ روپیہ پیسہ خرچ کرنے کا عادی نہیں ہونا چاہئے اور کسب وپیشہ وحرفہ کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئے ذریعہ معاش وجہ حلال سے ہونا ضروری ہے، پھر متوکل بخدا رہے اور اگر کسی خاص وجہ سے قرض لینا پڑ جائے تو اس کو جلدی ادا کر دینا چاہئے۔

فرمایا اکل حلال یعنی حلال روزی کھانا صدق مقال یعنی سچ بولنا مقام سلوک میں بہت ضروری چیز ہیں، دنیا کا اختصار

بہتر ہے اور دنیا کو رفع حاجت کی جگہ سے زیادہ وقعت نہ دی جائے اور پاکدامنی کا ہر وقت خیال رہے۔ مریدوں کو صدق مقال اور حسن سلوک کے متعلق ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مرید کو چاہئے کہ اول صدق اختیار کرے، شریعت مطہرہ پر عمل کرے اور اہل شریعت کے ساتھ محبت و حسن سلوک کا برتاؤ کرے اگر کوئی دشمن ہو اس کے ساتھ بھی محبت سے پیش آنا چاہئے دل میں دشمنی کی بو تک نہ آنے دے جس قدر میل دوسرے کی جانب سے آئے گا اپنا ہی نقصان ہوگا یعنی دل میں کدورت پیدا ہوگی، شریعت و طریقت کو ہر آن نگاہ میں رکھے، شریعت مطہرہ، ظاہری اقوال و افعال اپنے پیران عظام کا اختیار کرے، اگر کوئی مرید اس کے خلاف کرے گا تو اس کے ذمہ دار ہمارے پیران عظام نہیں۔

بے شرع فقیر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ شریعت کے خلاف چلنے والا فقیر اگر ہمارے سامنے آسمان تک پرواز کرے تب بھی ہم اس کے قائل نہیں۔

اعتراض کے متعلق ہدایت

ایک روز آپ کے برادر خورد حاجی الحرمین شریفین خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ فلاں درویش صاحب طریقت نہیں ہیں اس لئے کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہیں (شریعت مطہرہ کے خلاف ان کا عمل ہے) آپ نے ارشاد فرمایا تم کو اس سے کیا سروکار تمہیں ان باتوں کا خیال نہیں کرنا چاہئے کسی کی برائی بھلائی نہ دیکھو اور تم کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے یہ بھی ایک قسم کی غمازی ہے تمہارا تو کام یہ ہے کہ مستقل طور سے اپنے پیران عظام کی پیروی کرتے رہو۔ البتہ بے شرع فقیر کی صحبت سے پرہیز رکھو اس قسم کے لوگوں کو صحبت سے مجتنب رہنے میں بھلائی ہے درویش میں چار باتیں ہونا ضروری ہیں اول استقلال دوم انکساری، سوم سخاوت چہارم حسن خلق جس میں یہ باتیں نہ ہوں وہ فقیر کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

عرفان الٰہی کے متعلق ارشاد فرمایا، معرفت خداوندی کی حصول کے لئے پیر و مرشد کی گرفت مضبوط ہونا چاہئے بغیر اس کے چارہ نہیں جیسی گرفت ہوگی ویسا ہی جلد یا بدیر فائدہ ہوگا اور راہ سلوک میں ذکر قلبی و مراقبہ دونوں رہبر ہیں دونوں کو لازم خیال کرنا چاہئے۔

طے کسی نے نہ کیا ذکر لسانی سے سلوک
صورت رشتہ سبحہ ہے یہ رستہ دل کا

معاملات کی صفائی وحسن اخلاق

حضور قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا کہ ہم متانت اور بردباری کو پسند کرتے ہیں شور شغب کو پسند نہیں کرتے اور طریقت میں قلب کو دوسرے تعلقات سے خالی رکھنا چاہئے اور حرکات وسکنات سے بھی کوئی بات خلاف شریعت وطریقت نہ پیدا ہو جو کہ علماء ظواہر کو بھی خلاف شرع معلوم ہو ورنہ ہم ذمہ دار نہیں اور بناوٹ جدت وبدعت سے ہمیشہ اجتناب ہونا چاہئے مرید کو صرف علم فقیری میں ہی اچھا ہونے سے کام پورا نہیں ہوتا بلکہ دنیاداری ودینداری خداپرستی اور مخلوق خدا کے ساتھ نیک برتاؤ غرضکہ ہر پہلو سے بہتر اور عمدہ ہونا چاہئے اور بندگان خدا سے اچھا اور نہایت اچھا معاملہ ہونا چاہئے، نفسانی خواہش سے ریاضت کرنا گمراہی ہے ایسا شخص محض سادھو کہلاتا ہے صرف عبادت کی نیت سے ریاضت کرنا اولیائے کرام کا منصب ہے اور ہر شخص اپنے اپنے پیشہ وحرفہ میں رہ کر خداپرستی کرے تو زیادہ مناسب ہے۔

دنیاداری کے لباس میں خداپرستی سچائی کے ساتھ ہو اور مخلوق خدا کے ساتھ اچھا معاملہ رکھے نیابت، جدت اور بدعت سے الگ رہے دوسرے طریقوں کے رنگ وروپ اختیار نہ کرے ہر حالت میں اپنے پیران عظام کی پیروی مستقل طور سے ظاہر وباطن ہونا چاہئے ہر گھاٹ کا پانی پینا سخت مضر ہے، کسی فقیر، درویش ومولوی سے بحث مباحثہ حجت ومناظرہ نہ کرے ہر شخص کے ساتھ انکساری سے پیش آئے غرباء مساکین کی حاجات وضروریات کا خیال رکھے معروف امراء سے خودداری ہونا چاہئے اور دین اسلام کی خدمت کیلئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہر مسلمان پر فرض ہے دوسروں کو اپنے قول وفعل ظاہر وباطن وسچائی ودیانت وامانت سے نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی رغبت دلانا چاہئے اپنے کو بندگان خدا کا خادم سمجھنا چاہئے مخدوم بننے کا خیال ہرگز دل میں نہ لانا چاہئے جو مخدوم بننے کا خیال پیدا کریں گے وہ ضرور خراب وبرباد ہو جائیں گے خواہ کوئی پیر صاحب ہی کیوں نہ ہوں اور مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنیکی سعی کرنا چاہئے اتفاق سے ترقی ہوتی ہے اور نفاق تنزلی کا پیش خیمہ ہے، اتفاق پیدا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ہر شخص دوسروں کو اپنے سے بڑا اور اچھا سمجھے اور اپنے آپ کو سب سے چھوٹا اور حقیر جانے ہر شخص سے بہترین اخلاق کا برتاؤ رہے اور معاملہ صاف رہے سب کا خیر خواہ ودعا گو رہے۔

پیر کون اور سچا مرید کون

فرمایا پیر کہلانے کا مستحق وہ ہے جو بے طمع ہو (جس میں حرص ولالچ کا شائبہ تک نہ ہو) اور سچا مرید وہ ہے جو پیر کے مقابلہ میں جان تک دینے سے دریغ نہ کرے فرمایا مسلمان کا پیر نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب تارک الصلوٰۃ (نماز ترک کرنے والا) نہیں ہوسکتا اور جو شخص تارک الصلوٰۃ ہو وہ سچا پکا مسلمان نہیں ہوسکتا پھر وہ پیر کیونکر ہوسکتا ہے۔

فرمایا سادات کرام ومشائخ عظام کے آداب کو ملحوظ رکھے، سالک کو فنائے کلی حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور اوقات ومعمولات مشائخ عظام کا پابند رہے۔

فرمایا آدمی کو چاہئے کہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہے، شریعت مطہرہ کا پابند رہے، سینہ کو کدورت وکینہ سے صاف رکھے، دوسروں کو اذیت نہ پہنچائے اور تکلیف وفقر کے مصائب خندہ پیشانی سے برداشت کرے، حرف شکایت زبان پر نہ لائے، مصرف میں آنے والی چیزوں کو صرف کرے حرمت مشائخ کو نگاہ رکھے بھائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرے چھوٹوں کو نصیحت کرتا رہے رفیقوں سے خصومت نہ کرے لوگوں کی حاجت براری میں کوشش کرے دنیا کا ذخیرہ کرنے سے دور رہے جو لوگ بدعقیدہ ہوں ان کی صحبت سے بچے فقیر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مخلوق کا محتاج نہ ہو اور غناء کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی مخلوق سے بے نیاز ہوجائے، یعنی بندہ صرف اپنے خالق ومالک کا محتاج رہے اور مخلوق سے کوئی حاجت نہ رکھے دنیاوی علائق سے پاک ہوجائے۔

اولیاء اللہ عنوان شریعت اور برہان طریقت

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَاۤءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ کی تفسیر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس آیہ ربانی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے دوست اولیاء اللہ وہ ہیں جن کو کچھ خوف مکائد وشدائد کے پہنچنے کا نہیں ہے اور مطالب ومقاصد فوت ہونے سے وہ غمناک نہیں ہوتے ہیں اولیاء اللہ وہ ہیں جن کی ملاقات سے خدا یاد آئے اور وہ اپنے نفس کے خلاف کام کرتے ہوں یعنی خدا کی محبت میں نفس کشی کریں فرمایا! اولیاء عنوان شریعت اور برہان طریقت ہیں ان کا ظاہر احکام شرع سے آراستہ ہے اور ان کا باطن انوار فقر سے پیراستہ ہے اولیاء اللہ کو سخت مقاموں میں کوئی خوف نہیں ہوتا ہے اور روز قیامت کی

ہولناکیوں سے وہ غمگین نہ ہوں گے، الذین امنو و کانوا یتقون وہ پکے ایمان والے مسلمان اور سخت پرہیزگار ہیں اور اولیاء اللہ کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں وہ خوشخبری جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان سے ان کے بارے میں گذری، دیدار خدا کا وعدہ دنیا میں خوشخبری ہے اور اس کا وفا آخرت میں خوشخبری ہے، اولیاء اللہ کے لئے دو خاص بشارتیں ہیں ایک دنیا میں معرفت، دوسرے عقبیٰ میں سرفرازی کا خلعت، یہاں معاہدہ کا سردر ہے وہاں مشاہدہ کا ظہور ہے یہاں صفا اور وفا اور وہاں رضاء وبقاء۔

از نعمت ایں جہاں ثنائے تو است
وز دولت آں جہاں بقائے تو بس است

استقامت کے متعلق ارشاد

ایک روز آپ تلاوت قرآن پاک فرمارہے تھے جب اس آیہ مقدسہ پر پہنچے فاستقم کما امرت تو اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندے کو حکم فرمایا ہے کہ تو مستقیم رہ جس طرح تجھ کو حکم کیا گیا ہے یعنی آدمی امر ونواہی پر ایمان لاکر اس پر مستقیم رہے اور راہ حق سے ہرگز نہ پھرے تاکہ منزل وصال تک پہنچ جائے ولی کو کرامت کا طالب نہیں رہنا چاہئے بلکہ استقامت کیلئے اللہ تعالیٰ سے التجا کرنی چاہئے استقامت بڑی چیز ہے استقامت سے سب نیکیاں نیک ہوتی ہیں اور اس کے نہ ہونے سے سب برائیاں بری ہوتی ہیں جسے استقامت نصیب ہے اسے ہر سعادت نصیب ہے اور اپنے باطن کو ماسوا اللہ سے محفوظ رکھنے کا نام استقامت ہے اور اقوال وافعال ظاہر وباطن میں برابر ہونے کو بھی استقامت کہتے ہیں

تاچند بہ بازاز خودی ہست شوی — بہ شتاب کہ ازجام فناہست شوی
ازمایہ سود دوجہاں دست شوی — سود توہماں بہ کہ تہدید ست شوی

❁❁❁❁❁❁❁

توحیدورسالت ومعاملات تصوف

توحید کے درجات

بزگوں کے نزدیک از روئے شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت اجمالاً توحید کے چار درجے ہیں اور ہر درجہ میں اہل توحید کی حالت مختلف ہوا کرتی ہے۔

توحید کا پہلا درجہ:- جاننا چاہئے کہ توحید کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک جماعت فقط زبان سے لا الٰہ الا اللہ کا اقراری ہے مگر دل سے توحید حق ورسالت کا منکر ہے ایسے لوگ شریعت کی زبان میں منافق کہلاتے ہیں گویا کہ زبان سے اقرار تو کرتے ہیں مگر اپنے قول میں جھوٹے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا اذا جاءک المنافقون قالوانشھد انک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ واللّٰہ یشھد ان المنافقین لکٰذبون • یعنی اے محبوب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین سخت جھوٹے ہیں دیکھو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر سچی بات کہہ رہے ہیں (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ہم اس پر گواہ ہیں) مگر ان منافقین کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹا قرار دیا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ زبان سے توحید ورسالت کا اقرار تو کر رہے ہیں مگر دل سے انہوں نے خدا اور رسول کو تسلیم نہیں کیا۔ ایسی توحید موت کے وقت یا قیامت کے روز کچھ فائدہ نہ دے گی۔

توحید کا دوسرا درجہ:- اس کی دو شاخیں ہیں پہلی شاخ میں وہ گروہ آتے ہیں جنہوں نے کہنے والے کی زبان سے سن کر تقلیدی اعتقاد رکھا لا الٰـہ الا اللّـہ کہا اور دل سے یقین رکھا اور اس پر ثابت قدم رہے (دلائل وغیرہ سے بے

خبر ہے) اس جماعت کے لوگ عامۃ المسلمین کہلائے دوسری شاخ میں وہ گروہ سے آتے ہیں جو زبان سے بھی لا الہٰ اللہ کہتے ہیں اور دل میں بھی اعتقاد صحیح وراسخ رکھتے ہیں اس کے علاوہ علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سیکڑوں دلیلیں بھی رکھتے ہیں اس جماعت کے لوگ متکلمین یعنی علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔

توحید کا تیسرا درجہ:- موحد مؤمن بہ اتباع پیر طریقت کلمہ توحید پر پختہ اعتقاد رکھتے ہوئے مجاہدہ وریاضت میں مشغول رہے دھیرے دھیرے یہ ترقی اس نے کی کہ نور بصیرت دل میں پیدا ہو گیا اور اس نور سے اس کو یہ مشاہدہ ہوا کہ فاعل حقیقی صرف ایک ذات ہے اور سارا عالم گویا کٹھ پتلی کی طرح ہے اس کی قربت میں کوئی دم نہیں مار سکتا ایسا موحد کسی فعل کی نسبت کسی دوسری طرف نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا مشاہدہ ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ فاعل حقیقی کے سوا دوسرے کا فعل نہیں ہے۔

توحید کا چوتھا درجہ:- کثرت اذکار واشغال وریاضت مجاہدہ کے بعد ترقی کرتے کرتے سلالک اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ بسا اوقات شش جہت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو کچھ نظر نہیں آتا سالک کے دل پر تجلیات صفاتی کا ظہور اس شدت سے ہوتا ہے کہ اس کی نظر میں ساری ہستیاں گم ہو جاتی ہیں جس طرح آفتاب کی پھیلی ہوئی روشنی میں ذرے نظر نہیں آتے، جو ذرہ دھوپ میں دکھائی نہیں دیتا اس کا سبب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ذرہ نیست ہو جاتا ہے یا ذرہ آفتاب ہو جاتا ہے بلکہ جہاں آفتاب کی پوری روشنی ہوگی ذروں کو چھپ جانے کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ جس وقت روشندان تابدان وغیرہ سے دھوپ سائبان کوٹھری میں آتی ہے اس وقت ذروں کا تماشہ دیکھو صاف نظر آتے ہیں پھر کھلی جگہ پر آکر دیکھو کس طرح غائب ہو جاتے ہیں جس طرح ذرہ آفتاب نہیں ہوتا اس طرح بندہ خدا نہیں ہوتا خدا تو اس سے بہت بلند و بالا ہے تعالیٰ للہ عن ذالک علوا کبیرا اور یہ ہوتا ہے۔

پیش توحید اونہ کہنہ نہ توست همہ ہیچ اندہیچ اوست کہ اوست

کے بود ماز ماجد امانده من دتورفتہ دخدا مانده

یعنی اس کی وحدانیت کے سامنے کیا نیا کیا پرانا سب ہیچ ہی ہیچ ہے وہ وہی ہے جیسا کہ وہ ہے لیس کمثلہ شیء لفظ ما سے ماکب تک رہیگا من تو ہیچ سے اٹھ گیا اور باقی خدا رہ گیا اہل تصوف کے نزدیک اس مقام کا نام الفناء فی التوحید یعنی توحید میں فنا ہو جانا، فنافی التوحید کے بعد ایک مرتبہ ہے جو درجہ چہارم سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا نام الفناء عن الفناء ہے

اس درجہ کا نام مرتبہ اکمل میں ہے اس مرتبہ میں سالک کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کمال استغراق کیوجہ سے اس کے احساس کو اپنی فنائیت کی خبر نہیں ہوتی اور نہ اس کی آگاہی باقی رہ جاتی ہے کہ ہم فنا ہوئے، یہاں تک کہ جمالی وجلالی کا فرق بھی معدوم ہوجاتا ہے، ایک جنبش میں سب باتیں غائب ہوجاتی ہیں کیونکہ کسی قسم کا علم باقی نہیں رہتا ہے، اہل طریقت کے نزدیک تفرقہ کی دلیل ہے، مقام عین الجمع وجمع الجمع جب ہی حاصل ہوگا کہ سالک اپنے کو بلکہ کل کائنات کو ظہور حق کے دریائے نور میں گم کردے اور اس کی خبر نہ رکھے کہ کون گم ہوا۔

تو درو گم شو کہ توحید ایں بود　　　گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

تو اس میں کھو جا کہ یہی توحید ہے اور اس کھو جانے کو بھی فراموش کردے اس کا نام تفرید ہے۔

اس مقام تفرید میں پہنچ کر حقیقت وحدۃ الوجود اس طرح منکشف ہوتی ہے کہ سالک محو ہوجاتا ہے تجلی ذات تمام قصوں کو پل بھر میں طے کردیتی ہے اسم ورسم، وجود وعدم، عبارت واشارت، عرش وفرش، اثر وخبر اس عالم اور اس دیار میں کچھ نہ پاؤ گے فنا ہی فنا دکھائی دے گا۔

اولیاء اللہ طبیب خلق اللہ

اولیاء اللہ خلق اللہ کے روحانی طبیب ہیں جس طرح جسمانی امراض دور کرنے کے لئے ڈاکٹر وید حکیم ومعالج کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی امراض کے ازالہ کیلئے اہل اللہ مردان حق واصل الی اللہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جس طرح جسمانی امراض کی تشخیص کے بعد تجویز کردہ ادویات کو استعمال کرنے اور مانع صحت اشیاء سے پرہیز کی حاجت ہوتی ہے جس کی ہدایت اطباء مریضوں کو دیتے رہتے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ روحانی امراض کی تشخیص کے بعد مجاہدہ وریاضت ذکر وفکر، اشغال اوراد، مراقبہ اور چلہ کا حکم مریدین کو عطا کرتے ہیں اور مانع سلوک فسق وفجور حرص وطمع عداوت ونفاق معصیت وکینہ غرض کہ ان تمام منکرات ومنہیات سے پرہیز کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور جیسے بروقت دوا اور پرہیز سے جسمانی امراض ٹھیک ہوکر انسان کو صحت وتوانائی کی جانب لے جاتے ہیں ٹھیک اسی طرح بروقت ریاضت ومجاہدہ ذکر وشکر اطاعت خدا ورسول اور منہیات شرعیہ سے مکمل پرہیز خلق اللہ کو صراط مستقیم کی جانب لے جاکر تعلق مع اللہ پیدا کرانے میں معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں اور انسان کو دنیاوی علائق سے دور کرکے واصل باللہ کردیتے ہیں۔

پتہ چلا کہ جس طرح انسان جسمانی مرض کا شکار ہوتا ہے اسی طرح وہ روحانی مرض کا بھی شکار ہوتا ہے پھر جس طرح

جسمانی علاج ومعالجہ کے لئے دنیاوی اطبا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی علاج ومعالجہ کیلئے روحانی اطباء یعنی اولیاء اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور پھر اطباء اپنی تجویز کردہ دوائیوں کی خوراکوں میں حسب ضرورت کمی وبیشی کے اختیارات رکھتے ہیں اسی طرح روحانی اطباء یعنی اولیا صالحین بھی حسب استعداد ولیاقت مریدین کی دوائیوں میں (ریاضت ومجاہدہ) حسب ضرورت کمی وبیشی کا اختیار رکھتے ہیں اور جس وقت جس کو جو ریاضت ومجاہدہ موافق ہوتی ہے حکم فرماتے ہیں، مثلاً کچھ جسمانی معالج مریضوں کو مزاج کے موافق دواؤں کی خوراک کو گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں کچھ دوائیں کم پرہیز زیادہ کچھ پرہیز کم دوائیں زیادہ، اور کچھ دونوں میں کم وزیادہ کرنے کی تاکید کرتے ہیں کیونکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کون سی دوا کس وقت اور کتنی مقدار میں دینے سے مریض صحت یاب ہوسکتا ہے، اس لئے وہ وقت خوراک اور مقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے دوا دیتے ہیں اور روحانی معالج یعنی اولیاء صالحین بخوبی جانتے ہیں کہ کس وقت کتنی مقدار میں کس کو کون سی ریاضت یعنی ذکر وشکر کی راہ پر لگا کر روحانی اعتبار سے اس کو صحت مند بنایا جاسکتا ہے، جس سے تعلق مع اللہ یقینی طور پر حاصل ہوجائے۔

پھر یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ ہر مرض اور ہر مریض کیلئے ایک ہی دوا کافی نہیں ہے بلکہ جیسا مرض ہوتا ہے ویسے ہی اسے دوا دی جاتی ہے اور ضرورت ہو تو انجکشن وغیرہ بھی لگائے جاتے ہیں اور حسب ضرورت عمل جراحی یعنی چیر پھاڑ (آپریشن) سے بھی کام لیا جاتا ہے اور یہ عمل صرف جسمانی امراض وتکالیف ہی میں نہیں بلکہ روحانی خرابی وبیماری میں بھی اس کی بڑی حد تک ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اکثر اہل اللہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو کبھی تو نہایت سہل اور بہت آسان اوراد و وظائف عطا کردیتے ہیں اور کبھی کسی کو سخت سے سخت ریاضت کا حکم فرماتے ہیں جس کی محنت شاقہ کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اس کو اس قدر کٹھن کام دے کر مصیبت میں مبتلا کردیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ شیخ اچھی طرح واقف ہوتا ہے کہ اس کو مرض کے ہی موافق دوا دیتا ہے، جس میں اس کی صلاح وفلاح کا راز مضمر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ طریقت مولانا محمد شہباز شاہ بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عالم باعمل منزل سلوک طے کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے آپ نے انہیں استنجے کے ڈھیلے توڑنے کا کام سونپ دیا گرمی کے ایام تھے دھوپ بہت تیز تھی بڑے بڑے ڈھیلے دھوپ میں پڑے ہوئے تھے مولانا موصوف چلچلاتی ہوئی دھوپ میں بیٹھ کر ڈھیلے توڑنے میں مصروف تھے اس حال میں جو بھی انہیں دیکھتا اس کو تعجب ہوتا اور ان کے حال پر رحم آتا لوگ خیال کرتے کہ اتنے بڑے مولوی کو اتنا گھٹیا کام دے کر اچھا نہیں کیا گیا اتفاقاً کسی کو کسی مسئلہ میں کچھ فتویٰ لکھوانا تھا چند لوگ شیخ طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ

نے ان سے فرمایا کہ جاؤ جو حضرت استنجے کے ڈھیلے توڑ رہے ہیں ان سے لکھوالو لوگ ان کے پاس گئے انہوں نے سوال کیا کیسے آنا ہوا؟ لوگوں نے جواب دیا فتویٰ لینا ہے اور حضرت نے آپکے پاس بھیجا ہے' مولانا موصوف نے کاغذ لے کر فتویٰ کا جواب لکھا اور ان کے حوالہ کر دیا لوگ حیرت واستعجاب میں غرق تھے کہ اتنے بڑے مفتی اور عالم باعمل ہوتے ہوئے استنجے کے کے ڈھیلے توڑ رہے ہیں، لیکن ان کے لئے یہی کام مناسب تھا چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضرت شیخ طریقت نے مولانا موصوف کو طلب کر کے ان سے دریافت کیا کہ مولانا یہ تو بتایئے صبح شام تک تم ڈھیلے توڑتے رہے اس اثناء میں تمہیں کچھ احساس ہوا اور تمہارے ضمیر سے کچھ آواز آئی۔ یہ بتاؤ کچھ سنا تم نے؟ مولانا نے عرض کیا۔ حضرت ڈھیلے توڑنے کے ہر چوٹ پر مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ میرے اندر سے کچھ ٹوٹنے کی آواز آتی ہے۔ آپ نے جواب دیا وہ تمہارے علم کا غرور تھا جو ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا اچھا اب جاؤ دیکھو دور وہ ڈھیلا پڑا ہوا ہے اسے اٹھا لاؤ مولانا موصوف نے جیسے ہی اس ڈھیلے کو ہاتھ لگایا زور سے آواز دی حضرت ڈھیلا میرے ہاتھ میں آتے ہی سونا بن گیا آپ نے فرمایا اب تمہارا کام ختم ہو گیا تمہارے دل سے کبر وریا رخصت ہو گیا اور تم کامیاب ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ توبہ کی پختگی کی دلیل یہ ہے کہ جب خاک کو ہاتھ لگایا جائے تو کیمیا ہو جائے اب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ جس کے لئے جو چیزیں موزوں ہوتی ہیں اللہ والے اسے خوب جانتے ہیں۔

اس وقت رمز فنا سے آگاہی ہو گی یعنی یہاں ہر چیز فنا ہے **کل من علیھافان کل شی ھالک الا وجھہ**' یعنی ذات حق کے سوا ہر چیز مٹ جانے والی ہے جب ہر شے کو فنا ہے ہر چیز مٹ جانے والی ہے تو اب اس کے سوا باقی کون ہے اور کیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بندہ کے زبان پر یہ کلمات جاری ہوتے ہیں **اناحق و سبحانی ما اعظم شانی** یعنی پاک ہوں میں اور میری شان بڑی ہے یہاں کے سوا اور کہیں اس نشان کا ظہور نہیں ہوتا توحید بے شرک مطلق جو یہاں سننے کو ملتا ہے وہ اس دار الملک کے سوا اور کہیں دیکھنے و سننے کو نہیں ملتا۔

توحید وجودی علم کے درجہ میں ہو، یا شہود کے ابتدائی درجہ سے گذر کر انتہائی درجہ تک پہنچ گیا ہو ہر مرتبہ میں بندہ بندہ ہے خدا خدا ہے کسی بھی مقام و مرتبہ میں نہ بندہ خدا ہو سکتا ہے اور نہ خدا بندہ ہو سکتا ہے اسی لئے اناالحق و سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کہنا اگر صدق حال نہ ہو تو خود اہل طریقت کے نزدیک کلمات کفریہ ہیں اور جہاں صدق حال ہے بیشک وہاں کمال ایمان کی دلیل ہے۔

چرا نبود روا از نیک بختے　　روا باشد انا اللہ از درختے

یعنی جب ایک درخت سے انا اللہ کی صدا نکلنا درست ہے تو اگر کسی نیک بخت کے منہ سے یہی آواز نکلے تو کیوں صحیح نہ ہو گی صدائے انا اللہ کا واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ جب وادی ایمن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے نور کی

جھلک دیکھی کہ بشکل شعلہ آگ محسوس ہوا چونکہ آپ کو اس وقت آگ کی تلاش تھی اس لئے اس جانب بڑھتے گئے یہاں تک کہ اس درخت سے جس پر آپ نور ملاحظہ فرما رہے تھے آواز آئی انی انا اللہ رب العالمین بیشک میں تمہارا پروردگار تمام عالموں کا پالنے والا ہوں بظاہر یہ آواز اسی درخت سے آرہی تھی لیکن درحقیقت وہ صرف ایک ذریعہ تھا آواز دینے والا تو کوئی اور ہی تھا اسی طرح اگر صدق حال ہے تو زبان کسی کی ہے اور صدا کسی اور کی یہ تو محض ایک ذریعہ ہے

جو مجھ میں بولتا ہے میں نہیں ہوں
یہ جلوہ یار کا ہے میں نہیں ہوں

حضرت علامہ جلال الدین رومی تبریزی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

گفتہ اوگفتہ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

توحید کی جن چار قسموں کا ذکر ہوا ان میں سے پہلی قسم یعنی پہلے درجہ میں وہ لوگ ہیں جن کو توحید کا کوئی فائدہ ہے ہی نہیں کیونکہ وہ محض زبانی جمع خرچ ہے باقی ان درجوں میں جو فرق ہے اس کو مثال سے سمجھو تاکہ خوب ذہن نشین ہوجائے۔ ایک اخروٹ سامنے رکھو اور دیکھو اس میں تین تہ ملیں گے پہلے دو طرح کے پوست اور ایک قسم کا مغز ہوتا ہے پھر مغز میں روغن تیل ہوتا ہے

(۱) منافقوں کی توحید پہلے چھلکے کے درجہ میں ہے جو چھیل کے پھینک دیا جاتا ہے ظاہر ہے یہ چھلکا کسی کام کا نہیں ہوتا۔

(۲) عام مسلمانوں اور متکلموں کی توحید دوسرے چھلکے کے درجہ میں ہے جو مغز سے لپٹا ہوا ہے یہ کچھ کارآمد ہوتا ہے۔

(۳) عارفانہ توحید مغز کے درجہ میں ہے یہ پوری طرح کارآمد ہے اس کی کوئی چیز بیکار نہیں ہے اس کا فائدہ اور اس کی خوبی ظاہر ہے۔

خوب سمجھ لو کہ اخروٹ تو پورے مجموعہ کو کہا جاتا ہے مگر پہلے چھلکے سے مغز روغن تک جو فرق ہے وہ صاف اور ظاہر ہے اسے بتانے کی حاجت نہیں ہے اسی طرح سمجھ لو کی وحدانیت کو بے دلیل ماننے اور اس پر کھلے دل سے یقین رکھنے کی ضرورت ہے جب مشائخ عظام کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقعہ نصیب ہو تو تم ان کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کو خوب غور سے کان لگا کر سنو یا ان حضرات کی اشارات پر تمہاری نظر پڑے یا ان کے افعال واقوال بذریعہ کتاب و مکتوب دیکھنے کا موقعہ میسر آئے تو اس میں غور و فکر سے کام لو ان اصول کا لحاظ رکھو گے تو آسانی سے حل مطالب ہوجائیں گے اور تمام شکوک وشبہات دفع ہوجائیں گے اور کہیں تذبذب وغلط فہمی کے شکار نہ ہوگے یہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے کہ

مشائخ طریقت واہل معرفت نے جو توحید کے اشعار اپنے درجہ کے اعتبار سے منظوم فرمائے ہیں اس میں بھی اسی وصول وقوانین وضوابط کا لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ ان مقدس حضرات نے توحید کی حقیقت حال سے باخبر کرنے کی پوری سعی فرمائی ہے اور اس میں کچھ کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔لہٰذا اہل توحید کی حالتوں کو دیکھ کر اور ان کے احوال کو سن کر کہیں دل شکستہ ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ نہ جاؤ حسرت نایافت اور ناامیدی کو دل میں بالکل جگہ نہ دو بلند ہمتی اور اعلیٰ ظرفی سے کام لو چیونٹی کی طرح اپنے آپکو خاکسار سمجھو مگر دل حضرت سلیمان علیہ السلام کے جیسا پیدا کرو مچھر کی طرح اپنے آپکو کمزور سمجھو مگر جگر شیر کے جیسا بناڈالو اور منزل مقصود کی تلاش میں گامزنی شروع کردو یہ بھی یاد رکھو کہ یہ راستہ بہت خاردار ہے اس راہ پر چلنا سخت کٹھن ہے مگر جو لوگ راستے کی خطروں اور دشواریوں کی پرواہ نہیں کرتے وہ منزل مقصود کو پالیتے ہیں تمام محنت وکوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم پر نگاہ رکھو یاد رکھو کہ اگر الطاف الٰہیہ رہبری نہ کرے تو محض انسانی کوششوں اور مشقتوں سے کچھ نہیں ہوتا قدرت کسی کی طاعت پر نظر نہیں کرتی لطف کسی معصیت کو نہیں دیکھتا اس کی فضل ومہربانی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

کسی کو کچھ نہیں ملتا تیری عطا کے بغیر
خدا بھی کچھ نہیں دیتا تیری رضا کے بغیر
جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

زنا دھاری قطب دوراں بن گیا

ایک سالک راہ عارف باللہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک زنار دھاری ''صنم پرست'' اپنے زنار کو آراستہ کررہا تھا کہ اچانک پردہ غیب سے ایک سرّ ظاہر ہوا جس سے اس شخص پر زنار کی حقیقت کھل گئی اسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں اب تک گمراہی کی راہ پر بھٹکتا پھر رہا تھا اس بھید کے ظاہر ہوتے ہی اس پر طلب حق کا اس قدر غلبہ ہوا کہ گھر سے نکل کھڑا ہوا، بھاگتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا این اللہ این اللہ، اللہ کہاں ہے اس کے دل میں سوز دروں پیدا ہوا کہ اس کو ذرہ برابر قرار نہ تھا، حالت بیقراری میں آہ وزاری کرتا ہوا ادھر ادھر مارا مارا پھرتا تھا کسی طرح بھی اس کے دل کو چین وقرار نہ ملتا تھا، حیران وپریشان تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے وجہ ظاہر ہے کہ اس پر انکشاف راز ہوچکا تھا چاروناچار گرتا پڑتا ملک شام میں لبنان کی پہاڑی پر پہنچ گیا، اس پہاڑ پر غوث قطب ابدال اوتاد وغیرہم رہا کرتے تھے وہاں جاکر دیکھا کہ چھ آدمی

اس طرح کھڑے ہوئے ہیں جیسے کسی شخص کا انتظار کر رہے ہوں اور ان کیسامنے ایک جنازہ رکھا ہوا ہے، یہ غریب مسافر پریشان حال ان کے قریب پہنچ کر واقعہ دریافت کرنے لگا ان لوگوں نے کہا واقعہ بعد میں پوچھے گا پہلے نماز جنازہ کی امامت کیجئے' اللہ کی شان وہ کچھ کہے بغیر بے تکلف آگے بڑھا اور نماز جنازہ پڑھادی جب نماز پڑھا چکا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم لوگ ان سات آدمیوں میں سے ہیں جن پر سارے عالم کے کل کاروبار کا دارومدار ہے اور جس میت کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی ہے کوئی اور نہیں ہمارے پیر روشن ضمیر تھے، قطب عالم کے عہدہ پر فائز تھے، بوقت انتقال انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ جب غسل وغیرہ سے فراغت ہوجائے تو جنازہ رکھ کر تھوڑا انتظار کرنا ایک صاحب اس گوشے سے تشریف لائیں گے ان سے کہنا کہ نماز آپ ہی پڑھائیں (نماز سے قبل کسی قسم کی کوئی اور بات نہ کرنا) اور یہ وصیت میں تمہیں اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ صاحب جو میری جنازے کی نماز پڑھائیں گے ہمارے بعد قطبیت کا درجہ انہیں حضرت سلامت کو عطا ہوگا۔

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب رب تعالیٰ کی جانب سے افضال و رحمت کی ہوائیں چلتی ہیں تو سیکڑوں گنہگار و معصیت زدہ اشخاص کو توبہ و انابت کی طرف مائل کر کے مے کدے سے نکال کر مسجد کی جانب خطاو معصیت کے دلدل سے نکال کر فرماں برداری و اطاعت کی جانب ڈال دیتی ہیں، اور جب قہر و غضب کی آندھی چلتی ہے تو سیکڑوں، ہزاروں اشخاص کو مسجد سے نکال کر میخانے کی جانب فرماں و برداری و طاعت سے نکال کر خطا کی جانب ڈھکیل دیتی ہیں اس لئے ہمیشہ رجوع و توبہ کی جانب مائل رہنا چاہئے اور طاعت و ریاضت پر غرور و ناز نہیں کرنا چاہئے یہ بات اس وقت سمجھ میں نہ آتی تھی مگر جب ان حالات کا سامنا ہوا تو یقین کامل ہوگیا کہ باتیں درحقیقت سو فیصد صحیح اور یقینی ہیں میں نے از خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ پہلے خانقاہوں و درگاہوں کی حاضری کو بہت بڑی سعادت تصور کیا کرتے تھے مگر جب پھرے تو وہ خود بھی حاضری سے نہ صرف محروم ہوئے بلکہ اور لوگوں کو اولیاء اللہ کی خانقاہوں و درگاہوں سے متنفر و منکر بنادیا اور ایسے لوگوں کو بھی دیکھا گیا جو کبھی اولیاء اللہ کی مزارات، خانقاہوں و آستانوں کے قریب سے نہ گذرتے تھے حد درجہ عقیدت مند اور ارادت شعار ہوگئے کہ خود بھی عقیدت مندانہ و والہانہ انداز میں حاضری کی سعادت سے بہرور ہوئے اور اپنے متعلقین و محبین کو بھی ترغیب دلا کر اس سعادت عظمیٰ سے مستفید و مستفیض کر کے بارگاہ خداوندی میں سرخرو ہونے میں کامیاب ہوئے تب معلوم ہوا کہ شیخ کے اس فرمان عالی میں کتنے اسرار و رموز چھپے ہوئے تھے جو بعد میں راز سر بستہ کی طرح ظاہر ہوئے۔

کلمہ طیبہ کے چار مشہور نام

کلمہ طیبہ کے چار مشہور نام اس طرح ہیں۔

(۱) کلمہ طیبہ (۲) کلمہ ایمان (۳) کلمہ اسلام (۴) کلمہ توحید۔

(۱) اس کلمہ کو کلمہ طیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بڑی پاک بات ہے بہت بہت ہی پاکیزہ کلمہ ہے یہی وہ بحر نا پیدکنار ہے کہ جس میں غوطہ لگاتے ہی انسان کفر و شرک جیسی نجاست سے پاک وصاف ہو کر پاکیزہ و طہارت یافتہ بن جاتا ہے۔

(۲) اس کلمہ کو کلمہ ایمان اس واسطے کیا گیا ہے کہ اسی کلمہ کو پڑھ کر اور اس پر صدق دل سے یقین کر کے بے ایمانی جیسی آلودگی سے پاک وصاف ہو کر ایمان کی دولت سے مالامال ہو جاتا ہے اور صاحب ایمان کی فہرست میں اس کا نام شمار ہونے لگتا ہے۔

(۳) اس کلمہ کو کلمہ اسلام ان معنوں میں کہا گیا ہے کہ اسلام کی بنیاد اول یہی کلمہ ہے بغیر صدق دل سے تصدیق کئے ہوئے کوئی شخص داخل اسلام ہرگز نہیں ہوسکتا ہے گویا دخول اسلام کیلئے یہ ایک نہایت لازم شے ہے۔

(۴) اس کلمہ کو کلمہ توحید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (یکتائی) کا ذکر ہے کہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ انما اللہ الہ واحد۔ لاالہ الاھو وحدہٗ لاشریک لہٗ مالک الملک

کلمہ طیبہ، کلمہ اسلام، کلمہ ایمان سے زیادہ مشہور و معروف اعلیٰ وافضل نام اس کلمہ مبارکہ کا کلمہ توحید ہے محققین اسلام فقیہان عظام اور مشائخین کرام نے کثرت رائے عامہ سے یہی نام اختیار فرمائے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کلمہ کو کلمہ توحید کیوں اور کن معنوں میں کہا گیا ہے؟ اس کا مطلب بالکل واضح اور صاف ہے کہ اس کلمہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی یکتائی کا ذکر ہے اور ماسوا اللہ تعالیٰ کے تمام معبودان باطل کا انکار ہے پروردگار عالم کے یکتا و معبود برحق ہونے کا اقرار ہے مگر حیرت کی جا ہے کہ اس کلمہ مبارکہ میں دو ذاتوں کے اوصاف پاک کا ذکر ہے جیسا کہ کلمہ مبارکہ کے دونوں جز سے بخوبی ظاہر ہے چنانچہ اول جز میں لا الہ الا اللہ اور دوسرے جز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے ظاہر ہے کہ اول

جز میں ذات واحد اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ذکر ہے جبکہ دوسرے جز میں ذات رسول کائنات علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے باعتبار تشریح اس کلمہ مبارکہ کا نام کلمہ توحید ورسالت ہونا چاہئے کیوں کہ اس کلمہ پاک میں جہاں ذکر توحید پایا جاتا ہے وہیں ذکر رسالت بھی پایا جاتا ہے باوجود کہ اس میں ہر دو ذکر موجود ہے پھر بھی اس کلمہ مبارکہ کو صرف کلمہ توحید کہنے کا کیا مطلب ہے۔؟

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ احسن وبہتر راستہ وہی ہے جس کو فقیہان کرام علماء امت اور مشائخین عظام رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے اختیار فرمایا ہے اور ان حضرات کی تشریح وضاحت اس معاملہ میں بے غبار ہے ان حضرات نے یہ مانا ہے کہ جس طرح الوہیت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے اس طرح ذات رسالت میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شریک وساجھی نہیں ہے۔

الوہیت میں وہ یکتا تو عبودیت میں رسول
مثال رب بھی نہیں مثل مصطفیٰ بھی نہیں

چنانچہ حضرت عارف باللہ امام شرف الدین احمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب قصیدہ بردہ اس طرح تشریح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

منزہ عن شریك فی محاسنه
فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

آپ اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں، سو جو جوہر حسن کا ہے وہ بے تقسیم ہے

یہاں اس امر کی پوری صراحت موجود ہے کہ حضور سرور عالم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ جو فضل وکمال شرف وفضیلت اور اوصاف ومحاسن عطا کیے گئے ان میں کوئی آپ کا شریک وہمسر نہیں ہے۔

کوئی نہیں تمہارا ہمسر میرے پیمبر
لاریب تم ہو سب سے بہتر میرے پیمبر ﷺ

غور کیجئے کلمہ طیبہ کلمہ توحید شریف میں اول جملہ میں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی وحدانیت ویکتائی کا ذکر ہے اور جملہ دوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا ذکر ہے گویا اول جملہ میں اللہ دوسرے جملہ میں رسول اللہ اول جملہ میں معبود دوسرے جملہ میں عابد اول جملہ میں مسجود دوسرے جملہ میں ساجد اول جملہ میں خالق دوسرے جملہ میں مخلوق اول جملہ میں محمود دوسرے جملہ میں حامد چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ وسلم چہیتے ومحبوب صحابی دربار رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم کے مشہور وخوش گلو شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وشق لہ' من اسمہ لیجلہ'

فذوالعرش محمود وھذا محمد ﷺ

اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام پاک اپنے نام پاک کے ساتھ مشتق رکھا ہے دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور یہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہیں واضح ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے آپ کے دو اسم مبارک مشہور ہیں یعنی محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے **وابعثہ مقاما محمودان الذی وعدتہ' وارزقنا شفاعتہ' یوم القیمہ** اور آپ کی امت یعنی امت محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نام حمادون ہے۔ اور آپ کے لواء (جھنڈا) کا نام لواء الحمد ہے والحمدللہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیرا۔ حدیث پاک میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد ﷺ اور آسمان پر میرا نام احمد ﷺ ہے۔

جب تک غایت درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم و تکریم دل میں موجود نہ ہو اس وقت تک کوئی بھی شخص ایمان کی حلاوت سے مستفیض نہیں ہوسکتا اولیاء اللہ صوفیائے عظام رحمہم اللہ علیہم کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک نہایت صحت کے ساتھ سلسلۂ اسناد حاصل ہے اور یہی اسناد (سلسلے کی کڑی) ان حضرات کو ذات رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جوڑے ہوئے ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بنیاد پر اولیائے کرام محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت رکھتے ہیں اور ان کے قدم مبارک پر ساری زندگی و تمام بندگی ہمہ وقت نثار کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں کیونکہ یہ حضرات بوجہ قربت خوب اچھی طرح واقف ہے ہیں کہ۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حضور سرور کائنات فخر موجودات روحی فداہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اجتماعی وانفرادی طور پر آپ سے کلمہ طیبہ کی تلقین حاصل کی ہے پھر صوفیائے عظام رحمہم اللہ علیہم نے سلاسل اتصال کے ساتھ وہاں تک رسائی حاصل فرمائی چنانچہ حدیث پاک میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت میں حاضر تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا تمہارے اندر کوئی اجنبی ہے یعنی اہل کتاب میں سے کوئی آدمی موجود ہے (مثلاً یہود و نصاریٰ) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ نہیں! پھر آقائے

دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا ہاتھ اوپر اٹھاؤ اور کہو لا الٰہ الا اللہ ہم نے بموجب ارشاد ہاتھ اوپر اٹھائے اور کہا لا الٰہ الا اللہ پھر آپ نے فرمایا الحمد للہ اے اللہ تو نے مجھے کلمہ طیبہ دیکر بھیجا ہے اور مجھے تلقین کرنے کا حکم دیا ہے اور میرے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے پھر آپ نے فرمایا لوگو! باخبر ہو جاؤ اور خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔

اصول تصوف سے مولا علی رضی اللہ عنہ کو تلقین

روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قریب ترین راہ بتایئے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین ہو (یعنی جس سے قربت خداوندی جلد اور آسانی کے ساتھ حاصل ہو) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا افضل وہی ہے جو میں نے کہا یعنی لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا ان سب سے بھاری ہو جائے گا پھر آقائے دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک روئے زمین پر ایک بھی شخص لا الٰہ الا اللہ کہنے والا موجود ہوگا قیامت برپا نہیں ہوگی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا ذکر کس طرح کروں آپ نے اپنے اور قریب بلایا اور فرمایا اے علیؓ اپنی دونوں آنکھیں بند کرلو اور مجھ سے تین بار کلمہ سنو پھر تم تین بار پڑھو میں سنوں گا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار قدرے آواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا اس دلنشیں آواز مبارک کو حضرت علی رضی اللہ عنہ بغور سماعت فرمایا بعدہ آپ نے ارشاد فرمایا اے علی یہ ہے توحید کی درستگی سو اس طرح جو کوئی مرد مومن ورد کرے گا اسے ضرور قربت خداوندی نصیب ہوگی۔

انابت اور رجوع الی اللہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

راہ سلوک کی پہلی منزل توبہ نصوح ہے یعنی خالص توبہ، اور خاص الخاص توبہ جس میں کوئی کجی و کمی نہ ہو یہ توبہ اعلیٰ قدر مراتب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں کسی کی قید نہیں جیسا کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا، تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، یعنی اے ایمان والو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح

پاؤ یعنی تمہیں خیرو کامیابی حاصل ہو۔ یہ آیت مبارکہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی شان اقدس میں نازل ہوئی کیونکہ یہ حضرات ہمہ تن تائب تھے۔ کفروشرک سے سخت بیزار، ایمان وایقان سے نہایت رغبت ودلچسپی رکھنے والے تھے، گناہ کے خیال سے بھی لرز اٹھتے تھے۔ معصیت کے گردوغبار سے بھی پرہیز رکھتے تھے، یہاں تک کہ ان حضرات نے گناہ پرلات ماردی تھی اور اسے پسِ پشت ڈال دیا تھا، طاعت وعبادت ان حضرات کا محبوب مشغلہ تھا، زہدوریاضت ان حضرات کا توشہ تھا پھر بھی لوگوں کو توبہ کا جو حکم ہوا اس کے کیا معنیٰ؟ ایک مردِ حق آگاہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا، انہوں نے اس مسئلہ کا بہترین جواب عنایت فرمایا آپ نے فرمایا توبہ ادنیٰ واعلیٰ سبھی پر فرض ہے ہرآن وہر ساعت کبھی اس سے غفلت نہیں برتنا چاہئے مگر یاد رکھو ہر محل میں توبہ کی صورت تبدیل ہوجاتی ہے۔ کافر پر کفر سے توبہ کرنا اور ایمان لانا فرض ہے، گناہ گاروں پر گناہ سے توبہ کرنا اور عبادت میں مشغول ہونا فرض ہے۔ محسنوں پر افعال حسن سے احسن کا قصد کرنا فرض ہے۔ واقفان راہ پر روش سالکانہ اختیار کرنا اور ایک مقام پر ٹھہرے نہ رہ جانا فرض ہے۔ مقیمان آداب وخاک پر محض عالم اجسام کی سیر کافی نہ سمجھنا طیر کی قوت حاصل کرنا اور حضیض سفلی سے پرواز کرکے اوج علوی پر پہنچنا فرض ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ سالک کا کسی ایک مقام پر تفسیر یہی ہے کہ بذریعہ توبہ سالک کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک بتدریج پہنچنا چاہئے بات یہ ہے کہ جس اعلیٰ مرتبہ تک سالک رسائی حاصل کرتا ہے آگے اس سے بھی اعلیٰ مرتبہ موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس راہ میں اسفل سے ترقی کرتے ہوئے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچنا فرض ہے ورنہ سلوک ناتمام ہوکر رہ جائے گا اسی واسطے شریعتِ مطہرہ میں حکم ہے کہ سِیْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ یعنی مفردوں کے آگے سیر کرو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ توبہ صرف ظاہری گناہ سے ہوتی ہے یہ خیال ہرگز درست نہیں دیکھو اگر توبہ صرف گناہ ظاہری سے ہوتی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو معصیت سے پاک اور معصوم پیدا ہوئے ان حضرات کو توبہ کی کیا حاجت تھی اور سید المعصومین، شافع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے متعلق حدیث پاک میں ہے کہ میں ہرروز ستر مرتبہ استغفار (توبہ) کرتا ہوں اس کا کیا مطلب ہے ان حضرات کی ذات پاک سے توبہ کا ثبوت ملنا اس امر کی دلیل ہے کہ توبہ صرف گناہ کے ساتھ خاص نہیں، بلندی درجات وترقی منازل کا بھی سبب ہے۔ دیکھو جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تجلی ربانی ہوئی عالم بیخودی کے بعد جب ہوش آیا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض گذار ہوئے اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ' یعنی بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی۔ یہ بظاہر توبہ کا محل نہ تھا محلِ شکر تھا مگر آپ کو خیال ہوا کہ ہمیں اپنے اختیار سے ارنی کہنا زیبا نہ تھا کیونکہ عاشق صاحب اختیار نہیں ہوتا، دوستی میں اختیار سراسر آفت ہے، اس لئے آپ نے توبہ کی اور افعالِ حسن سے افعالِ احسن کی طرف رجوع

کیا اور سرکارِ دو عالم فخرِ بنی آدم اشرفِ انبیاء خیر الوریٰ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔ یعنی میں ہر روز ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں، اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو ہر لحہ و ہر ساعت ترقی مقام ہوتی تھی، ایک مرتبہ سے گذر کر دوسرے مرتبہ پر پہنچتے تھے اور مرتبہ اول کو مرتبۂ دوم سے کمتر سمجھتے تھے اس لئے آپ استغفار فرما کر صواب سے اصوب کی طرف رجوع فرماتے تھے، یہیں سے اس جملہ کے معنیٰ حل ہوتے ہیں 'حسنات الابرار سیئات المقربین' ابرار کے حسنات مقربین کے سیئات ہیں توبہ کے اصل معنیٰ رجوع کرنے کے ہیں اور یہ صفتِ رجوع مختلف ہوا کرتی ہے۔ جس حال، جس معاملہ اور جس مقام کا شخص ہوگا اسی لحاظ سے اس کی توبہ ہوگی۔ عوام کی توبہ اس لئے ہوتی ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی معصیت میں اوقات گذارے، اللہ تعالیٰ تمام گناہوں اور ساری معصیت کو معاف فرمائے تاکہ عذاب سے نجات حاصل ہو، خواص کی توبہ اس لئے ہوتی ہے کہ جس قدر نعمتیں حق تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوئیں اور جس قدر اس کا رحم و کرم ہوا اور مسلسل ہو رہا ہے اس اعتبار سے مطلق شکر گذاری و خدمت ادا نہ ہوئی اور خاص الخاص کی توبہ اس لئے ہوتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو صاحب طاقت و قوت کیوں سمجھ بیٹھے، ہم نے اپنے کو موجود کیوں خیال کیا، خود کو عاجز و نیست کیوں نہیں سمجھا۔ قوی ہے تو وہی ہے اور موجود ہے تو وہی ہے، یبقی وجه ربک اس کی شان ہے باقی سب کل من علیها فان ہے۔

خوب یاد رکھو توبہ کیلئے ہمیشگی شرط نہیں یعنی جب آدمی نے کسی گناہ سے توبہ کر لی تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اب وہ گناہ اس سے عمر بھر سرزد نہ ہوا ایسا نہیں ہے، صدورِ گناہ ممکنات میں سے ہے البتہ اعتقاد درست اور نیت صحیح ہونا چاہئے جب توبہ کرے تو سچے دل سے قصد رکھے کہ اب یہ گناہ ہم سے سرزد نہ ہوگا توبہ ہو جائے گی اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحق اجر ہوگا اور اگر تائب سے بعد توبہ پھر گناہ سرزد ہو جائے تو نئے گناہ سے قبل تک وہ تائب تھا اس تائبیت کے زمانہ کا ثواب اس کو ملے گا البتہ نئے گناہ کے بعد توبہ کرنا صدق دل سے اس پر لازم ہوگا۔

ان بزرگانِ دین سے بڑھ کر تو مقامات و احوال و معاملات کا تجربہ کسی کو حاصل نہیں ہے، مگر نگاہ ڈالو تو دیکھو گے کے اس گروہ میں بھی بعض لوگ ایسے گذرے ہیں کہ توبہ کے بعد پھر معصیت میں مبتلا ہوئے اور پھر توبہ کر کے اس سے نجات حاصل فرمائی ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رب العزت میں ستر مرتبہ توبہ کی اور استقامت نہ حاصل کر سکا برابر گناہ سرزد ہوتے رہے یہاں تک کہ اکہترویں مرتبہ توبہ کی تب جا کے استقامت حاصل ہوئی اس کے بعد پھر مجھ سے گناہ ظاہری سرزد نہیں ہوا۔

ایک صاحب حال بزرگ کا واقعہ ہے کہ توبہ کے بعد وہ معصیت میں مبتلا ہو گئے بعدۂ ان کو سخت ندامت ہوئی ایک روز دل ہی دل میں اپنے آپ کو معصیت میں مبتلا کر کے اپنے نفس پر ظلم کیا اب تو اگر اس مقدس بارگاہ میں رجوع کرے تو نہ معلوم تیرا کیا حال ہو کہیں آسمان تجھ پر نہ پھٹ پڑے کہیں زمین نہ پھٹ جائے ہاتف غیبی نے آواز دی۔ اطعتنا نشکرناک ثم ترکتنا فامھلناک فان عدت الینا قبلناک ۔میری طاعت تو نے کی میں نے تیرا شکر کیا (یعنی تجھ کو اس کی جزا عطا فرمائی) پھر تو نے بیوفائی کی (یعنی میری نافرمانی کی، گناہ میں مبتلا ہوا) اور مجھ کو تو بھول گیا مگر میں نے تجھ کو مہلت دی اب اگر تو دل سے میری طرف رجوع کرنا چاہتا ہے تو میری رحمت کے دروازے تجھ پر کھلے ہوئے ہیں میں تجھے صلح کے ساتھ قبول کرنے کو تیار ہوں سبحان اللہ بس آواز کے سنتے ہی یہ بزرگ سجدہ ریز ہو کر بارگاہ الٰہی میں استغفار کے ملتجی ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی التجا کو شرف قبولیت عطا فرمائی اور انہیں استقامت کی دولت عطا ہوئی۔

اقوال مشائخ سے توبہ کے متعلق بہت کچھ ارشادات نقل کیے گئے جنہیں بزرگان دین کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے چنانچہ امام التصوف شیخ المشائخ حضرت خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہٗ العزیز عوام خواص کے توبہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ’توبۃ العوام من الذنوب و توبۃ الخواص من الغفلۃ و توبۃ الانبیاء من رویۃ عجزھم عن بلوغ ماناله غیرھم من رویۃ الحسنات ‘یعنی عوام کی توبہ یہ ہے کہ وہ گناہوں سے باز آئیں، خواص کی توبہ یہ ہے کہ وہ غفلت سے باز آئیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توبہ اس مقام سے ہے جس مقام میں فی الحال وہ موجود ہیں اور دوسرے نبی کو اس سے برتر مقام عطا ہو چکا ہے۔ حقیقت توبہ کے متعلق شیخ زماں حضرت خواجہ سہیل تستری علیہ الرحمۃ اور بہت سے مشائخ عظام واولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم یہ خیال رکھتے ہیں اور اس کی تعریف کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ التوبۃ ان لا تنسی ذنبک یعنی توبہ کی تعریف یہ ہے کہ کردہ گناہوں کو (کسی حال میں) بھلایا نہ جائے اور ہمیشہ اس کی ندامت باقی رہے اس کا زبردست فائدہ یہ ہے کہ اگر بندہ بہت سے عمل صالح کے ذخائر بھی جمع کر لے تو کبر وعجب نہ پیدا ہوگا۔

مگر حضرت سید جنید الطائفہ شیخ اکبر خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ العزیز ایک جماعت اولیاء اللہ کے ساتھ یہ خیال رکھتے ہیں کہ التوبۃ ان تنسی ذنبک یعنی توبہ کی تعریف یہ ہے کہ کردہ گناہوں کو بھلا دیا جائے کیونکہ تائب کا درجہ محب کا درجہ ہے وہ ایک گونہ دوستوں میں داخل ہے اور ایک دوست کا دوسرے دوست سے پچھلے بے عنوانیوں کو دہرانا ہرگز جفا سے کم نہیں اور جفا اہل وفا کا کام نہیں۔ بزرگوں کے ان دونوں قول میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے مگر معنی میں ہرگز کوئی تضاد

نہیں، فراموش کردینے کے معنی یہ ہیں کہ اس گناہ کی حلاوت اس کے دل سے نکل جائے تائب کے خیال کے قریب بھی اس کا گذر نہ ہو اور وہ ایسا ہو جائے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ حضرت سید جنید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو اس بارے میں ایک جواب ملا تھا جب اس وقت آپ ایک خاص حالت میں تھے اس کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے ہم نے بہت کچھ پڑھا مگر کسی چیز سے اتنا فائدہ نہیں ہوا جتنا کہ اس شعر سے ہوا ہے۔

اِذَا قُلْتُ مَا اِذْ نَبْتُ قَالَتْ مُحَبَّتُهٗ
وَجُوْدُکَ ذَنْبٌ لَا یُقَاسُ بِهَا ذَنْبٌ

یعنی جب میں نے پوچھا کہ ہم نے کیا گناہ کیا تو اس کی محبت نے جواب دیا کہ تیرا وجود ہی اتنا بڑا گناہ ہے جس کے مقابلے میں سارے گناہ ہیچ ہیں۔ اللہ اکبر معشوق کی بارگاہ میں عاشق کا وجود بھی گناہ ہے۔ دیگر باتوں کا پوچھنا ہی کیا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پیدا ہوا ہے اسے ایک نہ ایک دن ناپید ہونا ہے اجل تاک میں ہے، نہ جانے کب پیغام اجل آجائے اور اس جہان فانی سے کوچ کرنا پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی فضل و مہربانی سے جو حیات کے لمحات میسر ہیں اس کو غنیمت جاننا چاہئے اور اس کی تہِ دل سے قدر کرنی چاہئے کیا معلوم کب ملک الموت پہنچ جائیں اور کس وقت بلاوا آجائے، اس لئے کسی وقت بھی توبہ سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ صدورِ گناہ سے دل پر ایک سیاہ نقطہ بیٹھ جاتا ہے جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو یہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے، اگر توبہ کی توفیق نہ ہو تو یہی چھوٹا سا سیاہ نقطہ رفتہ رفتہ بڑھ کر دل کے تمام حد کو گھیر لیتا ہے پھر اس سیاہی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ قلب کے تمام روشنی کو ختم کر ڈالتی ہے اور پھر وہ دل برائیوں اور نافرمانیوں کا مسکن بن جاتا ہے اور اس طرح نیکیوں کی توفیق ختم ہو جاتی ہے۔ العیاذ باللہ، توبہ وہ رحمت کا پانی ہے جو دل کی تمام گندگیوں و آلودگیوں کو دھوڈالتا ہے اور سیاہی کی کوئی پرت جمنے نہیں دیتا جیسا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ (حدیث) تخلیق انسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے فرشتوں نے عرض کیا تھا کہ اے مالک الملک انسان بہت فسادی ہوگا وہ تیری زمین کو کشت وخون سے بھر دے گا۔ ہم تیری تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ کسی انسان کو تو پیدا فرمائے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے فرشتو! تمہارا یہ کہنا اس وقت درست ہوتا جب ہم تمہارے دروازے پر حاجت لے کر ان کو بھیجتے یا تمہارے ہاتھ ان کو فروخت کرتے اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو ہرگز اپنی دہلیز پر ان کو چڑھنے نہ دینا اور کسی طور انہیں نہ خریدنا۔ اے گروہ ملائکہ شاید تم کو اس کا خوف ہے کہ ان (انسان) کی معصیت میری رحمت سے بڑھ جائے گی یا ان کی آلودگی ہماری قدوسیت پر دھبہ لگا

دے گی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے میری عزت وجلال کی قسم جب جب وہ خطا کریں گے اور ہماری بارگاہ میں بعجز وانکسار توبہ کے فریادی ہوں گے تب تب میں ان کی تمام خطاؤں کو بخش کر اپنی عطاؤں ونوازشات کی ان پر بارش کروں گا۔ وہ مشتِ خاک ضرور ہیں مگر ہماری بارگاہ میں مقبول ہیں، جب ہم نے انہیں قبول کر ہی لیا ہے تو لوث ومعصیت کی کیا مجال ہے کہ کچھ بگاڑ سکیں۔

سراسر ما ہمہ عیبم بدیدی وخریدی تو
زہے کالائے پر عیب وز ہے لطف خریدارے

یعنی میں سر سے پاؤں تک عیب ہی عیب ہوں (مجھ میں کوئی بھلائی وخوبی نہیں) تو نے مجھے ٹھونک بجا کر خریدا ہے واہ کیا اچھی یہ عیب دار جنس ہے اور واہ کیا خوب مہربان خریدار ہے۔

''گناہ کی تین قسمیں''

گناہ تین طرح کے ہوتے ہیں اول ان امور کا ترک کرنا جن کو خداوند تعالیٰ نے فرض وواجب کیا ہے جیسے نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ ان کی توبہ یہی ہے کہ حتی المقدور قضائیں ادا کی جائیں اور ان کی ادائیگی اپنے آپ پر لازم جانا جائے، دوسرے وہ جن کا تعلق خدا اور بندے سے ہے مثلاً زنا کرنا، شراب پینا، سود لینا، جوا کھیلنا وغیرہ ان گناہوں سے تائب ہونے کی صورت یہ ہے کہ اعترافِ گناہ کے ساتھ ندامت وشرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے صدق دل سے پکا ارادہ کرتے ہوئے کہ آئندہ اس گناہ کے قریب نہ جائیں گے پختہ اعتقاد کے ساتھ توبہ کرنا تیسرا گناہ حق العباد سے ہے اور یہ نہایت سخت ودشوار ہے۔ یہ چند طرح کے ہیں جیسے جان ومال، ذاتیات، عورت، لونڈی اور دین کے نقصانات اگر مال کا گناہ کیا ہے یعنی ناجائز طریقہ سے مال چھینا ہے، چوری وغصب کی ہے تو اگر واپسی کی قدرت ہے یا طاقت ہو جائے تو واجب ہے کہ وہ مال ومتاع لوٹا دیا جائے اور اگر ادائیگی سے مجبور ہے تو معافی چاہے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہو سکیں یا اہل مال متوفی ہو چکا ہو تو اس رقم کو اس کی روح پر صدقہ کرے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اعمال حسنہ ونیکیاں کر کے اس کا ثواب بخشے اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے یہاں تک کہ وہ اپنے کرم سے قیامت کے روز اپنے ان بندوں کو خوش کر دے۔ اگر تم نے کسی کی جان لی ہے یا قتل کیا ہے تو اس کے اقرباء کے سامنے اقرار جرم کرتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کر دو کہ وہ یا تو تم سے قصاص لیں یا معاف کر دیں۔ ورنہ نجات کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی اور اگر تم نے ذاتیات

کے نقصان پہنچائے ہیں یعنی کسی کی غیبت کی ہے، تہمت لگائی ہے، اس کی ذات پر کیچڑ اُچھالا ہے یا اول فول گالیاں بکی ہیں یا اس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں تو لازم ہے کہ اس سے جا کر کہہ دو کہ بھائی فلاں دن، فلاں وقت ایسا ویسا میں نے تم کو کہا ہے لہذا تم مجھے معاف کر دو تا کہ آخرت کی باز پرس سے بچ جاؤں اس کی مطلق پرواہ نہ کرو کہ کہیں غصے سے وہ بھڑک نہ اٹھے اور لینے کے دینے پڑ جائیں اور اگر وہ اشتعال انگیزی پر ہی اتر آئے اور غیظ و غضب سے کام لے تو بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں سرگرداں، تضرع وزاری کے ساتھ معافی کے خواستگار رہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا بھروسہ اور کامل یقین رکھو کہ یقیناً وہ تمہاری مغفرت فرمادے گا۔ اور اگر تم نے کسی کی بیوی یا شرعی لونڈی کے ساتھ بدنیتی کی ہے یا اس سے بھی زیادہ تجاوز کر گئے ہو تو یہ موقع نہ تو معافی کا ہے اور نہ ہی ظاہر کرنے کا کیونکہ ایسی حالت میں زبردست خطرہ ہے جس کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے ایسی صورت میں سب سے اچھا اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس معاملہ کو اللہ غفور الرحیم ہی کے حوالہ کر دو کہ وہ روز قیامت ان کو تم سے رضامند اور خوش کر دے اور اگر ان سے اشتعال و غضب کا خوف نہ ہو تو معافی مانگ لینے ہی میں بھلائی ہے، اور دین کا گناہ اسے کہا گیا ہے کہ کسی کی بیجا تکفیر کی یعنی کافر قرار دیا یا کسی کو بلاوجہ گمراہ بتلایا یہ بھی ایک سخت دشوار مرحلہ ہے احسن صورت یہی ہے کہ حتی الامکان اپنی دروغ بیانی کا اظہار کر کے اس شخص سے معافی چاہو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو نادم ہو کر بارگاہ خداوندی میں سر ٹیک دو یہاں تک کہ اس کو خداوند تعالیٰ تم سے خوش کر دے بہر صورت جیسے اور جس طرح ممکن ہو دشمنوں کو خوش اور راضی کر دو اور اگر غیر ممکن ہو تو صدق دل سے تضرع وزاری کے ساتھ بارگاہ خداوندی کی طرف رجوع کرو تا کہ قیامت کے دن تم سے سب راضی اور خوش ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی امید ہے کہ جب وہ بندے کی صداقت دیکھے گا جو علام الغیوب ہے تو اس پر اپنی رحمت نازل فرما کر ان کو بھی رضامند اور خوش کر دے گا۔

جن فرائض و واجبات کو ترک کیا ہے ضرور ہے کہ تم ان کی قضا ئیں ادا کرو اور اپنے عمل و کردار سے جن کو ناراض و ناخوش کیا ہے ان اشخاص کو حتی الامکان راضی و خوش کرو۔ اس میں خبردار اور ہوشیار رہنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہ گھاٹی سخت کٹھن خاردار اور نہایت خطرناک ہے۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق ا... انی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے بلند پایہ درویش اور بڑے بھاری علامہ تھے آپ فرماتے ہیں کہ میں پورے تیس برس تک ... تعالیٰ سے توبہ نصوح کا خواستگار رہا مگر قبول نہ ہوئی، مجھے سخت تعجب ہوا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اتنی مدت تک درخواست کرتا رہا مگر شرف قبولیت سے باریابی نہ حاصل کر ... برسوں کے طویل مدت میں بھی ایک

حاجت نہ پوری ہوئی اچانک میں نے سنا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تعجب میں پڑتے ہو لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ تم مانگ کیا رہے ہو؟ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا دوست بنا لے کیا یہ کوئی معمولی مراد ہے جو تم نے مانگی ہے۔

بندے کیلئے گناہ ایک بڑی بلا ہے، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا چاہئے اس بلاء کی ابتداء تنخم دل سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا کفر کی بدبختیوں سے العیاذ باللہ۔ ابلیس اور بلعم باعور کے قصے کو مدنظر رکھنا چاہئے دیکھو یہ پہلے بہت بڑے عابد و زاہد تھے پھر ان سے گناہ سرزد ہوئے، دل سیاہ ہو گیا توبہ کی توفیق ختم ہو گئی آخر کفر کی نوبت آ پہنچی۔ صلحاء کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ گناہ سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ گناہ کا خوف دل سے نکل جاتا ہے پھر طاعت و عبادت میں کوئی لذت نہیں ملتی، اچھی باتیں دل کو بری لگتی ہیں جب یہ حالت ہو جائے تو غفلت سے ہرگز کام نہیں لینا چاہئے جس قدر جلد سے جلد ممکن ہو توبہ کرنا چاہئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سب سے زیادہ نیک بخت وہ شخص ہے کہ جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ میں تاخیر نہ کرے یعنی فی الفور رجوع ہو کر توبہ کر کے معصیت کے داغ کو دھو ڈالے کیونکہ کسی کو موت کے وقت کا علم نہیں کہ وہ کب آ دبوچے گی بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ توبہ کے بعد بھی اگر گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے سے کیا فائدہ ہے یہ بھی شیطان کا ایک حربہ ہے۔ انسان خطا سے پیدا ہوا ہے، خطاء اس کی سرشت میں ہے، جس قدر گناہ ہوں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے، بندے کی حالت کو وہ خوب جانتا ہے، اس کو معاف کرنے میں دیر نہیں لگتی، انسان کیلئے فکر کا مقام ہے کہ جتنی طاقت وہ گناہ کرنے میں خرچ کرتا ہے، کیا اس سے یہ ممکن نہیں کہ اتنی ہمت توبہ کرنے میں صرف کرے، آخر اس کے کیا معنیٰ ہیں کہ گناہ کرنے میں مستعد اور توبہ کرنے میں عاجز توبہ سے رکنا شیطانی اغوا ہے اور اگر یہ خیال کرو کہ جب ہم گناہ سے باز ہی نہیں آتے اور جبکہ توبہ پر ثابت قدمی نصیب نہیں تو پھر توبہ کس کام آئے گی، ایسی توبہ سے حاصل ہی کیا ہے تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سب شیطانی چکمے ہیں کہ وہ ان سب میں الجھا کر تمہاری دولتِ ایمانی کو لوٹنے کی چکر میں ہے سوچو کہ توبہ کرنے کے بعد ممکن ہے اجل ہی آ جائے، دوبارہ گناہ کرنے کا موقع میسر نہ ہو سکے۔ بہت ممکن ہے کہ نئے گناہ سے پیشتر ہی موت آ جائے۔ لہذا اس قسم کا ڈر محض فضول ولغو ہے۔ انسان کا کام ہے توبہ کرتے رہنا، نیت خالص اور سچے دل سے توبہ کرنا، رہا اس کی تکمیل اور اس پر ثابت قدم رکھنا تو یہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اگر توبہ پر ثابت قدمی نصیب نہ ہوئی تو جان لو کہ یہ بھی کچھ کم نہیں کہ پچھلے گناہ بخش دیئے گئے اور تم بالکل گناہوں سے پاک وصاف ہو گئے اب اگر تمہارے سر پر کوئی بوجھ رہا تو صرف اسی نئے گناہ کا، کیا یہ فائدہ کوئی معمولی فائدہ ہے کہ گذشتہ گناہوں کی بخشش ہو گئی، اس لئے بندے کا فرض ہے کہ وہ توبہ کرتا رہے۔ اس میں غفلت کو راہ نہ دے۔ بندے کے

گناہ خواہ کس قدر ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ خدائے تعالیٰ کی فضل و رحمت کے سامنے بندے کے گناہ کی کوئی حیثیت ہی نہیں توبہ کرنے کے دو بڑے اہم فائدے ہیں، ایک تو گذشتہ گناہوں کی معافی دوسرے آئندہ گناہوں سے باز رہنے کا عہد۔ انسان خواہ کس قدر گنہگار و بدکار واقع ہو مگر توبہ کرنے کے بعد یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ ابھی ہم نے بارگاہ خداوندی میں توبہ کی ہے اب اگر گناہ میں مبتلا ہوتا ہوں تو یہ خدا کے ساتھ فریب کے مترادف ہوگا ضمیر کا یہ احساس کوئی کم درجہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ توبہ کے بعد بفرض محال اگر آئندہ گناہوں سے باز رہنے کی کسی وجہ سے توفیق نصیب نہ ہوئی تو کم ازکم اتنا تو ضرور ہوا کہ گذشتہ گناہوں کی معافی ہوگئی اور بندے کا بوجھ ہلکا ہوگیا۔

توبہ سے طہارت یافتہ ہونے کا بہترین طریقہ

یہ وہ مبارک طریقہ ہے جو اہل اللہ سے سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور اس قدر آسان و قابل قبول بدرگاہ الٰہی ہے کہ جس کے ذریعہ رب تعالیٰ یقینی طور پر بندے کی توبہ کو قبول فرما کر اس کی بخشش و مغفرت فرما دیتا ہے اس پر عمل کرو اور اپنے آپ کو سچا تائب بنا ڈالو۔

سب سے پہلے باقاعدہ غسل کرو اور طہارتِ کامل اختیار کرو پاک و صاف کپڑے پہن کر باوضو قبلہ رو ہو کر تنہائی میں چار رکعت نمازِ توبہ بحضور دل سے ادا کرو، اختتام نماز کے بعد سجدہ میں جاؤ، یاد رہے کہ جگہ ایسی ہو جہاں بالکل تخلیہ ہو کسی کی آمد نہ ہوتا، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تم کو کوئی اور نہ دیکھ سکے اور سر و ریش کو خاک آلودہ کرو، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، دل میں سوز و قلق ہو، درمیانی آواز میں جتنے کردہ گناہ یاد ہوں ان کو دہراتے جاؤ، اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہو کہ اے نفس! اب وہ وقت آگیا کہ تو توبہ نصوح کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بحضور دل سے رجوع ہو کیونکہ تجھ میں ہرگز اتنی طاقت نہیں ہے کہ تو عذاب خداوندی کو برداشت کر سکے اور تیرے پاس ایسا کوئی سرمایہ بھی نہیں ہے جو تجھ کو عذاب خداوندی سے بچا سکے۔ ان کلمات کا تکرار کرتے رہو اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح مناجات کرو، اے اللہ! بیشک تو غفور الرحیم ہے، اے پاک بے نیاز، بندۂ گنہگار بھاگا ہوا تیرے در پر آیا ہے، بندۂ خطا کار تیری رحمت کا طلبگار ہے، بندۂ گنہگار اپنی خطاؤں و گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے تیری بارگاہ رحمت میں عذر لایا ہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے اور اپنی رحمت سے اپنی بارگاہِ پاک میں ہم کو قبول فرما لے۔ مولا اپنی رحمت بھری نظر سے ہم کو دیکھ لے، ہم تیری چشم کرم کے

بھکاری ہیں، داتا ہمیں اپنی چشم رحمت کی بھیک عطا فرمادے، اے باری تعالیٰ! ہم کو اور ہماری تمام گناہوں کو بخش دے اور آئندہ خطاؤں وگناہوں سے محفوظ فرما یقیناً تو معاف فرمانے والا غفور الرحیم ہے۔

قطرۂ چند از گنہ گر شد آید پدید　　در چناں دریا کجا آید پدید

نہ گردو تیرہ آں دریا زمانے　　ولے روشن شود کار جہانے

یعنی اگر چند قطرے گناہ کے ظاہر بھی ہوئے تو سمجھ لو کہ اتنے بڑے سمندر میں ان کی حقیقت ہی کیا ہے، اور وہ کیونکر معلوم ہوسکتے ہیں، اس دریا کا پانی ان چند قطروں سے گدلا وخراب نہیں ہوسکتا اور جہاں والوں کا کام جس طرح چلتا ہے اسی طرح چلتا رہے گا۔ اس طرح توبہ سے فراغت کے بعد بحضور دل سے یہ دعا پڑھے ’’یَا مُجَلِّیْ عَظَائِمَ الْاُمُوْرِ یَا مُنْتَہِیْ ھِمَّۃَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا مَنْ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن، اَحَاطَتْ بِنَاذُنُوْبُنَا وَ اَنْتَ الْمَذْخُوْرُ لَھَا یَا مَذْخُوْرُ لِکُلِّ شِدَّۃٍ کُنْتُ اَذْخُرُکَ لِھٰذِہِ السَّاعَۃِ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم‘‘ ترجمہ: اے بڑے بڑے امور کو روشن کرنے والے، اے مومنین کی ہمت کو انتہا تک پہنچانے والے، اے وہ ذات کہ جب کسی کام کو ارادہ کیا ہونے کا تو فرمادیا ہوجا پس وہ ہوگیا۔ میرے گناہوں نے مجھ کو (چاروں طرف سے) گھیر لیا ہے اور ان گناہوں کو تو نے اکٹھا کردیا ہے، اے جمع کرنے والے ہر شدت کیلئے تجھی کو اس گھڑی کے واسطے جمع کرنے والا سمجھا پس تیری طرف رجوع کیا میں نے اس امید کے ساتھ کہ تو میری توبہ قبول فرمالے بیشک تو قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے پھر خوب گریہ وزاری کرو اور امید رکھو کہ بارگاہِ الٰہی سے محروم نہیں لوٹو گے، تمہارا دامن مقصود گوہر مراد سے مالا مال ہوجائے گا۔ پھر تضرع وزاری کے ساتھ یہ مناجات کرو۔ ’’ یَا مَنْ لَّا یَشْغَلُہٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ یَامَنْ لَّا یَغْلُطُہُ الْمَسَائِلُ یَا مَنْ لَّا یُبْرِمُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِکَ وَ حَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْر۔

ترجمہ: اے وہ ذات کہ اس کو نہیں روکتا ہے ایک شخص کی بات کا سننا، اے وہ ذات کہ ہرگز غلطی نہیں کرتی ہے، سوال کے سمجھنے میں، اے وہ ذات کہ اس کو مجبور نہیں کرتا ہے الحاح کرنے والوں کا الحاح (پس) تو چکھادے ہمیں اپنی معافی کا مزہ اور اپنی رحمت کی مٹھاس بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر خوب درود پڑھو، اپنے اور کل مومنین ومومنات کیلئے مغفرت کی دعا کرو اور طاعت وعبادت میں مشغول ہوجاؤ سمجھ لو کہ تم نے توبہ نصوح کی ہے اور سب گناہوں سے رب تعالیٰ نے تم کو پاک کردیا ہے اور ایسے پاک ہوگئے ہو جیسے آج ہی تم نے اپنی ماں کے شکم سے جنم لی ہے جیسے آج ہی پیدا ہوئے ہو، اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنا دوست بنالیا ہے اور تمہارے لئے بے پناہ اجر وثواب کا وعدہ ہوا ہے جو یقیناً تمہارے ہاتھ آئے گا اور بعد توبہ تم

پر اس قدر باری تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہوئی ہے کہ کوئی شخص اس کو لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا اور خوب جان لو کہ تمہیں دنیا اور آخرت کی بلا سے نجات حاصل ہوئی ہے اس نعمت عظمیٰ پر خوب خوب شکر کرو۔

سعادت کی نشانیاں

فرمایا کہ سعادت کی نشانیاں یہ ہیں کہ آدمی کا دل نرم ہو، دنیا سے نفرت ہو، آرزو اس کی تھوڑی ہو، اپنے گناہوں پر شرمندہ رہے، اور اس کے برعکس شقاوت کی نشانی یہ ہے کہ اس کا دل سخت ہو، نامہربان و بے رحم ہو، دنیا کی رغبت بہت زیادہ ہو اور آرزو اس کی کشادہ ہو اور وہ بے غیرت و بے حیا ہو۔

اظہارِ شریعت وطریقت وحقیقت

حضور قبلہ عالم نے اول شریعت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ شریعت کے معنیٰ ومفہوم یہ ہیں کہ انسان اسلام کی شرطوں کو بجالائے اور جن کاموں کے کرنے کا اس کو حکم دیا گیا ہے، اس پر عمل کرے اور جن کاموں سے اسے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے پرہیز کرے اور اپنے ہر معاملات میں شریعت مطہرہ کو مدنظر رکھے اور طریقت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر اس کا پابند ہوجائے۔ اور بندگی کا طوق پہن کر اس پر قناعت کرنے کو اور رضا وتسلیم کا کشتہ ہونے کو اور خدا پر کامل بھروسہ کرنے کو حقیقت کہتے ہیں۔ اور معرفت خدا کے ساتھ مستغرق ہونا اور اس کی رضا جوئی کا ہر وقت خیال رکھنا۔

الشريعة اقواله	یعنی نبی کریم ﷺ کے اقوال کا نام شریعت ہے۔
الطريقة افعاله	یعنی نبی کریم ﷺ کے افعال کا نام طریقت ہے۔
الحقيقة احواله	یعنی نبی کریم ﷺ کے احوال کا نام حقیقت ہے۔
المعرفة اسراره	یعنی نبی کریم ﷺ کے اسرار کا نام معرفت ہے۔

یعنی جو کچھ نبی کریم ﷺ نے حکماً اپنی زبان مقدسہ سے بطور اقوال ارشاد فرمایا اس کو شریعت کہتے ہیں۔ اور جو کچھ نبی کریم ﷺ نے عملاً یعنی اپنے عمل کے ذریعہ کرکے دکھایا اس کو طریقت کہتے ہیں۔ اول شریعت وطریقت کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔ سنت الہیہ (یعنی قانون خداوندی) اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صحیح معلومات کا نام شریعت ہے۔ اور صرف ماننا ہی

نہیں عملاً اس کا ثبوت دینا بھی ضروری ہے یعنی غسل وطہارت، وضو، اوقات نماز ونیت وغیرہ کی معلومات اور اس پر عمل روزہ، زکوٰۃ وحج اور تقسیم میراث وغیرہ کی معلومات اور عمل پس جس نے ان ذکر کردہ چیزوں کی معلومات کی اور اس پر عمل کیا اسے عامل اور حامل شریعت کہا جائے گا۔

یقیناً یہ مذکورہ چیزیں اقوال نبی کریم ﷺ سے ہیں۔ نیز طریقت اس راستہ کو جس راستے سے اولیاء کرام پیران عظام قرب رب انام سے مشرف ہوئے اور اس راستہ کی کئی طریقے مثلاً قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، فردوسیہ، صابریہ، نظامیہ وغیرہ ہیں۔ طالب حق جس طریقہ وراستہ سے خدا تک پہونچنا چاہے پہونچ سکتا ہے۔ اکثر بزرگانِ سلف نے کئی طریقوں سے فیض حاصل کیا ہے لیکن فنائیت جو اصل اصول تصوف ہے صرف ایک جگہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ہر جگہ سے اس کا حصول ناممکن ہے۔ سالک وہ ہے جو اپنے ارادۂ ظاہری کو باطن کی طرف متوجہ کرے، اس کو طلب ارادت اور سلوک کہتے ہیں جو شخص اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوجائے وہی سالک ہے۔

شریعت ظاہر ہے لیکن طریقت پوشیدہ ہے۔ دیکھو ایک شخص عامل شریعت ہو کر اللہ کی عبادت نماز میں مصروف ہے۔ بدن میں کھجلی ہوئی اور وہ برداشت نہ کرسکا کھجلانے میں مصروف ہوگیا یا مچھر پسو وغیرہ نے کاٹ لیا، حالت نماز میں ہٹانے ودور کرنے میں مصروف ہوگیا الغرض کوئی ادنیٰ یا ہلکی سے تکلیف ہوئی اور اس کی یکسوئی میں خلل واقع ہوگیا اور انہاک رخصت ہوگیا جو نماز کی روح ہے۔ مگر طریقت میں جو عبادت ونماز ادا ہوتی ہے اس کا عالم یہ ہوتا ہے کہ جسم کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے تو بھی خبر نہیں ہوتی اور یکسوئی وانہاک میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ طریقت کے اماموں کے امام صوفیائے کرام کے پیشوائے اعظم حضرت سیدنا مولائے کائنات حضور مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پائے اقدس میں برچھی ماری گئی جو آر پار ہوگئی، تکلیف اس قدر شدید تھی کہ چھونے سے بھی آپ تڑپ جاتے تھے چونکہ برچھی زہر میں بجھی ہوئی تھی جس کو جلد سے جلد نکالنا بہت ضروری تھا ورنہ سارے بدن میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حیران وپریشان تھے کہ حضور چھونے تک نہیں دے رہے ہیں کیسے اور کس طرح برچھی کو نکالا جائے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھہرو مجھے نماز کی نیت کر لینے دو اس وقت یہ برچھی نکال لینا۔ آپ وضو کرکے نماز میں مشغول ہوگئے اور پورا زور لگا کر پوری طاقت سے برچھی کھینچی گئی اور کھینچ کر باہر نکال لی گئی آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی، یہ تھی طریقت کی نماز کہ جس میں اس قدر انہاک اور یکسوئی تھی کہ اس وقت اپنے آپ سے بلکہ دنیا ومافیہا سے آپ بے نیاز ہو گئے تھے۔ بزرگان دین وسلف صالحین کا ارشاد ہے کہ منزل کو دور سے دیکھنے کا نام شریعت

ہے۔منزل کے قریب پہونچ جانے کا نام طریقت ہے، منزل کو پالینے کا نام حقیقت ہے اور طالب ومطلوب کے ایک ہو جانے کا نام معرفت ہے اور اہل معرفت کا حال یہ ہوتا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جا میں تن جسم ہو جاؤں اور تو روح (جان) ہو جا تا کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں کچھ اور ہوں اور تو کچھ اور ہے۔شریعت میں نماز وذکر کے اوقات مقرر ہیں کہ جب اس کا وقت ہوتا ہے تو ادا کی جاتی ہے مگر طریقت میں ایک لمحہ ولحظہ کی غفلت زہر قاتل ہے۔طریقت، شریعت مطہرہ کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ جو شریعت مطہرہ سے ہٹ کر ہو وہ صحیح معنوں میں طریقت ہے ہی نہیں، لیکن نا سمجھ لوگوں کو برخلاف معلوم ہوتی ہے البتہ مسائل طریقت بمقابلہ شریعت بہت ہی ادق ہیں مثلاً کوئی شخص نماز ادا کرتے ہوئے خیالات خانگی کو دل میں جگہ دیئے رہے یا خیالات اوہام میں مبتلا ہو جائے تو اہل شریعت اس پر اعتراض نہیں رکھتے صرف یہ کہکر گذر جاتے ہیں کہ عملاً خیالات کو حالت نماز میں ادھر ادھر لیجانے سے گریز کرے اور اگر سہواً خیالات آجاتے ہیں تو اس پر کوئی گرفت نہیں مگر اہل طریقت کے نزدیک ایسی نماز ناقص ہے بلکہ بعض اوقات اسے بے روح وبے اثر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

برزباں تسبیح در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کہ دارد اثر

یعنی زبان سے تو یاد خدا کیا جائے اور دل میں اوہام گاؤ خر کو جگہ دی جائے ایسی تسبیح وذکر سے کیا فائدہ

اہل طریقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس فرمان مقدس کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ یعنی بغیر دل کے حاضری کے نماز نہیں ہوتی یعنی جب تک حضوری دل نہ ہو محض اٹھک بیٹھک کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا آج نماز اور تبلیغ نماز پر سارا زور صرف کیا جاتا ہے مگر جو نماز کیلئے ضروری اور نماز کی جان ہے اس کی مطلق پرواہ نہیں کی جاتی۔

حقیقت کیا ہے؟ سب سے مقدم حقیقت انسان ہے اگر انسان اپنی حقیقت سے خبردار ہو جائے تو اس کو حقیقت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حقیقت حق معلوم کر لینا کچھ مشکل نہ ہوگا لہذا سب سے پہلے اپنی ہی حقیقت کو معلوم کرنا ضروری ہے اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ ہم ایسے اسم بامسمّٰی ہیں کہ نسبت ہی ہماری تعریف ہے۔یعنی صرف ہمارا نام

ہے ہم کچھ بھی نہیں یہاں ہستی کا گمان اور وہم بھی دل میں گذرنا ہماری ہلاکت کا باعث ہے اور جب یہ پتہ لگ گیا کہ ہم ایسے اسم بامسمی نیستی ہیں کہ جس کی ہستی کا وہم وگمان بھی باطل ہے تو ہم سے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیقت حق جل وعلا مخفی و پوشیدہ نہیں ۔

دیکھ اپنے میں آپ کو بھائی
خود تماشا ہے خود تماشائی
چھوڑے ہستی نہ اپنی جب تک تو
تجھ پہ ظاہر نہ ہوگا راز ہو

اس کا عامل ہونا بھی لازم ہے کہ اپنی ہستی وہمی کو دور کرے اور خطرات ماسویٰ کو دل میں جگہ نہ دے تو الآن کما کان کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

الآن کما کان تشناسی تو کہ چیست
تاموتوا قبل ان تموتوا نشوی

اور جب یہ سمجھ میں آگیا تو حقیقت بھی منکشف ہوگی۔ یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام خلائق کے طبیب ہیں ہر زمانے میں وحی الٰہی کے موافق اپنی امت کیلئے حسب مصلحت وقت قاعدہ وملت وضع کرتے ہیں، پس خدا کی باتیں جو نبیوں تک پہنچیں اور آپ حضرات نے ان کو قبول کیا ان کا نام وحی دعوت ہے اور جو لوگ سنتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں ان کو امت کہتے ہیں اور اوامر ونواہی واصول وفروع دعوت کو شریعت کہتے ہیں، اور اس راہ میں چلنے کو اطاعت کہتے ہیں۔ جملہ احکام پر گردن رکھنے کو اسلام کہتے ہیں اسلام پر ثابت قدم رہنے کو دین کہتے ہیں خوب سمجھ لو کہ شریعت دین ایک راہ کا نام ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ سے قائم ہوتی ہے، لغت میں کشادہ راہ کو شارع کہتے ہیں، راہ شریعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے کشادہ بنایا ہے، اور اس طرح کشادہ بنایا ہے کہ اس سے ہزاروں راستے نکلتے ہیں۔ صوفیائے کرام، محدثین فرخندہ فرجام فقہائے عظام نجات پانے والے فرقوں میں سے ایک ہیں جن کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جس میں بہتر گمراہ ہوں گے اور ایک نجات پانیوالا ہوگا۔ ناجی فرقہ اہلسنت والجماعت کا ہے۔ بالاتفاق بیان ہے کہ طریقت کی راہ بھی شریعت سے نکلی ہے۔ شریعت وطریقت میں جو فرق ہے اسے خوب اچھی طرح سمجھ لو شریعت میں توحید، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد اور حج اور دوسرے دوسرے احکام شرائع ومعاملات ضروری کا بیان ہے۔ طریقت کا کہنا ہے کہ ان معاملات کی حقیقت معلوم کرو۔ ان مشروعات کی تہہ تک پہنچو اعمال کو قلبی صفائی سے

آراستہ کرو، اخلاق کو نفسانی کدورتوں سے پاک کرو، جیسے ریاکاری، ہوائے نفسانی، ظلم وجفا، شرک وکفر وغیرہ وغیرہ اچھا اس طرح سمجھ میں نہیں آتا ہے تو یوں سمجھو، ظاہری طہارت، ظاہری تہذیب سے جس امر کو تعلق ہے وہ شریعت ہے تزکیۂ باطن، تصفیہ قلب سے جس کو لگاؤ ہے وہ طریقت ہے۔ شریعت وطریقت سمجھ میں آجائے تو حقیقت کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔

حقیقت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا سنریھم آیتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق یعنی ہم ان کو اپنی نشانیاں اس جہان میں ان کے نفسوں میں ظاہر کر کے دکھلا دیں گے۔ تاکہ ان پر حقیقت حق مخفی نہ رہے۔ کلمۂ توحید میں دو جملے ہیں اول جملہ لا الہ الا اللہ دوسرا جملہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حقیقت کے رموز واشارات لا الہ الا اللہ میں مستتر ہیں اور شریعت کی جلوہ گری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور صحت ایمان دونوں جملوں پر موقوف ہے۔ اب اگر کوئی چاہے کہ صرف ایک جملہ سے ایمان کی منزل طے کرلے تو بالکل ناممکن ہے ہاں البتہ حکم میں شریعت حقیقت سے جدا ہے، زبان سے اقرار کرنا اور شئے ہے، دل سے تصدیق کرنا اور چیز ہے۔ مگر علمائے ظاہر کا خیال ہے کہ شریعت عین حقیقت ہے اور حقیقت عین شریعت ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس عقیدے میں بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان باطنی ترقی سے محروم رہ جاتا ہے اگرچہ مومن باقی رہتا ہے۔ اس میں کچھ کلام نہیں مگر اس سے زیادہ افسوس کے قابل ان لوگوں کی حالت ہے جو شریعت کے راہ کی پرواہ نہیں کرتے اور اہل حقیقت بن بیٹھے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت کی ضرورت کیا باقی رہی۔ یہ مذہب ملحدانہ ہے ایسے مذہب واعتقاد پر سو بار خدا کی پھٹکار نعوذ باللہ من ذالک۔

شریعت وحقیقت کے متعلق تھوڑی تفصیل سنو اور یاد رکھو انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی سمجھ جاؤ گے۔ شریعت کی توصیف یہ ہے کہ اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہا جیسے اوامر ونواہی، ایک نبی کے وقت میں بعض چیزیں حلال اور دوسرے نبی کے وقت میں حرام یا ایک شخص کیلئے حلال دوسرے کیلئے حرام۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں مگر کوئی وقت ایسا نہیں کہ حقیقت موجود نہ ہو۔

حقیقت کی تعریف

حقیقت کی تعریف یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے تاقیام قیامت نہ اس میں رد بدل ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ حکم اس کا ایک طرح پر جاری ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

شریعت کو بندے کے افعال سے تعلق ہے، حقیقت خدا کی ذات پاک سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جن لوگوں نے ہمارے لئے مشقت اٹھائی (یعنی مجاہدہ کیا) ہم ان کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں اس آیت پاک میں مجاہدہ اصل شریعت ہے اور ہدایت حقیقت ہے۔

معرفت اور اس کی حقیقت

جاننا چاہئے کہ معرفت مومن کی روح کا جوہر ہے۔ جس شخص کا خدا کی معرفت میں کوئی حصہ نہیں گویا حقیقتاً اس شخص کا وجود ہی نہیں اور پیدا کرنے والے کی معرفت پیدا ہونے والوں کی معرفت سے ظاہر ہوتی ہے اور پیدا کرنے والے کی معرفت سے عارفوں کو بقاء نجات حاصل ہوتی ہے۔ معرفت کا پہلا جز یہ ہے کہ دنیا کی تمام مخلوقات کو مجبور عاجز اور خدا کا قیدی سمجھے اور سب چیزوں سے اپنے لگاؤ اور نسبت کو توڑے اور یقین رکھے کہ بس ایک ہی خدا ہے۔ اس کی ذات ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے اور اس کے تمام صفات بھی ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں اس کے مثل کوئی نہیں ہے۔ 'لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع العلیم' نہیں ہے اس کے مثل کوئی شئے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

صفات معرفتِ نفس

نفس امارہ چونکہ معدن صفات شر ہے اور فریب سے خواہشات کیطرف لیجانے والا ہے۔ 'وما ابریٔ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء' اور میں پاک نہیں کہتا اپنے نفس کو بیشک نفس تو برائی سکھلاتا ہے۔ یہ صفات ذمیمہ نفس بغیر مجاہدہ اور بدون امداد عشق الٰہی دور نہیں ہوسکتے یعنی جس شخص میں کفر و شرک و شہوت عجب وغیرہ صفات موجود ہوں اس کو معرفت نفس حاصل نہیں ہوسکتی اور جس شخص میں محبت الٰہی جو سراسر خیر ہے اثر کرگئی ہو اس کو معرفت نفس حاصل ہوسکتی ہے پس جس کو معرفت نفس حاصل ہوگئی اس کیلئے آگے راستہ صاف ہے یعنی خداوند تعالیٰ کی معرفت کا حصول بمصداق حدیث پاک "من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہ" اور معرفت نفس فنا فی الشیخ ہوئے بغیر نہیں ہوسکتی اور فنائیت کے متعلق حضرت مولانا جلال الدین رومی تبریزی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔

گرتو کردی ذات مرشد را قبول — ہم خدا اور ذاتش آمد ہم رسول

قال رانگذار مرد حال شو — پیش مرد کاملے پا مال شو

نسبت کا فیض

راقم الحروف کے والد محترم جو اپنے وطن عزیز ساکن علین پور ضلع بلرامپور میں تھے، بہت سخت مرض میں مبتلا ہو گئے خون کی پیچش شروع ہو گئی بہت کچھ علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا کمزوری اس قدر بڑھ گئی کہ چارپائی سے اٹھ پانا مشکل ہو گیا بس لوگ وفات کا انتظار کرنے لگے اور میرے پاس لکھنؤ بذریعہ ٹیلی گرام اطلاع کی گئی کہ اگر منہ دیکھنا ہو تو جلد از جلد چلے آؤ یہ خبر پر وحشت اثر سن کر سخت صدمہ ہوا کہ بلرامپور پہنچتے پہنچتے اللہ جانے والد محترم کا کیا حال ہو، روانگی سے پیشتر حضور قبلہ عالم کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر یوں عرض گذار ہوا حضور! آپ کے غلام پر سخت مصیبت آن پڑی ہے، یہ سخت آزمائش کی گھڑی ہے، دل بیٹھا جا رہا ہے، رنج وغم کا اتھاہ سمندر دل میں موجیں مار رہا ہے۔ صبر وضبط کا پیمانہ چھلکنے ہی والا ہے ایسے میں آپ دستگیری نہ کریں گے تو پھر کون کرے گا۔ جھولی مرادوں کی آپ کے سوا کون بھرے گا۔ دنیا مجھے آپ کے نام سے جانتی ہے زمانہ آپ کا غلام کہتا ہے اور اس غلامی کی لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ حضور! اپنا دست کرم دراز فرمایئے مکان پہنچنے سے پیشتر والد محترم کو اس حال میں کر دیجئے کہ وہ اپنی اولاد سے چند باتیں کر سکیں اور اپنا دکھ درد کہہ سکیں حضور! اللہ کیلئے ہماری بیکسی و بے بسی پر رحم فرمایئے اور زمانہ کو یہ کہنے کا موقع نہ دیجئے کہ آقا نے اپنے غلام کی لاج نہیں رکھی۔

گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ چودہ روز کے بعد آج خود سے اٹھ کر بیٹھے ہیں اور کچھ کھانا بھی تناول کیا ہے۔ سلام ودعا کے بعد مجھ سے بہت سی باتیں کیں، مسکرائے اور لوگوں کی خیریتیں معلوم کرتے رہے۔ سبھی لوگ حیرت زدہ تھے کہ حالت چودہ دن سے بہت ابتر تھی یکا یک کیسے اور کیوں کر صحت ہو گئی۔ والد صاحب محترم مجھ سے فرمانے لگے آج ہی صبح کے وقت ذرا دیر کیلئے آنکھ لگ گئی خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ میرے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرما رہے ہیں کچھ فکر واندیشہ مت کرو۔ اب تمہاری تکلیف ختم ہو جائے گی بس اسی وقت سے مجھے سکون وآرام ہے اور مرض کا کوئی اثر باقی نہیں ہے۔ یہ حضور قبلہ عالم سیدنا خواجہ محمد نبی رضا شاہ (دادا میاں) رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ اور یہ کوئی جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی اور کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

بعد وصال غرباء ومساکین کے متعلق ہدایات

حضور قبلہ کے برادر اصغر حضور حاجی الحرمین شریفین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

ایک دفعہ قصبہ فرید پور میں زیر نگرانی حضرت صوفی خواجہ محمد عنایت حسن شاہ قدس سرہ اس محفل میں شریک تھے، آپ کا بیان ہے کہ میرا قیام ایک رئیس کے بالا خانہ پر ہوا جس کی وجہ سے اکثر غرباء و مساکین ملاقات نہ کر سکے۔ عرس شریف کے تین روز بعد چھیلا خان صاحب نے حضور قبلہ عالم کو خواب میں دیکھا کہ آپ بھینسوڑی شریف کی مسجد میں رونق افروز ہیں اور حضور حاجی الحرمین کو مخاطب فرما کے ارشاد فرما رہے ہیں کہ رئیسوں سے احتیاط اور غرباء و مساکین سے اتحاد ہونا چاہئے۔ خبردار اس کی خلاف ورزی نہ ہو اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے رہو۔

حضرت مولانا عبدالشکور شاہ رضائی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نصیر آباد میں حضور قبلہ عالم کی فاتحہ خوانی کی محفل منعقد ہوئی جس میں امراء و رؤساء کثیر تعداد میں شریک فاتحہ ہوئے بعدہٗ پر تکلف کھانے میں شرکت کی، اتفاق سے کچھ غرباء بھیڑ کی وجہ سے شریک طعام ہوئے بغیر واپس ہو گئے اسی شب کو خواب میں حضور قبلہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے برافروختہ ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا مولانا جس فاتحہ و محفل میں غرباء و مساکین کو نظر انداز کیا جائے وہ اللہ و رسول اور بزرگان دین کے نزدیک غیر مقبول ہوتی ہے لہذا اس کا خیال رکھو کہ غرباء و مساکین محروم و مایوس ہو کر واپس نہ جائیں۔

بعد وصال شان غریب پروری

حضور قبلہ عالم سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھنے والے صوفی عبدالعزیز خاں مراد آبادی نے متعدد بار آپ کی خواب میں زیارت کی ایک شب میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور قبلہ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عزیز میاں تمہارے دروازہ پر کل صبح تین فقیر آرہے ہیں وہ بہت ضرورت مند ہیں ان کا ہر طرح خیال رکھنا صبح کو واقعی عزیز میاں کے دروازہ پر تین فقیر آئے، انہوں نے پہلے تو پر تکلف ناشتہ کرایا اور کچھ دیر کے بعد کھانا کھلایا پھر رخصت کرتے وقت کپڑے عنایت فرمائے وہ تینوں فقیر بہت دعائیں دیتے ہوئے واپس گئے۔ دوسری شب عزیز میاں پھر خواب میں حضور والا کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا عزیز میاں ہم تم سے بہت خوش ہیں تم نے وہ کام کیا جو ہمارے بزرگوں کو پسند و مرغوب ہے۔ حضور قبلہ کو خوش دیکھ کر عزیز میاں اس قدر مسرور ہوئے جیسے انہیں دو جہاں کی سلطنت مل گئی ہو۔

ان کی خوشی میں سلطنت دو جہاں عزیز
خوش بخت وہ ہیں جن کو یہ دولت نصیب ہے

یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ معرفت کیلئے کسی پیر کا سایہ چاہئے اس لئے کہ مرید کو یہ دولت بغیر ایسے پیر کے جو

تجربہ کار ہو اور اس راستے کے گرم و سرد کا مزہ چکھ چکا ہو حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ بزرگوں سے ایسا ہی منقول ہے۔ من لم یکن لہٗ استاذ فی الدین فامہ ابلیس۔ جس شخص کا دین کی راہ میں کوئی استاذ/شیخ نہیں اس کا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔

پیری و مریدی کی ضرورت

ایک روز حضور سیدنا سلطان العارفین محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ علیہ الرحمہ نے لوگوں کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جب شریعت مطہرہ کا دستور العمل (قرآن وسنت کی شکل میں) مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے تو پھر پیری و مریدی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ پھر از خود ارشاد فرمایا، نہیں صاحب بہت زیادہ ضرورت ہے جب تک مسلمان اس دائرہ میں نہ رہے گا اس کا کامل ایمان دار رہنا غیر ممکن ہے کیونکہ حدیث پاک میں کامل ایماندار کی تعریف یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں تمام علائق سے زیادہ سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے مسلمانوں کو محبت بدرجہ عشق ہونا چاہئے اور تمام علائق دنیاوی مال ومنال فرزند وزن سے زیادہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے اس وقت محبت ہو سکتی ہے جبکہ دل میں گداز پیدا ہو کر اس کی سختی دور ہو جائے اور یہ بات بغیر حصول رابطہ شیخ و نسبت عشقیہ کے غیر ممکن ہے۔ اس کے علاوہ حصول معرفت خداوندی کیلئے بھی جس کا قرآن کریم میں تاکیدی حکم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الا لیعبدون کی جگہ الا لیعرفون پڑھا ہے اور عبادت کو معرفت کا ذریعہ بتلایا ہے کیونکہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ کے مرتبہ پر آدمی اس وقت فائز ہو سکتا ہے کہ انانیت دور ہو جائے اور خودی مٹ جائے۔

سمایا ہوا کچھ نہیں میں ہے سب کچھ
ارے کچھ نہیں ہو کے دیکھو خدا کو

اور تمام مذاہب اس پر متفق ہیں کہ معرفت الٰہی خاص چیز ہے اس کا حاصل کرنا ضروری ہے جو حکماء علماء فلاسفہ کو استدلالی وظنی اور صوفیائے کرام۔ پیران عظام کو کشفی و یقینی حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک خاص بات اور بھی ہے یہ کہ آقائے نامدار تاجدار دو عالم فخر بنی آدم سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ تعلیم علوم ظاہری کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں نسبت عشقیہ بھی ودیعت فرمائی تھی اسی نسبت کی وجہ سے صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین آقائے نامدار محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے سلسلہ بہ سلسلہ چلی آتی ہے، اسی منتقلی نسبت کا نام پیری ومریدی ہے اور اسی مقدس ترکیب سے مسلمان درجہ ولایت پر فائز ہوسکتا ہے۔ بلا ذوق وشوق وعشق ومحبت تزکیہ نفس نہ ہوگا۔ تزکیہ نفس نہ ہوگا تو انانیت دور نہ ہوگی، انانیت نہ دور ہوگی تو معرفت حاصل نہ ہوگا۔

پاک کن رنگ خودی از خویشتن
تاز خود بنی جمال ذو المنن

فرمایا ابتدائے ولایت ورد ہے اور ورد سے فرد اور فرد سے آدمی فرد الافراد بن جاتا ہے۔

کفرو کافر و دین دین دار را
ذرا درد دل عطار را

ایک روز اشعار ذیل زبان مبارک سے فرما کر ترجمہ بیان فرمایا۔

مرشد آمد ابر نیساں راز از وے آب داں   خاطر سالک صدف ہم رویت حق درآں
غیر آبے نیست گوہر غیر ابرے نیست آب   غیر مرشد کے شود کس اہل راز و کامیاب

یعنی مومن کا دل صدف (سیپ) کی مثال ہے جب تک آب نیسا کا قطرہ صدف میں نہیں پہونچتا ہے صدف بے چین وبے قرار سمندر کے پانی پر تیرتی رہتی ہے اور جب آب نیساں کا قطرہ صدف میں پہونچ جاتا ہے اس کو قرار وسکون ہوجاتا ہے اور اس کی استعداد کے موافق موتی کی پیدائش ہوجاتی ہے۔ اسی طرح مومن کے قلب میں جب توجہ شیخ سے نسبت عشقیہ منتقل ہوکر جاگزیں ہوتی ہے تو انوار وتجلیات الٰہی کے موتیوں کی پیدائش حسب استعداد ولیاقت وظرف وطلب ہوجاتی ہے پھر گومگو کا معاملہ ہے کشور کار کیلئے رحمت الٰہی شامل حال ہوکر ولادت معنوی وتکمیل روح مع الخیر کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔

آدمی رائی بود دو بازا دن درجہاں   اولاً از صلب والد پس ز قلب راز داں
از آب صلبی شہادت ہائے ظاہر حاصل ست   وز آب قلبی مراتب ہائے باطن واصل ست

اور پیر اختیار کرنے کی قوی ضرورت احادیث شریف وقرآن کریم سے بھی ثابت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے

الرفیق ثم الطریق

یار اول پس قدم بر رہ نہادن شرط داں   می نگر اندر حدیث پیشوائے مرسلاں
نہ پر از آفت و اندیشہ زبیم رہزناں   بے وسیلے کے تواناں در گذشتن با اماں

گر یہ باشد راہ دنیا خواہ باشد راہ دیں　　رہبرے ہر جائے فرض و شرط آمد بالیقیں

اور قرآن کریم میں ہے: یایھا الذین آمنو اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین۔ اے لوگوں ایمان لاؤ تقویٰ اختیار کرو، اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حق تعالیٰ گفت کو نوا در کلام خویش داں
ایں خطابش فرض بہر التزام صادقاں

یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ

امر دیگر وابتغوا اہم فرض بر تو باز بیں　　زاں توسل شد ضروری سوئے ایشاں بالیقیں
از خیالش می گذر گر تو بخواہی نور جاں　　پائے مرشد گیر دی کن بندگی چوں بندگاں
گر کسے بے پیر کارے پیش گیرد ہوشیار　　خویش را در دست شیطاں میکناند سخت خوار
طالبے را مرشد آمد کور را ہمچوں عصا　　بے عصا در راہ رفتن کور را باشد خطا
مرشد آمد در طریقت چوں معلم در جہاز　　می برد از بحر آفت در کنار امن باز
گر نبودی دید بانے در بہار موجزن　　غرق کشتی می شدی با آں تمامی مرد و زن
گر خدا را دوست داری پائے مرشد زود گیر　　تا نماید وجہ ذاتش بے مثال و بے نظیر
حق شناسی میشود حاصل ز پیر راز داں　　ہر کہ را ایں پیرئی باد باشد دیں آں

حدیث شریف میں آقائے دو عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے: من لا شیخ لہٗ لا دین لہٗ یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ دوسرے مقام پر نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ من لا شیخ لہٗ فشیخہٗ شیطان یعنی جس کا کوئی شیخ (پیر) نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔

گر نہ باشد پیر کس راہ است وے راد یو پیر
می برد راہ ضلال و کفر سرکش اے فقیر

حضور قبلہ عالم نے ارشاد فرمایا اگر عوام الناس بھی کسی صاحب نسبت پیر سے رشتہ مریدی قائم کر لیتے ہیں تو ان کو بھی دین و دنیا کا انتہائی فائدہ پہونچ جاتا ہے اور رہی مرید بھی سلامتی ایمان کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محبت و پیروی میں اپنی عمر ناپائدار گذار کر جوار رحمت الٰہی میں جگہ پا لیتے ہیں اور وہ خرابی عقائد سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکت سے ان کو محبت قائم رہتی ہے جو اصل ایمان ہے اور افراط و تفریط سے محفوظ ہو جاتے ہیں بغیر نسبت اختیار کئے اس جہاں میں حالات کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں اور اس پر فتن زمانہ میں افراط و تفریط سے بچنا اور رسول کریم ﷺ کی محبت میں

قائم رہنا اور خدا اور رسول کی رضامندی کے ساتھ عمر ناپائدار گذارنا اور صحیح وسلامت ایمان ساتھ لیجانا دشوار ہی نہیں بلکہ غیر ممکن بھی ہے۔ شہنشاہ ولایت سلطان الاولیاء مرّاج السالکین محبوب فخر العارفین قطب الواصلین بدر الملۃ والدین حضور خواجہ مخدوم محمد نبی رضاء شاہ المعروف دادامیاں قدس سرہٗ العزیز کی وصال شریف کے بعد اشعار تاریخ وصال کے تعلق سے پیش کئے گئے جو آپ کے آستانہ عالیہ پر سرہانے کی جانب کندہ ہیں حسب ذیل ہیں۔

''اشعار وصال مقدس''

اے جہانگیر ہدیٰ شاہ رضا ۔۔۔ حاصل علم علی و مصطفیٰ
زندہ دار سیرت عبد الحی ۔۔۔ مخلص الرحمٰن جہانگیر الوریٰ
واقف اسرار سرّ لم یزل ۔۔۔ لایزال آمد و جودت مرحبا
سیرت تو سیرت پاک رسول ۔۔۔ صورت پاکت محمد ﷺ مصطفیٰ
عالمے روشن شدہ از نور تو ۔۔۔ اے ضیا افشائے نور کبریا
معجزات انبیاء ظاہر زتو ۔۔۔ اے تو فخر انبیاء و اولیاء
من چہ گویم وصف تو اے شاہ دیں ۔۔۔ ذات تو گشتہ نما می حق نما
مظہر حق مظہر ہر جزو کل ۔۔۔ شاہد لا ہوت مشہود خدا
عاصیاں را دامن رحمت کشا ۔۔۔ عارفاں را مقتدا و پیشوا

تازہ کردی گریۂ یعقوب را
رفتی زد ہر فنا دار بقاء

بابِ یازدہم

شہنشاہ رضا کے سجادگان حضرات

''دربار جہانگیری، رضائی قدس سرہٗ کے سجادۂ اول''

آفتاب دین وملت سرچشمہ رشد وہدایت ماہتاب کشور ولایت پاسبان شریعت وطریقت قاطع کفر وضلالت رہنمائے راہ معرفت وحقیقت سلطان الاولیاء سراج السالکین زبدۃ العارفین محب الفقراء والمساکین محبوب فخر العارفین حضرت سیدنا و مولانا خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف دادامیاں) قدس اللہ اسرارہم کے آستانہ مقدس کے سجادہ اول آپ کے برادر خورد حضور قبلہ حاجی الحرمین شریفین سرخیل اولیاء شیخ الکاملین آفتاب ملت والدین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضور قبلہ عالم کی منشاومرضی اور حکم کے تحت مقرر کیے گئے آپ پورے ۳۲ سال سجادگی کے مقام ومنصب پر فائز رہے آپ نے اپنے زریں دور میں رشد وہدایت صلاح وفلاح کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جس کو دنیائے تصوف میں ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا رشد وہدایت، تعلیم وتلقین کا وہ مقدس ماحول پیدا کر دیا کہ قرآن وسنت کی روشنی میں طریقت و معرفت کے چشمے ابل پڑے۔ جس سے مخلوق خدا کو بے انداز ہ فائدہ پہونچا اور لوگ کبر وغرور وفسق وفجور کی دلدل سے نکل کر ایمان واخلاص، اخلاق وتہذیب، عجز وانکسار کے روشن وتابناک منزل سے آشنا ہو کر خدا اور رسول کے شیدائی وجان نثار بن گئے ان کے سیأت مبدل بہ حسنات ہو گئے۔ آپ اپنے برادر اکبر اور پیر ومرشد کے نہایت ہی صادق اور جاں نثار خلف اکبر ثابت ہوئے اور دنیائے تصوف میں خصوصاً اکابر زمانہ اور رہنمائے طریقت کے نام سے یاد کئے گئے اور شریعت مطہرہ کی محافظت میں بھی آپ منفرد اور ممتاز حیثیت کے مالک ہوئے۔

آپ نے سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ، جہانگیریہ، رضائیہ کی اشاعت وترویج کی وہ خدمت انجام دی کہ صرف ملک ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی اس کے گہرے نقوش چھوڑے جو صبح قیامت تک نہیں مٹ سکتے۔ آپ کی

حیات مقدسہ شریعت مطہرہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی عملی نمونہ تھی جو شخص بھی آپ کی بارگاہ مقدسہ میں ایک بار حاضر ہوتا بار باراس کو حاضری کی تمنا ہوتی اور جو ایک بار آپ کی ذات والاصفات کی زیارت کر لیتا ہے بار باراس کو زیارت کی آرزو رہتی آپ اپنے پیرو مرشد حضور قبلہ عالم کے مظہر اتم تھے آپ ان تمام صفات وخوبیوں سے متصف تھے جو ایک ولی کامل میں ہونا چاہئے یہی وجہ ہے کہ آپ کے ماننے والوں حلقہ بگوش ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ بڑے بڑے خلفاء حضرات جن سے ایک عالم آشنا اور فیضیاب ہے اور آج بھی جس کے فیوض و برکات سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں افراد مستفیض ہو رہے ہیں وہ آپ ہی کی غلامی کی فیض سے عالم کے گوشہ گوشہ وچپہ چپہ پر چھائے ہوئے ہیں جن میں سے چند بزرگ ترین خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت محبوب الاولیاء شیخ المشائخ صوفی باصفا محمد حسن شاہ جہانگیری عنایتی رضائی رحمۃ اللہ علیہ۔ مزار اقدس قصبہ بھینسوڑی شریف رامپور

(۲) شیخ المشائخ رہبر طریقت رہنمائے امت حضور سیدی خواجہ مخدوم الحاج محمد بشیر اللہ حسن عنایتی رضائی رحمۃ اللہ علیہ۔ مزار مقدسہ آستانہ عالیہ کے عقب میں ہے لکھنؤ

(۳) شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد صدیق الحسن شاہ مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ۔ مزار شریف مرادآباد شریف میں ہے۔

(۴) حضرت مولانا صوفی عبدالمنان شاہ کشکی رحمۃ اللہ علیہ مزار شریف خانقاہ حضور دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ

(۵) حضرت صوفی محمد یسین شاہ عنایتی رحمۃ اللہ علیہ کراچی پاکستان

(۶) حضرت میاں محمد اشفاق حسین عنایتی شاہ رحمۃ اللہ علیہ شاہ آبادی

(۷) حضرت صوفی نوشہ میاں عنایتی خاں صاحب قدس سرہٗ رئیس شاہ گڑھ ضلع بریلی

(۸) حضرت صوفی محمد بخش شاہ ڈرائیور عنایتی قدس سرہٗ مرادآبادی

(۹) حضرت صوفی شفیع احمد شاہ عنایتی قدس سرہٗ ملیح آبادی

(۱۰) حضرت صوفی محمد صدیق شاہ عنایتی قدس سرہٗ لکھنوی

(۱۱) حضرت صوفی محمد عیسیٰ شاہ مولانا عنایتی قدس سرہٗ دربھنگوی

(۱۲) حضرت مولوی صوفی الطاف الرحمان شاہ قدس سرہٗ رامپوری

حضرت صوفی الحاج محمد یعقوب خان صاحب ایڈوکیٹ لکھنوی قدس سرہٗ

آپ سلسلہ ابوالعلائی، جہانگیری، رضائی، عنایتی کے مشہور و معروف اور مقتدر خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا مزار مقدس علامہ اقبال ٹاؤن شہر کراچی پاکستان میں ہے۔ مزار پاک کے نگراں آپ کے صاحبزادہ حضرت صوفی الحاج محمد ریحان یعقوب خاں صاحب ہیں۔

حضرت مولانا صوفی نورالحسن خاں صاحب عرف ددامیاں رضائی، عنایتی، راحتی ابن چھیلا خان صاحب سابق امام مسجد قصبہ بھنیسوڑی شریف تحصیل ملک ضلع رامپور، اپنے پیر و مرشد کے نہایت ہی عاشق زار اور بزرگان سلاسل سے عقیدت و محبت فرمانے والے اور مسجد کے امام جس میں قطب العالم حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور جس میں آپ نے چالیس روزہ چلہ کا اہتمام فرمایا تھا، اور جس میں حضور سیدنا شیخ العالم حضرت خواجہ مخدوم الحاج محمد عنایت حسن شاہ اور سند السالکین راحت العاشقین حضرت خواجہ مخدوم راحت حسن شاہ اور آپ کے شہزادہ حضرت سند الاولیاء محبوب مصطفیٰ خواجہ مخدوم الحاج محمد فصاحت حسن شاہ رحمہم اللہ علیہم نے نمازیں ادا فرمائیں۔ اور ددامیاں خان صاحب قبلہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہیں کے خاندان کے افراد مسجد میں بحیثیت امام رہے اور آج بھی اسی خاندان کو یہ عز و شرف حاصل ہے۔

حضرت صوفی کلن شاہ، حضرت صوفی عبدالرحیم شاہ، حضرت صوفی نبی حسن شاہ، حضرت صوفی حشمت علی خاں، حضرت مولانا صوفی محمد عمر شاہ، حضرت صوفی محمد امین شاہ جبلپوری، حضرت صوفی داراب خان، حضرت صوفی محمد نظیر خاں، حضرت صوفی نسیم احمد شاہ مرادآبادی، حضرت صوفی عبدالشکور شاہ عرف بلو شاہ لکھنوی وغیرہ۔

یہ وہ بزرگ اور صاحب تصرف حضرات ہیں، جن کا ذکر سلسلہ عالیہ میں نہایت احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے اور انہیں قابل رشک حضرات میں شمار کیا جاتا ہے، اور ان حضرات کی حالات میں انقلاب عظیم درگاہ شریف حضور قبلہ عالم محبوب فخر العارفین میں حاضری کی وجہ سے رونما ہوا۔

حضرت صوفی محمد شفیع شاہ عنایتی ساکن صدر بازار لکھنؤ میں خاص خادم درگاہ آپ کے قابل قدر مریدوں میں تھے اور دل و جان سے خدمت بجالاتے اور آپ کے ہمراہ رہتے علاوہ ازیں صوفی خدن شاہ عنایتی تکیہ بھینسوڑی شریف ضلع رامپور صوفی محمد نبی شاہ عنایتی، صوفی احمد نبی شاہ عنایتی، صوفی محمد یاسین شاہ کراچی پاکستان، صوفی رفوہ خان تکیہ بھینسوڑی شریف

ضلع رامپور اور بہت سے حضرات جن کا پتہ اور تعداد صحیح طور سے نہیں معلوم ہوسکا، حضورِ والا کے حلقہ بگوشان میں شامل ہیں، اور آپ کی ارادت ہدایات وتعلیمات سے مہر منیر کی طرح روشن ہو کر دنیائے آب وگل میں چمکے اور اپنے فیض سے ایک زمانہ کو مالا مال فرمایا۔

حضرت صوفی محمد حسن شاہ عنایتی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے پیر ومرشد کا خاص کرم تھا اور آپ نے انہیں خوب نوازا چنانچہ سلسلہ عالیہ جانگیریہ ابوالعلائیہ، رضائیہ، عنایتیہ کا فروغ آپ کی ذات مبارکہ سے سب سے زیادہ ہوا بڑے بڑے جلیل القدر علماء، فضلاء، حفاظ وقراء ودانش وران صاحب عز وعلم آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہوکر دنیا میں مثل آفتاب وماہتاب چمکے ہندستان کے علاوہ بیرون ممالک میں آپ کے ارادتمندوں مریدین وخلفاء کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے ان میں سے چند صاحب فیض بزرگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت مولانا حافظ وقاری الشاہ جلال الدین خضر رومی عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے سلسلہ عالیہ کی عظیم الشان خدمت کی اور ہزارہا بندگان خدا کو علم وعمل سے سیراب فرمایا آپ کا مزار مقدس گلستان مرشدی کیلا باڑی ورگ شریف میں مرجع خلائق ہے۔

(۲) حضرت صوفی الشاہ سید ابرار حسن عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس فیروز آباد میں مرجع خلائق ہے۔

(۳) حضرت مولانا صوفی غلام آسی پیا عنایتی حسنی المقلب فیض العارفین قدس سرہٗ جن سے ایک زمانہ فیضیاب ہوا اور آج بھی دریائے فیض جاری ہے آپ کا مزار اقدس تحصیل اترولہ ضلع بلرامپور یوپی میں مرجع خلائق ہے۔

(۴) حضرت صوفی احمد حسن شاہ عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ بمبئی، مالک احمدیہ وجہانگیریہ ہوٹل دوران حج وزیارت وصال ہوا مزار اقدس مدینہ منورہ جنت البقیع شریف میں ہے۔

(۵) حضرت صوفی فضل الخالق شاہ رحمۃ اللہ علیہ عنایتی حسنی مزارِ اقدس پوسٹ بھارت گنج ضلع الہ آباد میں مرجع خلائق ہے۔

(۶) حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ مزارِ اقدس لاہور پاکستان میں مرجع خلائق ہے۔

(۷) حضرت صوفی نقیب اللہ شاہ عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ، نقیب آباد پاکستان میں روضۂ اقدس مرجع خلائق ہے۔

(۸) حضرت صوفی محمد کامل شاہ عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس ریاست جہانگیر آباد میں مرجع خلائق ہے۔

(۹) حضرت صوفی گل شیر شاہ عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس چتاون پور مرزا پور میں مرجع خلائق ہے۔

(۱۰) حضرت صوفی عبدالرزاق شاہ عنایتی حسنی رحمۃ اللہ علیہ، پیلی بھیت شریف میں مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

حضرت صوفی الحاج بشیر اللہ شاہ عنایتی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار اقدس حضرت خواجہ مخدوم قطب الاولیا حضور خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہٗ العزیز کی روضہ انور کے عقب میں واقع اسلامیہ قبرستان مال ایونیو لکھنؤ میں ہے۔ رضائی عنایتی بزرگوں میں جلیل القدر بزرگ ہیں آپ سے بھی ایک زمانہ فیضیاب ہے ہنوز فیض و رحمت کا دریا جاری ہے۔ آپ کے مریدین و خلفاء کی تعداد کثیر ہے جو مختلف ملکوں و علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ راقم الحرور فوارث علی بھی اسی بارگاہ پاک کا ادنیٰ غلام ہے۔

حضرت صوفی محمد حسن شاہ رضائی عنایتی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر خلفاء و مریدین، (از حضرت فرحت شاہ)

حضرت صوفی نواب حسن میاں، عنایتی حسنی قدس سرہٗ کرلا والے بمبئی، مزار اقدس ضلع فتح پور کادی پور

حضرت صوفی نیاز حسن شاہ عنایتی حسنی قدس سرہٗ فتح گنج پوروی، ضلع بریلی

حضرت صوفی عبدالمجید شاہ عنایتی حسنی انٹاپ ہل درگاہ شیخ مصری قدس سرہ بمبئی

حضرت مولانا صوفی خوشحال شاہ عنایتی، حسنی بہار گڑھ مظفر نگر۔

حضرت صوفی محمد منصور میاں عنایتی حسنی عرف ابا فرید پور بریلی

حضرت صوفی محمد جمیل شاہ عنایتی حسنی ہمیر پور ضلع باندہ

حضرت صوفی محمد صادق حسن عنایتی حسنی دہلوی

حضرت صوفی امانت رسول شاہ عنایتی حسنی کانپوری

حضرت صوفی غلام آسی شاہ حسنی عنایتی قدس سرہٗ کے ایک چہیتے مرید و خلیفہ

حضرت صوفی بسم اللہ شاہ عنایتی حسنی آسوی رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ اول مزار اقدس جری مری کرلا اندھیری روڈ بمبئی

وصال شریف ۱۴؍ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بروز دوشنبہ سجادہ نشین صوفی محمد علی شاہ آسوی بسم اللہی

یہ وہ حضرات ہیں جو حضور قبلۂ عالم دادا میاں قدس سرہٗ کے دامن اقدس سے لپٹے رہے اور عرس پاک میں حاضر ہوکر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور دربار عالی کی حاضری کو اس قدر لازم و مقدم جانا کہ شاید کبھی ناغہ ہو۔ برابر اور مسلسل حاضری سے رحمت باری و توفیق ایزدی شامل حال رہی۔ جب تک یہ حضرات بقید حیات رہے دنیا میں مہ و خورشید کے مانند چمکتے و دمکتے رہے اور جب اس جہان فانی سے کوچ فرمایا کر دامن ارض قبر انور میں تشریف لے گئے تو مخلوق خدا ان کی ذات پاک سے فیض و برکات کے حصول کے لئے امڈ پڑی۔ آج جو ان کی درگاہوں و خانقاہوں میں خلق اللہ کا مجمع کثیر

دھوم دھام اور بھیڑ بھاڑ ہے یہ صدقہ ہے اس ذات پاک کا جو شاہِ رضا اللہ کی رضا، محبوب خیر الوریٰ ہے۔ جسے دنیا قطب الاقطاب سراج السالکین محبوب فخر العارفین آفتاب ملت والدین صاحبِ والاتمکین حضور خواجہ مخدوم حضرت محمد نبی رضا شاہ اللہ شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہ العزیز کے نام سے جانتی ہے۔

قطب عالم حضور دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی التفات

حضور سیدنا محبوب فخر العارفین حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ (المعروف) دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز اپنے برادر اصغر و مرید ہر دلعزیز سر خیل اولیاء آفتاب ملت والدین حضور سیدنا حاجی الحرمین شریفین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے غایت درجہ محبت فرمایا کرتے تھے اور واقعہ بھی کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت حضرت قبلہ عالم قدس اللہ سرہٗ العزیز کے والد معظم حضور سیدنا مخدومنا شیخ طریقت آفتاب ہدایت کشور تاجدار معرفت حضرت علامہ و مولانا محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عالم فانی سے رخصت ہو کر دار بقا کو اختیار فرمایا اس وقت حضور سر خیل اولیاء حاجی الحرمین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز نے عالم شباب کی دہلیز پہ قدم رکھا تھا، اور صدمۂ جانکاہ کا اثر سب سے زیادہ حضور والا کی ذات اقدس پر پڑا تھا جیسا کہ پچھلے اوراق میں گذر چکا مگر قربان جایئے حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ کی شفقت و عنایت پر کہ کبھی آپ نے احساس تک نہیں ہونے دیا کہ آپ پدر بزرگوار کی نوازشات و عنایت سے محروم ہو چکے ہیں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا زندگی میں کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ مجھے کسی شئے کیلئے حضور والا سے عرض کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو، آپ شب و روز میں متعدد بار خود ہی ارشاد فرماتے۔ عنایت حسن کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ کسی بھی طرح جھجھکنے اور شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں یہی وجہ ہے کہ جب بھی آپ حضور قبلہ کا تذکرہ فرماتے بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے اور بسا اوقات درمیان تذکرہ ہچکی بندھ جاتی اور بے قراری و آہ و زاری کی کیفیت اس حد تک بڑھ جاتی کہ آپ بیٹھے ہوتے تو اٹھ کے کھڑے ہو جاتے اور ٹہل ٹہل کر دل کو ڈھارس بندھاتے چہل قدمی کرتے ہوئے غم غلط کرنے کی کوشش فرماتے۔ اور حضرت علامہ اقبال کا یہ شعر زیر زبان لاتے۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب
کیا لطف زندگی کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

اکثر فرمایا کرتے کہ حضرت کی زندگی کے بعد زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں معلوم ہوتا۔

دین حنیف اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت

سرخیل اولیاء، حاجی الحرمین شریفین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین حنیف اور سلسلہ عالیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ کی خوب خوب اشاعت فرمائی آپ کے دست حق پرست پر ہزارہا اشخاص تائب ہو کر حلقہ بگوش سلسلہ ہوئے اور کافی غیر مسلم، اسلام کی حقانیت اور آپ کی صداقت و کرامت سے متاثر ہو کر دامن اسلام میں داخل ہوئے اور بہت سے مسلمان فسق و فجور سے تائب ہو کر صالح اور نیک بن گئے اکثر بدعقیدہ اشخاص حاضر خدمت ہو کر آپ کی لطف و عنایت خلوص ذہنیت، اخلاق و محبت اور جلوہ سنیت دیکھ کر بدعقیدگیوں سے تائب ہو کر راہ راست پر آگئے غرضے کہ آپ کی ذات والاصفات اسلام اور خصوصاً سلسلہ عالیہ کیلئے نہایت نتیجہ خیز و فیض بخش ثابت ہوئی۔

نوٹ: عالیہ لفظ اعلیٰ سے مشتق ہے جس کے معنی رفعت و بلندی کے ہیں اسلاف کرام ہر سلسلہ کے ساتھ لفظ عالیہ کا اضافہ فرماتے تھے چنانچہ حضور دادامیاں اور آپ کے برادر خورد تک اور آپ کے اہل خاندان کے افراد و سجادگان بھی آستانہ شریف کو بھی آستانہ عالیہ فرمایا کرتے تھے۔

اس ضمن میں ایک چشم دید واقعہ جسے آپ کے خلیفہ ارشد حضرت صوفی الحاج بشیر اللہ عنایتی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ آستانہ عالیہ حضور خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ شریف کے حجرہ میں حضرت حاجی الحرمین خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند مریدوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ کچھ دیوبند سے تعلق رکھنے والے مولوی حضرات بغرض زیارت حاضر ہوئے ٹھیک اسی وقت حضور والا کا ایک خاص مرید حاضر بارگاہ ہوا حسب معمول وہ قدموں پر گرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اسے ایک زوردار دھکا دیا جس سے وہ دور جا گرا مولوی حضرات کے کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ معمہ کیا ہے؟ اور کیوں آپ نے اسے ڈھکیل دیا مصافحہ و مزاج پرسی کے بعد مولوی حضرات رخصت ہو گئے جب وہ چلے گئے تو آپ نے اس مرید سے فرمایا کہ بیٹے احتیاط بھی کوئی چیز ہے اہل معرفت کے نزدیک قدم بوسی جائز اور احسن شئے ہے مگر عوام خاص کر دیوبندی عقائد کے لوگ اس سے غلط مطلب نکال کر افواہ پھیلانے کی کوشش کریں گے لہذا انہیں ایسا موقع ہی مت دیا جائے جس سے وہ دوسروں کو بدعقیدگی کی طرف مائل کر سکیں۔ اس مرید سعید کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اسے چادر و تبرک عنایت فرما کر رخصت فرمایا، وہ نہایت فرحت و مسرت کے انداز میں وہاں سے لوٹا۔

جلوۂ نگاہ یا کرامت

راقم الحروف کے مرشد برحق حضرت الحاج صوفی بشیر اللہ عنایتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ارادت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ عرس رضائیہ کے موقع پر حاضر آستانہ ہوئے اس وقت محفل سماع میں رقص و سرور کی کیفیت تھی ہمارے ہمراہ محمد یعقوب وکیل صاحب تھے چونکہ ہمارے خاندان کے اکثر و بیشتر لوگ مسلکاً دیو بندی تھے اس وجہ سے ہم پر وہی رنگ چھایا ہوا تھا جہاں عرس و سماع تو کجا کسی مزار پر حاضری کو بہتر نہیں سمجھتے تھے ہم دونوں اپنے ساتھ بڑی بڑی سوئیاں لے کر گئے تھے اور راستہ ہی میں طے کر لیا تھا کہ جیسے کوئی محفل میں رقص کیلئے اٹھا ہم فوراً پروگرام کے مطابق اس کے جسم میں سوئی چبھو دیں گے ہم اپنا کام کرنے کی غرض سے محفل کے درمیان کھڑے ہو گئے اچانک ہماری نگاہ محفل میں بیٹھے ہوئے مسند نشیں سفید ریش بزرگ پر پڑی جو ہمیں انگلی کے اشارے سے اپنے پاس بلا رہے تھے ہم ان کے قریب پہنچے۔ انہوں نے ہمارے شانے پر اپنا دست شفقت رکھا پھر ہم دونوں کو کچھ خبر نہیں؟ کہ ہم کہاں اور کس حال میں تھے ہاں جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ جو نیا کرتا پہن کر گھر سے چلے تھے وہ تار تار ہو چکا تھا سر کی ٹوپی کا آج تک پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں کھو گئی۔ یعنی حضور مخدوم حاجی الحرمین خواجہ محمد عنایت حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دست نورانی شانہ پر پڑتے ہی ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے اور عالم کیف و سرور میں وہی کچھ کرنے لگے جس سے اعتراض رکھتے تھے۔ حضرت کی دست بوسی کر کے گھر واپس لوٹے ساری رات عجیب کیفیت رہی ہم سمجھ رہے تھے کہ شاید اس حال کا شکار صرف ہم ہیں لیکن صبح کو ملاقات پر جناب محمد یعقوب وکیل صاحب نے بتلایا کہ میاں صرف تم ہی نہیں میرا بھی یہی عالم رہا۔ آخر ہم دونوں نے طے کر لیا کہ ہم ضرور حضور والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جائیں گے۔

سترہ چکر دوڑا کر مرید کیا

اس کے دوسرے روز علی الصبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد ہم دونوں (صوفی بشیر اللہ شاہ، محمد یعقوب وکیل خاں صاحب) حضور والا کی خدمت بابرکت میں شیرینی لے کر بغرض بیعت حاضر ہوئے اس وقت حضرت نماز اشراق ادا کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں کو دیکھ کر تبسم ریز ہو کے فرمایا کہ صاحبزادو! صرف مٹھائی لے کر آئے ہو تمہاری وہ سوئیاں کہاں گئیں ہم دونوں قدموں پر گر کر معذرت کرتے ہوئے عرض گذار ہوئے حضور وہ ہماری نادانی اور بھول تھی؟ کیا ہم کو آپ نے

معاف نہیں فرمایا۔ ہمارے سروں پر دست شفقت پھیرتے ہوئے ارشار فرمایا صاحبزادو! ابھی تم بچے ہو۔ نادانی اور بھول یہ تو بچوں کا کام ہی ہے ہم نے تمہیں اسی وقت معاف کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے خادم سے چائے اور ناشتہ لانے کو کہا ناشتہ حاضر کیا گیا ہم دونوں نے حضرت کے ہمراہ ناشتہ کیا اور چائے پی رخصت ہونے سے قبل ہم نے عرض کیا حضور ہم آپ کی بارگاہ میں مرید ہونے کیلئے حاضر ہوئے ہیں اور اسی غرض سے شیرینی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ آپ نے نہایت محبت وشفقت کے انداز میں فرمایا بیٹے جاؤ ابھی تم کم عمر ہو۔ مرید ہونے کیلئے پھر سوچنا شیرینی واپس کرتے ہوئے فرمایا اسے لیجاؤ اپنے والدین، بہن، بھائی وغیرہ کو کھلا دینا (اس وقت ان دونوں حضرات کی عمر صرف سولہ سال تھی)

کچھ ماہ بعد پھر حاضر خدمت ہوئے پھر آپ نے سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ اس طرح متعدد بار حاضر خدمت ہوئے مگر ہر مرتبہ مایوس ہو کر لوٹنا پڑا۔ لیکن ہماری تڑپ کچھ اس قدر بڑھی کہ ہم نے سوچ لیا کہ کچھ بھی ہو کتنے ہی مرتبہ ہمیں واپس ہونا پڑے ہم ہمت نہیں ہاریں گے جب تک حضور والا مرید نہ کرلیں ہم اسی طرح التجائیں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہیں گے آخر الامر پندرہ سولہ مرتبہ حاضری کے بعد ایک روز ارشاد فرمایا کہ اب تم لوگ اس لائق ہو گئے ہو کہ تمہارے نیک جذبات وحسن عقیدت کے پیش نظر سلسلہ عالیہ میں داخل کر کے حلقہ بگوشوں کو شامل کرلیا جائے اور ان دونوں حضرات کو بیعت کے شرف سے مشرف فرما کر تعلیم وتلقین سے نواز کر عقیدت ابنیاء واولیاء میں خوب پختگی عنایت فرمادی جس سے یہ دیوبندیوں، وہابیوں کے گڑھ میں رہتے ہوئے اور خاندان کے بیشتر افراد کو بدعقیدگی میں گھرے ہوئے دیکھ کر اور ان کے درمیان رہ کر بھی نہ صرف اپنے عقیدے پر جمے رہے بلکہ حیات ظاہری کی آخری سانس تک سنیت اور سلسلہ کی اشاعت کی سعی پیہم کرتے رہے۔ رحمۃ اللہ علیہما

حاجت روائی وکرامت

حاجت روائی کا یہ عالم تھا کہ بغیر سائل کی حاجت روائی فرمائے آپ کو قرار نہیں آتا تھا چنانچہ کیسا ہی شخص کسی قسم کی حاجت رکھتا آپ اس کو ضرور پوری فرماتے۔ اور خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاتے، کوئی بھی مرید یا عقید تمند حاضر ہوتا تو رخصت ہوتے وقت اس سے دریافت فرماتے کوئی حاجت یا ضرورت ہو تو بلا تکلف بتاؤ اکثر اپنی جیب سے زادراہ کرایہ وغیرہ کا انتظام فرماتے۔ ایک مرتبہ ترائی علاقہ کا ایک شخص ضلع بستی یوپی کا باشندہ حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کی کہ ہمارے علاقہ میں سخت باڑھ کیوجہ سے کئی مکانات تباہ ہوگئے اناج وغیرہ بہہ گیا سخت مشکل کا سامنا ہے آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ پھر تو

تمہارے بال بچے بھوک سے بلک رہے ہوں گے؟ وہ کیسے اور کس طرح گذر اوقات کر رہے ہوں گے؟ یہ فرما کر آپ نے اسے دو ہزار روپے نقد پہننے کیلئے لباس اور کچھ غلہ عنایت فرمایا اتنی خطیر رقم اس نے کبھی دیکھے نہ تھے وہ قدموں پر گر پڑا اور رو رو کر عرض کرنے لگا کہ پورے پندرہ دن سے ٹھوکر کھا رہا ہوں، در بدر مارا مارا پھرتا ہوں جس سے بھی مدد مانگی اس نے توجہ بھی نہ کی میرے حال زار پر کسی کو ترس نہ آیا اور مجھے کسی نے ایک دھیلا بھی نہ دیا۔ اور آپ نے اتنا رحم و کرم فرما دیا میں کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا، بابا، ہم نے شکریہ ادا کرنے کیلئے تمہیں کچھ نہیں دیا۔ یہ تو تمہارا حق ہے اور حق ادا کرنے میں شکریہ کی حاجت نہیں ہوتی یہ کرم و دستگیری دیکھ کر وہ حیران و ششدر رہ گیا اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔

آپ کی ذات والا صفات سے جس قدر کرامتوں کا ظہور و صدور ہوا اگر بالتفصیل اس کا ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ خانقاہ شریف میں جلوہ افروز تھے مریدین و متعلقین کو پند و نصیحت فرما رہے تھے کہ لکھنؤ کے ایک نواب صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے ہمراہ ایک دس سالہ لڑکی تھی جس کو (برص) سفید داغ کا مرض ہو گیا تھا کافی علاج و معالجہ کے بعد جب صحتیابی نہ ہوئی تو وہ اسے ساتھ لے کر عرض حال کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ حضور اب تو شفاء کی امید ختم ہو چکی ہے جس قدر علاج کراتا ہوں اسی قدر مرض میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، پہلے تو صرف ہاتھ میں تھا اب تو سارے جسم میں پھیل گیا ہے۔ اس مرض کو لوگ موذی اور منحوس خیال کرتے ہیں بعض تو اسے کوڑھ کے مرض سے تعبیر کرتے ہیں لڑکی کا معاملہ ہے اگر یہ ٹھیک نہ ہوئی تو اس کیلئے رشتہ ناممکن ہو جائے گا آپ نے دیکھ کر ارشاد فرمایا میاں! یہ تو سیوہاں ہے جو جسم میں خشکی کیوجہ سے پڑ جاتا ہے یہ سفید داغ کا مرض نہیں ہے۔ یہ فرما کر تھوڑی سی مٹی منگائی اور فرمایا کہ یہ مٹی بچی کے جسم پر مل دو مٹی کا ملنا تھا کہ فی الفور پورے جسم کے داغ غائب ہو گئے نواب صاحب قدموں میں گر گئے آپ نے اٹھا کر شفقت و محبت سے فرمایا کہ میاں اس کا علاج یہی تھا۔

یقیناً یہ حضور والا کی کرامت تھی جس کے ظہور پذیر ہونے کے بعد انکساراً آپ نے اس پر پردہ ڈالنے کی سعی فرمائی ورنہ برسوں تک علاج و معالجہ کے بعد جو مرض ختم نہ ہوا وہ صرف زمین کی مٹی لگانے سے کیوں کر ختم ہو سکتا ہے عقل والوں کیلئے اشارہ کافی ہے۔

ایک پان فروش کی بیوی عرصہ دراز سے لاولد تھی، جس کی وجہ سے بہت مغموم و رنجیدہ رہا کرتی تھی آپ کی بے حد عقیدت مند تھی لیکن عرض حال کی ہمت نہ ہوتی تھی جب بھی دیدار فیض آثار سے مشرف ہوتی جی میں آتا کہ پوری کیفیت بیان کر دے مگر ایسا محسوس ہوتا کہ زبان پر قفل لگ گیا ہو اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا عرض کرے اور کیوں کر عرض

کرے آخر کار ایک روز آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا بیٹی تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟ خوشی سے کہو بلا خوف کہو اتنا سننا تھا کہ وہ قدموں میں گر کر آہ و زاری کرنے لگی اس نے رو رو کر عرض کی حضور آپ کی بیٹی کی مدت سے گود خالی ہے اپنے امیدوں کے گلشن میں ایک مہکتا ہوا پھول چاہئے مجھے وشواس (یقین) ہے کہ آپ کی نگاہ کرم سے میری آشا کی بگیا میں پھول ضرور کھل جائے گا۔ آپ نے درگاہ شریف کی مٹی عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اسے پان میں ملا کر کھالینا اور آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتی رہنا وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے وعدہ حاضری کے ساتھ واپس ہوئی۔ کچھ ہی عرصہ میں اس کے یہاں ایک چاند سا حسین اور خوبصورت بچہ پیدا ہوا وہ پھولے نہ سمائی اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا پیدائش کے دوسرے ماہ وہ بچہ کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی آپ نے فرمایا چلو تم خوش ہوگئیں تمہاری مراد بر آئی خدا تمہارے بچہ کو سلامت رکھے وہ لاکھوں دعائیں دیتی ہوئی نثار اور بلہار ہوتی ہوئی شاداں و فرحاں گھر واپس ہوئی۔ حضور شیخ الاولیاء، حاجی الحرمین شریفین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کی تاریخ ولادت بائیس ۲۲ محرم الحرام ۱۳۰۲ھ اور تاریخ وصال شریف ۴ شوال المکرم ۱۳۶۰ھ اس طرح حضور والا کی عمر شریف اٹھاون سال کچھ ماہ ہے۔ آپ کا عرس مقدس شوال المکرم عید کی چاند میں ۲، ۳، ۴، ۵ تاریخوں میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ نورانی و عرفانی ماحول میں ہوتا ہے۔

دربار جہانگیری رضائی کے سجادۂ دوم

آفتاب ہدایت ماہتاب ولایت شمس العارفین سراج السالکین راحۃ العاشقین مراد المشتاقین حضور سیدنا خواجہ مخدوم محمد راحت حسن شاہ رضائی عنایتی المعروف بہ راحت پاک قدس اللہ سرہ العزیز سرکار اسد جہانگیری حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہ العزیز کے برادر اصغر حضور حاجی الحرمین حضرت خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز کے صاحبزادہ ہیں۔

آپ مادرزاد ولی ہیں ایام طفولیت ہی سے کرامتوں کا صدور و ظہور شروع ہو چکا تھا۔ چونکہ آپ اپنے والد معظم کے نہایت چہیتے تھے اسی وجہ سے ان کے ہمراہ زیادہ تر اوقات شہر لکھنؤ صدر بازار کے علاقہ میں گذارتے تھے اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی پرورش و پرداخت صدر بازار لکھنؤ ہی میں ہوئی تو کچھ بیجا نہ ہوگا آپ کی حیات مبارکہ کا اکثر حصہ اسقدر محیر العقول ہے جسے سن کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے راقم الحروف زیارت فیض آثار سے مشرف ہو چکا ہے اور بچشم سر بہت سے عجائبات و کرشمات کا مشاہدہ بھی کر چکا ہے۔

آپ کی اولادیں

تین بیٹے اور دو بیٹیاں

آپ کے تین صاجزادے:۔(۱) حضرت خواجہ مخدوم الحاج محمد فصاحت حسن شاہ جن کا ذکر ''سجادہ سوم'' میں مذکورہ ہے۔

(۲) حضرت خواجہ مخدوم مصباح الحسن شاہ

(۳) حضرت خواجہ مخدوم فرحت حسن شاہ

صاجزادیاں:۔(۱) نعیمہ بی (۲) فہمہ بی

دور تعلیم کے کچھ حالات

صدر بازار لکھنؤ میں مسجد محمد خان (مسجد فضل الرحمٰن) کے عقب میں ایک قدیم دینی مدرسہ بنام تعلیم القرآن جھوے والی گلی میں واقع تھا اس میں دو بزرگ حافظ محمد اشرف علی اور مولوی دوست محمد رحمہم اللہ علیہما درس وتدریس کے خدمات انجام دیتے تھے صدر بازار اور گردونواح کے طلباء کا ایک جم غفیر تھا جو حصول تعلیم میں منہمک رہتا تھا حافظ محمد اشرف علی شاہ حفظ بہت عمدہ پڑھاتے تھے سیکڑوں طلباء نے ان کے دست راست سے فراغت حاصل کی اور قرب وجوار کی تمام مساجد میں ایام رمضان المبارک میں ان ہی کے شاگرد قرآن سنایا کرتے تھے مولوی دوست محمد عربی وفارسی کے ساتھ سنسکرت اور ہندی وانگلش میں کافی مہارت رکھتے تھے اکثر مسلم وغیر مسلم طلباء نے آپ ہی کی زیر نگرانی عصری ودینی علوم حاصل کیں غرضکہ اس دور میں تعلیم وتعلم کا بڑا ذوق وشوق تھا۔

حضور قبلہ راحت پاک (علیہ الرحمہ) اسی مدرسہ میں حصول تعلیم کیلئے تشریف لاتے تھے عالم یہ تھا کہ طلباء سے لے کر مدرسین تک سب ہی آپ کا ادب واحترام فرماتے حالانکہ تعلیمی معاملہ میں مولوی دوست محمد نہایت سخت تھے مگر آپ سے کچھ نہ کہتے ادھر آپ کا یہ عالم تھا کہ درجہ میں تشریف لاتے بستہ سے کتاب نکالتے کاپیوں کے اوراق ادھر ادھر کرتے قلم توڑتے لیکن جو کام دیا جاتا کاپی میں مکمل طریقہ سے نقل، حساب، جغرافیہ وغیرہ نہایت سلیقہ سے نوٹ ہوتا۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ آپ خود اپنے ہی سامان کا نقصان کرتے کسی کے سامان کو نہ کبھی ہاتھ لگاتے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی نقصان کرتے اپنا سامان دوسروں کو دے دیتے مگر دوسروں کی چیزیں ہرگز استعمال نہ فرماتے کسی چیز کی کمی ہوتی تو بازار سے خرید لیتے مگر ادھار مانگ کر ہرگز اپنا کام نہ نکالتے۔

تمام طلباء سے محبت فرماتے اور ہر طرح ان کا خیال رکھتے کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی تو فوراً اس ضرورت کو آپ حتی الامکان پوری فرماتے، نہ کبھی کسی کی شکایت کی نہ کبھی کسے سے الجھنے کی نوبت آئی۔

ایام طفولیت ہی میں آپ کے قلب کے روحانی کے جوہر کھلنے شروع ہو گئے لوگ آپ کی زیارت کو باعث سعادت سمجھتے اور آپ سے دعا کرانے میں اپنی فیروز بختی وخوش نصیبی تصور کرتے غرض کہ اپنے اور بیگانے سب ہی آپ کی محبت وعقیدت کا دم بھرتے تھے۔

انسانیت سازی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو اشخاص الحاح والتجا سے آپ کو اپنے گھر بلاتے تھے اکثر آپ وہاں تشریف نہیں لے جاتے تھے لیکن جہاں بہتر اور مناسب سمجھتے تھے بغیر بلائے تشریف لے جاتے تھے اور نہ صرف تشریف لے جاتے بلکہ خانہ واہل خانہ کے خوابیدہ قسمت کو بیدار فرما کے چلے آتے تھے۔ یہ ولایت کی اعلیٰ شان ہے اولیاء متقدمین کے حالات میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ وہ حضرات اس طرز عمل کو فلاح انسانیت کیلئے نہایت مناسب اور موزوں سمجھتے تھے، چنانچہ حضور غریب نواز حضرت خواجہ مخدوم معین الدین چشتی عطائے رسول سلطان الہند اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز اسی مناسبت کا اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدی حضور خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ اپنے بہت سے مریدوں کے ہمراہ جن میں میں بھی شامل تھا تشریف لئے جا رہے تھے اثناء راہ میں ایک میکدہ نظر آیا آپ نے لوگوں کو باہر ٹھہرا دیا اور تنہا اندر تشریف لے گئے مریدین حیران وپریشان تھے کہ آخر ماجرا کیا ہے اور حضور خواجہ شراب خانہ کے اندر کیوں تشریف لے گئے؟ لوگ منتظر باہر کھڑے رہے جب گھنٹوں گذر گئے اور آپ باہر تشریف نہ لائے تو ایک ایک کر کے لوگ واپس ہو لیے صرف حضور غریب نواز علیہ الرحمہ باہر منتظر کھڑے رہے جب حضور خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کئی گھنٹہ کے بعد تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ حضور غریب نواز کے علاوہ باقی سب غائب ہو چکے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ باقی لوگ کہاں ہیں؟ حضور غریب نواز نے عرض کی حضور سب لوگ چلے گئے اور وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے حضور والا کو شراب خانہ کے اندر نہیں،

جانا چاہئے خدا جانے گھنٹوں وہاں ٹھہر کر کیا کر رہے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا بیٹے معین الدین! اندر آؤ اور دیکھو میں شراب خانہ میں گھنٹوں ٹھہر کر کیا کر رہا تھا آپ اپنے مرشد برحق کے ہمراہ اندر تشریف لے گئے تو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ستر لوگ سجدے میں پڑے زار و قطار رو رہے ہیں اور گریہ وزاری کرتے ہوئے معبود حقیقی سے اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا کر رہے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا بیٹے معین الدین یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ان کی ہدایت کہ ذمہ داری پیغمبر خدا کے بعد ان کی امت کے ذمہ ہے، اب یہ اپنے گناہوں سے صدق دل سے تائب ہو چکے ہیں، اور داخل سلسلہ ہو کر تمہارے روحانی بھائی بن چکے ہیں حضور غریب نواز ارشاد فرماتے ہیں کہ تائب شدہ جماعت کے ہمراہ جب ہم ان کے پاس سے گذرے جو بدگمانی کا شکار ہو کر اپنے گھروں کو واپس ہو چکے تھے یہ منظر دیکھ کر وہ سب تائب ہوئے اور حضور والا سے معافی کے طالب ہوئے آپ نے انہیں معاف فرماتے ہوئے سینے سے لگالیا اور ارشاد فرمایا: قرآن مجید میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ بدگمانی سے بچو اور لوگوں کی ٹوہ میں نہ رہو تم کیا سمجھتے تھے کہ میں شراب خانہ میں مے نوشی کے لئے گیا تھا نہیں بلکہ میں ان بھٹکے ہوئے انسانوں کو بادہ توحید سے سرشار کرنے کے لئے گیا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ یہ لوگ دنیا کی مے نوشی سے توبہ کر کے جام وحدت کا ساغر پی کر قرب خداوندی کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔ حضور غریب نوز علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ پیر کے قول و عمل پر بغیر سوچے اعتراض نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان کے عمل و کردار میں لاکھوں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

الغرض یہ اولیاء کاملین کا شعار ہے کہ وہ کب اور کہاں تشریف لے جائیں اس معاملہ میں انہیں کسی رائے و مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضور سند السالکین راحۃ العاشقین مخدوم خواجہ محمد راحت حسن شاہ علیہ الرحمہ کی طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں خود بہتر و مناسب سمجھتے تھے تشریف لیجاتے تھے ایک دفعہ آپ چند مریدوں کے ہمراہ تشریف لئے جا رہے تھے کہ ایک بہت بڑی فیکٹری دکھائی پڑی آپ بلا تامل اس میں تشریف لے گئے آپ کا جمال جہاں آرا دیکھ کر فیکٹری میں ملازمت کرنے والے اشخاص حیرت زدہ ہو گئے، یہ لوہے کے اوزار بنانے کی فیکٹری تھی صدہا لوگ اس میں کام کر رہے تھے فیکٹری کا مالک بھی اس وقت وہاں موجود تھا وہ آپ کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوا اس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور آپ کا شغل کیا ہے؟ یعنی ذریعہ معاش کے لئے آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمہاری فیکٹری سے بھی بہت بڑی فیکٹری کا میں مالک ہوں جس طرح تمہاری فیکٹری میں فولاد سے اوزار بنائے جاتے ہیں سی طرح ہماری فیکٹری میں آدمی سے لوگ انسان بنائے جاتے ہیں اس فرمان کا مطلب یہ تھا کہ تم لوہے کے ذریعہ اوزار سازی کا کام کرتے ہو اور

ہم آدمی سے لوگوں کو انسان بنانے یعنی انسانیت سازی کا کام کرتے ہیں۔۔۔

بس کہ ممکن نہیں ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

جذب کی کیفیت

سجادگی کے مسند پر فائز ہونے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد جذب کی کیفیت اس قدر بڑھ گئی کہ عرس کے مبارک موقعہ پر بھی مسند کے قریب تشریف نہ لاتے اولاً اس موقعہ پر اکثر موجود ہی نہیں رہتے اور اگر موجود ہوتے تو خلفاء و مریدین متوسلین و معتقدین الحاح وزاری سے عرض کرتے کہ حضور ایسے موقعہ پر مسند شریف پر جلوہ افروز ہوں بہت کچھ اصرار د درخواست پر اگر آپ تشریف لے بھی جاتے تو چند منٹ ہی تشریف رکھتے اور جلد ہی مسند شریف سے اٹھ کر حجرہ شریف میں تشریف لے جاتے اور پھر مجلس میں تشریف نہ لاتے، آپ کے وقت میں مسند شریف اکثر خالی ہی پایا گیا

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر اس کا نہ دلی نہ سفاہاں نہ سمرقند

اکثر رومال شریف دوش مبارک پر رکھتے اور چل پڑتے سردی گرمی آندھی، طوفان بارش و برف باری کتنا ہی سخت موسم ہو کوئی پرواہ نہ فرماتے۔ حرکات وسکنات دیکھ کر لوگ حیران و ششدر رہ جاتے کہ آخر معمہ کیا ہے؟

حاشیہ:۔ جذب کی کیفیت ضعیف العمری میں پیدا ہوئی اور یہ کیفیت دائمی نہ تھی بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا۔ آپ ایک سالک درویش تھے، معاملاتِ دنیوی میں بھی آپ نہایت سلیقہ مند اور بلند کردار کے مالک تھے۔

سینکڑوں روپئے کی سگریٹ جلاڈالی

بار ہا دیکھا گیا کہ سینکڑوں روپئے کی سگریٹ منگاتے اور سگریٹ کی ڈبی پر جو پنی لگی ہوتی اسے نکالتے اور لوگوں کا منھ کھول کر منھ میں ڈالتے اور پانی پلادیتے تاکہ پانی کے ساتھ پنی پیٹ میں اتر جائے کیا اس میں حکمت تھی یہ تو اللہ کو معلوم ہے لیکن جن جن لوگوں کو آپ نے سگریٹ کی پنی کھلائی ان ان لوگوں کے جسمانی امراض دور ہو گئے۔

غربت کو امیری سے بدل دیا

۱۹۸۲ء کا واقعہ ہے کہ راقم الحروف کو کچھ ضروری کام سے قصبہ زید پور ضلع بارہ بنکی جانا تھا اور چونکہ زید پور جانے کے لئے سواری تبدیل کرنی پڑتی ہے بس کا سفر لکھنؤ سے بارہ بنکی تک ڈائرکٹ ہوتا ہے اس لئے زید پور کیلئے سواری کی انتظار میں بس سے اتر کر شہر بارہ بنکی کے چوراہے پر اپنے ایک قریبی رفیق شہرت عزیز کے ہمراہ کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک وجیہ شخص دوڑتا ہوا قریب آیا اور نہایت التجا کے ساتھ عرض کرنے لگا آپ حضرات میرے غریب خانہ تک چلنے کی زحمت فرمائیں اور مجھے کچھ خدمت کا موقعہ عنایت فرمائیں ہم دونوں حیرت و تعجب سے اس کا منھ دیکھ رہے تھے کہ آخر یہ اجنبی شخص کون ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے، آخر ہم دونوں اس شخص کے ہمراہ چلنے کو تیار ہو گئے چند قدم چلنے کے بعد ایک عالیشان مکان کے صدر دروازہ پر پہنچے وہ اجنبی شخص اندر ایک شاندار کمرہ میں لے گیا جس میں دو تخت بچھے تھے اس پر گدہ کے ساتھ سفید چاندنی بچھی تھی اس شخص نے اس پر بیٹھنے کو اشارہ کیا ہم دونوں اس پر بیٹھ گئے اس اجنبی شخص نے فوراً ایک خوبصورت تانبے کی شینی میں سجا کر ناشتہ پیش کیا اور چند لمحے کے بعد پر تکلف کھانا حاضر کیا ہم لوگ حیران و ششدر رہ گئے کہ ایک اجنبی شخص نہ جس سے کبھی کوئی ملاقات نہ شناسائی وہ اس قدر خدمت کیوں اور کس لئے کر رہا ہے، ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے از خود بیان کرنا شروع کیا۔ کہ میں ایک نہایت غریب و مفلس و نادار شخص تھا اہلیہ اور چھ بچے آٹھ افراد کا خرچ اور ذریعہ معاش کا کوئی معقول بندوبست بھی نہیں، جھوے میں گوشت لے کر گاؤں گاؤں فروخت کرتا تھا جو کچھ اس سے حاصل ہوتا اس سے خورد و نوش کا انتظام کرتا عسرت و تنگی کا یہ عالم تھا کہ بچوں کو دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہوتی تھی کہ اچانک ایک روز چند مرید کے ہمراہ حضرت بارہ بنکی تشریف لائے میری حالت اس لائق نہ تھی کہ میں حضرت کو اپنے غریب خانہ پر بلانے کی جرأت کرتا آخر یہ ہوا کہ حضرت بغیر بلائے از خود تشریف لائے مجھ سے جو کچھ بن پڑا جلد از

جلد اس کے اہتمام کرنے میں مصروف ہو گیا حضرت نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ پانچ سو روپے لے آ، اس ارشاد کو سن کر میں بہت فکر مند ہوا کہ یہاں کھانے کا ٹھکانہ نہیں ہے پانچ سو روپے کہاں سے لاؤں؟ حضرت میری حالت زار دیکھ کر وجہ پریشانی سمجھ گئے اور مجھ سے فرمایا روپے تیرے پاس نہیں ہیں مگر تیری بیوی کے پاس ہیں جا اور لے کر آ میں نے آکر بیوی سے پوچھا کیا واقعی تیرے پاس کچھ روپے ہیں اس نے جواب دیا میرے پاس تو ایک دھیلہ بھی نہیں ہے اس نے واپس آ کر سارا ماجرا بیان کر دیا آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ اس کی صندق میں کپڑے میں لپٹے ہوئے روپے موجود ہیں اب جو اس نے صندق کھول کر دیکھا تو واقعی اس میں سو سو کے چھ نوٹ موجود تھے وہ فوراً روپے لے کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی آپ نے ایک خادم کو پانچ سو روپے دیکر بازار سے سگریٹ کی ڈبیاں خرید لانے کا حکم فرما دیا خادم حکم بجالایا اور سگریٹ کی ڈبیاں لا کر پیش کر دیں آپ نے سگریٹ کے ڈبیوں میں اوپر لگی ہوئی پنی نکالی اور گھر کے تمام افراد مع بال بچوں کے منہ میں گولی بنا کر ڈال دی اور ایک ایک گھونٹ سب کو پانی پلا دیا اور تمام سگریٹ کو اکٹھا کر کے ماچس سے جلا دینے کا حکم فرمایا اسی وقت تمام سگریٹیں جلا دی گئیں، اور سو روپیہ واپس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اس کو تم رکھ لو کام آئیں گے اس کے بعد آپ مع مریدوں کے واپس ہو گئے اہل خانہ نے اس نوٹ کو خیر و برکت کا ذریعہ سمجھ کر بحفاظت تمام کپڑے میں لپیٹ کر صندق میں رکھ دیا اور کمائی کے پیسے اسی نوٹ میں ملا کر رکھنا شروع کر دیا اس میں اس قدر خیر و برکت ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں بازار میں چار دکانیں ہو گئیں اور ایک عالیشان مکان بنوا لیا راقم الحروف کو حضرت کے دست مبارک سے مس ہوئے نوٹ کی زیارت کرائی اور اب بھی وہ نوٹ ان کے پاس بحفاظت تمام موجود ہے اور اس کی خیر و برکتوں سے وہ حضرات خوب مالا مال ہیں راقم الحروف کو اس اجنبی شخص نے اپنا نام غالباً عبدالمجید قریشی بتلایا تھا۔

ریل گاڑی ایک انچ آگے نہ بڑھی

خانقاہ شریف لکھنؤ میں چند مریدوں کے ہمراہ حضرت خواجہ راحۃ العاشقین مخدوم محمد راحت شاہ قدس اللہ سرہ العزیز جلوہ افروز تھے کہ اچانک مراد آباد کے لئے سفر کی خواہش ظاہر فرمائی، مریدین آپ کے ہمراہ چلنے کو تیار ہو گئے، رکشا سواری کے لئے بلایا گیا اس پر سوار ہو کر چار باغ اسٹیشن پہنچے معلوم ہوا کہ گاڑی کچھ لیٹ ہے مریدین نے ٹکٹ لئے اور پلیٹ فارم پر منتظر بیٹھ گئے کچھ دیر بعد پلیٹ فارم نمبر ۴ پر گاڑی کھڑی ہوئی سب لوگ جلدی جلدی سیٹ پر بیٹھ گئے گاڑی چھوٹنے کا وقت ہو گیا عین اسی وقت آپ نے ایک مرید سے لوٹے میں پانی لانے کا حکم فرمایا مرید نے پانی پیش کیا آپ نے اسٹیشن پر وضو

فرمانا شروع کر دیا اور خوب اچھی طرح وضو فرمایا مریدین نے خیال کیا کہ اب حضرت کو گاڑی ملنی محال ہے۔یقیناً گاڑی چھوٹ جائے گی یا تو حضرت یہیں تنہا رہ جائیں گے یا تمام مریدین کو گاڑی تبدیل کرنی پڑے گی حیرت واستعجاب کے سمندر میں لوگ اس وقت غرق ہو گئے جب وضو مکمل ہونے کے بعد حضرت نے اپنا رومال شریف پلیٹ فارم پر بچھا کر قبلہ رو ہو کر نماز شروع فرمادی لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب کسی قیمت پر گاڑی نہ ملے گی کیونکہ ریل سیٹی پر سیٹی بجا رہی تھی ایسا لگتا تھا کہ اب چھوٹی جب چھوٹی مگر حیرت کی انتہا نہ تھی کہ گاڑی ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکی ریل گاڑی کو کئی بار چیک کیا گیا کہ کیا وجہ ہے جو گاڑی آگے نہیں بڑھ رہی ہے لائن کلیر ہے۔سگنل ڈاؤن ہے ہری بتی وہری جھنڈی مسلسل اپنا کام کر رہی ہے مگر ٹرین ہے کہ آگے بڑھنے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ادھر حضرت نہایت سکون واطمینان کے ساتھ نماز میں اپنے معبود حقیقی سے ہمکلام ہیں جب پورے دلجمعی واطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر ریل گاڑی پر بیٹھے تو فوراً گاڑی چل پڑی یہ منظر اسٹیشن پر موجود ہزاروں لوگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا اور سبھی حضور والا کی بزرگی کے تہ دل سے قائل ہو گئے۔

غریب ٹم ٹم والا رئیس ہو گیا

حضور راحت پاک علیہ الرحمہ قطب زماں حضرت شاہ عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے چند مریدوں کے ہمراہ تشریف لئے جا رہے تھے بس سے اتر کر کچھ دور پیدل چلنا پڑتا تھا جو کہ آپ کے لئے دشوار تھا قریب ہی ایک رئیس کے دروازہ کے سامنے ایک ٹم ٹم والا ٹم ٹم سجانے میں مصروف تھا آپ نے امیرے میاں کو حکم دیا کہ ٹم ٹم والے کو بلا کر لاؤ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تھوڑی دور درگاہ شریف تک جانا ہے تم ٹم ٹم سے پہنچا دو جو کرایہ ہو گا دے دیا جائے گا۔اس شخص نے جواب دیا حضور میں ایک ادنیٰ نوکر ہوں ٹم ٹم کا مالک ایک رئیس زادہ ہے وہ سیر کو جانے کے لئے تیاری میں مصروف ہے آپ کو لیجانے میں مجھے انکار نہیں لیکن ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مالک تیاری کر کے گھر سے باہر نکلے اور مجھے دروازہ پر نہ پا کر برافروختہ ہو اور مجھ غریب کو نوکری سے نکال دے آپ نے فرمایا تم چلو اور کوئی پرواہ نہ کرو ایسا کچھ نہیں ہو گا یہ سن کر ٹم ٹم والا تیار ہو گیا آپ مریدین کے ہمراہ ٹم ٹم پر سوار ہوئے اور منزل پر پہنچ کر پانچ روپئے کا نوٹ عطا کرتے ہوئے ٹم ٹم والے سے فرمایا یہ پیسہ تم وہیں خرچ کرنا جہاں روزانہ خرچ کرتے ہو؟ یہ معمہ کسی کے سمجھ میں نہ آیا یہ بھید تو اس وقت کھلا جب ایک سال کے بعد اسی مقام پر وہ شخص ملا اور دوڑ کر قدموں سے لپٹتے ہوئے عرض کرنے لگا

کہ حضور میں وہی غریب ٹم ٹم والا ہوں آپ کی نگاہ کرم سے ایک سال میں بیشمار مال میں نے کمایا حضور میری عادت جوا کھیلنے کی تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ پانچ روپئے میں وہیں خرچ کروں جہاں روزانہ خرچ کرتا ہوں پس میں نے وہ پانچ روپیہ جوئے میں لگا دیئے پھر تو پانچ روپئے سے پانچ سو پھر پانچ ہزار پھر پچاس ہزار اور پھر لاکھوں روپئے حاصل کر لئے مکان بنوایا دوکان خریدی اور اس رئیس زادے کی نوکری سے نجات مل گئی یہ سب حضور کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا بتاؤ تمہارا نام کیا ہے اس نے اپنا نام نھو بتایا آپ نے ارشاد فرمایا میاں نھواب یہ کام چھوڑ دینا اب جوامت کھیلنا اس نے آپ کے قدموں پر گر کر توبہ کی اس حرام کام سے باز آ گیا۔ اس طرح کے محیر العقول کرامات آپ کی ذات بابرکات سے ظہور پذیر ہوئے جن کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر ناکافی ثابت ہوگا۔

آپ کے مریدین وخلفاء حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے ذیل میں چند روحانی پیشواؤں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت صوفی مسیت اللہ شاہ رضائی عنایتی، راحتی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس ہلدوانی میں مرجع خلائق ہے

حضرت صوفی عنایت اللہ شاہ عنایتی، راحتی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں مرجع خلائق ہے

حضرت صوفی عظیم اللہ شاہ عنایتی، راحتی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس سلیمان پرتاپ گڈھ میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت صوفی اللہ بخش شاہ عنایتی، راحتی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس کامراج پور ضلع بجنور میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت صوفی ظہور اللہ شاہ عنایتی، راحتی رحمۃ اللہ علیہ جوالا پور اور بیشمار خلفاء ومریدین وغیرہ۔

حضرت صوفی ملاجی کانپوری، ملاجی قبلہ کی خدمات بہت عظیم الشان ہیں آپ کی وہ ذات والا صفات ہے کہ ہر سال عید میلاد النبی کے مبارک ومسعود موقعہ پر کانپور سے لکھنؤ پرچم بھیجتے ہیں، جسے آستانہ عالیہ حضور خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس سرہ العزیز پر ربیع الاول شریف کے چاند طلوع ہونے کے روز بعد نماز عصر بلند کیا جاتا ہے واضح ہو کہ پہلے صرف ایک پرچم بلند کیا جاتا تھا لیکن اب چار پرچم بلند کئے جاتے ہیں اس کی تشریح کچھ اس طرح ہے۔۔۔

چہار پرچم کشائی کی نوعیت ووضاحت

اول صرف ایک علم سبز بیادگار یوم میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش ہوتا تھا اور اسے اجتماعی صورت میں بہت سے شرکاء کے ہمراہ درود وسلام ونذر عقیدت کیساتھ نہایت ادب واحترام سے بلند کرنے کا عمل تھا مگر اب چار علم، چار رنگ کے پیش کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ پیلا ۲۔ ہرا ۳۔ لال ۴۔ سفید

۱۔ پیلا پرچم حضور قبلہ عالم خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادامیاں قدس سرہٗ العزیز سے منسوب ہے

۲۔ ہرا پرچم حضور قبلہ عالم حاجی الحرمین شریفین خواجہ مخدوم محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز سے منسوب ہے

۳۔ لال پرچم حضور قبلہ عالم سند السالکین خواجہ مخدوم راحت حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز سے منسوب ہے

۴۔ سفید پرچم حضور سیدنا سند الاولیا محبوب مصطفےٰ خواجہ مخدوم الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز سے منسوب ہے۔

اول پیلا پرچم مسرت وشادمانی خوش حالی وفارغ البالی کی نشانی ہے

دوسرا ہرا پرچم فرحت وشادمانی کامیابی وکامرانی کے علاوہ تبلیغ دین، اشاعت اسلام، صلاح وفلاح کا نشان ہے

تیسرا لال پرچم راہ خدا میں استقامت، غفر وصبر راہ حق میں جذبہ شہادت وخون دل سے اسلام کی آبیاری کی نشانی ہے

چوتھا سفید پرچم، حق وصداقت، طہارت ونظافت، پاکیزگی ونفاست فیروز بختی وسعادت کی نشانی ہے۔

اہل اللہ ومردان باصفاء کی پسند دیکھئے کہ جن رنگوں کو ان حضرات نے پسند فرمایا ان کی ذات مقدسہ کی اوصاف وکمالات کا عکس جمیل دکھائی دیتا ہے اور جن کا تعلق خلق کی ہدایت صلاح وفلاح بھلائی وغیرہ خواہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

دربارِ جہانگیری ورضائی کے سجادہ سوم

حضور سیدنا سند السالکین خواجہ مخدوم محمد راحت حسن شاہ رضائی عنایتی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے شہزادے خواجہ مخدوم الحاج محمد فصاحت شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی ولادت شریف قصبہ بھینسوڑی شریف تحصیل ملک ضلع رامپور میں ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۵۵ء بروز جمعہ بوقت فجر پانچ بجکر بارہ منٹ پر ہوئی آپ اسی خانوادہ شریف کے چشم وچراغ ہیں جس میں اعلیٰ ترین ومقتدر ہستیاں گذری ہیں اور جس خاندان میں حضور قطب الاولیاء محبوب فخر العارفین شہنشاہ حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادامیاں قدس اللہ سرہٗ العزیز جیسی عظیم شخصیت جن سے ایک زمانہ نے فیوض وبرکات حاصل کئے اور جن کا چرچا دنیا کے چپہ چپہ میں چھایا ہوا ہے آپ اسی سلسلہ عالیہ کے مظہر اتم ہیں آپ نے سلسلہ عالیہ کو اس قدر وسعت اور ترقی سے ہمکنار کیا کہ اسے بام عروج تک پہنچادیا تاحیات سلسلہ کی اشاعت وترقی میں کوشاں رہے اور اس کی گہری چھاپ چھوڑنے کے لئے ارادت بڑھانے کے علاوہ تعمیراتی کام میں بھی زبردست وسعت بخشی چنانچہ جس قدر خانقاہیں مسجدیں اور دینی مدارس آپ نے تعمیر کرائے اس کی مثال دور دور تک تاریخ میں نہیں ملتی چنانچہ ممبئی آگرہ بنارس رام نگر کلیر شریف، سہارنپور، فرید پور وغیرہ میں نہایت شاندار خانقاہیں آپ ہی کی تعمیر کردہ ہیں اپنے آبائی وطن میں ابھی

آپکے دست مبارک سے تعمیرات کا زیادہ کام ہوا چنانچہ اپنے دادا معظم کی مزار مقدس ونشستگاہ کی تعمیر آپ ہی کی یادگار ہیں۔آپ نے پورے چھبیس سال تک مخلوق خداوندی کی رشد وہدایت کی ذمہ داری کے فرائض نہایت حسن وخوبی کیساتھ انجام دیئے آپ کے دورزریں میں درگاہ شریف وخانقاہ شریف بھینسوڑی ولکھنؤ شریف میں بے حد ترقی ہوئی آپ نے اپنی خداداد صلاحیت، ہوشمندی و معاملہ فہمی سے ایک انقلاب عظیم پیدا فرمادی ہر چیز میں زبردست وسعت وترقی پیدا ہوگئی ہر بوسیدہ وکہنہ شئے نئی شکل وخوبصورتی کی مرقع بن گئی سکونت وآرام قیام وطعام سے لے کر دیگر تمام سہولیات کا ایک عمدہ اور بہترین انتظام پیدا فرمایا۔اب وہ گرد ودھول بھری زمین نہیں وہ خستہ اور شکستہ در و دیوار نہیں بلکہ نہایت دیدہ زیب حسین و خوبصورت صاف وشفاف بہ شکل آئینہ ہر شے جامہ عروسی میں مرصع نظر آتی ہے جو آپ کی جہد مسلسل فکر وسعی، وسیع النظری، سلیم الطبعی اور خلق اللہ کی راحت رسانی کی آئینہ دار ہے۔آستانہ عالیہ حضور مخدوم خواجہ محمد نبی رضا شاہ (دادا میاں) قدس اللہ سرہٗ العزیز لکھنؤ شریف میں خانقاہ شریف سے متصل دالان اور کمروں کی تعمیر جس میں باہر سے تشریف لانے والے حضرات قیام فرماتے ہیں وہ آپ ہی کے دست مبارک سے ہوئی ہے۔

اعلان سجادگی

سجادہ دوم حضور سیدنا راحت العاشقین خواجہ مخدوم راحت حسن شاہ علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنے شہزادہ اکبر حضرت خواجہ مخدو الحاج محمد فصاحت حسن شاہ علیہ الرحمہ کو یکم شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۵ء بعد نماز جمعہ درگاہ حضور خواجہ مخدوم حاجی الحرمین شریفین محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بعمر سولہ سال مرید کیا اور تین جمادی الثانی ۱۳۹۵ء مطابق سترہ جون ۱۹۷۵ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر درگاہ حضور شہنشاہ قطب زماں حضرت خواجہ محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز میں بہت سے خلفاء ومریدین وزائرین کی موجودگی میں اعلان سجادگی فرمایا اس کے اعلان کے بعد باضابطہ آپ درگاہ، رضائی، عنایتی بھینسوڑی شریف ولکھنؤ شریف کے آستانہ عالیہ کے صاحب سجادہ (مسند آرائے سریر اولیاء ہو گئے) اور حضور قبلہ راحت العاشقین خواجہ مخدوم راحت حسن شاہ کی وصال شریف کے بعد ان کے آستانہ پاک کے بھی آپ ہی صاحب سجادہ قرار دیئے گئے ہر دو مقام کے آستانہ ہائے پاک کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری تنہا آپ ہی کے سر نیاز ہی پر تھی مگر جس قرینے وسلیقے سے آپ نے اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیا یقیناً یہ خداداد صلاحیت ہی کا نتیجہ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست۔تانہ بخشد خدائے بخشندہ

نکاح واولاد

۱۹۸۲ء بروز یکشنبہ قصبہ بہیڑی شاہ گڑھ ضلع بریلی شریف میں خاندانی روایات کے مطابق آپ کی شادی ہوئی رحمت خداوندی سے دو صاحبزادگان تولد ہوئے حضرت صباحت حسن شاہ وحضرت بلاغت حسن شاہ اول الذکر شہزادہ اکبر آپ کے خلیفہ، نائب وسجادہ قرار دیئے گئے۔

قوت حافظہ

آپ جسے ایک بار دیکھ لیتے دسیوں برس کے بعد بھی پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی مریدین ومتوسلین کی تعداد کئی ہزار پر مشتمل ہونے کے باوجود آپ ایک ایک نام ومقام بخوبی جانتے تھے جیسے ہی کوئی بغرض حاضری وزیارت خدمت اقدس میں حاضر ہوتا فوراً ہی آپ اس کا نام لے کر فرماتے کہ تم فلاں ہو اور فلاں شہر یا قصبہ میں رہتے ہو سجادگی کے فوراً بعد دو شخص ضلع بستی کے مرید ہوئے اور اپنے وطن واپس ہو گئے سولہ برس کے بعد بغرض زیارت حاضر ہوئے آپ نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور نام لے کر فرمایا کہ تم فلاں ہو اور فلاں مقام کے رہنے والے لوگ حیرت زدہ رہ گئے کہ صرف ایک بار کی ملاقات تھی اور اتنے عرصہ کے بعد بھی پہچاننے میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہ آئی اسی طرح جو بھی روایت آپ سن لیتے اس کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھتے اور حسب ضرورت من وعن بیان فرمادیتے جو اشعار ایک بار سن لیتے اسے لوح ذہن میں محفوظ فرمالیتے سیکڑوں اشعار شیخ سعدی شیرازی، مولانا جلال الدین رومی، علامہ احمد جامی، سید تراب علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہم کے آپ کو زبانی یاد تھے اور اکثر موقعہ پر آپ حسب ضرورت ان اشعار کو استعمال فرماتے اور ان کی تشریح فرما کر معلومات کے خزانے لٹایا کرتے تھے، خود بھی شعر وشاعری کا ذوق فرماتے تھے اور اکثر کلام عارفانہ سے اہل مجلس وحاضرین کو محظوظ فرمایا کرتے

سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ کی اشاعت وخدمات

سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی اشاعت ہمہ وقت آپ کے پیش نظر رہتی اور اس کے لئے تمام وسائل طاقت وقوت مال دولت خرچ فرمانے میں ہرگز دریغ نہ فرماتے شب وروز اسی فکر میں منہمک رہتے کہ کس طرح سلسلہ عالیہ کی خدمات ترویج واشاعت کو فروغ دے کر عالمی پیمانہ پر پہنچایا جاسکتا ہے آپ اس کے لئے کتنی محنت وجاں فشانی فرماتے تھے اس

سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خواہ اپنے گھر اہل وعیال وغیرہ کی کیسے ہی سخت ضرورت کیوں نہ ہو، اگر معلوم ہو جاتا کہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت وترویج کے متعلق کوئی ضرورت درپیش ہوگئی ہے تو اپنے اہل وعیال وغیرہ کی ضروریات کو بالائے طاق رکھ کر فرصت اول میں سلسلہ عالیہ کی خدمات کیجانب توجہ خاص فرماتے اور اسے پورا کر کے ہی دم لیا کرتے تھے اور اس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ہوا، اور بلاشک آپ کی خدمات سے سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ، جہانگیرہ کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور عالمی سطح پر اس کی گہری چھاپ نمایاں نظر آنے لگی آپ سے پیشتر درگاہ عالیہ حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ المعروف دادا میاں قدس اللہ سرہٗ العزیز کی عرس مقدس کی تقریبات صرف سہ وچہار روزہ ہی ہوا کرتے تھے آپ نے اسے وسعت دے کر شش وہفت روزہ تقریبات میں تبدیل فرمایا اور اس میں طرحی مشاعرہ نیز چھٹے روز غیر طرحی قومی یکجہتی پر مشاعرہ بڑھا کر عرس مقدس کی تقریبات میں چار چاند لگا دیئے غرض کہ ہر ہر قدم پر سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت میں آپ کی خدمات لائق تحسین وقابل مبارکباد ہیں۔۔۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خانقاہ شریف ولنگر خانہ کے درمیان ۸ کمروں کی تعمیر کا صرف یہ مقصد تھا کہ باہر کے زائرین کے لئے آرام وآسائش کا اہتمام ہو سکے ہرگز ہرگز اس میں ذاتی مفاد کو کوئی دخل نہیں تھا اور نہ ہے آج بھی یہ کمرے زائرین ہی کیلئے مختص ہیں جو حضرات بغرض زیارت یہاں تشریف لاتے ہیں وہ انھیں تعمیر شدہ کمروں میں قیام فرماتے ہیں لیکن وقت وحالات کی ستم ظریفی کہئے کہ جیسے ہی آپ نے ان کمروں کی تعمیر کا منصوبہ بنایا کچھ عناصر کے اکسانے پر اسلامیہ قبرستان کمیٹی کمر کس کر سامنے آگئی اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہوگئی کہ حضرت قبلہ محمد فصاحت حسن شاہ قبرستان کی آراضی پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں معاملے نے اس قدر طول پکڑا کہ فوجداری ومقدمہ کی نوبت آن پہنچی برسوں مقدمہ چلا ظاہر ہے کہ اس میں وقت اور پیسہ دونوں صرف ہوا، اور نتیجے میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں لیکن واہ رے اولوالعزمی وثبات قدمی کہ آپ نے ان تمام یلغاروں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے اپنے پائے ثبات میں لغزش نہیں واقع ہونے دی اور باوجود تمام مصائب وپریشانیوں کے سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت میں منہمک رہے اور اس الجھاوے کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے سلجھا کے رکھ دیا۔

آپ کے مریدین وخلفاء کی ایک کثیر تعداد ہے جو ملک ہند وبیرون ہند میں پھیلے ہوئے سلسلہ عالیہ کی ترویج واشاعت کا کام بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں ان میں چند مقتدر حضرات کے اسمائے گرامی اس طور ہیں۔ ۱۔ حضرت صوفی محمد

انوار شاہ راحتی، فصاحتی رحمۃ اللہ مزار اقدس دہلی میں مرجع خلاق ہے۔۲۔ حضرت شوکت حسن شاہ راحتی فصاحتی عرف شوکت میاںؒ مزار اقدس فرید پور بریلی میں مرجع خلائق ہے۔۳۔ حضرت صوفی اتن خاں صاحب عرف اتن میاں راحتی فصاحتی، علیہ الرحمہ مزار اقدس ممبئ میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت صوفی انوار میاں راحتی فصاحتی جلیبی والے جامع مسجد دہلی۔ حضرت صوفی محمد سعید میاں راحتی فصاحتی بنارس بڑسرہ غازی پور

حضرت صوفی شوکت میاں راحتی فصاحتی بھیرہ پلیا ہلدوانی

حضرت صوفی محمد شیر خاں صاحب دھاراوی ممبئ

حضرت صوفی منظور میاں راحتی، فصاحتی

حضرت صوفی مولانا مفتی ابوالمحمود شاہ راحتی فصاحتی بناری

حضرت صوفی نور محمد میاں راحتی فصاحتی حضرت صوفی محمد اسلام چودھری راحتی فصاحتی حضرت صوفی درگاہی شاہ راحتی فصاحتی مرزاپور اور بہت سے خلفاء ومریدین وغیرہ

حضرت صوفی عارف حسن میاں راحتی، فصاحتی مہارانجہ بیکرس لکھنو

بے ٹھکانوں کے لئے رحمت بھرا آشیانہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت سندالاولیا محبوب مصطفےٰ الحاج خواجہ مخدوم محمد فصاحت شاہ قدس اللہ سرہ العزیز سے پیشتر ہندوستان کے درگاہوں وخانقاہوں میں سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری کے حلقہ بگوشوں کیلئے کوئی مخصوص جائے پناہ نہ تھی یا تو پسند وناپسندیدہ جگہوں پر خیمہ زن ہونے پر مجبور ہوتے یا پھر اوقات گذاری کے لئے کرایہ کا کمرہ تلاش کرتے پھرتے تھے لیکن قابل ستائش ولائق تعریف ہے آپ کی ذات مبارکہ کہ جن کی سعی جمیل پر نہ صرف ہندوستان کی چند درگاہوں پر بلکہ متعدد درگاہوں وآستانہ ہائے بزرگان پر آپ نے نہ صرف رہنے اور متوسلین ومحبین کی آسائش کا انتظام کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی بلکہ ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر فرما کر ان کی راحت وسکون کا وہ انتظام فرما دیا جو صرف وقتی نہیں بلکہ رہتی دنیا تک آپ کی دست مبارک سے تعمیر کردہ عمارت قائم رہے گی اور مخلوق خداوندی خاص کر سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کے تمام خلفاء متوسلین ومریدین فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ یہ کوئی ادنیٰ درجہ کا کام نہیں بلکہ نہایت عظیم الشان واعلیٰ درجہ کا کارنامہ ہے جسے صبح قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

خوشا مسجد و مدرسہ، خانقاہے

دنیا کا ہر مسلمان صاحب ایمان اچھی طرح واقف ہے کہ مسجد ہو یا مدرسہ، یا خانقاہ ہو اس کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور قدرے تفاوت کے ساتھ ان سہ مقامات پر ایک ہی امور انجام پذیر ہوتے ہیں مسجدیں اگر عبادت و ریاضت ذکر و شکر تلاوت اور حسن عمل کے مقامات ہیں تو مدرسہ انھیں طور وطریق کے سکھانے کا مرکز ہے یہاں عبادت و ریاضت ذکر وفکر اور اشغال اور تعلق الی اللہ پیدا کرنے اسلامی و ایمانی زندگی گذارنے کی تعلیمات سے آراستہ کیا جاتا ہے اور خانقاہوں میں مجاہدہ و چلہ ذکر الٰہی، مراقبہ تزکیہ نفس طہارت قلبی انسان سازی ایمان کی آسودگی روح کی بالیدگی ایمان کی روئیدگی طمانیت قلبی جیسے اہم کام انجام پذیر ہوتے ہیں اور بڑی بات تو یہ ہے کہ خانقاہوں کی بدولت صالح معاشرہ خلق و اخلاص سے مزین سماج وجود میں آیا اور انسانی زندگی میں عظیم الشان انقلاب رونما ہوا اس لئے یہ حقیقت دلوں میں اتر جانی چاہئے کہ تین مذکورہ مقامات کی ضرورت ماضی میں بھی تھی آج بھی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گی۔ علمائے حق مشائخین عظام، صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انھیں تینوں مقامات سے اپنی خداداد صلاحیتوں، علمی وقلمی کارناموں اور عملی و یقین کرداروں سے دین متین کی وہ مفید اور نتیجہ خیز خدمات کی ہیں جس سے مخلوق خداوندی ہمیشہ فیوض و برکات حاصل کرتی رہے گی۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد ﷺ

یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ حضرت سند الاولیاء خواجہ محمد فصاحت حسین شاہ قدس سرہٗ کی عمر مبارک کچھ اور وفا کرتی اور چار چھ سال کا قلیل عرصہ بھی میسر آجاتا تو سلسلہ عالیہ کی ترویج و اشاعت اس اعلیٰ پیمانے پر ہوتی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں اس کا ثبوت آپ کا وہ تعمیراتی حوصلہ ہے اور اس کے لئے سخت جد وجہد اور شدید محنت شاقہ و کاوش نیز وہ ترنگ و لگن جس کے لئے آپ نے دولت و صحت کی پرواہ کئے بغیر اسی دھن میں لگے رہے کہ سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ کی ایک گہرے چھاپ کے ساتھ ہندوستان و بیرون ہندوستان میں خانقاہیں اور محبین، متوسلین و متعلقین کے ٹھہرنے اور سکون و طمینان سے درگاہوں کی حاضری و اعراس مقدسہ میں شرکت کا انتظام ہو سکے کچھ لوگ جس میں یگانے و بیگانے بھی شامل ہیں یہی خیال کرتے رہے متعدد مقامات پر زمین کی خرید و بیعنامہ آپ اپنی ذات مفاد کی

خاطر کر رہے ہیں اس طرح زمین و جائداد دولت و ثروت کے بلاشرکت غیرے مالک ومختار بننے کی خواہشمند ہیں لیکن اہل انصاف وشعور کی نگاہوں نے دیکھ لیا کہ آپ نے جو کچھ بھی کیا وہ سب مخلوق خداوندی کی آسائش وراحت کے لئے کیا اس میں ہرگز ہرگز اپنی ذاتی اغراض ومفاد کا کوئی دخل بھی نہ تھا اور آج ان تعمیر کردہ مقامات سے مخلوق خداوندی ہی مستفید ہورہی ہے۔

سجادۂ چہارم

تاج الاصفیاء زھد الاصفیاء شہزادۂ سند الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد صباحت حسن شاہ قادری چشتی، نقشبندی، ابوالعلائی جہانگیری، رضائی، عنایتی، راحتی، فصاحتی قبلہ مدظلہ العالی جوفی الوقت اس مسند عظیم کے سجادہ اور راہ سلوک کے قافلہ سالار ہیں آپ کو نہایت صغرسنی میں حضور سند الاولیاء محبوب مصطفےٰ خواجہ مخدوم الحاج محمد فصاحت حسن شاہ قدس سرہٗ نے خلافت واجازت مرحمت فرما کر سلسلہ عالیہ کہ اشاعت ورہنمائی کی بلند ترین خدمت پر فائز فرمایا چنانچہ جس وقت آپ کو سجادگی کی دولت ونعمت مرحمت ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف صرف چودہ سال کی تھی اکثر لوگوں کا خیال تھا کہاں اس قدر عظیم الشان ذمہ داری کو ایک صغیر سن طفل کیسے اور کس طور سنبھال سکے گا، لیکن دنیا کی نگاہوں نے فیضان شاہ رضا وفیضان عنایت حسن رحمہما اللہ علیہما کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ بزرگان دین کی فیوض وبرکات کی بارش نور سے کس قدر جلد ننھا پودا نشو نما پا کر بڑے درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے صرف دو تین سال کے قلیل عرصہ میں حضرت قبلہ صباحت حسن میاں مدظلہ العالی بلند قامت، بلند ہمت، بلند جسامت اور عظیم المرتبت صاحب معرفت وکرامت بزرگ دکھائی دینے لگے آپ حسن صورت وسیرت میں اپنے پردادا پاک حضرت خواجہ مخدوم الحاج شاہ عنایت حسن قدس اللہ سرہ العزیز کے پرتو جمیل نظر آتے اخلاق واخلاص وحسن سلوک میں آپ بے نظیر وبے مثال ہیں آپ جس سے مخاطبت فرماتے ہیں اسے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ سب سے زیادہ اسی کو چاہتے اور محبت فرماتے ہیں جس پر محبت بھری نگاہ ڈالتے ہیں وہ آپ کا والا وشیدا ہو جاتا ہے جس سے تکلم فرماتے ہیں وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے جس محفل میں تشریف لے جاتے ہیں اس میں رنگ ونور کی بہاریں چھا جاتی ہیں جس مقام پر قدم مبارک رکھ دیتے ہیں اس کا نصیبہ جاگ اٹھتا ہے غرض کہ اپنے سابق سجادگان کی اوصاف مبارک سے پوری طرح آپ متصف

نظر آتے ہیں سلسلہ عالیہ کی اشاعت وترویج کے لئے بہت محنت ومشقت فرماتے ہیں اس سلسلہ میں تمام شہروں ودیہاتوں کے اسفار فرماتے ہیں آپ کے حلقہ بگوشوں وارادت مندوں کی تعداد خاصی ہے اور روز افزوں ترقی ہورہی ہے آپ کے ایک خلیفہ ارشد حضرت مولانا صوفی نور محمد میاں، فصاحتی، صباحتی پرتا پگڈھی سلسلہ کی اشاعت وترقی میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک وبزرگان دین کے صدقہ وطفیل میں علم وعمل وعمر میں ترقی عطا فرمائے اپنے پیران عظام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

آداب زیارت وغیرہ

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

روضہ مطہرہ

کی زیارت باسعادت

حضور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت واجب ہے۔ احادیث پاک میں تارک زیارت کے لئے وعید نازل ہوئی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ سنت ومستحب کے تارک پر وعید نہیں وارد ہوتی وعید صرف تارک واجب ہوتی ہے معلوم ہوا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت واجب ہے احادیث پاک میں روایت ہے کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا یہ حدیث بہت سے اسناد سے مروی ہے اور اس وجہ سے اس کے حسن ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا اور حدیث حسن بالاتفاق محدثین قابل استدلال ہے اس سے احکام شرعیہ کا اثبات کیا جاتا ہے۔ بحر العلوم حضرت مولانا الشاہ عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے کتاب السعی المشکور میں ان احادیث کو جمع فرمایا ہے اور ان کی سندیں بیان کی ہیں اور بہت سی روایتوں کو سامنے رکھ کر ان کا حسن ہونا ثابت کیا ہے اور محدثین کرام نے ان کے حسن ہونے کی تصریح نقل فرمائی ہے۔

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جس نے میرے قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوئی۔ دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج کرے پھر بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کرے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی تیسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قصد کر کے میری زیارت کو آئے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص حرمین میں سے (یعنی خانہ کعبہ و مدینہ منورہ) کسی مقام میں مر جائے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بے خوف لوگوں میں سے اٹھائے گا۔

چوتھی حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور میری زیارت کے سوا اس کو کوئی کام نہ ہو تو میرے اوپر ضروری ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں پانچویں حدیث میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بعد میری وفات کے میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی اور میری امت میں جس کسی کو مقدور ہو پھر وہ میری زیارت نہ کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔

محبت کا اصل مقصد

زیارت مقدسہ کی فضائل کے متعلق بہت سی احادیث پاک دلیل ناطق اور برہان صادق ہیں کہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ سرمایہ سعادت دنیا و آخرت ہے اور اہل ایمان و اہل محبت کا مقصد اصلی اور غایت حقیقی اس کے فضائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں قسم ہے رب العرش ذوالجلال کے عزو جلال بے زوال کی کہ اگر اس زیارت میں بھی کچھ ثواب نہ رکھا جاتا اور اس کا اجر و معاوضہ آخرت میں کچھ بھی نہ دیا جاتا تب بھی تمام مشتاقان بیدل کی یہی حالت ہوتی اور آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے اس وقت بھی اسی طرح مہینوں بلکہ برسوں کا صعوبت بھرا سفر اختیار کر کے دشوار گزار راستوں کو عبور کر کے فوج کی فوج اس آستانہ عالی کی زیارت کے لئے کشاں کشاں آتے، ان کے تمام تکالیف و مصائب سفر کا یہی معاوضہ کیا کم ہے کہ انھیں روضہ محبوب کی زیارت نصیب ہوگئی اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس چوکھٹ کی جبہ سائی کی دولت حاصل ہوگئی لاریب اس سے بڑھ کر کوئی دولت و سعادت نہیں ہے۔

سلام علی انوار طلعتک التی اعیش بها شکرا و فنی بها و جدأ

یارسول اللہ سلام ہوآپ کے روئے انوار پر جنکی وجہ سے شکر کر کے میں زندہ رہتا ہوں اوران کے سبب سے وجود میں آ کر

لعلک ان تعطف علینا بنظرۃ تریٰ ما اسر الوجد وما ابدأ

فنا ہو جاتا ہوں کاش اگر آپ ہماری طرف ایک نظر دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ محبت نے ہمارے ظاہر و باطن میں کیا حالت پیدا کی ہے

و انت ملا ز العبد یا غایۃ المنیٰ ویا سید قد سار من جاء ہٗ عبدأ

اوراے تمام مقاصد کی غایت آپ اپنے غلام کی جائے پناہ اوراے سردار کہ جوغلام آپ کے پاس آیا وہ سردار بن گیا

و انت ارادتی و انت و سیلتی فیا حبذا انت الوسیلۃ و القدا

اور آپ ہی میرے مطلوب اور میرے وسیلہ ہیں پس آپ کیا اچھے وسیلہ ہیں اور کیا (ہی) اچھے مقصود ہیں

قربان جایئے اس بارگاہ رحمت وکرامت پر جولوگ اس آستانہ مقدسہ کی زیارت کیلئے جاتے ہیں ان کے لئے علاوہ اس دولت بے بہایعنی دیدار جمال بے مثال روضہ سرورانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور بڑے بڑے اعلیٰ مدارج کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث میں ذکر کیا گیا۔ احادیث شریف کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ایسے اشارات صریحہ موجود ہیں جوزیارت روضہ انور مزار مقدس کی ترغیب دیتے ہیں منجملہ ان میں سے ایک آیت مقدسہ یہ ہے

ولو انھم اذ ظلمو آانفسھم جاء وک فاستغفر و اللہ و استغفر لھم الرسول لو جدولله توا بار حیماہ

ترجمہ: اور اگر وہ لوگ جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا وہ آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں تو وہ لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ اس آیت پاک سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جانا اوران سے استغفار کرانا باعث مغفرت اور گناہوں سے نجات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعدالوفات میں تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے سبھی اہل اسلام اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بعدوفات کے زندہ ہوتے ہیں اور وہ زندگی جوان حضرات کو بارگاہ خداوندی سے عطا ہوتی ہے وہ اس دنیا کی زندگی سے بدرجہا کامل اور فائق ہوتی ہے اہلسنت والجماعت کے تمام افراد بعدوفات اولیاء اللہ کی حیات کے قائل ہیں کچھ گروہ جواپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں اور حیات النبی کے بھی قائل نہیں ہیں، ایسے لوگ منکر و اہل ضلالت ہیں اہلسنت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ الحاصل انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کے لئے حیات ابدی کا ثبوت تمام اہل اسلام کو مسلم اور قرآن واحادیث سے واضح طور پر ظاہر ہے۔

محدث کبیر حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن حرب ہلالی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا اور قبر شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "ولو انھم اذظلموا انح" لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور آپ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے حاضر ہوا ہوں یہ کہ کر وہ بہت رویا اور اس نے ولولہ شوق میں چند اشعار کہے ان میں سے ایک یہ ہے۔۔۔

نفسی الفداء لقبرانت ساکنہ فیہ العفاف و فیہ الجود و لکرام یعنی میری جان اس قبر انور) پر فدا ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں پرہیز گاری ہے عفو و درگزر ہے اور جود و کرم ہے، محمد بن حرب ہلالی بیان فرماتے ہیں کہ اس اعرابی کے لوٹ جانے کے بعد میں نے خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس اعرابی سے جا کر ملو اور اس کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ میری شفاعت سے بخش دیئے۔

زیارت قبر انور سنت ہے یا واجب

زیارت قبر انور کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا زیارت قبر شریف سنت ہے یا واجب اس مسئلے کی تحقیق یہ ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت واجب ہے علماء محققین اس کے وجوب کے قائل ہیں اور احادیث پاک سے انھیں حضرات کے قول کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی (مراد قبر انور) اس نے مجھ پر ظلم کیا اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث ہیں اور تمام فقہائے کرام و علماء سلف سے آج تک تارکین زیارت پر رد و قدح کرنا اور ترک زیارت کو معیوب سمجھنا بھی اس امر کی دلیل قوی ہے کہ وہ حضرت زیارت کو واجب سمجھتے تھے ورنہ مستحب و سنت کے ترک پر ایسے سخت کلمات کا استعمال جیسے تارکین زیارت پر ان حضرات نے کیا ہے نہیں ہوا۔ ان سب کے علاوہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس زیارت باسعادت کے لئے اہتمام کرنا اور اس پر سخت التزام رکھنا اس کے وجوب کی طرف صریح اشارہ ہے بعض علمائے حنیفہ نے زیارت روضہ انور کو سنت لکھا ہے اور محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کہ یہ ایسی سنت ہے کہ قریب واجب کے ہے بوجہ تاکید اکثر علمائے کرام زیارت قبر انور کے واجب ہونے کے قائل ہیں ، اس قول پر بہت سے احناف علمائے کرام متفق ہیں۔

زیارت کے لئے سفر

زیارت روضہ مقدسہ کے لئے سفر کرنا بہت سی احادیث سے ثابت ہے چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا اے کعبؓ کیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرو۔ چنانچہ حضرت کعب احبارؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خاص زیارت کے لئے سفر کر کے مدینہ منورہ آئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور حضور رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ عالی میں نہایت ادب واحترام کے ساتھ سلام عرض کیا۔

حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی سفر کیلئے جاتے یا واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں سلام عرض کرتے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اپنے مؤطاء میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ تم نے دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے انھوں نے جواب دیا؟ کہ ہاں دیکھا ہے اور سو بار سے زیادہ دیکھا ہے وہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر یوں سلام عرض کرتے تھے۔

السلام علی النبی السلام علیٰ ابی بکر السلام علیٰ ابی

زیارت کے لئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفر

مؤذن خاص عاشق رسول، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ملک شام سے خاص زیارت کیلئے روضہ اقدس مدینہ منورہ تشریف لانا بہت مشہور واقعہ ہے جو روایت صحیحہ سے ثابت ہے ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام سے مدینہ منورہ آئے کیوں کہ انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیا ظلم ہے کہ تم کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے چل دیئے جب روضۃ مقدسہ پر پہنچے تو بہت روئے (اتنے میں حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انھوں نے اذان کی فرمائش کی) ان حضرات کے کہنے سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان دی جس سے ایک قیامت برپا ہو گئی اور حضور سید الاولین

والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کا غم از سر نو تازہ ہو گیا اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عجیب حالت ہو گئی۔

آنکھوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ زیبا تیر نے لگا دل بے قابو ہو گیا بیساختہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اس کے آگے کچھ نہ بول پائے بغیر اذان تمام کئے اتر آئے اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں روضہ مقدسہ کی زیارت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے اور اس کے لئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم سفر آپ نے دی سیکڑوں میل دوری سے سفر کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغرض زیارت تشریف لائے۔

''بذریعہ قاصد سلام پہنچانا''

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح تابعین کرام رحمھم اللہ علیھم کے ادوار میں زیارت اور سلام پہنچانے کا رواج عام تھا یعنی اللہ کے برگزیدہ بندے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صرف سلام عرض کرنے کی غرض سے سیکڑوں ہزاروں میل دور سے اپنے اہل کاروں وخدمت گذاروں کو سفر خرچ اور زادراہ دے کر بھیجا کرتے تھے کہ وہ حضور سید کونین سلطان دارین کی بارگاہ عالی میں سلام عرض کیا کریں۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کو عمر ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے جن کے زریں دور کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ لوگ یاد کیا کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ ملک شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجا کرتے تھے خاص اس لئے کہ وہ ان کا سلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہنچادے اور یہ زمانہ جلیل القدر تابعین کا تھا، اس قسم کی اور بہت سی روایتیں کتب احادیث میں ملتی ہین کہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین زیارت روضہ مقدسہ کے لئے کیسے دلدادہ تھے اور اس سعادت عظمیٰ کی حصول کے لئے کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کون سی دولت ونعمت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی حقیر آنکھوں سے اس قبہ نور کی زیارت کر کے دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہو اور زیارت مقدسہ سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے اور اس انیس بیکساں چارہ ساز دردمنداں تکیہ گاہ ہر دو جہاں کی خدمت مقدسہ میں سلام عرض کرے اور ان کے جواب سے مشرف ہو۔

این سعات بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغرض زیارت سفر

سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روضہ اقدس کی زیارت تو بڑی بات ہے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے اپنے وطن فلسطین سے بغداد شریف آیا کرتے تھے چنانچہ مقدمہ شامی میں امام ابو دباغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر شریف پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اوران کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہو جاتی ہے۔اس سے کئی امور ثابت ہوئے اول زیارت قبور کے لئے سفر کرنا دوسرے صاحب قبر سے برکت حاصل کرنا تیسرے صاحب قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا چوتھے۔انبیاء و اولیاء کے پاس جا کر دعا مانگنا کہ اس عمل سے جلد دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

حضرت علامہ جامی رحمت اللہ علیہ کا سفر

حضرت علامہ ابن عابدین قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ رحمتی نے نقل کیا ہے کہ عارف باللہ حضرت علامہ احمد جامی قدس سرہ حج کے علاوہ خاص زیارت کے لئے اپنے وطن سے مدینہ طیبہ تشریف لاتے تھے یعنی ایام حج میں زیارت کر کے اپنے وطن تشریف لیجاتے اور موسم حج کے علاوہ اور ماہ میں الگ سے زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے کسی نے سوال کیا؟ کہ جب ایام حج میں آپ خانہ کعبہ تشریف لاتے ہیں تو اس وقت آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں پھر بعد میں زیارت ے لئے کیوں زحمت اٹھاتے ہیں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آئے اور اس کو اور کوئی کام نہ ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں اس لئے میں بعد میں آتا ہوں تا کہ اس سفر میں زیارت کے سوا اور کوئی مقصد نہ ہو اور بروز قیامت میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ ہوں۔

روضہ مقدسہ کی زیارت یا مسجد نبوی کی

بعض لوگوں کی تحقیق یہ ہے کہ مسجد نبوی کے زیارت کی نیت کرے مگر یہ درست نہیں اولاً تو اس لئے کہ زیارت کے سفر کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ارشاد ہے من زار قبری جس نے میری قبر کی زیارت کی (نیت) کی وجبت لہ شفاعتی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی یہاں مسجد کا ذکر نہیں ورنہ یوں ہوتا من زار قبری ومسجدی چنانچہ محقق ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس بندۂ ناچیز کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ صرف قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب مدینہ پہونچ جائے تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہوجائے گی کیوں کہ صرف زیارت قبر شریف کی نیت سے سفر کرنے میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کا اجلال زیادہ ہے اور مذکورہ بالا حدیث شریف کے موافق بھی ہے۔

محقق ومحدث اعظم شیخ عبدالحق قدس سرہٗ کی تحقیق

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمت اللہ علیہ جو بہت عظیم محقق اور محدث اعظم ہیں اور اس برصغیر ہند و پاک میں حدیث شریف کی نعمت لانے والے شخص اول آپ کی ذات بابرکات ہے آپ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ صرف قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے جذب القلوب میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرلینا منافی اخلاص کے نہیں ہے اس لئے کہ اس مسجد کی زیارت بھی تو خاص آپ ہی کی نسبت سے کی جاتی ہے لہٰذا اس کی زیارت کی نیت بھی عین تعظیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔

ابن تیمیہ کی ناروا تحقیق

زیارت روضہ مقدسہ کے لئے سفر کو جس نے ناجائز بتلا کر اہل ایمان واسلام کے قلوب کو مجروح کیا وہ بدنام زمانہ مورخ اسلام ابن تیمیہ ہے اس شخص نے بخاری شریف کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جن تین مساجد کے علاوہ سفر کو ممنوع قرار دا گیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لا تشد الرجال الا الی ثلاثة مساجد مسجد الحرام و مسجد الاقصیٰ و مسجدی

ترجمہ:۔ کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف۔ مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ اور مسجد

اقصیٰ یعنی بیت المقدس اور میری مسجد یعنی مسجد نبوی شریف ابن تیمیہ نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مقام کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے اور اسی لئے زیارت روضہ مقدسہ کی نیت کے بھی وہ قائل نہیں ہیں بلکہ ان کا کہنا ہے کہ نیت زیارت مسجد نبوی کے لئے ہونا چاہئے قبر انور کے لئے نہیں اور ان کی تقلید کے پیش نظر ان کے ہمنوا اور ہم خیال اشخاص بھی اسی امر کے قائل ہیں مگر اس حدیث سے ان کا استدلال کس قدر باطل اور بے بنیاد ہے وہ حدیث شریف کے مطلب ہی سے ظاہر ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا واضح اور صاف مطلب یہ ہے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کے لئے سفر نہ کیا جائے نحوی قاعدے کا بھی یہی تقاضہ ہے کیوں کہ جہاں مستثنیٰ مذکور نہیں ہوتا تو وہاں وہی چیز مستثنیٰ منہ مانی جاتی ہے جو مستثنیٰ کی ہم جنس ہو پس یہاں مستثنیٰ مساجد ثلثہ ہیں لہٰذا استثنیٰ منہ بھی مسجد ہی کے قبیل سے ہونا چاہئے مگر بد دیانتی دیکھئے کہ ممانعت تین مساجد کے سوا اور مساجد کی طرف ہو، اور اسے مزار و روضہ سے جوڑ کر اہل ایمان کے واجب، سنت و مستحسن اعمال کو چیلنج کرنے کی جسارت ظاہر ہے کہ اگر اس حدیث کی رو سے عدم جواز ثابت ہوگا تو تین مسجدوں کے سوا اور مسجد کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا نہ کہ زیارت قبر انور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یا اور اولیاء و صلحاء امت کی قبور متبرکہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا۔

تین مساجد کے سوا دیگر مساجد کا سفر کیوں؟

دنیا کی تمام مساجد میں مساجد ثلاثہ کے سوا (خانہ کعبہ مسجد نبوی، بیت المقدس) دیگر مساجد کی طرف سفر اس وجہ سے منع و ناجائز ہے، کیونکہ ان مذکورہ مساجد کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد میں ثواب یکساں ہے جو ثواب لکھنؤ، کانپور، آگرہ وغیرہ کی جامع مسجدوں میں ہے وہی ثواب دہلی کے جامع مسجد میں بھی ہے لیکن لوگ رمضان المبارک الوداع وغیرہ میں جامع مسجد دہلی کی طرف دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اسی فعل عبث کو منع کیا گیا ہے، نہ کہ زیارت روضہ مطہرہ یا مقابر اولیاء اللہ مثلاً کوئی شخص حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمھم اللہ علیھم کی مزار شریف کی زیارت کے لئے آئے تو ہرگز ناجائز نہ ہوگا لیکن اگر جامع مسجد دہلی کی زیارت کیلئے سفر کر کے آئے تو یقیناً یہ ناجائز ہوگا یہی مطلب اس حدیث شریف کا بیان کیا گیا ہے اکثر علماء حدیث یہی مطلب بیان فرماتے ہیں ان حضرات کے قول کی تائید مسند امام احمد کی حدیث سے ہوتی ہے وہ اس حدیث شریف کو ان الفاظ سے روایت فرماتے ہیں:

لاینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الیٰ مسجد (یبتغی فیہ) الصلوٰۃ غیر المسجدالحرام والمسجد

الاقصیٰ و مسجدی . ترجمہ:۔نماز پڑھنے والے کوزیبانہیں کہ سوائے کعبہ شریف اور بیت المقدس اور میری مسجد کے کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے سفر کرے۔ لیجئے حدیث کی شرح حدیث سے ہوگئی اب تو کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں رہا کیا اب بھی کسی کو کچھ کہنے کا حق حاصل ہے کہ بخاری شریف کی اس حدیث شریف سے زیارت روضہ اقدس حضور سرورانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سفر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، حاشاوکلا کوئی ذی علم منصف مزاج شخص ایسی بات نہیں کہہ سکتا ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ سوا ان تین مسجدوں کی زیارت کے اور کسی کام کے لئے سفر جائز نہیں تو چاہئے کہ طلب علم اور کسب معاش اور ملاقات اعزہ احباب وغیرہ کے لئے بھی سفر ناجائز ہو؟ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں علاوہ اس کے اصحاب رسول اللہ کا زیارت روضہ اقدس کے لئے سفر کر کے آنا اور دوسروں کو اس زیارت کیلئے ترغیب دینا جیسا کہ صحابی رسول حضرت بلال وحضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو ابن تیمیہ اور ان کے ہم خیالوں نے سمجھا ہے پھر خاص احادیث نبوی جو ترغیب زیارت کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور تارک زیارت کے لئے جو وعیدیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں ان کا کیا جواب ہوگا لہٰذا وہ تمام دلائل ناقابل اعتبار ہیں جو زیارت روضۂ انور کیلئے عدم جواز پر مبنی ہیں۔

ابن تیمیہ کی حقیقت

علماء اہلسنت والجماعت نے مورخ ابن تیمیہ کو گمراہ بلکہ گمراہ گر لکھا ہے کیونکہ متعدد مقامات پر اس کا حملہ حرمت انبیاء و اولیاء اللہ پر ہے مگر کچھ غیر مقلدین اور ان کے ہم خیالوں نے اس شخص کو علامہ، محدث، شیخ الاسلام والمسلمین کے خطاب و القاب سے نواز کر اسے اسلام کے بڑے ہیرو کے شکل میں پیش کیا ہے ہاں کچھ حضرات جو شدت پسند نہ تھے انھوں نے ابن تیمیہ کی روایت کو غلط فہمی سے تعبیر کر کے بہت کچھ لکھا ہے لیکن پھر بھی اپنی روش معاندانہ سے اس کے اس جرم کو اجتہادی خطا کہہ کر اسے قابل مواخذہ نہیں گردانا ہے ہاں ظہور خطا کے باوجود اس کی تقلید کو سنگین جرم سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ مولنا عبدالشکور کا کوروی ثم لکھنوی نے اپنی کتاب علم الفقہ حصہ پنجم باب روضہ اقدس کی زیارت باسعادت میں صفحہ نمبر ۹۳ پر ان لفظوں میں گہر فشانی کی ہے۔ اگر علماء سلف میں (یہاں خصوصاً ابن تیمیہ ہی مراد ہے) سے کسی کو غلط فہمی ہوگئی اور بہ طرز خطائے اجتہادی وہ اس امر کے قائل ہوگئے کہ اس زیارت مقدسہ کے لئے سفر ناجائز ہے تو خدا غفور رحیم ہے امید ہے کہ بخشدے۔ کیونکہ وہ خطائے اجتہادی پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن خطا ظاہر ہو جانے کے بعد اس کی تقلید کرنا البتہ ایک سنگین جرم

ہے جو کسی طرح قابل معافی نہیں ہے۔ یہ روایت من وعن بیان کی گئی ہے کہ کسی طرح اپنی جانب سے کوئی لفظ تو کیا کوئی حرف استعمال نہیں کیا گیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ علم ودیانتداری کے روشنی میں وہ اس سنگین نا قابل معافی جرم کا مرتکب ہوا ہے یا نہیں۔

یقیناً مجتہد کی خطا پر ایک درجہ کا ثواب ہے اور وہ ہے اس کی تلاش حق کی سعی کا اجر لیکن اگر قرآن وحدیث کی کسی آیت و روایت سے قائل کا اجتہاد متصادم ہو اور سواد اعظم اس کے احتجاج پر مجبور ہو جائیں تو ایسی صورت میں اس قول اور روایت کو محو کر دینا ہی اولیٰ ہے تا کہ اسلام جیسے اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ مذہب میں خوب و ناخوب کا امتیاز باقی رہے اور اس کے کافی شواہد موجود ہیں کہ ابن تیمیہ نے جس وقت زیارت روضۂ اقدس کے سفر کو بخاری شریف کی حدیث کو پیش نظر رکھ کر اپنی غلط فہمی وکذب گوئی سے ناجائز کہنے کی جرأت کی علماء ربانین اور طبقہ امت ہائے مسلمین نے سخت احتجاج کیا ساتھ ہی یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ جن احادیث میں زیارت قبر انور کی ترغیب دلائی گئی ہے اور امید شفاعت بندھائی گئی ہے ان کا جواب کیا ہوگا نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تابعین کرام وسلف صالحین رحمھم اللہ علیھم اجمعین نے جس اہتمام و انصرام کے ساتھ اپنے ادوار میں زیارت روضہ انور کے لئے سفر اختیار فرما کر اپنا نام مقربین خدا میں شامل فرمایا اور زیارت مقدسہ کی سعادت حاصل فرمائی ان کے ان اعمال حسنہ کا کیا وزن ہوگا اگر زیارت روضہ انور کے لئے سفر معاذ اللہ ناجائز تھا تو ان حضرات کے قصد سفر کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باجود انہوں نے اپنے آپ کو گنہگاروں کی فہرست میں شامل کر لیا اور یہ امر مسلم ہے کہ فرد واحد تو گمراہ باغی اور نافرمان مانا جاسکتا ہے مگر پوری امت کو گمراہی پر مجتمع ماننا دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔

مورخ ابن تیمیہ کی گمراہی کے سنگین نتائج

اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر شاہد وعادل ہیں کہ قرون اولیٰ اور اسلام کے ذریں ادوار میں ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ ہزاروں ولاکھوں میل کی دوری کا سفر اختیار کر کے حج کے فرائض سے سبکدوش ہو کر لوگ بغیر زیارت روضہ انور محروم واپس ہوئے ہوں مگر ابن تیمیہ کی غلط روش ورتاویل باطل سے متاثر ہو کر سینکڑوں لوگ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد زیارت روضہ حضور شہ انبیاء (صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محروم ہو کر خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے اور صرف اس وجہ سے زیارت کی سعادت سے محروم ہوئے کہ کہیں ناجائز امور کے مرتکب نہ ہو جائیں یہ محض امر واقعہ ہی نہیں تاریخی اور دستاویزی حقیقت

ہے چنانچہ راقم الحروف سے چھ ایسے اشخاص سے ملاقات ہوئی جو خانہ کعبہ کا حج کر کے واپس ہوئے اور روضہ انور پر حاضری نہیں دی۔

مولوی عبدالشکور کا کرب

دیو بندیوں کے پیشوا مولوی عبدالشکور کاکوروی بھی اس کرب و بے چینی کا شکار یہ سن کر ہوئے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے چنانچہ پہلے وہ ان لفظوں میں صحابہ کرام کی دلچسپی روضہ منورہ کی حاضری کے لئے بیان کرتے ہیں کہ اس قسم کی اور بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتابعین اس زیارت پر کیسے دلدادہ تھے اور اس کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے، درحقیقت مومن کے لئے حق سبحانہ کے دیدار کے بعد اس سے زیادہ اور کون سی دولت و نعمت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس قبہ نور کی زیارت کرے اور اس کس بیکساں تکیہ گاہ ہر دو جہاں کی خدمت میں سلام عرض کرے اور اس کے جواب سے مشرف ہو۔

این سعادت بزرو بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

اس نعمت عظمیٰ کا لطف اس شخص سے پوچھئے جس کی قسمت نے یاری کی ہو اور اس شربت کی چاشنی اس کو مل چکی ہو اور خدا نے اس کو قلب سلیم اور ایمان کے ساتھ درد و محبت سے ممتاز فرمایا ہو۔ اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ بعض لوگ اس زیارت با سعادت کو یا اس کے لئے سفر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں اور اپنی خوش فہمی سے اس پر نازاں ہیں۔ سنا ہے کہ بعض لوگ حج کر کے اپنے وطن لوٹ آئے اور مدینہ منورہ نہ گئے۔ ہائے افسوس اس سے زیادہ محرومی کیا ہوگی۔ علم الفقہ حصہ پنجم ص ۹۳۔۹۲ مصنف مولانا عبدالشکور کاکوروی مکتبہ فاروقیہ ۲۲۰/۵۰ دریائی ٹولہ لکھنو۔

یقیناً بات سو فیصد صحیح ہے کہ صحابہ وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیارت پر بہت دلدادہ تھے اور اس کے لئے بڑا اہتمام کرتے تھے اور دنیا و مافیہا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت اور تمام سعادتوں سے بڑھ کر سعادت تصور کرتے تھے لیکن یہ بتانے کی زحمت کی جائے کہ نصوص قرآن واحادیث کے ہوتے ہوئے جس شخص نے زیارت با سعادت اور اس کے لئے سفر کو ناجائز کہا کیا اس نے اپنے قول باطل سے صحابہ کرام تابعین عظام کو مورد الزام وگنہگار تصور نہیں کیا یقیناً کیا؟ کیا ایسے شخص کو جن لوگوں نے اپنا مقتدا و پیشوا مانا، اور اسے شیخ الاسلام والمسلمین اور محقق اعظم جیسے خطاب سے نواز کر اس کی حوصلہ

افزائی کی ایسے لوگوں کا ٹھکانہ کہاں ہے اس کی پوزیشن کی صفائی کرنے کی جرأت کر کے یہ کہہ کر ہرگز اپنی گلوخلاصی نہیں کر سکتے کہ ان آیات پر ابن تیمیہ کی نظر نہیں تھی کیونکہ وہ سورداس کی طرح نابینا نہیں تھا۔

غلط تاثر دینے کا حقیقی مقصد

یہ ابن تیمیہ کے غلط استدلال ہی کا نتیجہ ہے کہ منکرین زیارت نے یہ تاثر دینے کی مذموم وقبیح جسارت کی ہے کہ جب سید الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کا بغرض زیارت سفر کرنا ناجائز ہے تو دیگر انبیاء وصحابہ شہداو صلحا کے مزارات کی زیارت کا سفر کیوں کر جائز ہوسکتا ہے اس غلط استدلال کی بنیاد پر ایک جماعت بدعقیدگی کا شکار ہے اور اپنی خوش فہمی سے تصور کرتی ہے کہ ہم ہی حق کے علمبردار ہیں جس میں عوام ہی نہیں بڑے بڑے صاحب بہادر علماء دانشوران قوم شامل ہیں جنہیں لوگ جماعت کی ناک سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ اس بدعقیدگی کے عذاب وعتاب کا سب سے بڑا حصہ دار ابن تیمیہ ہے جس نے نہ صرف علماء حق اور جماعت اہلسنت کی خوش عقیدگی پر دن دہاڑے ڈاکہ زنی کی ہے بلکہ معتقدات اہلسنت کو چیلنج کرتے ہوئے تمام صحابہ، تابعین وسلف صالحین کو ناجائز امور کا مرتکب ٹھہرا کر ان کی حرمت سے کھلواڑ کرتے ہوئے انھیں مستحق عذاب گردانا ہے، نعوذ باللہ من شرور انفسنا

مدینہ منورہ کے فضائل

مدینہ منورہ کا تقدس اور اس کی شان وعظمت اس قدر ہے کہ زبان انسان اس کے بیان سے قاصر ہے اور کیوں نہ ہو کہ وہ بہترین انبیاء وسید المرسلین کا مسکن اور مدفن ہے یہ ایک ایسی بلند وبرتر فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو حاصل نہیں اور یہ کہا جائے کہ بلندی وفضیلت کے اعتبار سے یہ مقام کسی اور مقام کو نصیب نہیں ہے تو حق ہے سلف صالحین نے اپنی تحقیق سے تحریر فرمایا ہے کہ دیگر کسی مقام کو اور کوئی دوسری فضیلت کیسی ہی کیوں نہ ہو اس مقام رفیع کی کسی طرح ہمسری نہیں کرسکتا کیونکہ۔۔۔

اگر در مکہ مقام ابراہیم است
بہ مدینہ آکہ مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم است

اگر مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم ہے تو مدینہ طیبہ مقام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لاریب یہ وہ مقام مقدس ہے کہ تمام عالم کے مقامات کو اس پر فخر ہے۔۔۔

ایں جابیا کہ مہبط اسرار ایزدی است
ایں جابیا کہ مشرق نور محمدی ﷺ است
ایں جابیا کہ نور یقیں جلوہ میکند
خوش وقت آن کسے کہ بایں نور مہتدی است
ایں جانزول مائدہ عیش دائمی است
ایں جاوصول فائدہ فیض سرمدی است

مدینہ منورہ کے نام احادیث پاک میں بکثرت وارد ہوئے ہیں یقیناً یہ بھی اس کی فضیلت و بزرگی کا ایک حصہ ہے منجملہ ان کے چند نام یہاں درج کیے جاتے ہیں طابہ، طیبہ، طیبہ، طائبہ علماء تفسیر و محدثین کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ نہایت پاک مقدس و پاکیزہ مقام ہے نجاست ظاہری سے بھی بری ہے اور نجاسات معنوی کفر و شرک سے بھی پاک ہے اس مقام کی در و دیوار اور ہر چیز میں حتیٰ کہ یہاں کی مٹی میں بھی نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبودار چیز میں نہیں پائی جاتی ہے۔

ہر کجا بگذری جو باد بہار
ندہد جز شمیم مشک تا ر

اس خوشبو کا ادراک اہل ایمان کرتے ہیں خاص کر وہ لوگ جن کے دل حضور سید المرسلین شفیع المذنبین محمد عربی ﷺ کی محبت والفت سے لبریز ہیں وہ اس خوشبو کی دلبرانہ کیفیت سے خوب واقف ہیں، واقف رموز اسرار پیر طریقت حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں ہرگز نہیں ہے شیخ برحق حضرت ابو عبداللہ عطار کا شعر ہے کہ۔۔۔

بطیب رسول اللہ طاب نسیمہا
فما المسک وار کافور و الصندل الرطب

ترجمہ:۔ رسول خدا ﷺ کی خوشبو سے اس کی ہوا خوشبودار ہوگئی پس نہ مشک اس کی برابری کرسکتا ہے نہ کافور اور نہ صندل تر بھی۔ مشک عنبر میں بھی ایسی خوشبو کہاں۔۔۔ جیسی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے۔

علماء و محدثین نے کچھ نام اور بھی ذکر کیے ہیں مثلاً ارض اللہ، دار الھجر ۃ، بیت رسول اللہ، حرم رسول اللہ، محبوبہ اور حسنہ مگر سب سے زیادہ مشہور نام مدینہ ہے رسول اکرم ﷺ کی ہجرت سے قبل اس کا نام یثرب تھا اور یہاں کی آب و ہوا نہایت

ناقص اور خراب تھی اکثر وبائی بیماریاں رہتی تھیں یہاں باہر سے آنے والے لوگ ٹھہر نہ سکتے تھے۔ شروع شروع میں جب ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما سخت بیمار ہو گئے ان کی حالت زار دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت یہ دعا مانگی۔ اے مالک الملک مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے جیسا کہ تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال رکھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کر دے اس کا بخار ہم سے دور کر کے جحفہ کی طرف بھیج دے اے اللہ ہمارے صاع اور مد میں برکت دے اور مدینہ کی آب وہوا درست کر دے۔ (صحیح بخاری)۔

جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب نام تبدیل فرما کر مدینۃ الرسول تجویز فرمایا اور اس کے لئے دعائے رحمت فرمائی اس وقت سے لے کر آج تک مدینہ پاک میں شفاء ورحمت قدرت نے ودیعت فرما دی اور تمام وبائی امراض نقص وخرابی نکل کر شفاء ورحمت کے سانچے میں ڈھل گئی اب وہاں جو بھی مریض وبیمار جاتے ہیں شفا اور رحمت پا کر واپس آتے ہیں اکثر علماء کرام نے اس مٹی کے متعلق جو مدینہ طیبہ میں وادی بطحان کی مٹی ہے جس کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرض تپ میں تجویز فرمایا کرتے تھے اور فوراً ہی شفاء ہوتی تھی اپنا تجربہ بھی تحریر فرمایا ہے، چنانچہ شیخ محقق حضرت سیدنا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جذب القلوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جس زمانہ میں مدینہ منورہ میں میرا قیام تھا میرے پیر میں ایک سخت قسم کا مرض پیدا ہو گیا تمام اطباء نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے صحت بہت دشوار ہے میں نے اسی خاک سے اپنا علاج کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی۔ یہ ہی نہیں مدینہ منورہ کی خاک پاک کے علاوہ دیگر تمام اشیاء میں میوہ جات سبزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے وہ تاثیر اور شفا ودیعت فرما دی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اکثر حضرات نے اس قسم کی خاصیتیں میووں مثلاً کھجور وانجیر وغیرہ میں بھی ثابت کی ہیں اور لوگوں نے تجربہ کیا ہے اگر چہ اس امر کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاک وغیرہ میں بھی شفا ہے کسی تجربہ کی کوئی حاجت نہیں یہ تو شفائے جسمانی ہے اہلِ ایمان تو وہاں کی خاکِ پاک میں شفائے روحانی کا یقین رکھتے ہیں

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے محبت"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے کس قدر محبت فرماتے تھے اس کا اندازہ صحیح حدیث بخاری کی روایت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر میں تشریف لیجاتے تو لوٹتے وقت جب مدینہ منورہ قریب آجاتا اور اس کی عمارتیں

نظر آنے لگتیں تو آپ ﷺ اپنی سواری کو کمال شوق میں تیز کر دیتے اور فرماتے طابہ آ گیا۔ اور اپنی چادر پاک شانہ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے کہ یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں۔

صحابہ کرام میں سے جو کوئی بوجہ گرد وغبار کے اپنا منھ بند کرتا تو آپ منع کرماتے اور فرماتے کہ مدینہ کی خاک میں شفا ہے

(۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا گزر ہر شہر میں ہوگا مگر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ نہ آنے پائے گا۔ فرشتے ان شہروں کی حفاظت کریں گے

(۳) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ برے آدمیوں کو نکال دیتا ہے جیسے لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے

(۴) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا جیسے کی سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے

(۵) نبی اکرم ﷺ جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے چلنے لگے تو دعا فرمائی کہ اے پروردگار اگر تو مجھے اس شہر (مقدس) سے نکالتا ہے جو اور مقامات سے زیادہ مجھے محبوب ہے تو اس مقام میں مجھے لیجا جو تمام شہروں سے زیادہ تجھے محبوب ہو۔

(۶) نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات ہو سکے کہ مدینہ میں مرے (یعنی مدینہ میں اقامت کر کے موت کی تمنا کرے) اس کو چاہئے کہ مدینہ میں مرے، کیونکہ جس شخص کو مدینہ میں موت نصیب ہوگی قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا اور دوسری حدیث میں روایت ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں کو میری شفاعت کی دولت نصیب ہوگی وہ اہلِ مدینہ ہوں گے۔ اس کے بعد اہلِ مکہ، اس کے بعد اہلِ طائف، اللہ اللہ مدینہ میں موت کا یہ مقام اور اہلِ مدینہ کا یہ شرف اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک میں مروی ہے کہ اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے محبوب کے شہر میں موت دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ کہ راہِ خدا میں شہید بھی ہوئے۔ اور مدینہ پاک میں موت بھی نصیب ہوئی اور روضۂ محبوب خدا ﷺ میں مدفون ہونا بھی نصیب ہوا۔

شہر محبوب میں موت کی تمنا لئے ہوئے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ایک بار حج کرنے کیلئے خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد فوراً ہی مدینہ منورہ واپس آ گئے پھر کبھی مدینہ منورہ سے باہر قدم نہیں نکالا

کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مدینہ سے باہر جاؤں اور مجھے موت آجائے تمام عمر مدینہ طیبہ میں رہے اور وہیں وفات پائی۔

(۷) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کا مقام ہے اور وہی میرا مدفن ہے اور وہیں سے میں قیامت کے دن اٹھونگا جو شخص میرے پڑوسیوں (یعنی مدینہ والوں) کے حقوق کی حفاظت کرے گا، قیامت کے دن میں اسکی شفاعت کروں گا اور اسکے ایمان کی گواہی دوں گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کی جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا معاملہ کرے گا وہ ایسا گھل جائیگا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے

(۸) منجملہ فضائل مدینہ منورہ یہ ہے کہ وہاں مسجدِ نبوی شریف ہے جو آخر مساجد انبیاء ہے یہی وہ مقدس مسجد ہے جس میں آقائے دوجہاں ﷺ نے نماز پڑھنے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں ایک نماز ان ہزار نمازوں سے بہتر ہے جو کسی اور مسجد میں ادا کی گئی ہو سوائے مکہ مکرمہ کے، اس مسجدِ پاک کی بزرگی اور فضیلت کوئی کیا بیان کرسکتا ہے۔ جس کے بارے میں سرورِ دوعالم ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا، مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ یعنی میری قبر شریف (روضۂ اقدس) اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے اور فرمایا میرا منبر (قیامت کے دن) میرے حوض کے اوپر ہوگا۔

(۹) ازانجملہ مسجدِ قبا جو دین اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جس کی تعریف قرآن مجید میں بھی وارد ہے اور جس کو مسجدِ تقویٰ کا لقب بھی دیا گیا ہے وہ مسجدِ مقدس یہیں ہے حضور سید عالم ﷺ ہفتہ میں ایک بار وہاں ضرور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ کبھی پا پیادہ تو کبھی سوار ہوکر،

مسجدِ قبا کے بھی بہت فضائل ہیں۔

(۱۰) تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کا وہ مقدس حصہ جو جسمِ اطہر حضور انور ﷺ سے متصل ہے تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبۂ مقدسہ بلکہ عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے

(۱۱) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مؤطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور زجر وانکار کے حضرت عبد اللہ ابنِ عباس مخزومی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے؟ انھوں نے جواباً کہا کہ مکہ خدائے تعالیٰ کا حرم ہے اور وہاں اسکا گھر ہے بااین وجہ میں اس کو افضل کہتا ہوں حضرت عمرِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خدائے تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا۔ پھر فرمایا کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے انھوں نے پھر وہی جواب دیا کہ مکہ خدا کا حرم ہے اور وہاں اس کا گھر ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ میں خدا کے حرم اور اسکے گھر کی نسبت کچھ نہیں کہتا کئی بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کلام کی تکرار فرمائی کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے اور پھر وہاں سے چلے آئے۔ اس سے بعض علماء نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کو مستثنیٰ فرما کے مدینہ کو ملّہ سے افضل کہتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہر حال مدینہ طیبہ کو ملّہ معظمہ سے افضل مانتے تھے اور اسی وجہ سے مدینہ میں سکونت اور شہادت کی دعا کیا کرتے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(۱۲) حضرت امام احمد حنبل و حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما مضبوط دلائل پیش فرماتے ہوئے مدینہ طیبہ کی عظمت ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں کہ کعبہ معظّمہ میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اور ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے لیکن خطاء و معصیت کا بھی یہی حال ہے کہ ایک خطا ایک لاکھ خطاؤں کے برابر اور ایک گناہ ایک لاکھ گناہوں کے برابر ہے مگر مدینہ طیبہ میں ایک نیکی اور ایک عبادت کا ثواب مکہ معظمہ سے نصف ہے لیکن ایک گناہ ایک ہی گناہ کے برابر ہے اور قوی امید ہے کہ ایک گناہ بھی فردِ جرم میں نوٹ نہ ہو کیوں کہ انکے ماتھے شفاعت کا سہرا ہے وہ شفیعِ عاصیاں یہاں آرام فرما ہیں ان کے طفیل اس گناہ کی بخشش یقینی ہے۔

(۱۳) حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی عظمت کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہرِ مقدس کی قسم کھائی جسمیں محبوب خدا ﷺ کی جلوہ گری ہے **لا اقسم بھٰذا البلدِ** تو جب تک حضور ﷺ کی جلوہ گستری خانۂ کعبہ میں رہی اس وقت تک خانۂ کعبہ افضل رہا اور جب مدینہ طیبہ میں آپ جلوہ گر ہوئے تو مدینہ طیبہ افضل ٹھہرا۔ اور اب تو تا قیامت آپ ﷺ مسجدِ نبوی شریف میں اپنی تربتِ انور میں آرام فرما رہیں گے تو نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ طیبہ دنیا و آخرت کے تمام مقامات سے تا قیامت افضل رہیگا۔

(۱۴) مدینہ طیبہ کو محبوب کا وصال حاصل ہے اسی لئے وہاں کی ہر شی سرسبزہ ہے مدینہ طیبہ کی کھیتیاں اور باغات، گنبدِ خضریٰ مسجدِ نبوی روضۂ منورہ کی چادر شریف وغیرہ سب ہرا بھرا دکھائی دیتا ہے اور سبز رنگ وصال کی نشانی ہے کعبہ معظمہ کو محبوب کا ہجر و فراق نصیب ہوا ہے اسی وجہ سے وہاں کی ہر چیز سیاہ ہے فرش و ستون، حجرِ اسود، غلافِ کعبہ وغیرہ، اور سیاہ رنگ جدائی و فراق کی نشانی ہے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
ظاہر دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

کعبہ و روضۂ اطہر کے متعلق فرماتے ہیں۔

کعبہ دلہن ہے روضہ اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

یہ بہترین تاویل ہے جس سے اہلِ ذوق کیف و سرور حاصل کرتے ہیں۔ دولہن اور نئی دولہن دونوں میں جو امتیاز ہے وہ اہلِ دل واہلِ نظر سے مخفی نہیں، آگے فرماتے ہیں۔

دونوں بنیں انیلی سجیلی دلہن مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

یعنی دولہن انیلی سجیلی تو دونوں ہیں مگر ان دونوں میں سہاگن وہ ہے جس کے پاس اسکا ساجن موجود ہے ظاہر ہے کہ اس سے مراد مدینہ طیبہ ہے جس کے پہلو میں معراج کا دولہا جلوہ گر ہے اور سچ تو یہ ہے کہ سب انھیں کے دم قدم کی بہاریں ہیں وہ نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

وہ تو وہ ہیں جنھیں اصل کائنات ہونے کا فخر حاصل ہے (جانِ عالم) لو لاک لما خلقتُ الدنیا ہیں

ہوتے کہاں خلیل بنا کعبہ و منٰی
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اور سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ عاشق کی نگاہ میں وہ مقام سب سے افضل و اعلیٰ ہے جہاں اس کا معشوق رہتا ہو چنانچہ کسی شخص نے مجنوں سے پوچھا کہ او! دیوانے ذرا یہ تو بتا تیری نگاہ میں سب سے افضل کون سا مقام ہے اس نے جواب دیا میری نگاہ میں وہ جگہ سب سے افضل و بہتر ہے جہاں میرا محبوب ہو۔ علامہ فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے اس پر سارا قصہ تمام فرمایا ہے۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد !
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

”زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب“

(۱) جو کوئی شخص بغرضِ حج مکہ معظمہ جائے اگر حج فرض ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے حج سے فراغت حاصل کرے پھر زیارت کیلئے مدینہ طیبہ جائے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے خواہ پہلے زیارت سے مشرف ہو لے یا اس کے بعد حج کرے خواہ پہلے حج کی سعادت حاصل کر لے اس کے بعد زیارت سے مشرف ہو یہ سب صورتیں اس حالت میں ہیں کہ جب حج کیلئے جانے کا راستہ مدینہ طیبہ کی طرف سے نہ ہو اور اگر جانے کے راستہ ہی میں مدینہ منورہ ملتا ہو جیسے کہ اہلِ شام کہ وہ مکہ معظمہ آنا چاہیں تو پہلے ان کو مدینہ منورہ ملے گا، تو ایسی حالت میں اول زیارت سے مشرف ہونا چاہئے اور اس کے بعد فریضۂ حج ادا کرنا چاہیے خواہ حج فرض ہو یا نفل کیونکہ باوجود اس قدر قرب کے پھر زیارت کا ترک کر دینا نہایت بدبختی اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہے (ردالمختار)

(۲) رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے جس وقت مدینہ منورہ کی طرف کوچ کرے چاہئے کہ اپنے ذوق وشوق کو حتی الامکان ترقی دے اور اپنے دل کو بشارت دے کہ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ اب عنقریب حضور سید المرسلین خاتم النبین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے روضۂ مطہرہ کی زیارت نصیب ہونے والی ہے اور سوا ان خیالات کے اور کسی قسم کے خیالات کو اپنے دل میں نہ آنے دے اور راستے بھر درود شریف کی کثرت رکھے سوا اوقاتِ نماز کے اور قضائے حاجت کے چاہئے کہ اسی عبادتِ عظمیٰ میں مصروف ومشغول رہے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تقرب کا کوئی ذریعہ درود شریف سے بہتر اور کوئی نہیں ہے، درود شریف کی کثرت وہ مبارک اور مقدس نعمت ہے کہ جس کے ذریعہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کی زیارت نصیب ہوتی ہے، خصوصاً مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر درود شریف کی کثرت کرنا عجیب ہی ثمرہ دیتا ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بہت سے فرشتوں کو اسی کام پر مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتے حضور نبوی میں پہنچ کر عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے حضور کی زیارت کے لئے آرہا ہے

اور اس نے اپنے پہنچنے سے پہلے آپ کی بارگاہ اقدس میں یہ تحفہ آپ کے لئے بھیجا ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمھارا اور تمھارے باپ کا نام لیا جائے اور ساتھ ہی تمھارا تحفہ اس شہنشاہِ عالم کے حضور پیش کیا جائے۔

جاں می دہم درآرزوئے قاصد آخر باز گو
درمجلسِ آں نازنین حرفِ کہ ازماں می رود

(۳) اثنائے راہ میں جس قدر مقاماتِ مقدسہ ومتبرکہ ہیں ان سب کی زیارت سے مشرف ہو خاص کر وہ مساجد جن میں حضور سید المرسلین ﷺ نے نماز پڑھی یا جن مقامات کو آپ نے اپنے قدمِ مبارکہ سے شرف بخشا ان سب کی زیارت سے مشرف ہو اور جب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے تو وہاں دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے لئے اس عمل کو سب سے بڑی خوش نصیبی تصور کرے۔

(۴) جب حرم محترم شریف طیبہ مقدسہ کے قریب پہنچے اور وہاں کی عمارات اور مقامات دکھائی دینے لگیں تو نہایت خضوع خشوع اور فرحت ومسرت کو اپنے دل میں جگہ دے اور اس امر کا تصور پیش نظر رکھے کہ اب ہمیں سلطانِ دوجہاں ﷺ کی بارگاہِ مقدسہ میں حاضری کی توفیق نصیب ہو رہی اور جس قدر ممکن ہو سکے ان مقاماتِ مقدسہ کی عظمت وجلالت کا خیال زیادہ سے زیادہ رکھے اور ہر گز کوئی بات اپنی دانست میں خلافِ ادب سرزد نہ ہونے دے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جن کے قلوب نورِ ایمان سے منور ہوتے ہیں حضور انور ﷺ کی الفت ومحبت انکے سینوں میں بیک وقت روشن ہو اٹھتی ہے اور ایک عجیب سرور کیف ووجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر زائر کا اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا ظاہر ہیکہ اس حالتِ بیخودی میں کبھی کسی سے کوئی بات خلاف شرع صادر ہو سکتی ہے یہ بھی خوب یاد رکھئے کہ ہم شفیع عاصیاں رحمتِ دوجہاں ﷺ کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہیں یقیناً وہ اپنی شفاعت سے ہمیں محروم نہ فرمائیں گے اور اگر کسی شخص کو یہ حالت نصیب نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت پیدا کرنے کی کوشش کرے اور ذوق وشوق والوں کی سی صورت بنائے اگر بہ تکلف یہ حالت اپنے اوپر یہ حالت قائم رکھے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود کیف سرور وجدانی کیفیت طاری ہو جائے گی۔

بوئے یارے مہربانم می رسد
بوئے جاناں سوئے جانم می رسد

محبوب کی شہرِ مقدس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائے پھر جب جبلِ مفرح کے قریب پہنچے تو اس پر چڑھ کر مدینہ منورہ شریف کی عمارات کا مشاہدہ کرے کہ اس کا دیکھنا بھی موجبِ خیر وبرکات وذریعہ بخشش ونجات ہے پھر جب مدینہ منورہ بالکل سامنے آجائے تو بخیالِ ادب اور باقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں مسجدِ نبوی شریف تک پیادہ پا جائے روایت ہے کہ جب قبیلۂ عبدالقیس کے لوگ بارگاہِ نبوی میں بغرضِ زیارت حاضر ہوئے تھے تو جیسے ہی ان کی نظر اس جمال پاک پر پڑی۔ بغیر اونٹ کے بٹھائے بے اختیار یہ حضرات اپنی سواریوں سے نیچے اتر آئے اور حضور اور ﷺ نے ان کے اس حسن ادب کی تحسین فرمائی۔ پھر جب حرم شریف مدینہ منورہ کے اندر داخل ہونے

لگےتو سب سے پہلے حضور خیر البشر ﷺ کی خدمت بابرکت میں باادب سلام عرض کرے اس کے بعد یہ دعا مانگے اللھم هذا حرم نبیک و مھبط حیک فامن لی با الدخول فیه واجعلهٔ لی وقیة من النار واما نأمن العذاب واجعلنی من الفائزین بشفاعة المصطفی یوم المآب ترجمہ: اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے اور تیری وحی اترنے کی جگہ ہے پس مجھے اس میں داخل ہونے کی دولت عنایت فرما اور اس کو میرے لئے دوزخ سے بچنے کا ذریعہ اور عذاب سے امان کا (باعث) بنا اور مجھے ان لوگوں میں سے کردے جن کو قیامت کے دن حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔

(۵) مدینہ طیبہ کے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے خوب اچھی طرح غسل وطہارت کرے اور اگر حرم شریف کے باہر غسل کرنا ممکن ہو تو داخل ہونے کے بعد زیارتِ روضۂ اقدس کے لئے جانے سے قبل اچھی طرح غسل کرے اور خوشبو وغیرہ کا استعمال کرے اور عمدہ لباس جو میسر ہو زیبِ تن کرے بہتر یہ ہے کہ سفید لباس پہنے کیونکہ رسول پاک ﷺ کو سفید لباس سے زیادہ رغبت ہے اور اپنے آپ کو آراستہ کرنیکے بعد نہایت ادب اور حلم ووقار سے مدینہ منورہ کی زمینِ مقدس پر قدم رکھے اور اس بات کا مکمل خیال ہر وقت دل میں رکھے کہ یہ وہ پاکیزہ اور مقدس زمین ہے جس کو حبیب خدا ﷺ نے اپنے قدم پاک سے زینت بخشی ہے اور جس سے آپ کے قدوم پاک نے مس کیا ہے اور یہ وہی گلی کوچے ہیں جہاں آپکے جاں نثار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چلتے پھرتے تھے درحقیقت یہ زمینِ مقدس تو اس قابل ہے کہ یہاں آدمی سر کے بل چلے کسی عاشقِ رسول صادق کا کلام ہے

بر زمینے کے نشاں کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ اربابِ نظر خواہد بود

(۶) مدینہ منورہ کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے بقصد زیارتِ حضور سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ مسجدِ شریف میں جائے۔ یاد رہے کہ زیارتِ روضۂ اقدس کو ہر کام اور ہر چیز پر مقدم رکھے اپنا سامان اور اسباب وغیرہ بحفاظت تمام رکھ کر نہایت اطمینان کے ساتھ زیارت کے لئے آئے تاکہ زیارت کے وقت تمام خطرات دل سے دور ہوں اور یکسوئی کے ساتھ زیارتِ مبارکہ کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوسکے۔ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے، اعوذ باللہ بسم اللہ السلام علیٰ رسول اللہ السلام علیک ایھا النبی و رحمة اللہ و برکاتهٗ ترجمہ:۔ میں (شیطان) سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام لیکر (اس میں داخل ہوتا ہوں) اللہ کے رسول پر سلام ہو اے نبی ﷺ آپ پر سلام

ہواور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت ادب واحترام کا پورالحاظ رکھے اول داہنا پاؤں مسجد شریف میں رکھے اور یہ بات دل میں ہمہ وقت جمائے رکھے کہ یہ مسجد شریف حضور خاتم الانبیاء علیہ ﷺ کی ہے یہ وہ مقدس مسجد ہے جس میں آقائے دوجہاں علیہ ﷺ نمازیں پڑھا کرتے تھے اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی جبرائیل امین اکثر یہاں تشریف لایا کرتے تھے بہتر یہ ہیکہ مسجدِ نبی شریف میں داخل ہونے سے قبل فقرائے مدینہ کو کچھ صدقہ دیدے یہ عمل مستحب ہے پھر مسجدِ شریف میں پہنچ کر اعتکاف کی نیت کرے کیونکہ یہ بے مشقت عبادت ہے اور اسکا ثواب بہت زیادہ ہے، پھر مسجدِ میں منبرِ اقدس کے قریب دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے اور اس نماز میں طول نہ دے الحمد کے بعد قل یایہا الکافرون و قل ھو اللہ احد پر اکتفاء کرے۔دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرے کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس کو یہ دولت نصیب فرمائی اور اس بارگاہِ عظمت وجاہ میں حاضری کی توفیق عطا فرمائی جس کی آستاں بوسی کی تمنا میں بڑے بڑے قدسی جان نچھاور کرنے کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

(۷) دوگانہ شکر کے بعد زیارتِ مقدسہ کیطرف متوجہ ہو اور اچھی طرح یہ سمجھ لے کہ میں اب اس باعظمت بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پرجلال بادشاہوں کی کچھ بھی وقعت نہیں جو اللہ کے تمام بندوں کا سردار اور سب سے زیادہ اس کا مقرب اور محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا الہ العلمین اس مقامِ مقدسہ کے لائق ادب اور تعظیم کی مجھے توفیق عطا فرما اور میرے دل اور تمام اعضاء کو خلافِ ادب باتوں سے محفوظ رکھ حقیقت یہ ہیکہ بغیر عنایتِ خداوندی و رحمت ایزدی اس درگاہ عرش اشتباہ کی شان کے لائق ادب و تعظیم کسی سے بھی ممکن نہیں جیسا کہ ایک عاشق زار شاعر کا کلام ہے۔

فلما اتینا قبر احمد علیہ ﷺ لاح من سناہ ضیاء اخجل الشمس والبدرا

وقمنا مقاما اشھد اللہ انہ! یذکرنا من فرط ھیبۃ الحشرا !

ترجمہ:۔ جب ہم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ ﷺ کی قبر شریف پر پہونچے تو انکے نور سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے آفتاب و ماہتاب کو شرمندہ کردیا اور ہم ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ خدا کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ وہ مقام اپنی ہیبت سے حشر کو یاد دلاتا تھا۔غرضیکہ حتی الامکان ظاہر و باطن سے ادب و تعظیم وخشوع وخضوع کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے، پھر نہایت ادب و تعظیم سے نماز کی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سر مبارک کی طرف منہ کر کے کچھ فاصلہ پر کھڑا ہو اور اس بات کا پختہ یقین کرے

کہ حضور شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین ﷺ اس کی حاضری سے خوب واقف ہیں اور اس کو دیکھ رہے ہیں اور اسکے سلام کا
جواب مرحمت فرمار ہے ہیں اور اس کی دعا پر آمین فرمار ہے ہیں اور اسکے حال پر نہایت لطف وعنایت فرماتے ہوئے اس کی
بخشش ونجات کا سامان مہیا فرمار ہے ہیں۔اس خیال کو دل میں خوب پختہ کر کے نہایت دردناک باادب انداز میں کمالِ
ذوق وشوق کے ساتھ معتدل آواز میں اس طرح عرض کرے، السلام علیک سیدی یا رسول اللہ السلام
علیک سیدی یا نبی اللہ ، السلام علیک سیدی یا حبیب اللہ ،السلام علیک یا نبی الرحمہ ،
السلام علیک سیدی یا شفیع الامۃ ،السلام علیک یا سید المرسلین، السلام علیک یا خاتم
النبیین، السلام علیک یا مزمل السلام علیک یا مدثر السلام علیک و علیٰ اُصولک الطیبین ،
و اھل بیتکَ الطاھرینَ الذینَ اَذھبَ اللہ عنھم الرجسَ و یطھرھم تطھیراً جزاک اللہ عنّا افضل
ما جزیٰ نبیاً عنْ قومہٖ و رسولاً عنْ امتہٖ اشھدُ انکَ رسول اللہ قد بلّغتَ الرسالۃ و ادیتَ الامانۃ و
نصحتَ الامۃ و اوضحت الحجۃ و جاھدت فی سبیل اللہِ حقاً جھادہٖ و اَقُحتَ الدین حتی اتاک
الیقین صلی اللہ تعالی علیک و سلم و علی اشرفِ مکانٍ تشرف بحلول جسمک الکریم فیہ
صلاۃً وَ سلاما دائمین من رَّبِّ العالمین ترجمہ:۔آپ پر سلام ہو اے میرے سردار اے اللہ کے پیارے
رسول آپ پر سلام ہو،اے میرے سردار اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو،اے میرے سردار اے اللہ کے حبیب (پیارے)
آپ پر سلام ہو اے میرے سردار اے نبی سراپا رحمت آپ پر سلام ہو،اے امت کی شفاعت فرمانے والے آپ پر سلام
ہو،اے نبیوں کے سردار آپ پر سلام ہو،اے تمام نبیوں کے خاتم آپ پر سلام ہو،اے مزمل آپ پر سلام ہو،اے مدثر آپ
پر سلام ہو،اور آپکے پاکیزہ باپ داداؤں پر اور اہلبیت پاک پر جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست کو دور کردیا اور انھیں خوب
پاک (ستھرا) کردیا اللہ آپ کو ہم سب کی طرف سے جزاء عطا فرمائے ان (تمام) جزاؤں سے بڑھکر جو اس نے کسی نبی کو
اس کی قوم کیطرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کیطرف سے عطا فرمائی، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں
آپ نے اللہ کے پیغام پہونچائے اور امانت ادا کردی،اور امت کی خیر خواہی کی،اور دین حق کی دلیل روشن کردی اور اللہ کی
راہ میں خوب جہاد کیا اور دین کو مضبوط کردیا یہاں تک کہ آپ ﷺ وصال فرماگئے اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے اور اس
بزرگ جگہ پر جو آپکے جسم کریم کے حلول سے مشرف ہے ایسے صلوٰۃ وسلام جو رب العلمین کی طرف سے ہمیشہ رہیں۔
زائرین کو چاہئے کہ جو دعا پڑھے اسکے معنیٰ ضرور معلوم کرے زیارت کرانے پر مامور جو معلمین عربی میں دعائیں

پڑھاتے ہیں ان سے ترجمہ معلوم کرنے کی کوشش کرے، اگر معلوم نہ کر سکے تو پھر اپنی زبان میں دعا کرے اور جو جی چاہے جائز حدود میں عرض و معروض کرے اور اپنے ذوق وشوق کو ہرگز روکنے کی کوشش نہ کرے مگر ادب و تعظیم کا بہت بہت خیال رکھے جو مشتاق دردمند ہزاروں تمناؤں وامیدوں کے بعد اس قدر مصائب سفر برداشت کر کے اپنے حبیب پاک ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہونچتا ہے اسے کیسے برداشت ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی دل کی کیفیت کو ان کی بارگاہ عالی میں اچھی طرح عرض کئے بغیر واپس ہولے وہ مؤمنین کے لئے رؤف الرحیم ہیں دین ودنیا کی حاجتیں طلب کرنے کے بعد شفاعت کے لئے درخواست کرے کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم تمھیں اس قدر دیں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے، دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ ہم تم کو مقام محمود میں اٹھائیں گے یہ بڑی شفاعت اور مقامِ محمود کا وعدہ ہے آپ شافع اور مقبول الشفاعۃ ہیں آپ کی شفاعت مقبول ہونے کا وعدہ دنیا ہی میں فرما کر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا پس اپنی گناہوں کی مغفرت اور بخشش ونجات کی دعا ضرور کرے اور جب اپنے عرض ومعروض سے فارغ ہولے تو اپنے دوستوں میں سے جن جن لوگوں نے سلام کی وصیت کی ہو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس طور پر عرض کرے یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے حضور کو سلام عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول پروردگار عالم سے اسکے لئے شفاعت فرمائیں وہ کریم ہیں ضرور کرم فرمائیں گے۔

تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے — کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
نہ آخر رحمۃ للعٰلمینی — ز محروماں چرا غافل نشینی

اللّٰھمّ صَلِّ علٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ تسلیماً

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِماً اَبَداً عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

”اپنی وصیت نہایت التجا کے ساتھ“

ناظرین میں سے جو کوئی اقبال مند خوش نصیب ہو اور اس کو یہ دولتِ عظمیٰ ونعمتِ کبریٰ نصیب ہو، اور خوش قسمتی سے دیارِ محبوب ﷺ کی حاضری وزیارت کا شرف حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرے اس ذرۂ بے مقدار سراپا خطا کا روسیاہ گنہگار کا سلام بھی آقائے نامدار محبوب پروردگار کی بارگاہ عالی میں پہنچادے کہ یا رسول اللہ آپکا ادنیٰ غلام وارث علی ابن شہامت علی عرف جمن نے حضور کی بارگاہ مقدس میں سلام عرض کیا ہے اور آپکے لطف وکرم اور رحمت وشفاعت کا امیدوار

ہے یارسول اللہ آپ شفیع المذنبین ، رحمۃ للعلمین اور رؤف الرحیم ہیں یا حبیب اللہ آپ کی رحمت ورافت تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر محیط ہے یا نبی اللہ بندہ وارث علی بھی اللہ کی مخلوق میں سے ہے آپ پر ایمان لایا ہے اور اولیاء اللہ کی نسبت سے آپ کی غلامی کا پٹہ گردن میں ڈالے ہے آپ رحم وکرم فرماتے ہوئے اس گنہگار پر چشم مبارک ومبذول فرمائیں۔

جو شخص میری اس وصیت کو پورا کرے حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ وشانہٗ سے دعا ہیکہ اس کو بطفیلِ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ السلام جزائے خیر عطا فرمائے اور صلاح وفلاح دارین اس کو نصیب فرمائے اور اسے ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

سلامی یا نسیم الصُّبح بلّغ	اِلیٰ مَنْ قرَّ فِی صَدرِیْ ھَواہٗ
اے نسیم صبح میرا سلام انکی جناب میں پہنچادے	جن کی محبت میرے سینے میں جم گئی ہے
فَجسمی ظاھراً منہٗ بعید	بعینِ باطنِ قلبی یراہٗ
پس میرا بدن بظاہر ان سے دور ہے	لیکن میرا دل باطن کی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا ہے

جب بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں اس طریقہ سے سلام نیاز اپنا اور اپنے احباب کا عرض کر چکے تو حضرت امام المتقین ،امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سر مبارک کے سامنے نہایت ادب سے کھڑے ہوکر اس طرح ہدیہ سلام پیش کرے۔

اَلسَّلامُ علیک یاخلیفۃَرسولِ اللّٰہِ ﷺ اَلسَّلامُ عَلیک یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ اَنِیْسہٖ فِیْ الْغَارِ وَ رَفِیْقِہٖ فِیْ الْاَسفَارِوَ اَمِیْنِہٖ فِیْ الْاَسْرَارِ جَزَاکَ اللّٰھم عنّا افضل ما جزیٰ اِمَاعَنْ اُمَّۃنبیِّہٖ فلقد خلفتہٗ باحسنِ خلف و سلکت طریقۃ و منھا جۃ خیرَ مسلک و قاتلت اھل الردۃ والبدع مھدت الاسلام و شیدتَ ارکانہٗ فکنتُ خیرَ امامٍ و صلتالارحام و لَمْ تزل قائماًبالحق ناصر الدین ولاھلِ حتیٰ اتک الیقینُ فاسئل اللہ سبحانہٗ لنا دوامَ حُبِّکَ والْحشرَ مع حِزْبِکَ وقبول زیارتنا السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ترجمہ:۔آپ پر سلام ہواے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ سلام ہو آپ پر اے رسولِ خدا کے ہمنشیں اور غار میں انکے انیس اور سفروں میں ان کے رفیق اور انکے رازوں کے امین اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ کو جزا دے ان تمام جزاؤں سے بڑھ کر جو اس نے کسی امام کو اس نبی کی امت کی طرف سے دی ہو بیشک آپ نے نبی کی خلافت اچھی کی اور انکے طریقہ اور

روش پر چلے اور آپ نے مرتدوں اور بدعتیوں سے جنگ کی آپ نے اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس کے ارکان بلند کر دیے بس آپ بہت اچھے امام تھے آپ نے رسول اللہ ﷺ کی قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ہمیشہ حق پر (قائم) رہے دین اور اہلِ دین کے مددگار رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی آپ اللہ جل شانہٗ حق سبحانہٗ سے ہمارے لئے اپنی محبت کے دوام اور اپنی جماعت میں محشور ہونے اور ہماری زیارت کے قبول ہونے کی دعا کیجئے آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ پھر حضرت امیر المومنین مزین المسجد والمحراب سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے سامنے اسی ادب کے ساتھ کھڑا ہو اور ان کو ان عبارت سے سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔

السلام علیک یا امیر المؤمنین السلام یا مظهر الاسلام السلام علیک یا مکسر الاصنام جزاک الله عنا افضل الجزا لقد نصرت الاسلام و المسلمین وفتحت معظم البلاد بعد سید المرسلین و کفلت الایتام ووصلت الارحام و قوی بک الاسلام و کنت للمسلمین اماما مرضیا و هادیا مهدیا جمعت شملهم و اغنت فقیرهم و جبرت کسرهم ترجمہ: آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین آپ پر سلام ہو اے اسلام کے غالب کرنے والے اے اصنام کے توڑنے والے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے، بیشک آپ نے اسلام کی اور مسلمانوں کی (خوب) مدد کی اور حضور سید المرسلین ﷺ کے بعد اکثر شہر آپ نے فتح کئے اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت والوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اسلام آپ سے قوی (تر) ہوگیا آپ مسلمانوں کے ایک پسندیدہ پیشوا اور ہدایت یافتہ رہنما تھے آپ نے مسلمانوں کی تفریق کو جمع کیا اور ان کے فقر اور انکی شکستگی کا اندمال کیا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات سے مخاطب ہو کر یوں عرض کرے۔

السلام علیک یا ضجیعی رسول الله ﷺ و رفیقه و وزیره و مشیر و المعاونین علی القیام بالدین و القائمین بعدهٗ بمصابیح المسلمین جزاکم الله احسن الجزاء جئنا کما نتوسل بکما الی رسول الله ﷺ یشفع لنا و یسئل الله ربن ان یتقبل الله سعینا و یحیینا علیٰ ملته و یُمیتنا علیها و یحشرنا فی زمرته ترجمہ: آپ دونوں پر سلام ہو اے رسول اللہ ﷺ کے پاس لیٹنے والو اور آپ کے رفیق اور آپ کے وزیر اور آپ کے مشیر اور دین کے قائم رکھنے میں آپ کی مدد کرنے والو اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصالح کو قائم رکھنے والو اللہ آپ دونوں کو بہترین جزا دے ہم آپ کے پاس آئے ہیں تا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے تقرب کا ذریعہ (وسیلہ)

بنائیں جس میں آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار (اللہ تعالیٰ) سے دعا کریں کہ وہ ہماری کوشش قبول فرمائے اور ہمیں آپ کے مذہب پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے اور آپ کے گواہ میں ہمارا حشر کرے۔

پھر جس طرح پہلی بار حضور انور ﷺ کے سرِ مبارک کے سامنے ادب و احترام کے ساتھ دست دبستہ کھڑا ہوا تھا اسی انداز میں کھڑا ہو جائے اور جو خواہشیں رکھتا ہو آپ کے صدقہ و طفیل تضرع وزاری کے ساتھ بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ سے دعا مانگے اور بہت ذوق وشوق کے ساتھ حبیب خدا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے اور تمامی آداب کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں سے ہٹے پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ستون کے پاس آکر توبہ کرے۔ اس ستون میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو باندھ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تھی چنانچہ آپ کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی چونکہ اس مقام پر قبولیت توبہ کی بہت امید ہے لہٰذا یہاں پہنچ کر ضرور توبہ کرے اور جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے درود شریف کی خوب کثرت کرے بعدۂ آثارِ نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین زیارت بتلا دیا کرتے ہیں اور خود بھی معلومات کرے ہر اس آثار کی زیارت کرے جن سے حضور پاک ﷺ اور آپ کے آل واصحاب سے نسبت ہو۔ بہت سے آثار کے نشانات نجدیوں کی شرارت سے مٹا دئے گئے ہیں نشانات دستیاب نہ ہو سکے اور معلومات نہ ہو سکے پھر بھی اس قدر معلوم ہو جائے کہ یہاں پر پہلے آثار کے نشانات تھے جسے بعد میں مٹا دیا گیا۔ اس مقام کی زیارت کو بھی سعادت تصور کرے جنت البقیع شریف جائے اور وہاں کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے خصوصاً سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم نبی ﷺ اور حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار بالخصوص حضرت سیدنا امام حسن نواسہ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقیہ ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین امام المحققین جامع القرآن عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا ابراہیم فرزندِ رسول اللہ ﷺ اور ازواجِ مطہرات طیبات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عمہ محترمہ نبی اکرم ﷺ اور بقیہ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم جو جنت البقیع شریف میں آرام فرما ہیں ان کی زیارت کی سعادت حاصل کرے اور فاتحہ پڑھکر عرض ومعروض کرے کہ یہ حضرات دارین میں امت کے سچے خیر خواہ ہیں پھر شہدائے اُحد کی زیارت کے لئے جائے جب وہاں پہنچے تو باادب یہ کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ،،آپ پر سلام ہو آپ کے صبر کے بدلے میں کتنا اچھا آخرت کا گھر ہے پھر بروز ہفتہ مسجد قبا شریف کی زیارت کیلئے جائے کہ اکثر نبی کریم ﷺ اسی روز تشریف لے جاتے تھے اگر اس روز ممکن نہ ہو تو کسی روز اس مسجد مقدسہ کی زیارت کے لئے جائے وہاں پہنچ کر کم از کم دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

(۱) خوش بختی سے جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے اس کو غنیمت سمجھے اور یہ زمانہ ہر گز غفلت میں نہ گزارے جس قدر ممکن ہو سکے حق تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہے اور ہر روز زیادہ سے زیادہ حصہ اپنے وقت کا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی زیارت میں صرف کرے لاریب یہ سب سے بڑی سعادت ہے اللہ جانے یہ دولت کب نصیب ہو کہاں انسان ظلوم وجہول اور کہاں روضہ رسول ﷺ اپنے حبیب پاک کے طفیل سب مسلمانوں کو حاضری کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

(۲) اکثر اوقات مسجد نبوی شریف کی خدمت میں صرف کرے اور اپنے آپ کو اسکا ملازم سمجھے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت (نماز ذکر و شکر وغیرہ) سے اپنے وقت کو آباد رکھے نماز روزہ کے علاوہ نہایت فراخدلی کے ساتھ صدقہ و خیرات کرنے کی سعی کرتا رہے غرضیکہ جس قدر ممکن ہو سکے عبادت و ریاضت سے کام لے اور حتی الامکان اس مسجد مقدس میں شب بیداری کا اہتمام کرے کم از کم ایک شب کی شب بیداری اپنے اوپر لازم کرے اور تمام رات عبادت میں گزارے افضل یہ ہے کہ اس رات میں درود شریف ہی کا ورد کرے کیونکہ دیگر عبادتوں سے یہ اولیٰ ہے اگر اس شب میں نیند غالب ہو تو اسے اس طور دفع کرے کہ میں مسجد نبوی شریف میں بیٹھا ہوں جسے رحمت عالم ﷺ نے اپنے پاکیزہ اور نورانی دستِ رحمت سے تعمیر کی ہے اور اس میں سردار انبیا ﷺ کی حضوری مجھے حاصل ہوئی انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ یہ خیال آتے ہی نیند و غفلت کا اثر بالکل جاتا رہے گا۔

(۲) مسجد میں شب گزاری کے لئے اگر کچھ حکام و خدام وغیرہ کی خوشامد کرنا پڑے یا کچھ خرچ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو بے تأمل خوشامد و خرچ شوق سے کر ڈالے اور جو باتیں کرنی پڑے وہ سب کرے مگر اس دولتِ عظمیٰ کو اپنے ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دے مسجد نبوی شریف میں جب تک قیام رہے اپنے دل و زبان اور تمام اعضاء کو لغویات سے اور اس قسم کے کلمات و حرکات سے محفوظ رکھے اور سواء حضور اقدس نبوی کے اور کسی طرف متوجہ نہ ہو اگر کسی سے کلام کرنے کی نہایت ضرورت ہو تو مختصر کلام کرے اور پھر جناب اقدس کیطرف متوجہ ہو جائے۔

مسجدِ نبوی شریف کے ادب کا پورا لحاظ رکھے تھوک وغیرہ وہاں ہرگز نہ گرنے پائے کوئی بال سر یا داڑھی کا وہاں ہرگز نہ ڈالیں اور اگر پڑا ہوا نظر آئے تو فوراً اٹھالے چھوہارے وغیرہ کھا کر گٹھلی بھی ہرگز وہاں نہ ڈالے یہ آداب کے خلاف ہے جب تک مسجد شریف میں رہے حجرۂ مبارکہ کی طرف نہایت ذوق و شوق کی نگاہوں سے دیکھتا رہے یقین جانئے کی ہر نظر میں لاکھوں اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے کم از کم ایک قرآن مجید ختم اس مسجدِ مبارک میں کرے اور اگر ممکن ہو تو کوئی کتاب جو

حضور انور ﷺ کے حالات وفضائل شریف میں اس کو پڑھنے کا اہتمام کرے یا کوئی پڑھتا ہو تو اسے غور سے سنے تاکہ شوق اور غلبۂ محبت اور زیادہ ہو۔

(۳) اہلِ مدینہ سے نہایت محبت اور ادب کے ساتھ پیش آئے اور اگر ان میں کوئی بات خلافِ شریعت دیکھے پھر بھی انکی برائی کو اپنے دل میں جگہ نہ دے اور ان سے بہ خشونت ہرگز پیش نہ آئے ہاں امر بالمعروف کے خیال سے نہایت ادب کے ساتھ شیریں و نرم الفاظ میں سمجھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۴) جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت تمام ہو جائے اور اس مقامِ مقدس سے چلنے کا قصد کرے تو مسجد شریف کو رخصت کرے یونہی وہاں نماز پڑھے اور دعا مانگے اور حسرت کے ساتھ نمدیدہ آنکھوں سے وہاں سے جدا ہو نبی کریم ﷺ اور شیخین سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت حسبِ معمول رخصت ہوتے وقت کرے اور رحمتِ عالم ﷺ سے عرض و معروض کرے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے دعا مانگے کہ پھر اس درگاہِ مقدس کی زیارت سے اسے مشرف فرمائے۔

قبولیتِ دعا اور زیارت کی مقبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس وقت آبدیدہ ہو جائے یعنی بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور دل میں حسرت و یاس بھری ہو اہل محبت میں خودبخود یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ یہ حالت پیدا نہ ہو تو بہ تکلف اپنے اوپر اس حالت کو طاری کرنے کی کوشش کرے اور پھر اس دربارِ عالی سے رخصت ہو۔

(۵) جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف چلے تو وہاں سے اپنے احباب و اعزہ کے لئے کچھ تحفہ و تحائف کا اہتمام کر کے ساتھ لائے مثلاً مدینہ منورہ کی کھجوریں وغیرہ اور مکہ معظمہ سے زم زم شریف پھر جب اپنے شہر کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے **اللھم انی اسئلک خیرھا و خیرمافیھا و اعوذ بک من شرھا و شر ما فیھا اللھم اجعل لنا فیھا قراراً و رزقا حسنا** ترجمہ:۔ اے اللہ میں تجھ سے اس مقام کی خیر اور ان کی خیریت اور ان چیزوں کی خیریت جو اس مقام میں ہیں طلب کرتا ہوں اور اس مقام کے شر اور ان چیزوں کی شر سے جو اس مقام میں ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ مجھے یہاں قیام اور عمدہ رزق عنایت فرما، اور جب وطن میں پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے **لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہٗ الملک و لہٗ الحمد و ھو علیٰ کل شئی قدیر آئبون تائبون عابدونَ و ساجدونَ و لربنا حامدون لا الہ الا اللہ وحدہٗ صدق وعدہٗ نصر عبدہٗ و ھزم الاحزابَ وحدہٗ و اَعزہ جُندُہٗ فلا شئی بعدہ** ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسکی بادشاہت ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوگ اس کے گھر سے لوٹتے ہوئے آرہے ہیں عبادت

کرنے والے، توبہ کرنے والے اور سجدہ کرنے والے ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اور اپنے بندۂ خاص (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کفار کی جماعتوں کو خود تنہا اس نے بھگا دیا اور اپنے لشکر (اسلامی) کو غالب کر دیا پس ا سکے بعد کوئی چیز نہیں، مناسب ہے کہ مکان پہنچنے سے پہلے اپنے اعزہ کو خبر کر دے کہ میں فلاں دن فلاں وقت وطن پہنچ رہا ہوں بغیر اطلاع کے ایک دم پہنچ جانا مناسب نہیں ہے پھر جب اپنے مکان کے بالکل قریب پہنچ جائے تو اندر داخل ہونے سے پہلے جو مسجد مکان سے قریب ہو اس میں دو رکعت نماز (شکرانہ) ادا کرے اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے نعمت عظمیٰ پر اسے فائز کیا اس کے بعد اپنے مکان کے اندر داخل ہو یہاں پہنچ کر دو رکعت نماز شکر ادا کرے اور پروردگارِ عالم کے احسان عظیم پر دل سے شکریہ ادا کرے مبارک سفر سے لوٹنے کے بعد اسکا خیال رکھے کہ میں تجدید توبہ کر چکا ہوں اور توبہ کسی اور کے سامنے نہیں بلکہ اس ذاتِ مقدس کے سامنے جوامت کے اعمال کے گواہ، شافع، یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہٰذا اس امر کا قوی عزم رکھے کہ الٰہی مجھے اس توبہ پر قائم رکھ کر اپنی نافرمانیوں سے بچا اللہ و رسول کی فرماں برداری کی توفیق عطا فرما اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما، آمین.........

اہل حق کا قول ہے کہ حج و زیارت کے مقبول ہونے کی علامت یہ ہیکہ جس حالت میں گیا تھا اس سے بہتر حالت میں لوٹے۔ اور دل میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع سنت کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے دنیا اور اہلِ دنیا کی محبت دل سے دور ہو جائے اور دین و اہلِ دین کی محبت دل میں غالب ہو جائے نیکیوں سے رغبت اور برائیوں سے نفرت پیدا ہو جائے۔

”مسلمانوں کی خوش نصیبی“

درحقیقت مسلمان بڑے ہی خوش نصیب ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ ”کنتم خیر امة “ فرمایا یعنی تم بہترین امت ہو ہر طرح کی خیریت کا سامان اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مہیا فرما دیا ہے ان کے پاس ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نشانیاں موجود ہیں جو آج تک کسی امت کو نصیب نہیں سب سے بڑی نشانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ان کے پاس موجود ہیکہ تقریباً پندرہ سو سال کا عرصہ گزر رہا ہے اسی طرح بے کم و کاست بے تغیر و تبدل چلا آ رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت ہمارے پاس رہے گا جس میں ایک نقطہ بلکہ ایک شوشہ کا فرق نہیں آیا اور انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ نہ آسکتا ہے دوسری نشانیاں آپ کی ہمارے پاس احادیث ہیں احادیث مبارکہ کی حفاظت اور بہم رسانی میں بھی اگلے بزرگوں نے کیا ہے اس کا دسواں حصہ بھی کسی امت کو نصیب نہیں ہوا اور اس کے بعد حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نشانیاں بھی موجود ہیں مثلاً موئے مبارک اور نقشِ نعلین مقدس اور نقشِ قدمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔

اس موقعہ پر اسکا ذکر کہ حضور انور ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمانے کے بعد اپنی امت کی نجات بخشش اور رحمت و برکت کی آخری نشانی کے طور پر عنایت فرمایا لازم ہے روایت ہیکہ رحمتِ عالم ﷺ نے منیٰ میں قربانی کرنے کے بعد سر منڈوانے کیلئے حکم فرمایا صحابی رسول حضرت معمر ابن عبداللہ (رضی اللہ عنہٗ) آئے اور استرہ لیکر کھڑے ہوگئے آپ نے فرمایا اے معمر (رضی اللہ عنہٗ) دیکھو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر پر قبضہ دیا اور تمھارے ہاتھ میں استرہ ہے مقصود یہ تھا کہ اس نعمت کی قدر دانی کرو اور اس پر خدا کا شکر بجالاؤ حضرتِ معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ یہ اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے آپ نے فرمایا بیشک پھر حکم دیا کہ اول داہنے جانب کے بال مونڈو، اس جانب کے بالوں کو حضور ﷺ نے سب حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہٗ) کو عنایت فرمائے اور بائیں جانب کے بالوں کی نسبت فرمایا کہ یہ لوگوں میں تقسیم کر دو تمام لوگوں کے حصہ میں ایک ایک دو دو بال مبارک آئے جنھیں ان حضرات نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ محفوظ کر لئے بالوں کے تقسیم کرنے میں اس جانب بھی اشارہ تھا کہ اب جدائی کا زمانہ قریب ہے اور عنقریب وہ وقت آنے والا ہیکہ جو آنکھیں اس جمالِ بے مثال سے منور رہتی تھیں اپنے محبوب کے دیدار کو ترس جائیں گی اور لوگ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش محبوب خدا ﷺ کی کوئی نشانی ہمارے پاس ہوتی تو اس کو دیکھ کر ہم اپنے دل کو سمجھا لیتے بایں وجہ حضرت نے اپنے موئے مبارک کو تقسیم فرمایا تا کہ آئندہ عاشقانِ بے دل کی تسکین وطمانیت کا سبب اور رحمت و برکت کا باعث ہو، اسکے بعد آپ نے مبارک ناخن کو ترشوایا اور انھیں بھی لوگوں میں تقسیم فرمادیا اب بھی بعض خوش نصیب حضرات کے پاس آپ کے موئے مبارک و ناخن اقدس موجود ہیں،

وہ مسلمان کتنے خوش نصیب ہیں جن کے بابرکت گھر ان موئے مبارک و ناخن اقدس سے آباد ہیں وہ آنکھیں کس درجہ قابلِ تعظیم ہیں جو ان مقدس تبرکات سے فیض حاصل کرتی اور انکی زیارتِ اقدس سے معمور ہوتی رہتی ہیں اگلے زمانہ میں دستور تھا کہ ان موئے مبارک و ناخن اقدس کے ذریعہ سے اکثر بیماروں کی دوا کی جاتی تھی اور ان سے شفا حاصل ہوتی تھی اور وہ حضرات ان تبرکات کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت علامہ ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہٗ سے حضور رسالت مآب ﷺ کے موئے مبارک کے متعلق کہا کہ ہمارے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک ہے ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پایا ہے تو انھوں نے حسرت سے کہا کہ بے شک اگر میرے پاس حضرت کا کوئی موئے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا سے اور ان تمام چیزوں سے جو دنیا میں ہیں زیادہ محبوب ہوتا۔

انتہائی درجہ کی خوش نصیبی

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جب تک صحیح تصدیق اور سند نہ ہوان چیزوں (موئے مبارک ناخنِ اقدس، قدمِ رسول وغیرہ) کا ادب وتعظیم بجا لانا کس طرح درست ہوسکتا ہے یہ صحیح ہے کہ یہ شرائط کہ کسی خاندان میں زمانہ قدیم سے وراثۃً چلے آئے ہوں اوران سے متعلق کوئی لکھی ہوئی سند وغیرہ محفوظ ہوں تو اس سے یقین میں پختگی کے ساتھ ساتھ عقیدت و محبت میں عجیب لذت پیدا ہوجاتی ہے مگر یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ان اشیاء کی نسبت اسطرح کی چھان بین کی جائے انکی ادب و تعظیم کے لئے صرف نسبت کافی ہے جیسا کہ اسلاف کرام کے عمل سے ثابت ہے

نسبت کے احترام میں

چنانچہ ملکِ ہندستان کے فرمانروانورالدین محمد سلیم الملقب جہانگیر شہزادہ سلطان (جلال الدین محمد اکبر کے دربار میں ایک شخص نے نعلین پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ نعلین مقدس حضور انور ﷺ کا ہے بطورِ ہدیہ آپکی بارگاہ میں نذر ہے شہنشاہِ وقت نے اسے چوما سر پہ رکھا آنکھوں سے لگایا اور خوب بوسہ دیکر غلام کو عنایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس مقدس نعلین شریف کو نہایت ادب وتعظیم کے ساتھ خوشبو میں بسا کر خزانہ خاص میں رکھ دیا جائے اور پیش کرنے والے شخص کو بہت کچھ انعام واکرام سے نوازا، یہ منظر دیکھکر ایک شخص نے ازراہِ شکایت سلطان سے جرأت کرتے ہوئے عرض کیا عالی جاہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی نعلین شریف ہے جسے رحمتِ عالم ﷺ نے استعمال فرمایا ہے ممکن کہ اس شخص نے بازار سے خرید کر انعام واکرام شاہی کے لالچ میں پیش کیا ہو شہنشاہ نے اسکا جواب دیا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اس کا پہلا جواب یہ تھا کہ آقائے کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان سب کچھ ہوسکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہوسکتا ہے نیز ارشا فرمایا کہ بدگمانی سے بچو (خاص کر) اہلِ ایمان سے لہٰذا پیش کرنے والے کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس نے دروغ گوئی سے کام لیا بجائے خود اسے کاذب سمجھنا ہے اور اس پر مزید یہ کہ اس پر بدگمانی کرنا ہے حالانکہ وہ مسلمان ہے دوسرے یہ کہ یہ نعلین نبی کریم ﷺ کا استعمال شدہ ہو نہ ہو کم از کم اسکی نسبت آپکی ذاتِ گرامی سے منسوب ہوئی اور یہ نسبت ہی ایک مسلمان کے ادب وتعظیم کے لئے کافی ہے اسکے تحقیق کی چنداں حاجت نہیں۔

سروں پہ رکھنے کو مل جائے جو نقشِ نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

سلطان کی جانب سے ایک بیش بہا صلہ

آقائے دوجہاں علیہ ﷺ کی مبارک نشانیوں کا ذکر آیا تو ایک عجیب اور مقدس نشانی جو زمانہ ماضی قریب میں دستیاب ہوئی اور جس کی زیارت سے ہزار ہا لوگوں نے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں اس کا ذکر کئے بغیر جی نہیں مانتا خلیفۂ ترکی سلطان عبد المجید خان کے عہد میں عیسائی سیاحوں کو کسی سرزمین سے آنحضرت ﷺ کے دو خط دستیاب ہوئے ہرن کی جھلی پر تحریر کردہ عبارت ان خطوں کی صحیح بخاری شریف کی روایت کردہ خط سے بالکل مطابق ہے، ان سیاحوں نے ان خطوط مقدسہ کو خلیفہ کے یہاں نذر کیا خلیفہ نے ان تبرکات کو خزانہ میں رکھ لیا اور ایک بیش بہا صلہ ان سیاحوں کو عنایت کیا ان خطوط مقدسہ کے فوٹو اکثر بلاد اسلامیہ میں باجازت سلطان بھیجے گئے منجملہ ان کے میرے بعض احباب کے پاس بھی ان کے فوٹو آئے ور اب تک محفوظ رکھے ہوئے ہیں فقیر راقم الحروف بھی بعنایت خداوندی بلطف نبوی ﷺ اس کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔

مزارات کی اہانت اور وہابیوں کی ریشہ دوانیاں

غیر مقلدوں، نجدیوں اور وہابیوں نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین وسلف صالحین کی مزارات کو نشانہ بنایا اور انھیں بدعت وگمراہی کا مرکز بتا کر انکی حرمت سے کھلواڑ کیا۔ نجدیوں کو جب مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر غلبہ حاصل ہوا تو انھوں نے بے گناہوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا حرمین شریفین کے باشندگان کو جن میں مرد وعورتیں، لڑکیاں اور بچے شامل تھے ان کے ساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا مردوں کو غلام بنایا اور ان کی عورتوں کو اپنی لونڈیاں سادات کرام کو چن چن کر قتل کیا مسجد نبوی شریف کے تمام قالین اور جھاڑ و فانوس اٹھا کر نجد لے گئے جہاں تک ممکن ہو سکا تمام صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا حتی کہ ان ملعونوں نے ارادہ کیا کہ خاص گنبد خضریٰ روضۂ نبی جس کے گرد روزانہ صبح وشام حاضر ہو کر ملائکہ درود وسلام پڑھتے ہیں اس کو بھی گرا کر زمین دوز کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ جو حافظ وناصر ہے روضۂ مطہرہ کے قریب اس نے ایک اژدہا مقرر فرما دیا جو شخص بری نیت سے روضۂ انور کے قریب گیا اس سانپ نے اس کو ہلاک کر دیا اور خدائے قدیر نے اپنے نبی بشیر ونذیر اور ان کے آخری آرام گاہ کو ان بدبختوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھا غرض کہ انکے بیحد ظلم وستم ہیں جو تکلیف دہ ہیں جن کے بیان سے کلیجہ منھ کو آتا ہے یزید بدنہاد نے اہل بیت کی دشمنی ان کی زندگی میں ہی کی مگر تیرہ سو برس کے بعد صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو انکی قبروں میں ستانا غیر مقلدوں اور وہابیوں کے ساتھ ہوا یہ یزیدی جماعت سے دو قدم آگے نکل گئے اب بھی جو کچھ ابن سعود نے حرمین شریفین میں کیا وہ ہر

حاجی پر روشن ہے بیشتر اصحاب رسول اللہ وتابعین کرام کے نشانات مٹادئے گئے کسی صحابی کی قبر کا نشان بڑی مشکل سے مل پائے گا ایسی صورت میں ان کی قبروں پر کوئی کس طرح پر فاتحہ پڑھ سکے حضور انور ﷺ کی جائے ولادت کی اس قدر بے حرمتی کی گئی، کہ ان کے آثار ونشانات یکسر مٹادیے گئے، اور حالت یہ ہے کہ وہاں گدھے اور کتے بے تکلف پھرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں پہلے اس جگہ ایک قبا بنا ہوا تھا جہاں لوگ جاکر نمازیں پڑھا کرتے تھے اور اسکی زیارت سے لوگ اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک، دلوں کو فرحت اور ایمان ویقین کو نور وسرور پہنچایا کرتے تھے یہی وہ مقدس مقام تھا جہاں حضرت آمنہ خاتونِ جنت کا مکان تھا، اور اسی مکان سے اسلام کا آفتاب چمکا مگر تیرہ سو برس کے بعد اس کی یہ بے حرمتی کی گئی، یہ محض الزام نہیں ایک مسلمہ اور ناقابلِ فراموش حقیقت ہے جسکی داستان کتبِ تواریخ میں نہایت تحقیق کے ساتھ بیان کی گئی ہے چنانچہ سیف الجبار بوارقِ محمدیہ علی ارغامات النجد یہ وغیرہ کتب ہائے تاریخ میں نہایت تفصیل کے ساتھ تمام واقعات بیان کئے گئے ان کے کچھ ظلم حضرت علامہ شامی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ردالمختار جلد سوم باب البغاث کے شروع میں اس طرح بیان فرمائے ہیں،، كما وقع فى زماننا اتبع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلو الى الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم المسلمون وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اعتقادهم مشركون واستباحوا بذالك قتل اهل السنة و قتل علمائهم حتى كثر الله شوكتهم وخرب بلادهم و ظفر بهم عماكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثينِ مأتين والف " جیسے کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ معظمہ ومدینہ منورہ (حرمین) پر انھوں نے غلبہ کرلیا اور اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اس لئے انھوں نے اہلسنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اور ان کے علماء کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان (وہابیوں) کی شوکت توڑی اور انکے شہروں کو ویران کردیا۔ اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ سن بارہ سو پینتیس ۱۲۳۵ ہجری میں ہوا۔

قبروں کی مسماری پر کہرام

ابھی کچھ عرصہ قبل اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ تھانہ بھون کے قبرستان میں اکثر قبریں ہندو حکومت کے اہلِ کاروں نے مشین چلاکر زمین کے برابر کردیں، خبر موصول ہوتے ہی ایوانِ نجدیت، وہابیت، و دیوبندیت میں آگ لگ گئی ہر طرف سے احتجاج کیا گیا حکومت کی مذموم حرکت کہکر قبروں کی حرمت کو پامال کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی

کرنے کا مطالبہ کیا گیا ۱۱/اپریل ۲۰۰۷ء بروز بدھ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ کو اخبار ''آگ'' میں صفحہ اول پر بعنوان ''آہ حکیم الامت حضرت تھانوی۔ مسلم ڈیوپمینٹ کونسل آف انڈیا کی جانب سے جاری کردہ بیان میں تصویر کشی کے ساتھ مسماری کا منظر دکھاتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی اور انکی اہلیہ واہلِ خانہ کے قبروں کی بےحرمتی پر سخت ردِعمل کا اظہار کیا گیا، اور جلی حرفوں میں اس طرح لکھا گیا ''ہم شرمندہ ہیں کہ آپ اور آپ کے اہلِ خانہ کے قبروں کی بےحرمتی ہوئی لیکن ہم کیا کرسکتے ہیں، سماجوادی پارٹی انسان دشمن طاقتوں کے ہاتھ بک چکی ہے فرقہ پرستوں نے اس پارٹی کو اپنے پاس گروی رکھا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ روحانی مذہبی اور سماجی شخصیات کی عزت وتوقیر کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے آخر میں لکھا ہے کہ ''کیا حضرت تھانوی کے عقیدتمند سماجوادی پارٹی کو معاف کردیں گے ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یقیناً یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ روحانی مذہبی اور سماجی شخصیات کی عزت وتوقیر مٹانے کی مذموم کوشش کی جائے اس تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ قبروں کے آثار ونشانات کو قائم رکھنا ان کی عزت وتوقیر کرنا ہے،، اور قبروں کو ڈھا دینا، مسمار کرنا انکی بےحرمتی ہے، چلئے ڈیڑھ سو برس کے بعد ہوش آیا کل تک جب اہلسنت کے علماء وصلحاء یہی بات کہتے تھے تو ان کی بات کوئی سننے کیلئے تیار نہ تھا اور چیخ چیخ کر دیوبندی وہابی حضرات کہتے تھے کہ قبروں کو پختہ بنانا اور ان کے آثار ونشانات کو قائم کرنا ناجائز ہے جس قدر جلد ہو سکے نشانات مٹ جائیں یہی بہتر ہے اس میں ثواب ہے

اصل مجرم کون

قبروں کی مسماری کا اصل مجرم کون ہے؟ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے ماضی میں اس طرح کی بےحرمتی منکرین مزارات وزیارات کی جانب سے لاتعداد ہو چکی ہیں ابن سعود نے اصحابِ رسول اللہ ﷺ وتابعین کرام کی قبروں کو نجدیوں کے اشارے پر مسمار کرکے سخت توہین وبےحرمتی کی ہے یقیناً یہ جرم مولانا اشرف علی تھانوی اور انکے خاندان کے قبروں کی مسماری سے کہیں زیادہ سنگین جرم ہے لہٰذا انصاف سے کام لیتے ہوئے اس سے زیادہ نہیں تو کم ازکم اسی لب ولہجہ میں اس کی مذمت کرنی چاہئے، اور انکے خلاف بھی یہی فردِ جرم عائد کرکے انھیں اسلام اور مسلمین کی جماعت سے خارج کرنا چاہئے تاکہ انصاف ودیانت کے تقاضوں کا خون نہ ہو ساتھ ہی یہ بھی چیلنج کرنا چاہئے کہ حضرات صحابۂ کرام تابعین عظام واسلاف اسلام کے عقیدتمند ایسے عناصر کو ہرگز ہرگز معاف نہیں کریں گے؟

آداب و تعظیمات

حضور سیدنا آفتاب ملت والدین الملقب بہ غیبی فخر العارفین حضرت مولانا خواجہ مخدوم عبدالحیٔ شاہ روحی فداہ قدس اللہ سرہ العزیز نے آداب و تعظیمات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حقیقتاً جیسا ادب اور جیسی تعظیم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت رسولت مآب ﷺ کی فرمائی ہے کہ آج تک دنیا میں کسی امتی نے اپنے نبی کی، اور کسی مرید نے اپنے شیخ کی نہیں کی۔ اور نہ آئندہ امید ہے کہ دنیا میں کسی ہستی کی اس درجہ تعظیم ہوگی۔

صحیح روایت ہے ادب اور تعظیم کے واقعات مستند اور صحیح روایتوں میں مذکور ہیں جیسا کہ کتاب "تبسیر الوصول الی جامع الاصول اور زرقانی صفحہ ۱۵۲ جلد ۲ کی حدیث مطول متعلق غزوۂ حدیبیہ میں عروہ ابن الزبیر سے مروی ہیکہ عروہ بن مسعود مقامِ حدیبیہ میں کفار مکہ کی طرف سے امیر وفد ہو کر آں حضرت روحی فداہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اس نے دربارِ رسالت کے آداب اور حضرات صحابہ کی تعظیم و محبت کے طریقے اور انکی جاں نثاری اور جاں بازی کے حالات دیکھے تو وہ حیرت زدہ رہ گیا اور واپس جا کر اس نے حلف کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے بیان کیا۔

ترجمہ: (حدیث شریف) جب عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم خدا کی قسم میں بے شبہ بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں اور کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسی تعظیم کہ اصحابِ محمد ﷺ کرتے ہیں خدا کی قسم آں حضرت ﷺ بلغم نہیں تھوکتے ہیں مگر یہ (آپ کے) اصحاب اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں بس (لینے والا) اس فضلہ دہن (مبارک) کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے کوئی حکم کرتے ہیں تو (آپ کے اصحاب) اس کی بجا آوری میں جلدی کرتے اور (دوڑ پڑتے ہیں) اور جب وضو فرماتے ہیں تو ماءِ مغسول وضو (آبِ غسل) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ اس کے (ہاتھوں ہاتھ) لینے کیلئے (یکبارگی) ہجوم کرتے اور ایک دوسرے پر (اس طرح مضطربانہ اور بے قرارانہ) سبقت کرتے ہیں کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ (اس تبرک کیلئے) قتل ہو جائیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو آپ کے قریب اصحاب اپنی آوازیں پست کر دیتے ہیں (تا کہ آوازیں آوازِ حضور سے اونچی نہ ہونے پائیں) اور یہ اصحاب ہیبت محبت اور فرطِ تعظیم سے؛ آپ ﷺ کہ طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

دیگر احادیث ادب و تعظیم

حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرات صحابہ اس طرح بے حس وحرکت بیٹھے رہتے تھے کہ پرندے آن کران کے سروں پر بیٹھ جاتے تھے صحابہ آں حضرت ﷺ کی طرف پیٹھ نہیں کرتے تھے اور آپ ﷺ کے جسمِ مبارک کو بے وضو نہیں چھوتے تھے آپ ﷺ حجامت بنواتے ،توصحابہ کرام آپ کے موئے مبارک کو اور ناخنِ شریف کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے ان تبرکات کو (بغایت تعظیم واحترام) اپنے پاس رکھتے تھے۔

ادب حضرت مولیٰ مشکل کشا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک بار حضرت رسولِ مقبول ﷺ سرِ اقدس کو حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ کے زانو پر رکھے ہوئے استراحت فرمارہے تھے کہ سورج غروب ہونے اور نماز عصر کا وقت اختتام پر پہنچنے لگا، قریب تھا کہ جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی نماز قضا ہو جاتی مگر آپ نے رسالتِ مآب ﷺ کے رعایتِ ادب سے نمازِ عصر کا قضا کرنا بہتر تصور فرمایا۔ اور اپنے زانوے جنبش سے آپ ﷺ کا سرِ مبارک نہ ہٹایا کہ مبادا اس جنبش سے حضور بیدار ہو جائیں حضرت نبی کریم ﷺ سے معجزہ ظاہر ہوا آفتاب کی روشنی کی کرن پہاڑ پر پڑی، نماز وقت کے اندر ادا فرمائی اس طرح حضرت مولیٰ مشکل کشا علی رضی اللہ عنہ نے بدرجۂ کمال ادب برتا۔

ادب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول مقبول ﷺ مقامِ حدیبیہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے حکم سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے کفارِ مکہ نے کہا کہ ہم آنحضرت رسول اللہ ﷺ کو داخل مکہ کی اجازت نہ دیں گے تم آئے ہو۔ اسلئے تمھیں اجازت ہے کہ عمرہ کرلو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بغیر حضرت رسول مقبول ﷺ کے عمرہ نہ کروں گا۔ اب مقام غور ہے کہ نمازِ عصر کا پڑھنا فرض ہے اور طوافِ بیت اللہ شریف دخول مکہ معظمہ پر واجب ہے لیکن ان دونوں جلیل القدر اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ایک صاحب نے تو آپ کی رعایت ادب سے واجب کا ترک ہونا۔ اور دوسرے صاحب نے فرض نماز کا قضا ہونا گوارا کیا، ادب و تعظیم حضرت رسول اللہ ﷺ کے

ہزاروں واقعات حدیثوں میں درج ہیں یہ چند سطور بطورِ تمثیل بیان کیے گئے ۔ادب حضرات مشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ملاحظہ ہوں۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

کتاب سیر الاولیاء میں مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۳۳۷ پر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک وقت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہٗ العزیز نے مولانا بدرالدین اسحاق کو آواز دی مولانا بدرالدین اسحاق نماز پڑھ رہے تھے، نماز توڑ کر فوراً لبیک کہا (جواب دیا) اور حاضر خدمت اقدس ہوئے اس کے بعد حضرت شیخ شیوخ العالم فرید الحق نے یہ فرمایا کہ ایک وقت حضرت رسول مقبول ﷺ کھانا نوش فرما رہے تھے ایک صحابی کو آپ نے آواز دی (بلایا) ان صحابی نے فوراً لبیک نہیں کہا (جواب نہیں دیا) نماز پڑھتے تھے نماز پوری کر کے کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ جب خدا اور خدا کا رسول بلائے فوراً آنا چاہئے۔اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فرمانِ شیخ مثلِ فرمانِ رسول ﷺ ہے۔

آداب شیخ

ارشاد فرمایا کہ مرید کو چاہئے کہ اپنے شیخ کی خدمت میں باوضو رہے جو کچھ شیخ کی جانب سے ارشاد ہو اسے گوش وہوش کے ساتھ سنے عمل کرے، حجر اسود اور بیت اللہ شریف اور پیر و مرشد کے جسم کو ایک ہاتھ سے نہ چھونا چاہئے بلکہ دونوں ہاتھوں سے چھونا چاہئے قرآن شریف اور بیت اللہ شریف اور پیر و مرشد کی طرف پیٹھ کرنا منع ہے چار چیزیں ہیں کہ ان کو کھڑے ہو کر تعظیماً پینا چاہئے (۱) آب زمزم (۲) سبیل کا پانی (۳) آب بقیہ (وضو کا بچا ہوا پانی) (۴) پیر و مرشد کی عطا کی ہوئی سیال (رقیق) چیز مثل پانی شربت وغیرہ۔

اتباعِ شیخ:

ارشاد ہوا کہ بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتباعِ شیخ میں کمال کوشش کی ہے اتباع جز و کل میں ہونا چاہئے طریقت میں اتباع حضرات اولیاء اللہ لازم آئی ہے پیر کی تابعداری شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت ہر طرح

ہونی چاہئے مرید جس جس عضو کی تابعداری نہ کرے گا (مرید کا) وہ عضو معطل ہوجائے گا بس وہ تابعداری پوری نہ ہوگی اس حال میں مرید کے لئے اندیشہ اور ڈر ہے پس حفاظتِ الٰہیہ اسی کے شامل حال ہوگی جو جزو کل میں اتباع شیخ کرے گا لباس اور ملکی رواج میں اتباع شیخ ضروری نہیں ارشاد فرمایا کہ تمام عالم میں سرگردانی کی اور اقسام طرح کی محنت وریاضت کی لیکن کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا جو کچھ حاصل ہوا اتباع شیخ سے حاصل ہوا

ادب حضرت مخدوم قطب عالم حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بارگاہِ خداوندی میں مقبولیت کا درجہ میرا، اگر انتہائی بلندی پر پہنچے کہ عرش معلی سے میرا سر لگ جائے تب بھی اپنے حضرت پیرومرشد کے آستانہ (چوکھٹ) پر ہی سر رہے گا ارشاد فرمایا کہ ان واقعات سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ادب وتعظیم اور اتباع شیخ میں جہاں تک کوشش کی جائے کم ہے۔ مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

ترجمہ: ہم ادب کی توفیق خدا سے مانگتے ہیں بے ادب خدا کے فضل سے محروم ہے بے ادب خود کو تنہا بد اور برا نہیں بناتا بلکہ جہاں میں بے ادبی کی آگ پھیلاتا ہے۔ قارئین کرام آپ نے ادب واحترام کے واقعات حضرات بزرگانِ متقدمین کے پڑھے اب علمائے متاخرین دیوبند کے گستاخانہ اقوال حضرت نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں ملاحظہ فرمائیں

اقوال بے تعظیمی و بے ادبی علمائے دیوبند جو کہ نائبِ رسول اللہ ہونے کے دعویدار ہیں

(۱) حضرت رسول مقبول ﷺ کے علم سے شیطان کا علم بڑھ کر اور ثابت بالنص ٹھہرایا۔

(۲) رسول مقبول ﷺ کے علم کو بہائم جانوروں) اور مجانین (پاگلوں) کا سا علم کہا۔

(۳) آں حضرت ﷺ کے میلاد شریف کو جنم کنہیا سے تشبیہ دی۔ (معاذ اللہ)

(۴) حضرات انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کو خدا کے سامنے چمار سے زیادہ ذلیل کہا۔ (معاذ اللہ)

(۵) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی میں ملکر مٹی ہو جانا لکھا۔ (معاذ اللہ)

(۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی اور گاؤں کے چودھری کی طرح ماننے کی تلقین کی۔ (معاذ اللہ)

نعوذ باللہ من الخرافاتِ و الکفریات.

قارئین کرام اب بے تعظیمی و بے ادبی علماء دیو بند کے اپنے پیر و مرشد کی شان میں ملاحظہ فرمائیں۔

قطب عالم شیخ اکبر سیدنا فخر العارفین قدس سرہٗ کا سوال مولوی اشرف علی تھانوی سے؟

ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک روز مولوی اشرف علی سے پوچھا کہ در طریقت قطب و در شریعت بدعتی ایں چہ معنیٰ دارد)

طریقت میں قطب اور شریعت میں بدعتی اس کے کیا معنیٰ

حضرت مولانا فخر العارفین قبلہ قدس سرہ کے اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی حضرت حاجی صاحب قبلہ کو کیا سمجھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ولی اور قطب" لیکن جب انکے مشرب اور معمولات کے بارے میں پوچھا جاتا ہے جنھیں انھوں نے اور ان کے حضرات پیران سلسلہ نے کیا ہے مثلاً قیامِ میلاد شریف اور فاتحہ مرّجہ اور اعراس بزرگانِ دین وغیرہ (جسے حاجی صاحب قبلہ نے اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ) میں جائز اور مباح تحریر فرمایا ہے تو مولوی اشرفعلی ان سب کو بدعت کہتے ہیں اور یہ امر تحقیق شدہ ہے مسلمات سے ہے کہ بدعتی قطب نہیں ہو سکتا، لہٰذا از روئے طریقت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو قطب سمجھنا اور ان کے مشرب اور معمولات کو شرعاً بدعت ٹھہرانا اس کے کیا معنیٰ ہیں (یہ اجتماع ضدین ہے) فرمایا، خدا کی پناہ، وہ کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت جداگانہ چیزیں ہیں، حضرت حاجی صاحب قبلہ کے ہم طریقت میں مرید ہیں نہ شریعت میں. طریقت میں حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ بے شک قطب تھے مگر شریعت میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔

فرمایا ان سے یہ پوچھا جائے اگر حاجی صاحب قدس سرہٗ نے شریعت کے خلاف کوئی فعل کیا اور اس فعل کو اپنا معمول دائمی بنایا جیسے کہ قیام میلاد شریف وغیرہ تو پھر حاجی صاحب قطب کیسے ہو گئے؟ جو شخص بدعت اور نافرمانی خدا کرے

کیا وہ خدا کا محبوب اور ولی ہوسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اشعار شیخ سعدی علیہ الرحمہ

محال است سعدی کہ راہِ صفا　　تو آں رفت جز در پئے مصطفیٰ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید　　کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

فرمایا، کہ مولوی اشرف علی اپنے شیخ کامل کے فرمان اور عمل کو خلافِ شرع سمجھتے اور ناجائز بتاتے ہیں۔ وہ بے خوف ہے جس نے اپنے پیرومرشد کی بے ادبی کی، اس سے زیادہ اور کون بے ادب ہوگا، مولوی اشرفعلی کے وہی خیالات ہیں جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے تھے۔

اس ارشاد مبارک کے بعد ان کے متعلق دوسرا ارشاد ۱۳۳۵ھ میں یہ ہوا جبکہ مولانا محمود الحسن صاحب مالٹا میں بقیدِ فرنگ تھے فرمایا! ہندستان میں بے شمار آدمی آباد ہیں مگر جس درویش کے حالات کا علم حق تعالیٰ سبحانہٗ چاہتا ہے ہمیں دیتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے مولوی محمود الحسن صاحب اور مولوی اشرف علی کے حالات کا علم دیا کہ مولوی اشرف علی گمراہ اور مولوی محمود الحسن متحیر (حیرت میں) ہیں ہمیں ان کے اصلی حالات خوب معلوم ہوگئے مولوی اشرف علی کا قلب مرگیا مردہ ہوگیا اور مولوی محمود الحسن صاحب کا قلب مرا نہیں بلکہ متحیر ہے مولوی اشرف علی کی روح میں اپنے شیخ اور اپنے مشائخ سلسلہ سے اعتراض و انکار آگیا ہے مگر مولوی محمود الحسن کی روح میں انکار نہیں آیا وہ متحیر ہیں اس وجہ سے کہ ایک طرف تو اپنے حضرات مشائخ سلسلہ کی بزرگی اور مقبولیت کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اپنے پیرانِ سلسلہ کے معتقدات اور معمولات کے خلاف اپنے زمانہ کے بعض متعارف علماء کے قول و عمل کو پاتے ہیں تو وہ اس کشمکش میں ہیں۔ لیکن ان کا قلب مردہ نہیں ہے بلکہ زندہ ہے وہ اپنے بزرگوں مشائخ طریقت کے خلاف نہیں ہیں ان کے دل میں خدا کا خوف اور ڈر ہے مگر وہ متحیر ہیں (ان صاحبان کے علاوہ دوسرے درویشوں کے حالات کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائیں جس کا ذکر سیرت فخر العارفین حصہ اول اور ثانی میں موجود ہے۔

کہاں ہم اور کہاں وہ

فرمایا! ہمیں حیرت ہے کہ کجا ہم کجا دیوبند، ہمیں مولوی محمود الحسن سے کیا مطلب؟ ہم اتنی دور دراز بنگال کے رہنے والے ہیں حق سبحانہٗ کا ہمیں غیب سے علم دینا کہ مولوی اشرف علی کا قلب مردہ ہے اور مولوی محمود الحسن کا قلب مردہ نہیں ہے مگر متحیر ہے اسکی مصلحت خدا ہی جانتا ہے۔ پھر خود ہی فرمایا ہمارے دادا پیر حضرت مولانا سید شاہ امداد علی صاحب قبلہ بھاگل پوری قدس سرہٗ کی روح پر فتوح کی نظر ہندستان یوپی اور پنجاب والوں پر زیادہ ہے ورنہ ہمیں ان لوگوں سے کیا نسبت۔

مرتدِ اسلام

فرمایا حضرت رسولِ مقبول سرورِ عالم ﷺ کے دستِ حق پرست پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے مگر ان میں سے بعض تو آپ کے زمانہ میں اور بعض آپ کی وفات کے بعد مرتد ہوئے۔ لیکن یہ سمجھ کر مرتد نہیں ہوئے کہ ہم ترکِ اسلام سے گمراہی کی طرف جا رہے ہیں بلکہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ ہم گمراہ تھے اسلام چھوڑ کر اب ہم ہدایت پر آ ئے ہیں یعنی وہ کفر کو ہدایت اور ہدایت کو گمراہی سمجھتے تھے۔ نعوذ باللہ اب بھی جو لوگ مرتد ہوتے ہیں تو انھیں یہی یقین ہوتا ہے کہ ہم گمراہی سے ہدایت پر آئے۔

ازروئے طریقت

فرمایا یہی حالت مولوی اشرف علی کی ہے کہ وہ اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے پھر گئے جو کامل و اکمل بزرگ ہوئے ہیں حضرت حاجی صاحب قبلہ سے لے کر حضرت رسولِ مقبول ﷺ تک سب پیران سلسلہ کامل ولی اور نورٌ علیٰ نور ہیں لیکن مولوی اشرف علی نے ان سب پیرانِ سلسلہ کی مخالفت کی اور منحرف ہو گئے، ان کی روح نے انحراف کیا۔ ازروئے طریقت وہ مرتد اور کافر ہیں۔ پیر کامل رسول اللہ ﷺ کا نائب ہے جس نے مخالفتِ رسول کی وہ کافر ہو گیا مولوی اشرف علی اپنے شیخ کامل کے فرمان و عمل کو خلاف شرع سمجھتے ہیں اور نا جائز بتاتے ہیں۔ وہ بے خوف ہے۔ مولوی اشرف علی کا قلب مردہ ہے اگر وہ سمجھیں کہ میں عین ہدایت پر ہوں، مگر وہ درحقیقت مرتد طریقت ہیں، پیرو مرشد نے جس مقام پر بسم اللہ کہا۔ مرید اس مقام پر اعوذ باللہ پڑھے تو وہ مرید رہا یا مردود فرمایا۔ ہم شیعوں کو سمجھتے ہیں کہ وہ گمراہ ہیں اور حقیقت میں وہ گمراہ ہیں کیونکہ ہدایت یافتہ اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ عنہم کو وہ گمراہ سمجھتے ہیں اور اس گمراہی عقیدہ کے باوجود اپنے آپ کو عین ہدایت پر سمجھتے ہیں۔ یہی حالت مولوی اشرف علی کی ہے وہ اپنے ہدایت یافتہ شیخ کو اور اپنے پیرانِ سلسلہ کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ (یہ کل مضمون سیرتِ فخر العارفین حصہ سوم صفحہ ۱۸۳ سے ۱۹۰ تک ماخوذ ہے)

تقریبات عرس وفاتحہ

عرس کی حقیقت

عرس لفظ عروس سے مشتق ہے عرس کے لغوی معنی شادی کے ہیں، اسی لئے دولھا اور دولھن کو عروس کہتے ہیں، بزرگانِ دین کی تاریخ وفات کو عرس کہا جاتا ہے اور اس کو عرس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث مشکوٰۃ شریف بابِ اثبات عذب القبر میں ہے کہ جب نکیرین (فرشتے) قبر میں میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ امتحان میں کامیاب ہوتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں، نم کنومة العروس الذین لا یو قظهٔ الا احب اهله الیه، یعنی تو اس دولھن کی طرح سو جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن منکر نکیر نے ان کو عرس کیا اس سے وہ دن روز عرس کہلایا اور اس لئے بھی کہ وہ دن جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے دیکھنے کا ہے کہ منکر نکیر سرکار مصطفیٰ ﷺ کو دکھا کر ان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھتے ہیں تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ یعنی آپ ﷺ خلقت کے دولھا ہیں تمام عالمین آپ ﷺ کے دم قدم کی بہار ہے سب کو آپ کا وصال نصیب ہوتا ہے جو تمام نعمتوں میں سب سے اعلیٰ نعمت ہے عارف باللہ حضرت علامہ آسی غازیپوری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

آج چھوٹے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
جس کے جویاں تھے اس گل سے ملاقات کی رات

ہر مومن اپنی ساری زندگی اسی کوشش میں منہمک ومصروف رہتا ہے کہ کسی طرح خواب میں اپنے محبوب آقا ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جائے اور اوراد ووظائف کثرت درود ودیگر عملیات اس کے لئے کرتا ہے اپنے ملبوسات وخواب استراحت کی اشیاء میں عطر وعود مشک وعنبر جیسے دیگر خوشبو وبخور استعمال کرتا ہے اور پورے یقین وایمان کے ساتھ اسی تمنا و

آرزو میں اپنے شب و روز گزارتا ہے کہ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی دیدارِ رسول ﷺ کی دولت و نعمت حاصل ہو جائے تو زندگی کی معراج ہو جائے۔

عرس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر سال تاریخ وفات کے موقعہ پر قبر پر حاضر ہونا، زیارت کرنا، قرآن خوانی، ایصال ثواب فاتحہ وصدقات جیسے امور خیر کا انجام دینا اور یہ چیزیں عمل صالحات سے ہیں اس کا ثبوت احادیث پاک، اقوال فقہا اور ارشاداتِ سلف صالحین سے بخوبی واضح ہے چنانچہ حضرت ابن ابو شیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لیجاتے تھے روایت کے الفاظ یہ ہیں روی ابن ابی شیبة ان النبی ﷺ کان یاقی قبور الشهداء باحد۔ تفسیر در منثور اور تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کے قبروں پر تشریف ۔۔۔ لے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے روایت کے الفاظ یہ ہیں، عن رسول الله علیه السلام انه کان یاقی قبور الشهداءِ علی راسِ کل حولٍ فیقل سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و الخلفاءِ الاربعة هکذا کانوا یفعلون. اہلسنت والجماعت کے عقیدہ مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی رہتے ہیں اولیاء اللہ کی عرس پاک نہایت ذوق و شوق کے ساتھ مناتے ہیں اس میں شرکت کو باعث اجر و ثواب سمجھتے ہیں چنانچہ ملکِ عرب میں بھی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اکثر اولیاء اللہ کا عرس پاک منانے کا اہتمام ہے کہ لوگ فخر الکاملین حضرت حاجی سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف بہت دھوم دھام سے مناتے ہیں خاص کر علماء مدینہ منورہ حضور نبی کریم ﷺ کے شفیق اور جاں نثار چچا حضرت سیدنا امیر حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا عرس اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۲۵ میں ارشاد فرماتے ہیں دوم آں کہ ہیئت اجتماعیہ مردمان، کثیر جمع شدن وختم کلام اللہ فاتحہ بر شیرنی وطعام نمودہ تقسیم در میان حاضران کنند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نہ بود، اگر کسے ایں طور کنند باک نیست، بلکہ فائدہ احیاء اموات حاصل می شود یعنی دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم کلام اللہ شریف کریں اگر کوئی کرے تو حرج نہیں، بلکہ زندوں سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے فتویٰ میں صریح طور پر اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اجتماعی طور پر تلاوت قرآن مجید، ذکر خیر، کھانے اور شیرنی پر فاتحہ بعد تقسیم شیرنی کرنے نیز اس سے استفادہ حاصل کرنے کو ناجائز اور منع نہیں کیا ہے۔ اس بحث میں اعتراض ہوتا ہے نہیں کرنا چاہئے کہ زمانہ نبوی یا زمانہ خلفاء میں اس طور سے کرنا ثابت نہیں رہا فائدہ تو اس کے متعلق حدیث پاک میں

نہایت صاف لفظوں میں صراحت موجود ہے کہ ان چیزوں کا ثواب رب تعالیٰ کرنے والوں کو عطا کرتا ہے۔

حضرت شیخ طریقت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ اپنے مکتوب شریف ۱۸۲ میں حضرت مولانا جلال الدین کو تاکید فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''اعراس پیراں برسنت پیراں، سماع وصفائی جاری دارند، یعنی پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے قوالی وصفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔

معلوم ہوا کہ شیخ متقدمین میں بھی سماع (قوالی) وصفائی (اہتمام وانصرام) کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا اور صدیوں سے طریقۂ پیراں رہا کہ وہ اپنے پیشواؤں ومقتداؤں کے اعراس پاک کو نہایت ذوق وشوق کے ساتھ مناتے چلے آئے۔

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عرسِ بزرگاں پر، کاربند رہا جائے، اولاً تو اس لئے کہ عرس زیارتِ قبور، صدقات وخیرات،، تلاوتِ واذکار اور دیگر امور خیر کا مجموعہ ہے اور نیک کام میں سستی وکاہلی جائز نہیں بلکہ اس میں پیش قدمی نہایت ہی مناسب اور بہتر ہے'' حدیث شریف میں ہے۔ ما رآہ المؤمنون حسن فھو عند اللہ حسن، یعنی جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔

بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ بھیڑ بھاڑ اکٹھا کرنا، پھر اس کے لئے تاریخ معینہ ہی کا لحاظ رکھنا کہ عرس وفاتحہ محض ان ہی تاریخوں میں ہی ہونی چاہئے اس کی کوئی اصل نہیں نیز لوگوں نے اسے واجب سمجھ رکھا ہے وغیرہ۔

اولاً دنیا کا کوئی مسلمان شریعت کے مقرر کردہ فرائض وواجبات کے سوا کسی اور کو فرض واجب نہیں سمجھتا عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان بزرگ کی وفات کو یاد دلاتا ہے، اور یہ بھی مقصد پیش نظر ہوتا ہے کہ ان جملہ امور خیر کو اجتماعی طور پر ادا کی جائے تاکہ دوسر لوگ بھی باسانی شرکت کرسکیں، اور کوئی شخص محروم نہ رہے، تیسرے کہ لوگ سال میں ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہو کر لوگوں سے واقفیت اور انکی خیر وعافیت معلوم کرسکیں جو کہ محبت والفت بڑھانے کا ذریعہ ہے جس کی ترغیب متعدد احادیث پاک میں دلائی گئی ہے چوتھے اس لئے کہ جن کے قلوب میں تلاشِ پیر اور طلب سلوک کی راہ موجود ہو وہ آسانی کے ساتھ تلاش کرکے حصولِ ارادت سے فیضیاب ہوسکیں کیونکہ ایسے موقعہ پر مشائخ عظام صوفیائے کرام کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ وپرکھ کر جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کرلیں آخر رمضان روزوں کیلئے عید الفطر وعید الاضحیٰ یکم الشوال المکرم، ودس ذی الحجہ وزیارتِ حرمین شریفین وغیرہ کیلئے بھی تو، تاریخیں مقرر ہیں اسمیں بھی گزشتہ فوائد کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

عرسِ رحمتِ عالم ﷺ کے معنی

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا چونکہ اس روز یعنی میت کے دفن کے روز قبر میں حضور انور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے اور آپ دونوں جہاں کے دولھا ہیں۔

شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

اس لئے بزرگوں کے وفات کے دن کو روز عرس کہا جاتا ہے لیکن پھر بھی کچھ ناعاقبت اندیش اشخاص کا سوال ہے کہ حضور پاک ﷺ جو امام الانبیاء محبوب خدا صاحب لولاک لما ﷺ سے زیادہ خدا کا پیارا اور کون ہو سکتا ہے پھر بھی مدینہ پاک میں آپ ﷺ کا عرس نہیں منایا جاتا ہے، پھر کیا ان بزرگوں کا مقام و مرتبہ آقائے دو جہاں ﷺ سے بڑھ کر ہے، جو ان کا عرس منایا جاتا ہے، یہ انتہائی اعتراض ہے اس کے کئی ایک جواب ہیں پہلا یہ کہ اگر سائل کا سوال مجمع و بھیڑ و بھاڑ سے ہے تو جس قدر مجمع رحمتِ عالم ﷺ کے روضہ انور پر روز ہوتا ہے، کسی بڑے سے بڑے شیخ و صوفی کے سالانہ عرس کے موقعہ پر بھی نہیں ہوتا عوام و خواص کے علاوہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں اور اگر سائل کی مراد یہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید، تسبیح و تہلیل، اوراد و وظائف، اشغال و درود کی کثرت ہونا تو اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ جس قدر یہ اعمال صالحہ حضور ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں کئے جاتے ہیں، کسی اور مقام پر اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، مسلمین، مؤمنین و صالحین، کے علاوہ بے شمار فرشتے جو حاضر بارگاہ ہوتے ہیں ان کا کام ہی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں نیز انکی غذا بھی یہی ہے اور بارگاہ سید المرسلین ﷺ میں نہایت محبت بھرے والہانہ انداز میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے رہتے ہیں اور اگر سائل کی مراد طعام و تقسیم شیرینی سے ہے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اس بارگاہِ بیکس پناہ میں صرف طعام و شیرینی پر کیا انحصار اسمیں دونوں جہاں کی سعادتیں و نعمتیں تقسیم ہوتی رہتی ہیں، وہ سحابِ رحمت ہیں جب آسمانی سحاب کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کون سی جگہ کس حیثیت کی ہے بلکہ سب پر اس کی بارش ہوتی ہے ہاں فیض لینے والا اپنی ظرف کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے دیکھو گڈھے وغیرہ کو کم چشمہ و تالاب کو اس سے زیادہ جھیل اور ندی کو اس سے زیادہ سمندر کو اس سے بھی زیادہ بارش کا فیض ملتا ہے لیکن سخت زمین و پتھریلے پہاڑ اس سے محروم ہی رہتے ہیں اسی طرح رحمتِ عالم ﷺ سحاب رحمت ہیں عامۃ المسلمین کو کم اولیاء اللہ کو اس سے زیادہ قطب

وابدال کو اس سے زیادہ غوث و اوتاد کو، اس سے زیادہ، صحابہ و تابعین، خلفائے راشدین کو اس سے زیادہ پھر ان میں حضرت عمر فاروق اور حضرتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب سے زیادہ ہے۔

کچھ اس طرح سے جاری ہے فیضِ رحمتِ عالم
کہ مانگو تب بھی ملتا ہے نہ مانگو تب بھی ملتا ہے۔

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں سالانہ اس قدر زبردست اژدھام ہوتا ہے کہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے لاکھوں فرزندانِ توحید عاشقانِ رسول حاضر بارگاہ ہو کر ہدیہ صلاۃ وسلام کی سرسبز و شاداب ڈالیاں نچھاور کرتے ہیں اور کچھ اس طرح عرض کرتے ہیں۔

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
تیرے فقیروں میں اے تاجدار ہم بھی ہیں

متبرکاتِ بزرگانِ دین نفع بخش ہیں

حضرات نبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام صدیقین وشہداء رضوان اللہ علیہم اجمعین صالحین و بزرگانِ دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے تبرکات، ان کے ملبوسات ان کے نعلین شریفین ان کا عصا ان کا مصلی ان کے برتن انکی تسبیح غرضیکہ انکا استعمال شدہ سامانِ زیست باعثِ خیر و برکت اور موجبِ رحمت و منفعت ہے ان سے شفا حاصل ہوتی ہے ان کے توسل سے دعائیں قبول ہوتی ہیں ان سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں غرضیکہ ہر طرح حاجت روائی و مشکل کشائی کا ذریعہ ہے اور انکے توسل سے فوائد حاصل کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید کے دوسرے پارہ کے آخر سورت کے قریب سورۃ البقر آیت نمبر ۲۴۸ میں ہے، و قال لهم نبيهم ان آيت ملكه انْ يا تيكم التابوت فيه سكينة مّنْ رّبّكم و بقية مما ترک الُ موسیٰ و الُ هارونَ تحملهُ الملئكة ان فی ذلک لاٰیت لكم ان كنتم مؤمنين، اور بنی اسرائیل سے ان کے نبی (حضرت شمویل علیہ السلام) نے فرمایا کہ اس (طالوت) کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس صندوق کہ جس میں تمھارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں حضرت موسیٰ و حضرتِ ہارون علیہم السلام کے ترکہ کی فرشتے اسکو لائیں گے، یقیناً تمھارے لئے اس میں بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو جس کا تفصیلی واقعہ اس طور ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا، جسے وہ لوگ وسیلہ بنا کر اللہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے تو انکی دعائیں مقبول ہوتی تھیں، اور ان کو فتح و نصرت نصیب ہوا کرتی تھیں

اور جب وہ میدان جنگ میں پہنچتے تو اس صندوق کو اپنے آگے رکھ لیا کرتے، اسکو صرف سامنے رکھنے کی وجہ سے سکون قلب اور تسکین روح کی ایسی برکتیں ان پر نمودار ہوتی تھیں کہ مجاہدین کے سینوں سے خوف و ہراس جاتا رہتا، اور انکے بھڑکتے ہوئے دل پتھر کی چٹان کی مانند مضبوط ہو جایا کرتے تھے، یہ وہ مبارک صندوق تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور آپ سے وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا اس صندوق میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اپنا مخصوص سامان اور توریت شریف رکھا کرتے تھے، اس کے علاوہ آپ کے ملبوسات شریف (کپڑے) آپکی نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور عمامہ شریف اور کچھ من وسلویٰ جو بشکل نعمت بنی اسرائیل پہ نازل ہوا تھا یہ سب سامان تبرکات اسی صندوق میں رکھے ہوئے تھے، جب قوم بنی اسرائیل کی بد اعمالی بڑھ گئی، تو خداوند جبار وقہار کی قہر وغضب کی تلوار بے نیام ہوگئی قوم بنی عمالقہ کی ظالم و جابر قوم بنی اسرائیل پہ حملہ آور ہوگئی اور اس نے قتل وغارت گری کا وہ بازار گرم کیا اور جنگ وقتال کا ایسا طوفان برپا کیا کہ بنی اسرائیل کی آباد بستیاں تہس نہس ہو کر ویران و برباد ہوگئیں بنی اسرائیل کے تمام مال واسباب وساز وسامان کو قوم عمالقہ نے لوٹ لیا اور وہ لوگ یہ مبارک صندوق بھی چھین کر لیگئے لیکن یہ اس مبارک صندوق کے تقدس اور حرمت کا لحاظ نہ رکھ سکے، افسوس کہ انھوں نے اسے ناپاک اور گندی جگہوں میں ڈال دیا، اور اسکی بے حرمتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں طرح طرح کے تکالیف و مصائب میں ڈال دیا اور قوم عمالقہ ان گستاخیوں کے سبب طرح طرح کے موذی امراض میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہوگئی. ان کے شہر اور بستیاں اجڑ گئیں اور وہ اس قدر تباہ و ویران ہو گئے کہ کئی شہروں میں کوئی چراغ جلانے والا بھی نہ رہا اور عرصہ کے بعد قوم عمالقہ کو احساس ہوا کہ اس مقدس صندوق کی بیحرمتی کی وجہ سے وہ عذاب الہی میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے ان کو خیال ہوا کہ جب تک ہم صدق دل سے توبہ کر کے اپنے اس مکروہ عمل سے باز نہ آئیں گے اللہ تعالیٰ ہم پر ہرگز رحم نہ فرمائے گا چنانچہ انھوں نے اس مقدس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر رکھ بیلوں کو ہنکا دیا اور فرشتے اس مبارک صندوق اٹھا کر بنی اسرائیل کے سامنے "طالوت" بادشاہ کے پاس لائے، اور اس صندوق کے آتے ہی قوم بنی اسرائیل کی تقدیر جاگ اٹھی، اسکا آنا ہی بنی اسرائیل کو انکی بادشاہی کا نشان مقرر کیا گیا تھا، چنانچہ صندوق کو دیکھتے ہی بنی اسرائیل نے طالوت کو اپنا بادشاہ مان لیا اور فوراً وہ جہاد کیلئے تیار ہو گئے۔

متبرکات کے طفیل روشن فتح

مبارک صندوق پاکرانھیں اپنی فتح کا پختہ یقین ہوگیا تھا چنانچہ طالوت بادشاہ نے بنی اسرائیل کے ستر ہزار نوجوانوں کی فوج تیار کی انھیں جوانوں میں اللہ کے برگزیدہ نبی حضرتِ داؤدعلیہ السلام بھی تھے جن کے ہاتھوں سے کافروں کا بادشاہ جالوت قتل ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی تبرکات کی برکت سے انھیں عظیم الشان فتح عطا فرمائی یہ واقعات حضرت شمویل علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا جو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے اسی تبرکات سے لبریز خیر و برکت والے صندوق کا ذکر خداوندِ قدوس نے مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں فرمایا فیہ سکینۃ من ربکم ،قرآنی الفاظ پر غور کرو جس میں رب تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ صندوق میں حضرتِ موسیٰ وہارون علیہم السلام کے تبرکات تھے، امیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینہ یعنی دلوں کا اطمینان اور روح کی تسکین کا سامان تھا جس پر ایمان لانا مسلمان کا فرض ہے، اور جو اس کا منکر ہے بلا شبہ وہ قرآن مجید کا منکر ہے، اور ایسا شخص کافر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل اس مقدس صندوق کی خیر و برکت سے فتحیاب ہوکر کفار و مشرکین پر غلبہ پاتے تھے، کفار شکست و ہزیمت سے دوچار ہوتے تھے، اور ایمان والوں کے دلوں سے خوف اور بزدلی دور ہوکر، امیں شجاعت و بہادری پیدا ہوجاتی تھی، ان قرآنی تصریحات سے صاف طور پر ثابت ہوگیا، کہ بزرگوں کے تبرکات دافع البلاء باعث شفا اور مخلوقِ خداوندی کے لئے نہایت نفع بخش ثابت ہوتے ہیں، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ ان تبرکات کی توہین اور بیحرمتی کرتے ہیں، وہ نہایت ہی بدبخت اور محروم القسمت ہیں دیکھو قومِ عمالقہ نے جب اس مقدس صندوق کی بیحرمتی کی تو وہ طرح طرح کے امراض اور بلاؤں میں گرفتار ہوگئے یہاں تک کہ انکی بستیاں ویران ہو گئیں بالآخر انھوں نے اس صندوق کو واپس لوٹا دیا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ بزرگوں کے تبرکات کی بے ادبی اور بے حرمتی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے اور یہ طریقہ گمراہوں اور بددینوں کا ہے، بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم اور انکا اعزاز و احترام لازم اعتقاد اور واجب العمل ہے دلیل اس کی یہ کہ فرشتے اس صندوق کو اٹھا کر لائے جیسا کہ تحملہ الملئکۃ سے ظاہر ہوا لہذا مؤمنین کا طریقہ یہ ہے کہ بزرگوں کے تبرکات کی عظمت و برکت کو اپنے دل میں جگہ دیں اور تہہ دل سے انکا ادب واحترام کریں کیونکہ بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم وتکریم یں دین و دنیا کی بھلائی ہے انکی برکت سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور مرادیں برآتی ہیں اور انکی اہانت وتحقیر میں دین و دنیا کا زبردست نقصان ہے۔

برکاتِ تبرکات سے آنکھیں روشن ہوگئیں

جب حضرت یوسف علیہ السلام کومصر کی بادشاہت عطا ہوئی اور سخت قحط پڑا، اور آپ نے خلق اللہ کو غلہ بانٹنا شروع فرمایا اور یہ خبر آپ کے بھائیوں تک پہنچی تو غلہ لینے کیلئے وہ بھی کنعان سے مصر پہونچے، تو حضرتِ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات دریافت فرمائے، بھائیوں نے بتایا کہ وہ فرقِ یوسف میں روتے روتے نابینا ہوگئے ہیں، اس خبر سے آپ کو بے حد رنج ہوا اور گہرا صدمہ پہونچا غلہ عطا فرما کے رخصت کرتے ہوئے آپ نے بھائیوں سے فرمایا، اذھبوا بقمیصِ ھٰذا فالقوہ علیٰ وجہ ابی یأتی بصیرًا القرآن پارہ ۱۳ سورہ یوسف، آیت ۹۳ یعنی تم لوگ میرا یہ کرتا لے جاؤ اور میرے باپ کے منہ پر ڈال دو تو انکی آنکھیں روشن ہوجائیں گی چنانچہ آپ کے بھائی وہ کرتا لیکر کنعان پہونچے اور انھوں نے ایسا ہی کیا کرتا چہرے سے مس ہوا اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوگئیں مکمل طور سے بصارت واپس آگئی۔

کرتے میں برکت کہاں سے آئی

یہ مقدس کرتا برکات وخیر کا مجموعہ تھا اسی کرتے کی برکت سے وہ تاریک کنواں جس میں حضرت یوسف علیہ السلام ڈالے گئے تھے روشن ومنور ہوا تھا اسی مبارک کرتے کے طفیل آپ کو مصر کی بادشاہت عطا ہوئی اسی مقدس کرتے کے صدقہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمِ لدنی وتعبیر خواب کی بہترین فہم عطا فرمائی اسی مبارک کرتے کی برکت سے آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوئیں غرضیکہ یہ کرتا ہزاروں خیر وبرکات کا مجموعہ اور لاکھوں کرامتوں کا سر چشمہ ثابت ہوا، واقعہ یہ ہے کہ نار نمرود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنت سے جو بشکلِ چادر حضرت جبریل علیہ السلام کپڑا لے کر آئے تھے، آپ نے زیب تن فرما کے ہزاروں قدرت کے کرشمات ملاحظہ فرمائے تھے یہ اسی جنتی کپڑے سے تیار شدہ مبارک کرتا تھا، جسے جدا ہوتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت یوسف علیہ السلام کے گلوئے مبارک میں تعویز بنا کر ڈال دیا تھا چونکہ اللہ کے نبی حضرتِ یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ، جو اللہ تعالیٰ کے جانب سے آیا ہوا اور روح الامین کے ہاتھ سے لایا ہوا جنتی کپڑا نمرود کی دہکائی ہوئی آگ کو بجھا سکتا ہے وہ میرے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت باذنِ خداوندی کرسکتا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی سمجھ لیا تھا کہ جب اسکی وجہ سے مجھے مصر کی حکومت عطا ہوسکتی ہے تو میرے باپ کی آنکھیں بھی روشن ہوسکتی ہیں، ان دونوں برگزیدہ

بزرگوں کا عمل بتا رہا ہے کہ بزرگوں کے لباسوں اور انکے تبرکات میں برکت اور شفا مضمر ہے اور یہ شفاء و برکت قرآن مجید سے ثابت ہے جس پر ہر مسلمانوں کو ایمان لانا ضروری ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا ادب واحترام رکھنا قرآن کا فرمان ہے اور صالحین و بزرگانِ دین کا طریقہ ہے۔

تبرکات کی تعظیم صحابۂ کرام کی نگاہ میں

تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تبرکات کا ادب واحترام تہ دل سے فرماتے تھے چنانچہ شفاء شریف میں ہے کہ جس منبر پر حضور اکرم ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھ تے تھے (یعنی چومتے تھے) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس حضور انور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور مدینہ طیبہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھوکر، اسکو پلاتی تھیں اس سے شفاء حاصل ہوتی تھی مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے، اور ان کے مشکیزہ سے منہ مبارک لگا کر پانی پی لیا، انھوں نے برکت کیلئے مشکیزے کا منہ کاٹ کر رکھ لیا، مشکوۃ شریف باب السترہ میں ہے کہ، حضور پاک ﷺ نے وضو فرمایا تو حضرتِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ آپ کے طرف دوڑ پڑے، جس کو وضوء مستعمل کا پانی دستیاب ہوا، اس نے اپنے منہ پر مل لیا، اور جسے نہ ملی اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے (محض) تری لیکر منہ پر ہاتھ پھیر لیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں موئے مبارک (بال شریف) حضور انور ﷺ کا رکھتے تھے اور جنگ کے موقعہ پر وہ ٹوپی شریف ضرور آپکے سرِ نیاز پر ہوتی تھی، آپ فرماتے ہیں کہ جنگوں میں فتح و کامرانی اسی ٹوپی کی برکت سے عطا ہوتی تھی، مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب المساجد میں روایت ہیکہ ایک جماعت حضور اقدس ﷺ کے دستِ رحمت پر مشرف باسلام ہوئی اور انھوں نے آپ سے عرض کیا، ہمارے ملک میں بیعہ نامی یہودیوں کا عبادت خانہ ہے، ہماری خواہش یہ ہے کہ ہم اسے توڑ کر اللہ کا گھر (مسجد) بنالیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، ایک برتن لاؤ، برتن پیش کیا گیا آپ نے اس میں پانی بھر کر کلی فرمادی اور فرمایا کی جاؤ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو وہاں زمین پر چھڑک دو اور اسکو مسجد بنالو اس فرمانِ اقدس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا لعاب مبارک کفر کی گندگی کو دور فرما دیتا ہے، غرضیکہ بزرگانِ دین سلفِ صالحین کے تبرکات میں ہزاروں برکتیں اور لاکھوں رحمتیں شامل ہیں ان سے فیض لینا انکی تعظیم وتوقیر کرنا صحابۂ کرام و تابعینِ عظام اولیاء اللہ اور عامۃ المسلمین کا ہمیشہ عمل وطریقہ رہا ہے۔

بوسہ یعنی بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا

جس طرح بزرگانِ دین کے ملبوسات نعلین مصلی وغیرہ کی تعظیم وتوقیر کرنا جائز، اور باعث خیر وبرکت ہے، اسی طرح ان کے ہاتھ پاؤں چومنا، یعنی دست بوسی وقدم بوسی کرنا بلا قباحت جائز اور باعث خیر وبرکت ہے، انکے استحباب احادیث کریمہ اوصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت ہیں، چنانچہ حدیث مشکوٰۃ شریف (باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے) کہ حضرت ذراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم وفدِ عبدالقیس میں تھے، جب مدینہ منورہ پہونچے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم (لوگوں) نے حضور ﷺ کے دست وپا چومے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا منبر شریف، یا قبر انور کا چومنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور ابن ابی الصنف یمانی سے منقول ہے قرآن کریم اور احادیث کے اوراق و بزرگانِ دین کی قبریں چومنا جائز ہیں موصوف مکہ معظمہ کے مشہور ومعروف علمائے شافعیہ میں سے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری باب ملاقات الملکوت میں ہے، کہ بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے (۱) رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو بوسہ دے یعنی چومے۔

(۲) ملاقات کا بوسہ دے جیسے بعض مسلمان بعض مسلمان کو بوقتِ ملاقات بوسہ دیں۔

(۳) شفقت کا بوسہ جیسے فرزند اپنے والدین (ماں باپ) کو بوسہ دے۔

(۴) دوستی کا بوسہ جیسے کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ دے۔

(۵) شہوت کا بوسہ جیسے شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے، اس قسم کے بوسے بلا قباحت جائز ہیں، جو لوگ اس کو ناجائز بتاتے ہیں وہ سخت قسم کے جاہل اور ناعاقبت اندیش ہیں کچھ لوگ چومنے کو پوجنے سے جوڑتے ہیں، حالانکہ یہ امر واضح ہے کہ چومنے اور پوجنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے، پوجنا خدا کیلئے خاص ہے، وہ، غیر خدا کو کسی صورت میں جائز نہیں ہے، لیکن چومنا نہ خدا کیلئے خاص ہے اور نہ ہی نشان بندگی ہے یہ تو غیر خدا کیلئے ہی ہے دیکھو حجر اسود، قرآن مجید، احادیث کریمہ کے اوراق چومے جاتے ہیں حالا کہ یہ خدا نہیں غیرِ خدا ہیں غرضیکہ چومنے کو پوجنا سمجھنا یہ سخت قسم کی بددیانتی ہے، اللہ تعالیٰ حق پر قائم فرمائے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا معمول شریف تھا کہ ہر صبح قرآن مجید کو ہاتھ میں لیکر چومتے

تھے آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقدس عمل پچھلے اوراق میں گزر چکا کہ آپ منبرِ رسول ﷺ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

بعض لوگ بوسہ کے انکار کیلئے حدیث عمر پیش کرتے ہیں، کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنگِ اسود کو بوسہ دیکر فرمایا تھا۔ انّی اعلم انک حجر لا ینفع ولا تضرُّ و لولا انی رَأیت رسول اللہ ﷺ ما قبلتک اے حجراسود ۔میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان اگر میں نے حضور ﷺ کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھکو (کبھی) نہ چومتا اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سنگِ اسود کا بوسہ (معاذ اللہ) ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آگیا، اس وجہ سے مجبوراً آپ کو چومنا پڑا، اتنے عظم الشان اور جلیل القدر صحابی رسول امیر المؤمنین خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات پر اتنا بڑا اتہام کہ آپ اس بوسۂ حجراسود سے ناراض تھے جبکہ حدیث پاک کی صراحت کے مطابق سنت سے ناراضی کفر ہے، اور کفروشرک جیسی مذموم شئے سے تمام اصحاب رسول اللہ متنفر اور بری الذمہ تھے پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی ہستی سے ایسی قبیح و مذموم حرکت کا ارتکاب ہوسکتا تھا، بلکہ آپ نے اپنے کردار وعمل سے امتِ محمدی ﷺ کی اصلاح فرمارہے تھے، اور چومنے و پوجنے کا فرق واضح فرمارہے تھے، چونکہ اہل عرب پہلے اول درجہ کے بت پرست تھے ایسا ممکن تھا کہ وہ سمجھ بیٹھتے کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک بت (پتھر) پر ہم کو متوجہ کردیا اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہوگیا کہ وہ تھا پتھروں کو پوجنا، اور یہ ہے پتھر کا چومنا، پوجنا اور ہے، چومنا اور ہے تعجب ہے کہ لوگ یہاں تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سنگِ اسود کی بوسہ کے متعلق مخالف بتلاتے ہیں لیکن مقام ابراہیم جس پتھر پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کو تعمیر فرمایا تھا، اور جس پر آپ کے قدم پاک کا نشان پڑگیا تھا، خود ہی اس پر امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا، کہ مقام ابراہیم کو مصلی بنالیتے، اور اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھکر (برکت) حاصل کرتے انھیں کی عرض پر یہ آیتِ مقدسہ نازل ہوئی" واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ "مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہی ہے اس کو مصلی بنانا اس کے سامنے سجدہ کرنا اس کے قریب نفل پڑھنا آپ کو پسند ہے اور حجراسود کو بوسہ دینا آپ کو پسند نہیں، یہ کیسی جہالت اور نادانی کی بات ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

دست بوسی، وقدم بوسی کے متعلق حضرت مولانا حکیم سکندر شاہ ابوالعلائی جہانگیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرتِ فخر العارفین میں رقم طراز ہیں کہ سیر الاولیاء میں ہے کہ مؤلف نے جو حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہٗ

العزیز کے مرید تھے بچشم خود حضور محبوب الٰہی کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا'' قال صہیب رأیت علیا یقبل ید العباس رجلا۔ یعنی صحابی رسول حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کو (اپنے چچا) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہوئے دیکھا

غرضیکہ بزرگوں کی دست بوسی وقدم بوسی میں، کمال برکت ہے، باعثِ نجات دافع البلاء وشفاء امراض ہے، تمام اہل اللہ مسلمین ومؤمنین کا شعار ہے۔

زیارت گاہ وتبرکات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت الرضواں ہوئی تھی، لوگوں نے اس کو زیارت گاہ بنالیا تھا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا اس سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں، کہ امیر المؤمنین خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زیارت گاہ وتبرکات کے معاذ اللہ مخالف تھے، واضح ہو کہ یہ سراسر دھوکہ اور امیر المؤمنین کی ذاتِ اقدس پر بدترین بہتان ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو ہرگز نہیں کٹوایا، بلکہ وہ اصل درخت قدرتی طور لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا اور لوگوں نے دھوکے میں دوسرے درخت کی زیارت کرنی شروع کر دی تھی آپ نے اس غلطی سے لوگوں کو بچانے کے لئے اس دوسرے درخت کو کٹوایا چنانچہ مسلم شریف جلد دوم کتاب الامارات باب بیانِ بیعتِ الرضوان اور بخاری شریف جلد دوم باب غزوۃ الحدیبیہ میں ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد بھی انہیں سے ہیں، جنھوں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے درخت کے پاس بیعت کی تھی، انھوں نے فرمایا، کہ ہم آئندہ سال حج کیلئے گئے تو اسکی جگہ ہم پر مخفی (پوشیدہ) ہوگئی، مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

کَانَ اَبِی مِمَّنْ بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ عِنْدَ الشَّجرۃِ قَالَ فانتلقنا فی قَابِلٍ حاجین فَخَفِی عَلَینا مکانھا ، بخاری شریف کی حدیث شریف میں ہے کہ ہم سال آئندہ حج کے لئے گئے، تو اس کی جگہ ہم پر مخفی ہوگئی حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں فلما خرجنا من العلم المقبل نسینھا فلم نقدر علیھا ، تو اس قدر پختہ ثبوت ودلائل کے ہوتے ہوئے جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات پر بہتان تراشی قلبی منافقت، ودلی کدورت کا، آئینہ دار ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے، کہ خلیفۃ المسلمین وامیر المؤمنین محبوب رحمۃ للعلمین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زیارت وتبرکات کے، گرویدہ وقائل تھے، کیونکہ دورِ فاروقی میں حضور انور ﷺ کی موئے

مبارک تہبند وخرقہ شریف، اور قبرانور، اور سب کی زیارت کی جاتی تھی، اور آپ اس میں شرکت فرماتے، اور اس کی تعظیم و توقیر کو سعادت دارین تصور فرماتے تھے، کسی ضعیف حدیث سے بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا، کہ آپ نے ان آثار کو مٹانے کی کبھی کوئی کوشش فرمائی، یہ تو منکرینِ رسالت وولایت کی سازش کا نتیجہ ہے کہ لوگوں میں باور کرانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے، کہ زیارت قبر کا اور ان آثار کی محافظت اور اسکی تعظیم وتکریم سنیوں کا خودساختہ عقیدہ ہے، حقیقت سے اسکا کوئی تعلق نہیں، اسے ناپاک عقائد کے حامیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے، کہ یہ عقیدہ سنیوں کا خودساختہ نہیں بلکہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ، تابعینِ عظام، تبع تابعین واولیاء صالحین کا عقیدہ ہے، جس کا مذکورہ بالا حدیث شریف سے پختہ وکامل ثبوت ملتا ہے، اللہ تعالیٰ راہِ مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

قُل شریف (فاتحہ مقدسہ)

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد تلاوتِ کلام مجید اور ایصال ثواب ہے قرآن مقدسہ کے تیسویں پارہ میں چاروں قل موجود ہیں جن کی بہت بڑی اہمیت اور فضیلت ہے چنانچہ سورہ قل یاایھا الکافرون کے متعلق سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے کہ بندہ اسکی تلاوت سے عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے، منکر نکیر کے سوالات آسان ہو جاتے ہیں، اور اس کے جواب ذہن میں آجاتے ہیں، نیز ہزاروں خیر وبرکات کا ذریعہ ہے، سورہ اخلاص کے متعلق ارشاد ہے کہ، اس کے تلاوت کرنے والے کو تہائی قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب حاصل ہوتا ہے تین مرتبہ پڑھنے سے پورے کلام اللہ کی تلاوت کا ثواب حاصل ہوتا ہے ایمان میں پختگی، توحید پر کامل یقین اور اخلاق وعمل میں کمال خلوص پیدا ہوتا ہے اور معوذتین یعنی سورہ قل اعوذ برب الفلق وسورۃ الناس کی تلاوت سے آسیب وبلیات سے حفاظت اور وسوسۂ شیطانی سے چھٹکارہ حاصل ہوتا ہے سحر وٹونا وغیرہ کی محافظت کے لئے اکسیر ہے مکان ودوکان میں تلاوت سے بے پناہ خیر وبرکت ہوتی ہے تلاوتِ کلام پاک میں کمال برکت ورحمت تو ہے ہی شافع بلا ودافع امراض کمزوروں کا سہارا بے بسوں کا عصا بے کسوں کا مونس ومددگار غرضیکہ اس قدر خیر وبرکات افضال وانعامات کا ذریعہ ہے جسے زبانِ انسانی بیان نہیں کرسکتی ہے اور صفحہ قرطاس پر احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا باری تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے۔ و ننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین۔ یعنی ہم نے قرآن کو اتارا جس میں ایمان والوں کے لئے شفاء ہے۔ تفسیر روح البیان میں۔ واذا سمعوا پارہ نمبر ۷ سورۂ انعام زیرِ آیت و ھذا کتاب انزلناہ مبارک میں ہے کہ و عن حمید الاعرج

علی من قرأ القراٰن و ختمه ثم دعا امن علی دعائه اربعة آلافِ ملک ثم لا یزالون یدعون له و یستغفرونَ و یصلونَ علیه الی المساءِ او الی الصباح ۔ حضرت اعرج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ، جو شخص قران مجید ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس شخص کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں، پھر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں شام یا صبح تک معلوم ہوا کہ ختم قرآن پاک کے وقت دعا مقبول ہوتی ہے اور قل شریف (فاتحہ مقدسہ) دعا بھی ہے اور ایصال ثواب بھی۔

صحابیٔ رسول خادمِ خاص بارگاہِ رسول ﷺ حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختمِ قرآن مجید کے وقت اپنے گھر والوں ں ں کو جمع فرما کے دعا مانگا کرتے تھے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت صحیح منقول ہے کہ بزرگان دین ختم قرآن مجید کے وقت لوگوں کو جمع کرتے اور فرماتے تھے کہ، اس وقت (اللہ تعالیٰ) کی رحمت نازل ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن پاک کرنا، اور ختم قرآن مجید کے وقت بھیڑ اکٹھا کرنا، یعنی لوگوں کو جمع کرنا اور دعا مانگنا، حصولِ رحمت و برکت کا ذریعہ جاننا، صحابۂ کرام تابعینِ عظام و سلفِ صالحین کا مبارک طریقہ ہے، اور اولیاء اللہ نے ان مقدس حضرات کے مبارک طریقے کو اپنا کر دین و دنیا کی بھلائیاں و کامیابیاں حاصل فرمائی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ فاتحہ مروجہ دو عبادتوں کا مجموعہ ہے تلاوتِ قرآن پاک اور صدقہ اور جب یہ دونوں امور الگ الگ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیونکر حرام ہوگا۔ دیکھو بریانی کھانا کہیں سے ثابت نہیں کیونکہ یہ نو ایجاد ہے، صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں نہ اسے پکایا گیا نہ کھایا گیا لیکن بغیر ثبوت کھانا جائز ہے کیونکہ یہ حلال چیزوں کا مجموعہ ہے، اس لئے کہ اس میں چاول، گوشت، گھی، مصالحہ وغیرہ استعمال ہوتا ہے، ظاہر ہے، یہ چیزیں حلال ہیں، تو بریانی بھی حلال ہے، اسی طرح تلاوت قرآن اور صدقہ دونوں کو جمع کرنا شریعت نے حرام نہیں کیا ہے، نہ ہی ان کے اجتماع سے کوئی حرام و ناجائز چیز پیدا ہوتی ہے۔

دیکھو بکری مر رہی ہے، اگر بغیر ذبح مر جائے تو مردار اور حرام نا قابلِ استعمال ہے، لیکن مرنے سے قبل جہاں اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا حلال اور قابلِ استعمال ہوگئی قرآنِ کریم تو مسلمانوں کے لئے رحمت و شفاء ہے، پھر اگر اس کی تلاوت کر دینے سے کھانا حرام ہوجائے تو قران رحمت کہاں رہا، زحمت ثابت ہوا، ہاں ظالم، کفار و مشرکین کے لئے زحمت ہے ولا یزید الظالمین الا خسارا معلوم ہوا کہ ظالم تو نقصان میں رہتے ہیں کہ اس کے پڑھے جانے سے وہ کھانے سے محروم ہوگئے اور ان کے ہاتھ خسارے کے سوا کچھ نہ لگا مگر مؤمنین و صالحین کے لئے نفع ہی نفع ہے۔

قل شریف وفاتحہ مروجہ کا ثبوت حدیث شریف سے

شامی شریف میں ہے کہ۔ و یقرء من القرآن ما تیسر له من الفاتحة و اول البقرة و اٰية الكرسی و اٰ
مَنَ الرسول و سورہ یٰسٓ و تبارک الملک و سورة التكاثر والاخلاص اثنیٰ عشر مرة او احدیٰ
عشر او سبع او ثلاثا ثم یقول اللّٰهم اوصِلْ ثواب ما قرأنا الی فلانِ او الیهم۔ یعنی جو ممکن ہو قرآن پاک
پڑھے سورۂ بقر کی اول آیات اور آیۃ الکرسی اور اٰمن الرسول اور سورۂ یٰسٓ اور سورۂ ملک اور سورۂ تکاثر اور سورۂ
اخلاص، بارہ بار، گیارہ بار، یا سات بار، یا تین بار، پھر یوں کہے یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا، فلاں کو یا فلاں کو پہنچا دے، غور
کرو اس حدیث پاک کی ان عبارات میں فاتحہ مروجہ کا پورا احسن طریقہ بتایا گیا ہے، یعنی مختلف جگہ سے قرآن پاک پڑھنا
پھر ایصال ثواب کیلئے دعا کرنا، اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس لئے دعا میں ہاتھ اٹھائے غرضیکہ فاتحہ مروجہ یعنی
اہلسنت والجماعت میں جو طریقہ رائج ہے اس طریقے پر فاتحہ کرنا قل شریف پڑھنا پوری پوری طرح حدیث پاک سے
ثابت ہے شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فتاوٰی عزیزیہ صفحہ نمبر ۷۵ میں فرماتے ہیں، طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت
امامین نمایند آں قل وفاتحہ ودرود خواندن متبرک می شود وخوردنِ بسیار خوب است، یعنی جس کھانے پر حضرت امام حسنین
کریمین رضی اللہ عنہما کی نیاز کی جائے اس پر قل شریف اور فاتحہ درود شریف پڑھی جائے وہ نہایت ہی باعثِ برکت ہے اور
اس کا کھانا بہت اچھا ہے اسی فتاوٰی عزیزیہ میں صفحہ نمبر ۴۱ پر فرماتے ہیں اگر مالیدہ وشیر برائے فاتحہ بزرگ بقصدِ ایصالِ
ثواب بروح ایشاں پختہ بخوراند جائز است مضائقہ نیست، ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ قل شریف فاتحہ،
شیرینی، دودھ چاول، شربت، کھیر، پھل وغیرہ بغرضِ ایصالِ ثواب کیا جائے تو باعث خیر و برکت اور ذریعہ بخشش ونجات
ہے اور بلندی درجات کا باعث ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء، ورسل، صحابہ وتابعین، بزرگانِ دین وسلف صالحین کے نام
نیاز کی جائے تو اسے فقیر، وامیر، رئیس وزیر بھی کھا سکتے ہیں، شریعتِ مطہرہ نے اسکی اجازت دی ہے، ہاں اگر عام مردوں
کی فاتحہ کی جائے، تو اسے فقراء ومساکین میں تقسیم کردی جائے، کیونکہ عام مردوں کی فاتحہ صدقہ کے حکم میں ہے اور صدقہ
مالکِ نصاب اور صاحب استطاعت کے لئے جائز نہیں ہے، حدیث پاک میں ہے کہ حضور انور ﷺ کی بارگاہ مقدس میں
کوئی شخص کچھ پیش کرتا تو آپ سوال فرماتے کہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر جواب ملتا کہ، ہدیہ ہے تو آپ خود بھی استعمال
فرماتے، اہلِ خانہ وجاں نثار صحابہ کو بھی عنایت فرماتے، اور اگر جواب ملتا، کہ صدقہ ہے تو خود پرہیز فرماتے اور اہلِ خانہ کو

بھی استعمال نہ کرنے دیتے، اسے اصحاب صفہ میں تقسیم فرمادیتے، اصحابِ صفہ چونکہ تمام علائق دنیوی سے علاحدہ ہوتے تھے، اور کسب معاش کی فکر سے بھی بے نیاز ہوتے، اسی وجہ سے انکی گزر اوقات محض ہدیہ وصدقہ پر ہی ہوتا تھا، احادیثِ مشہورہ میں یہ روایت صفحہ قرطاس کی زینت ہے کہ ایک دفعہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک پیالہ دودھ کا پیش ہوا آپ نے لانے والے سے دریافت فرمایا کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ پیش کرنے والے نے جواب دیا ہدیہ ہے، آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا وہ حاضر آئے تو آپ نے وہ دودھ کا پیالہ عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اصحابِ صفہ کو پلا دو اور جو باقی بچے خود نوش کرلو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بہت بھوکا تھا کئی روز سے کچھ میسر نہ ہوا تھا دودھ کا لبریز پیالہ دیکھ کر جی میں آیا، کاش حضور مجھے پینے کا حکم فرماتے! لیکن جب حضور نے اصحاب صفہ میں تقسیم کا حکم فرمایا تو میں نے خیال کیا کہ اب میں ضرور ہی بھوکا رہ جاؤں گا ستر اصحاب کے مجمع میں ایک پیالہ دودھ کی حقیقت کیا ہے یہ تو ایک حضرت ہی کے لئے ناکافی ہوگا مگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے سامنے مجبور تھا، ناچار وہ دودھ کا پیالہ لیکر مجمع صحابہ میں پہونچا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ابو ہریرہ'' داہنے جانب سے شروع کرو میں نے تعمیل حکم کے پیشِ نظر داہنی طرف سے پیالہ شروع کیا یکے بعد دیگرے سبھی اصحابِ رسول ﷺ نے خوب شکم سیر ہو کر پیا سب پی چکے تو میں نے دیکھا کہ پیالہ اسی قدر لبریز ہے، جیسا کہ پینے سے پہلے تھا، سرکار نے فرمایا ابو ہریرہ پیالہ تم لو اور خوب پیو میں نے خوب پیا آپ نے فرمایا ابو ہریرہ اور پیو میں نے اور پیا پھر فرمایا اور پیو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پیٹ میں اب کوئی گنجائش باقی نہیں شکم بھر چکا ہے، آپ تبسم ریز ہوئے مسکراتے ہوئے پیالہ ہاتھ میں لیا، اور نوش جان فرما کر پیالہ خالی کردیا۔ جائے غور ہے کہ ہدیہ کی چیز حضور انور ﷺ نے خود استعمال فرمایا اور اصحابِ رسول ﷺ کو استعمال کرایا اور ایک پیالہ دودھ جو ستر صحابہ کو کفایت کر گیا، وہ رحمتِ عالم ﷺ کے دستِ کرم کی برکت کا نتیجہ تھا، حق تو یہ ہے کہ، جس شئے کو بھی آپ سے نسبت ہو جائے، یا جس چیز میں آپ کا دستِ نورانی لگ جائے اس کے اعزاز کا وہ عالم ہوگا، جس کو لفظوں میں نہیں بیان کیا جاسکتا، خوب سمجھ لو کہ عام مردوں کے فاتحہ کا کھانا صدقہ ہے، جسے فقراء و مساکین ہی استعمال کر سکتے ہیں، مگر انبیاءِ کرام، صحابہ کرام، تابعین و اولیاء، صالحین اور بزرگانِ دین، کی نذر و فاتحہ بمعنی تحفہ ہے، اسی لئے فقہائے عظام نے بزرگانِ دین، کی نیاز و فاتحہ کی اشیاء کو ہر امیر و غریب، شاہ و گدا کے ستعمال کو بلا قباحت جائز و حلال فرمایا ہے۔ الغرض قل و فاتحہ نذر و نیاز نہایت ہی مستحسن و مستحب عمل ہے، جسے سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت نے ہمیشہ اور ہر دور میں کیا ہے اور آج بھی اسپران کا عمل ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک اس مبارک و مستحب عمل سے فیوض و برکات حاصل کرتے رہیں گے۔

حکایت: ایک بزرگ دہلی کے جامع مسجد میں ربیع الاول کی بارہویں شریف کے موقعہ پر جلیبی پر نذر (نیاز) کررہے تھے ایک شخص نے کہا جلیبی پر نیاز بدعت ہے، بزرگ نے ارشاد فرمایا بدعت کسے کہتے ہیں، معترض نے جواب دیا جو حضور پاک ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو، بزرگ نے فرمایا یہ تمھارے باداکا زمانہ ہے، تم بھی تو اس زمانہ میں نہیں تھے، تو کیا تمہیں سراپا بدعت سمجھا جائے، یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا، اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

جن اشخاص نے قل شریف و فاتحہ مبارکہ پر اعتراض کیا ہے، وہ ممانعت کی ایک حدیث ضعیف بھی پیش نہیں کر سکتے ہیں، صرف بغض وحسد کی وجہ سے ناجائز وحرام کہتے ہیں، ایسے لوگوں کے قول کی کوئی حقیقت نہیں، سیرت فخر العارفین میں ہے ہم نے بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، کہ وہ اول ان کی بارگاہ میں نیاز پیش کرتے، اور بعدہٗ اس کو بابرکت جان کر تبرک کے طور پر استعمال فرماتے، اس وجہ سے ہم لوگوں نے یہی شعار اختیار کیا، اور ان مدت ہائے دراز سے مربوط و مسلسل طریقہ وعمل یقیناً اسی لائق ہے، کہ اس کے ذریعہ فیوض و برکات حاصل کئے جائیں۔

عرس مقدس کا آغاز میلا درسول

حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ اصلِ کائنات وکل موجودات ہیں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ خالق کائنات جل شانہ وعزاسمہ کا ارشاد ہے کہ اے پیارے اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم میں دنیا، اور دنیا کی کوئی شئے ہرگز نہ پیدا کرتا، معلوم ہوا کہ کائنات عالم کی تخلیق صدقہ ہے، جناب نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا نبوت ہو، یا رسالت صداقت ہو، یا عدالت سخاوت ہو، یا شجاعت شریعت ہو یا طریقت معرفت ہو یا حقیقت امامت ہو یا ولایت خلافت ہو یا قیادت غرضیکہ آدمیت ہو یا انسانیت یہ سب مرہونِ منت ہے نبی رحمت ﷺ کا، عالم اور عالم کی تمام بہاریں ورونقیں آپ ہی کے قدم پاک کی برکت سے ہیں۔ وہ ہیں تو سب کچھ ہے وہ نہ رہیں تو کچھ نہ ہو۔ جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے، تخلیق انسانی کے اعتبار سے ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سب انسانوں کے باپ ہیں لیکن تخلیقِ عالم کے اعتبار سے نبی رحمت ﷺ سب سے اول ہیں اور اصل کل آپ ہی کی ذات بابرکات ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ، پھل سے درخت ہے، لیکن در حقیقت درخت سے پھل کا وجود ہے۔

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

آقائے کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے۔ اوّل ما خلق الله نوری، یعنی رب تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا جائے غور ہے کہ جب پرور دگارِ عالم نے، عالمِ ارواح و اجسام، عالمِ امر و عالمِ خلق کی ابتداء پیدائش نورِ محمدی ﷺ کے بعد فرماتا ہے تو مخلوق کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنے کسی کام کی ابتداء میلادِ محمدی ﷺ سے پہلے کرے

اسی وجہ سے تمام سلاسل اولیاء اللہ اپنے کام کی ابتداء ذکرِ خدا اور رسول سے کرتے چلے آئے ہیں اور میلادِ محمدی ﷺ کو ہر کارِ خیر میں اولین درجہ دیتے آئے ہیں یہاں تک کہ عرس مقدس کا آغاز بھی وہ میلادِ محمدی ﷺ سے ہمیشہ کرتے ہیں یہ تمام سلاسل کے معمولات میں سے ہے کربلا، تا بغداد، اجمیر، تا کلیر، غرضیکہ تمام درگاہ و آستانہ اولیاء اللہ اسی امورِ خیر پر کاربند ہیں، اور کیوں نہ ہوں کہ سرورِ کونین ﷺ کا ذکرِ جمیل احکام خداوندی پر عمل ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا،، واما بنعمته ربک فحدث۔ اور، رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، اور جہان کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت رحمتِ عالم ﷺ کی تشریف آوری ہے، جس پر خالقِ کائنات نے۔ لقد من اللہ الخ فرما کر احسان جتایا ہے۔ پس آمد مصطفیٰ ﷺ کا چرچہ کرنا اور آپکے ذکرِ جمیل سے محفلِ آراستہ کرنا، قرآن مقدسہ کی اس آیت پاک پر عمل ہے۔

حمد، نعت، مدح و منقبت کی اہمیت

منظوم حمد باری تعالیٰ نعتِ رسول مقبول ﷺ مدح و منقبت صحابہ و تابعین بزرگان دین و اولیاء صالحین نہایت ہی مستحسن لائق ستائش قابلِ نجات و بخشش شے ہے تمام اجلہ اصحاب کرام تابعین و تبع تابعین عظام و جملہ اولیاء کرام و اہل حق نے اپنے اشعار کے دھاگوں میں تسبیح کی دانوں کے مانند گلہائے محبت و عقیدت کے موتی پروئے ہیں، جنھیں پڑھکر و سن کر قلوب ایمانی میں روشنی و نورانیت پیدا ہوتی ہے، اور جوشِ ایمان و عقیدت سے دل و دماغ باغ باغ ہو جاتا ہے ان حضرات کو دنیا میں داد و تحسین کے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے، اور آخرت میں یقیناً انھیں رب تعالیٰ کی خوشنودی اعلیٰ مراتب دار الخلد و مقامِ اعلیٰ علیین میں بلند و بالا مقام بطور انعام و اکرام عطا کیا جائے گا۔ بعض نافہم اشخاص اعتراض کرتے اور کہتے ہیں کہ قرآن پاک و احادیثِ کریمہ میں شعر گویوں کی مذمت آئی ہے، اور انھیں دروغ گو، فرمایا گیا ہے، جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے، منظوم اشعار ہوں، یا نثر میں حکایات ہوں، جن سے شہوت کی فراوانی ہو، اخلاق و تہذیب پر غلط اثر پڑتا ہو جس سے انسان کو معصیت و خطا میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، ایسے مضامین خواہ اشعار میں ہوں، یا نثر میں بہر حال برے اور موجب گناہ ہیں، لیکن جن اشعار و مضامین سے اللہ و رسول کی محبت بڑھتی ہو، بزرگانِ دین سے عقیدت و وابستگی پیدا ہوتی ہو،

تہذیب و اخلاق میں نکھار پیدا ہو، کینہ و کدورت سے نفرت پیدا ہو، اعمالِ صالحہ و امور خیر کی جانب دل مائل ہوتا ہو، ایسے اشعار نہ صرف جائز ہیں بلکہ اجر و ثواب کے باعث ہیں بعض لوگ اپنی نادانی و جہالت کی بنیاد پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ شاعروں کی بخشش نہیں؟ جسکا مطلب یہ ہوا کہ شاعروں پر اللہ کا قہر و غضب ہے، اور وہ پروردگار کی فضل و رحمت کے مستحق نہیں، بلکہ وہ معاذ اللہ، لائق جہنم ہیں، یاد رکھو ایسا کہنے و سوچنے والے لوگ، خود اللہ و رسول اور تمام فرشتوں کے نزدیک لعنت زدہ اور رب تعالیٰ کی فضل و رحمت سے کوسوں دور ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ حمد و نعت مدح و منقبت کی شکل میں گلہائے عقیدت پیش کرنا، باعثِ نجات و بخشش اور اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کا سبب ہے، آیئے، اور بنظر غور دیکھئے کہ اس راہِ وفا کے کیسے کیسے مسافر اپنی محبت و عقیدت بھرے اشعار کے ذریعہ دار الخلد کی جانب پیش قدمی فرما رہے ہیں، اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں اکثر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت ہی قادر الکلام سحر البیان، اور خوش الحان و خوش گلو شاعر موجود تھے جن کے لئے، سرورِ کونین ﷺ نے دعا فرمائی، اور ان کے لئے مسند بچھانے کا اہتمام فرمایا، جیسے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا مولیٰ علی مرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا حسنِ مجتبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا شہزادہ امام عالی مقام، سیدِ سجاد زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبھی حضرات بہت عمدہ قسم کے شاعر تھے اپنے اشعارِ فیض آثار سے، دینِ اسلام کی زبردست خدمت کی اور قرآن سنت کو منظوم اشعار کے سانچے میں ڈھال کر امت کی رہنمائی فرمائی، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے شہزادے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعتِ مقدس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جو کہ اُس زمانے کے ہر خاص و عام کی زبان پر جاری تھا، جسکا مطلع شریف اس طرح ہے،

اِن نلت یا ریح الصبا یوما الیٰ ارض الحرم بلغ سلامی روضۃ فیھا النبی المحترم۔ علاوہ ازیں تابعین کرام و صالحین عظام میں ایسی عظیم اور مقتدر ہستیاں گزری ہیں جنھوں نے شاعری کے میدان میں وہ جوہر دکھائے ہیں جنھیں سن کر رشد و ہدایت کا چشمہ ابلتا ہوا نظر آتا ہے کہ جس سے ہزاروں سال تک اہل ایمان فیضیاب ہوتے چلے آرہے ہیں جیسے شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا مولانا احمد جامی علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا جلال الدین رومی تبریزی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ شرف الدین البوصیری علیہ الرحمہ صاحب، قصیدہ بردہ شریف، حضرت علامہ شیخ شرف الدین شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا

شیخ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز سلطان الہند علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ، حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا سید تراب علی شاہ قلندر کاکوری علیہ الرحمہ، حضرت عبد العلیم آسی غازیپوری علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا امیر مینائی علیہ الرحمہ، حضرت بیدم شاہ وارثی وحضرت عنبر شاہ وارثی رحمہم اللہ علیہم ان مقتدر ہستیوں کے اگر صرف نام ہی لکھے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جائے اور اگر ان کے اشعار نقل کیے جائیں تو ہزاروں ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں، اب اگر جہلا کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ شاعروں کی بخشش نہیں تو لازم آئے گا کہ اصحاب رسول اللہ سے تابعین وتبع تابعین واولیاء اللہ صالحین تک کوئی بھی لائقِ نجات وبخشش نہیں اور ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا پس ماننا پڑے گا کہ جہاں جہاں اشعار وشاعروں کے متعلق ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں وہاں وہاں ان سے یہی مراد ہے، جس کا ذکر مذکورہ بالا مضمون میں کیا گیا ہے، الغرض دائرۂ شریعت میں رہ کر حمد ونعت، مدح ومنقبت، اور تہذیب واخلاق کی بلندی کے مضامین اشعار کے سانچے میں ڈھالے گئے ہوں جس سے انسانی اصلاح وفلاح کا حصول ہو تو ان کے کہنے، لکھنے وپڑھنے والے حضرات فلاح دنیوی اور نجات اخروی کے مستحق ہیں۔

الحمد للہ تعالیٰ تمامی علمائے اہلسنت والجماعت کے اولیاء امت اس امور خیر پر کاربند ہیں اور خانقاہوں ودرگاہوں میں اس کا بڑا اہتمام ہے چنانچہ شہر لکھنؤ شریف کی، درگاہ قطب الاولیاء حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ قدس سرہ العزیز اور بھینسوڑی شریف ضلع رامپور کے، خانقاہ ودرگاہ حضرت خواجہ حاجی الحرمین محمد عنایت حسن شاہ وحضرت خواجہ راحت العاشقین مخدوم محمد راحت شاہ وحضرت خواجہ مخدوم الحاج محبوب مصطفیٰ سند الاولیاء، محمد فصاحت حسن رحمۃ اللہ علیہ، کے عرس کے موقعہ پر عید میلاد النبی ﷺ کے بعد نہایت ہی عظیم الشان، طرحی مشاعرہ کا انعقاد ہوتا ہے، جس میں مقامی وبیرونی شعراءِ کرام گلہائے عقیدت کے طور پر، اپنے مخصوص انداز میں منظوم، خراجِ عقیدت پیش فرماتے ہیں، اور سامعین وحاضرین محفل کیف وسرور میں ڈوب کر فیضانِ اولیاء اللہ سے مالامال ہوتے ہیں۔

حلقۂ ذکر شریف کی اہمیت

جس طرح علماء حق اور اہلِ علم کے نزدیک علم کی ابتدا اسمِ بسم اللہ حروفِ تہجی سے ہوتی ہے تاکہ طالب علم حروف کی پہچان سے واقف ہو کر آگے کی تعلیم میں مدد حاصل کر سکے اسی طرح داخل سلسلہ ہونے کے بعد صوفیائے کرام کے نزدیک سلوک کی ابتداء تزکیۂ نفس وتصفیہ قلب سے ہوتی ہے، تاکہ نفس تمام کدورتوں سے پاک ہو کر، تجلی الٰہی کی آماجگاہ بن سکے،

اوراس کے لئے حلقہٗ ذکر کی بڑی اہمیت ہے، گوکہ تنہا بھی اس کی تعلیم دی جاسکتی ہے، مگر اجتماعی طور سے واقف ذاکرین کے ہمراہ جواس کی تعلیم حاصل ہوتی ہے،اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔

فی زمانہ دنیاوی معاملات کی طرح تصوف کے معاملات میں بھی بہت کچھ فرق واقع ہوا ہے اکثر ارادتمند (مریدین) اس امر سے واقف ہی نہیں ہوتے کہ ہمیں مریدی اختیار کرنے کے بعد کیا کرنا چاہئے اور ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ تعجب خیز بات یہ ہے، کہ اکثر پیر بھی اس امر سے ناواقف ہوتے ہیں کہ مرید کرنے کے بعد ہمیں کن کن باتوں کا حکم اور کن کن باتوں کی ہدایت مریدوں کو دینی چاہئے اسی وجہ سے محض رسمی پیری و مریدی کے سوا دونوں کو کچھ حاصل نہیں ہوتا، بس وہ اسی میں مگن رہتے ہیں، کہ ہم نے اپنی تعداد کو خوب بڑھالیا ہے اور ہم نے کسی شیخ کی ارادت حاصل کر کے، اپنے آپ کو ترم خاں بنالیا، رہا علم و عمل تو اس کی کیا ضرورت ہے؟ یہ وہ لاعلاج مرض ہے جو اس دورِ جدید کی پیدا کردہ ہے اللہ محفوظ رکھے، ذکر کی اہمیت پر قرآن مقدسہ اور احادیثِ صحیح میں بہت زور دیا گیا ہے چنانچہ کسی عمل کے متعلق کثرت کا استعمال نہیں ہوا ہے مگر ذکر اللہ کے متعلق کثرت ہی کا استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذکرو اللہ ذِکراً کثیراً اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت کیساتھ کیا کرو۔

دوسرے مقام پر ہے۔ الّذین یذکرونَ اللہ قیاماً وّقعوداً و علی جنوبھم ،یعنی وہ لوگ جو اللہ کا ذکر ہر حالت میں کرتے رہتے ہیں کھڑے ہوکر بھی اور بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی تیسری جگہ ارشاد ہے۔ فاِذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکرو اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم ،یعنی جب تم نماز ادا کر چکو تو پھر اللہ کا ذکر کرو، کھڑے ہوکر بھی بیٹھ کر اور لیٹے ہوئے بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ اب مزید ذکر اللہ کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ نماز میں ذکر کرلیا بس یہی کافی ہے اس لئے ارشاد ہوا کہ نماز کی ادائیگی کے بعد بھی ذکرِ خداوندی کی شمع دل میں روشن رکھو اور ہر حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف و مشغول رہو۔

الغرض کثرتِ ذکر کی قرآن مقدسہ میں بار بار تاکید کی گئی ہے، کہیں فرمایا گیا، رات و دن صبح و شام ذکر اللہ کیا کرو، کہیں فرمایا گیا طلوعِ آفتاب سے پہلے ذکر کیا کرو، اور غروبِ آفتاب سے قبل و بعد ذکر کیا کرو غرضیکہ کلام اللہ شریف میں ذکر کی بار بار تاکید کی گئی ہے، تاکہ انسان کسی وقت بھی اپنے مولیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے خالق کائنات نے قرآن مجید میں ایک مقام پر اپنے بندوں کو ترغیب ذکر عطا فرماتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرماتا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون، تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں یعنی تم مجھے انسانی جماعت میں یاد کروگے تو میں تمھیں گروہ ملائکہ میں

یاد کروں گا تم مجھے زمین کی پستیوں میں یاد کرو گے، تو میں تمھیں آسمان کی بلندیوں میں یاد کروں گا، تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور کفرانِ نعمت یعنی ناشکری (ہرگز) مت کرو بندے کی کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اس کا رب اسے یاد کرے۔

کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے

حضور سید عالم ﷺ سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے آقائے کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اَنْ تموتَ و لسانک رطب بذکرِ اللہ عزَّ و جلَّ، کہ تمھیں اس حالت میں موت آئے کہ تمھاری زبان اللہ تعالیٰ کی ذکر سے تر ہو حدیث پاک میں ایک مقام پر سید عالم ﷺ نے ذکر اللہ کی سعادتوں و برکتوں کا ذکر فرماتے ہوئے، ارشاد فرمایا جس کو کثرتِ ذکر کے باعث بارگاہِ رب العالمین میں سوال کرنے کی فرصت نہ ملے پروردگار بے مانگے اسکو وہ نعمتیں عطا فرمادیتا ہے جو مانگنے والوں کی، مانگی ہوئی نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہوتی ہیں۔

ذاکرین کو نوری فرشتے گھیر لیتے ہیں

آقائے دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس مجلس میں بیٹھ کر لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو نورانی فرشتے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو یاد فرماتا ہے ان اہلِ مجلس کے درمیان جو اسکے حریم قرب میں حاضر ہوتے ہیں ذاکرین کو اللہ تعالیٰ کا یاد فرمانا اور نورانی فرشتوں کو چاروں طرف سا گھیر لینا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور پھر سونے پر سہاگا کہ اہلِ مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں و برکتوں کا چھا جانا کس قدر اہم بات ہے اہلِ ذکر کی شان اور انکی بلندی درجات کا کیا کہنا کہ وہ جس محفل ذکر میں بیٹھ کر اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں، یقیناً انکی شان تصورِ انسانی کی حد سے بالاتر ہیں۔

ذاکرین کے مجلسوں کی بارگاہ الٰہی میں عزت و شان

نبی کریم ﷺ کی مقدس حدیث شریف میں حضرتِ ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں سیاحت کے لئے مقرر ہیں جب وہ کسی قوم (جماعت) کو اللہ رب العزت کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں ادھر آؤ تمھارا مقصود اس

طرف ہے، سب فرشتے آجاتے ہیں اور آسمان تک خلا کو بھر دیتے ہیں، رب تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ، ہم نے انھیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ تیری حمد وثنا کر رہے تھے تیری بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے، کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں نہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، کہ اگر مجھے وہ دیکھ لیتے تو انکی کیا کیفیت ہوتی، فرشتے عرض کرتے ہیں الٰہ العٰلمین اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری تسبیح، تحمید اور تمجید پر اور زیادہ حریص ہوتے پھر اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے تو فرشتے عرض کرتے ہیں ''مالک الملک'' وہ جہنم کی عذاب سے پناہ مانگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کیا انھوں نے جہنم کو دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ اسکو دیکھ لیتے تو انکا کیا حال ہوتا فرشتے عرض کرتے ہیں الٰہی! اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اور زیادہ پناہ مانگتے اور اس سے بھاگتے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کیا وہ کوئی چیز طلب بھی کر رہے تے فرشتے عرض کرتے ہیں مولیٰ وہ جنت طلب کر رہے تھے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کیا انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو انکی کیا کیفیت ہوتی فرشتے عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو اسکی حصول کیلئے اور زیادہ خواہش کرتے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کو بخش دیا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں رب العٰلمین ایک ایسا بھی آدمی آیا جو اس مقصد کیلئے وہاں نہیں آیا تھا بلکہ اپنے کسی کام اور حاجت کیلئے وہاں آیا تھا یعنی اسے کوئی دنیاوی ضرورت درپیش تھی اسکے تحت وہاں حاضر ہوا تھا رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا ذکر کرنے والے بندے وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا ہے خوش نصیب ہو جاتا ہے یعنی وہ شخص اگرچہ میرے ذکر کے واسطے اس محفل میں شریک نہیں ہوا تھا لیکن اہل ذکر کی ہم نشینی تو اسے نصیب ہوئی تھی پس جو ایسے لوگوں کے پاس بیٹھ جائے اسکی بد بختی خوش نصیبی سے اسکی شقاوت سعادت سے بدل جاتی ہے رواہ البخاری والمسلم یہ ہے اہل ذکر کے محفلوں کی بارگاہِ الٰہی میں شان وتکریم اور حلقۂ ذکر کی برکتیں وسعادتیں یہی وجہ ہے کہ راہِ سلوک میں ذکر کو درجۂ اول حاصل ہے

ذاکرین حق کی برائیاں نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الحسنات یذھبن السیات یعنی بے شک حسنات (نیک کام) مٹا دیتے ہیں سیئات (برائیوں) کو پارہ ومامن دآبۃ نمبر ۱۲ سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴ حدیث شریف میں فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے ایک جگہ جمع ہوتے اور ان سے انکا مقصد رضاء الٰہی کے سواء اور کچھ نہیں ہوتا تو ان لوگوں کو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اٹھو! تمہارے

سارے گناہ بخش دئے گئے اور تمھاری خطاؤں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ ﷺ مامن قوم اجتمعوا یذکرون اللہ لا یریدون بذلک الا وجھہ الا ناداھم منادٍ من اسماء قوموا مغفوراً لکم یبدلکم سیات کم حسنات۔ انسان خطاء وسہو کا پتلا ہے اس کی تخلیق بذریعہ خطا ہوئی ہے خطا اس کی سرشت میں داخل ہے اولیاء اللہ معصوم نہیں ہیں معصوم ذات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ہے ہاں اولیاء اللہ محفوظ ضرور ہیں ان سے امکانِ خطا ہے، مگر رحمتِ ایزدی سے قائم نہیں رہتے، فوراً توبہ کی جانب رجوع ہوتے ہیں اور رجوع لانے والے حضرات کس قدر محبوب ہوتے ہیں، ان کا ذکر پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے جسے باب توبہ کے تحت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، ذکر اللہ وہ مبارک چیز ہے جس کی برکت سے گناہ صغیرہ یکلخت بخش دئے جاتے ہیں کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جو ذکر اللہ کی محفل سجاتے ہیں اور اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں اور اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کر کے بارگاہِ الٰہی میں اجرِ عظیم کے استحقاق کو حاصل کرتے ہیں۔

کیفیات ذکر اور اسکی نوعیت

اہل حق و مردان باصفا یعنی اولیاء اللہ نے ذکر کی کیفیت اور اسکی نوعیت کو سیکڑوں کتابوں میں بیان فرمایا ہے، اور مخلوق خدا کو اس سے آگاہ کرنے کی سعیٔ جمیل فرمائی ہے، تمام سلاسل اولیاء اللہ میں مختلف طریقے اور ڈھنگ سے ذکر کی وضاحت کی گئی ہے، جن کے مختلف نام بھی ہیں جیسے کہ: ذکرِ رحمانی، ذکرِ روحانی، ذکرِ جلی، ذکرِ خفی، پاس انفاس، ذکرِ حبس دم وغیرہ مگر سب کا مقصد ایک ہے، کہ کسی طرح بندے کا قلب زبان کی طرح ذاکر بن جائے، یاد رہے کہ زبان کا ذکر کبھی دائمی نہیں ہوتا اور دل کا ذکر وقتی نہیں ہوتا اگر دل ذاکر ہو جائے تو زبان کی جنبش کے بغیر ذکر جاری رہتا ہے، جبکہ زبان کا تو یہ حال ہے کہ جب تک ذکر کے لئے ہلے گا ذکر جاری رہیگا، لیکن بند ہو جائے تو اسکے ساتھ ذکر بھی بند ہو جاتا ہے کہ ظاہر کہ زبان کی چال میں اپنی حرکت کا دخل ہوتا ہے، جبکہ دل کی چال کے لئے حرکت کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود متحرک رہتا ہے، اس کی مسلسل حرکت پر زندگی کا انحصار ہے، ایک لمحہ کے لئے رک جائے تو زندگی کا خاتمہ ہے جب کہ زبان کو تاحیات حرکت نہ دی جائے یعنی ہمیشہ بند ہی رکھا جائے تو زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ اکثر مردانِ حق اولیاء اللہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے تمیں چالس برس تک کوئی کلام نہیں کیا اور حیرت سے جانب آسمان تکتے رہے، یہ بھی یاد رکھا جائے کہ بغیر مرد کامل (پیر بر حق) کے ذکر میں کمال حاصل کر لیا جائے یا محض کتابوں کے مطالعہ سے راہِ سلوک کی منزل طے کر لی جائے یہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اگر کتب بینی کے ذریعہ یہ منزل حاصل کر لیتا تو رہبر کامل (مرشد) کی کیا ضرورت تھی۔

عارف باللہ حضرت سید تراب علی شاہ قلندر کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ شعر

جو مال وذر کا بندہ ہو امیروں کے قدم پکڑے

جسے شاہوں سے ملنا ہو وزیروں کے قدم پکڑے

جسے درکار ہو کچھ سیکھنا علم وہنر مندی

وہ استاذوں، ادیبوں، اور دبیروں کے قدم پکڑے

جسے توحید فخر نیستی کا ہو مزہ چکھنا

تراب، ایسے مجا شاہی فقیروں کے قدم پکڑے

❀❀❀

ذکر کثیر سے مراد

نماز، روزہ اور تمام فرائض کیلئے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حد اور وقت کو مقرر فرمایا ہے مگر ذکر کے لئے کسی حد اور وقت کا مقرر نہیں فرمایا بلکہ ذکرِ کثیر کا ارشاد ہوا۔

ذکر کی تعریف کیا ہے؟

اور اس پر کثرت کا اطلاق کب ہوگا؟ واذکرِ اسم ربک (سورہ مزمل) اپنے پروردگار کے نام کو (بکمال محویت) یاد کرو یہ تو ذکر کی تعریف ہوئی۔ اب اس پر ''کثیر کا اطلاق اسی وقت ہوگا جب کوئی سانس ذکر اور یادِ الٰہی سے خالی نہ جائے انسان (معمولی طور پر) ہر گھنٹہ میں ہزار بار سانس لیتا ہے۔ ۲۴ گھنٹے کے سانس ۲۴ ہزار ہوئے پس (ذکرِ کثیر) کا مصداق اس وقت صحیح ہوگا جبکہ سانس ذکر کے ساتھ جاری ہو (کوئی سانس بھی ذکر سے خالی نہ جائے) اور یہ اس لئے کہ ظرف میں جب تک کہ مظروف کی جگہ باقی ہے۔ اس وقت تک یہ نہیں کہیں گے کہ ظرف پر ہو گیا جب کسی برتن میں اتنا پانی بھر دیا جائے کہ لبالب آجائے، اور پانی کی گنجائش نہ رہے تب اس ''پانی پر'' ماءِ کثیر'' کا اطلاق صحیح ہوگا اس طرح ''ذکرِ کثیر'' کا اطلاق اس وقت صحیح ہوگا۔ جب کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے اور سدا پاس انفاس اور ذکرِ قلبی جاری رہے پس حضرات صوفیائے کرام کا ذکر قلبی اس آیہ کریمہ کے مطابق ہے سیرت فخر العارفین حصہ اول صفحہ نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۴

محفلِ سماع کی حقیقت

سماع کے متعلق سلفِ صالحین و بزرگانِ دین کے اس قدر اقوال معارف وتصوف کی کتابوں میں صفحہ قرطاس پر بکھرے ہوئے ہیں کہ اگر ان کو اکیجا کیا جائے، تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، چنانچہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات شریف مفتاح العاشقین میں صفحہ ۲۴ پر رقم طراز ہیں، کہ میں نے سنا حضور سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین) محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز سے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں ایک حلال، دوسری حرام تیسری مکروہ، چوتھی مباح، پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی کہ اگر صاحبِ وجد کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ ہو تو مباح ہے، اگر مجاز کی طرف ہو تو مکروہ ہے، اگر دل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو حلال ہے، اگر بالکل مجاز کی طرف ہو تو حرام ہے لیکن جہاں یہ حقیقت ہے کہ مرادنِ حق اہل اللہ عشق کے متوالوں، اہل درد، و ذوق والوں کیلئے سماع ذاتِ خداوندی تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے، وہیں یہ امر بھی مسلم ہے کہ جو اس کے اہل نہیں ہیں ان کیلئے ایک بے فائدہ شے کے علاوہ اسکی اور کوئی حقیقت نہیں ہے، جن حضرات کے نزدیک سماع ذاتِ حق تک رسائی کا ذریعہ ٹھہرا اور انھوں نے سماع سننا بہتر جانا نہ سننے والوں پر کبھی کوئی لعن طعن نہیں کیا، اور جن حضرات نے اسے اپنے لئے مناسب اور بہتر نہیں جانا، انھوں نے سماع پسند حضرات کو برا بھلا نہیں کہا، موجودہ دور میں کچھ ظاہر بین حضرات نے اہل سماع کے متعلق لب کشائی کی جرأت کی ان میں سے کچھ نے بہت نامناسب و نازیبا کلمات استعمال کئے اور ان حضرات پر کیچڑ اچھالنے کی ناشائستہ حرکات سے بھی گریز نہیں کیا ہم جن روایات کو پیش کرنے کی سعی کر رہے ہیں وہ اس قدر مستند اور معتبر روایات ہیں کہ ان کی تائید میں صدہا روایتیں سلف صالحین سے منقول اور معروف ہیں۔

چنانچہ شیخ الاسلام سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز علیہ الرحمہ عطائے رسول حسن سنجری قدس سرہ العزیز سماع کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ایک سرِ حق ہے چنانچہ قرآن عظیم کے تیسویں پارہ وما لی سورہ زمر کی اٹھارھویں آیت۔ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہٗ اولئک االذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولو الالبابِ، پیش فرما کے ارشاد فرماتے ہیں، کہ جب حیوانی خصلتیں جو ذاتِ عالم میں ہیں اسکی ذات سے مبدل ہو جاتی ہیں اور انسانی خصلتیں اس کے دل پر غالب آتی ہیں تو عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ہیبت سے جنبش شروع ہو جاتی ہے اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہو جاتا ہے، جس کے ذوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے، چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

گر عروس سبز پوش مرا روئے نماید
لاجرم طاؤسِ دل در رقص می آید

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کا ترجمہ ہے جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں نیک ہے وہی ہیں جس کو راستہ دیا اللہ نے اور وہی عقل والے (لوگ) ہیں۔

حضور غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز بخاری شریف کی حدیث پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ ایک لونڈی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روبرو دوف بجا رہی تھی اور گا رہی تھی، امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا (اے ابوبکر) انھیں منع نہ کرو اسی حالت میں رہنے دو کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے چونکہ عید خوشی کا دن ہوتا ہے اس لئے ایسے موقع پر اظہار خوشی کیلئے سرور کونین ﷺ نے گانے بجانے کو منع نہیں فرمایا، اہل اللہ کیلئے واصل الی اللہ ہونے سے بڑھکر اور کوئی خوشی کا موقعہ نہیں ہوسکتا، اس لئے وہ اسکا اظہار سماع سے کرتے ہیں اور یہ انکا حق ہے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ارشاد فرماتے ہیں کہ سماع دردمندوں کے لئے بمنزلۂ علاج ہے جس طرح ظاہری درد کیلئے علاج ہوتا ہے، اسی طرح باطنی درد کیلئے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کے قول کے مطابق شرع میں نفس کے ہلاک کرنے کا حکم نہیں آیا اور نہ ہی جائز ہے بس اس قسم کا سماع پر غم اور اہل درد کیلئے مباح ہے اور بے دردوں اور اہل نفس وغیرہ کے لئے شریعت اور طریقت دونوں میں سماع حرام ہے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

جہاں بر سماع است مستی و شور   لیکن چہ بیند در آئینہ نور
پریشاں شود گل بیادِ سحر   نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر

سماعتِ شعر اور اسکے متعلقات

پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اشعار سماعت فرمائے ہیں، اور آپکے جاں نثاران صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اشعار پڑھے اور سنے ہیں، جیسا کہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان من الشعر لحکمة، بلاشبہ بعض اشعار میں حکمت ہے نیز ارشاد فرمایا۔ الحکمة ضالة المؤمن من حیث وجدها فھو احق بھا، یعنی حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے، جہاں ملے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے (کہ اسے حاصل کرلے) ایک مقام پر آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اصدق کلمة قالتھا العرب قول لبید، سب سے زیادہ سچا کلام جو اہل عرب نے کہا وہ لبید شاعر کا ہے۔

لبید شاعر نے اپنے کلام میں کہا۔

الاکل شئی ماخلا اللہ باطل
وکل نعیم لا محالۃ زاءل

سن لو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر ایک نعمت ضرور زوال پذیر ہے۔

حضرت عمر بن الشرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول پاک ﷺ نے مجھے شعر پڑھنے کا حکم فرمایا، اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تجھے امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ اگر ہیں تو ہمیں سناؤ، میں نے ایک سو اشعار سنائے، جب میں ایک شعر ختم کرتا، تو آپ فرماتے کچھ اور سناؤ۔ آپ نے فرمایا کہ امیہ اپنے اشعار میں تو اسلام کو تسلیم کرتا ہے، پیر کامل مرشد برحق رہبر امت حامل شریعت وطریقت حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز اپنی شہرہ آفاق تصوف کی کتاب کشف المحجوب میں ارشاد فرماتے ہیں" کچھ لوگ اشعار سننے کو حرام کہتے ہیں، اور رات و دن غیبت میں مصروف رہتے ہیں، اور کچھ لوگ ہر قسم کے اشعار سننے کو حلال کہتے ہیں اور رات و دن غزل میں حسن صورت اور زلف کی تعریف میں لگے رہتے ہیں اور سنتے رہتے ہیں دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دلائل دیتے ہیں میرا مقصد ان میں سے نہ کسی کی تردید ہے اور نہ کسی کی تائید مشائخ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ فرمان رسول ﷺ سے استفادہ کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح، شعر ایک ایسا کلام ہے کہ جس کا اچھا (حصہ) اچھا ہے اور برا (حصہ) برا ہے۔

خوش الحانی ایک ایسی شے ہے کہ جس سے حیوانات اور انسان دونوں لذت حاصل کرتے ہیں۔

عارفِ اللہ حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک عربی سردار کے یہاں پہنچا تو ایک حبشی غلام کو بیڑیوں اور زنجیروں میں قید دیکھا، جو خیمہ کے دروازے پر دھوپ میں پڑا ہوا تھا، میں نے از راہِ شفقت سفارش کا ارادہ کیا، عرب کے دستور کے مطابق امیر مہمان کے ساتھ کھانا کھاتا ہے، تو جب کھانے کا وقت آیا میں نے امیر کے ساتھ کھانا کھانے سے انکار کر دیا جو عربوں کے نزدیک بہت نامناسب بات ہے، کہ کوئی شخص مہمان ہوتے ہوئے کھانا نہ کھائے، انھوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ جب کہ ہم سب آپکی خدمت کیلئے حاضر ہیں میں نے جواب دیا سب کچھ صحیح ہے مگر اس غلام کو میری خدمت کیلئے مقرر کر دیں امیر نے کہا آپ پہلے اسکا جرم معلوم کریں پھر اسے چھڑائیں تو میں نے پوچھا (کیا جرم ہے اسکا) امیر نے کہا کہ یہ غلام حدی خواں اور خوش الحان ہے میں نے اسے اونٹ دیکر اپنی زمین سے غلہ لانے کو کہا،

اس نے ان پر دوگنا بوجھ لاد دیا اور حدی خوانی سے ان کو مست کر کے دوڑاتا رہا حتی کہ وہ پہونچے پر ایک ایک دو دو کر کے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ یہ سن کر مجھے سخت حیرانی ہوئی، فرماتے ہیں، امیر سے میں نے کہا، آپکی شرافت کے پیشِ نظر یہ سب کچھ سچ مانتا ہوں مگر دلیل چاہئے اسی دوران کچھ اونٹ جو نہایت پیاسے تھے پانی پینے کیلئے کنویں پر لائے گئے۔

امیر نے شتر بانوں سے پوچھا کہ اونٹ کتنے دن سے پیاسے ہیں شتر بانوں نے جواب دیا پورے تین دنوں سے پانی نہیں پیا ہے امیر نے غلام کو حدی خوانی کرنے کیلئے کہا غلام نے جیسے ہی شروع کیا اونٹ اس قدر مست اور مگن ہو گئے، باوجودیکہ تین دن سے پیاسے تھے پانی پینا بھول گئے کسی اونٹ نے پانی کو منھ نہیں لگایا یہاں تک کہ ایک کر کے سب جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ اس کے بعد امیر نے غلام کو بیڑیوں اور زنجیروں سے رہا کر کے میرے سپرد کر دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ اونٹ اور گدھا گانا سننے سے مست ہو جاتے ہیں، ملکِ خراسان میں تو شکار کا یہ طریقہ ہے، کہ شکاری طشت بجا کر اور گانا سنا کر ہرن کو مست بنا دیتے ہیں اور وہ (مستی میں) اپنی جگہ کھڑا رہ جاتا ہے جسے بآسانی شکار کر لیا جاتا ہے ہندستان میں بھی کہیں کہیں یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے، جس سے ہرن کی آنکھیں تک بند ہو جاتی ہیں، اسی طرح چھوٹے بچے جب سوتے نہیں ہیں تو انکو لوری سنائی جاتی ہے جس سے انہیں نیند آ جاتی ہے، بچے لوری کیا سمجھیں گے وہ تو محض خوش آوازی سے لطف اندوز ہو کر نیند کی آغوش میں آ جاتے ہیں، لوری سن کر سو جانے والے بچے کے متعلق اطباء بیان کرتے ہیں کہ ایسے بچے جوان ہو کر بڑے دانشور اور عقل مند ہوتے ہیں۔

غرضیکہ خوش الحانی اور سریلی آوازوں کو جو بیکار اور بے فائدہ سمجھتا ہے، اور اسکے اثرات کا قائل نہیں وہ یا تو جھوٹ بولتا ہے اور نفاق کے مرض میں مبتلا ہے یا وہ حس ہی نہیں رکھتا ہے، جس سے وہ استفادہ حاصل کر سکے وہ صوفیوں کے طبقہ سے باہر ہے بلکہ انسانی طبقہ میں بھی اسکی کوئی گنجائش نہیں۔

علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں
کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سرور نہیں

دردمندوں کا علاج سماع

حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سماع دردمندوں کے لئے بمنزلۂ علاج ہے، اس مناسب سے اصفہان کے بادشاہ کا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں، کہ اس بادشاہ کا صرف ایک ہی لڑکا تھا جس سے وہ بہت پیار کرتا تھا ہر وقت اس کو نظر کے سامنے رکھتا ایک دم کے لئے بھی جدا نہ کرتا اتفاقاً ایک روز بادشاہ محل سے کہیں باہر گیا ہوا تھا، بادشاہ کے لڑکے نے فرصت پاکر سیر کی ٹھانی، راہ میں ایک سرد کی آواز سنی، تو نعرہ مار کر گھوڑے سے گر پڑا خدمت گار ہاتھوں ہاتھ اسے گھر لے آئے، ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ کوئی سخت بیماری لحق ہوگئی، ملک بھر کے حکیموں کو بلاکر تشخیص کرائی گئی، مگر کچھ معلوم نہ ہوا، کہ مرض کیا ہے، سب نے متفق ہو کر کہا اسکی بیماری کا کچھ پتہ نہیں لگتا، اس کا اثر شہزادہ پر اس قدر رہا کہ اس کا دانہ پانی چھوٹ گیا، نہ وہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا، نہ بولتا تھا متحیر رہتا اور بیہوش ہو جاتا، جب کبھی ہوش میں آتا تو صرف اتنا کہتا کہ اندر جلتا ہے، یہ کہکر پھر بیہوش ہو جاتا، آخر وہ اسی مرض سے فوت ہو گیا بادشاہ نے کہا (اب تو یہ مر چکا ہے) اس کا پیٹ چیر کر دیکھو کہ، اسے کیا بیماری تھی کیونکہ وہ یہی کہتا تھا، کہ اندر سب جل گیا ہے، آخر جب پیٹ پھاڑ کر دیکھا گیا تو، اس میں سے ایک خوبصورت سرخ پتھر نکلا، طبیبوں اور حکیموں کو بلا کر دکھلایا گیا، کہ اب شاید کوئی بیماری سمجھ میں آئے، تو سب متفق ہو کر کہا، کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں

آتا کیونکہ اس کا ذکر ہماری طب کی کتابوں میں کہیں کچھ نہیں ہے چونکہ بادشاہ شہزادے سے بڑی محبت تھی اس نے حکم دیا اس پتھر کے دو نگینے بناؤ ایک نگینہ بادشاہ نے انگشتری میں جڑوا کر پہن لیا اور دوسرا بحفاظت رکھ چھوڑا چند روز بعد جب اسکے انتقال کا غم کچھ کم ہوا تو ایک روز بادشاہ سرود سننے میں مصروف ہوا وہ انگشتری کے نگینہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا کیونکہ وہ نگینہ پگھل کر خون بن گیا وہ حیرت واستعجاب میں غرق ہو گیا کہ آخر نگینہ کیوں کر خون بن گیا اس نے حکیموں اور طبیبوں کو بلا کر وجہ دریافت کی انھوں نے دیکھکر کہا کہ اے شہنشاہ تیرا لڑکا عاشق تھا ہمیں معلوم نہ تھا ورنہ ہم کہتے کہ اسے راگ سناؤ اگر شہزادے کو سرود سنایا جاتا تو یہ پتھر اس کے شکم میں پگھل کر خون بن جاتا اور اسے صحت ہو جاتی۔

خرم تنے کہ جاں بدہد از برائے یار
اقبال آں سرے کہ شود پائمال دوست

بادشاہ نے حکم دیا کہ دوسرا نگینہ خزانے سے لایا جائے جب اسکو ہاتھ میں پہن کر قوالوں کو سرود کا حکم دیا اور جب سرود

شروع ہوا تو لوگوں کی نگاہیں اس سرخ نگینے پر جمی ہوئی تھیں سرود کی آواز سے نگینہ پگھلنے لگا اور دیکھتے دیکھتے خون بن گیا بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع دردمندوں کا علاج ہے مفتاح العاشقین صفحہ ۲۷

صبرِ ایوب و فا خو جزوِ جان اہل درد — گریۂ آدم سرشتِ درمانِ اہل درد

پالیا موسیٰ نے آخر بندۂ اللہ کو! — درد والوں ہی کو ملتا ہے نشانِ اہل درد

تونے اے انسان غافل اسکی کچھ پرواہ نہ کی — بے زباں طائر سمجھتے ہیں زبانِ اہل درد

اسی کتاب میں تحریر ہے کہ قوال نے اس وقت سماع شروع کی تو حضرت مولانا محمد ساوی اور مولانا بدرالدین اٹھ کر رقص کرنے لگے قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا

عشق در پردہ مے نواز وساز — عاشق کو کہ بشنو آواز

ہر نفَس نغمۂ دیگر ساز — ہر زماں زخمۂ کند آغاز

از او جہاں بر و افتاد — خود تو بشنو کہ من نیم غماز

جب سماع ختم ہوا تو عصر کا وقت تھا۔ وضو کر کے نماز ادا کی گئی۔ پھر خواجہ صاحب جماعت خانہ کے صحن میں بیٹھے مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین اور عزیز صاحبان حاضر خدمت تھے کمال نامی قوال نے پھر سرود شروع کیا خواجہ صاحب رقص کرنے لگے اور رونے لگے جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا جب سماع ختم ہوا تو سارے عزیزوں نے خواجہ صاحب کی قدم بوسی کی۔

قوالوں نے یہ قصیدہ لگایا تھا۔

غم کر تو دارم بہ پیش کہ گویم — دوائے دل درد متداز کہ جویم

اگر کشتہ گردم بشمشیر عشقت — بہ پیش کس ایں ماجرا را بگویم

طبیم تو باشی علاج از کہ خواہم — اسیر تو باشم خلاص از کہ جویم

زسعدی چہ جویم کہ گویم چہ گویم — غمے کز تو دارم بہ پیش کہ گویم

عصر کی نماز سے لیکر تہجد کی نماز تک خواجہ صاحب رقص کرتے رہے جب نماز کا وقت ہوتا وضو کر کے ادا کر لیتے۔ اور پھر مشغول ہو جاتے والحمدللہ علیٰ ذالک مفتاح العاشقین صفحہ ۲۸

''سماع کی تعریف غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے قول سے''

حضور سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی غوث الاعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سماع کی تعریف بیان کرتے ہوئے بہجۃ الاسرار میں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ سماع خدا کی طرف سے ایک سفیر اور خدا کا قاصد ہے وہ خدا کے لطائف اور زوائد میں سے ہے۔ کشف کے معنیٰ اور اس کی بشارت ہے پس وہ ارواح کے لئے ان کی قوت ہے جسموں کیلئے غذا، دلوں کیلئے زندگی، اسرار کیلئے لقا ہے۔ ایک گروہ وہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ مشاہد تربیت کے ساتھ سنتا ہے، ایک گروہ وہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نعمت ربوبیت سے سناتا ہے ایک گروہ وہ ہے کہ جس کو وصف قدرت سے سنتا ہے پھر اللہ تعالیٰ انکے لئے سنانے والا اور سامع ہوتا ہے پس سماع سر کو توڑنے والا اور سر کو کھولنے والا ہے وہ چمکتی ہوئی بجلی اور چمکتا ہوا آفتاب۔ ارواح کا سماع دلوں کے سنانے سے بساط قرب پر حضور کے سامنے بدوں حضور نفسی موجودات پر فکر میں ہر لحظہ ہر تدبر ہر تفکر اور ہر ایک ہوا کے چلنے پر ہر درخت اور ہر بولنے والے کی بولی میں ہوتا ہے تم ان کو دیکھتے ہو۔ کہ وہ متوالے حیران کھڑے ہوئے قیدی عاجز مست ہیں۔

''وجد کرتے ہزار فرشتے صوفی کہلاتے ہیں''

اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رونق کے نور سے ستر ہزار مقرب فرشتے پیدا کیئے ہیں ان کو عرش و کرسی کے درمیان حضور انس میں کھڑا کیا انکا لباس سبز صوف کا ہے۔ انکے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہیں وہ وجد کرتے ہیں عاشق حیران عاجزی کرنے والے مست ہیں جب سے پیدا ہوئے ہیں۔ رکن عرش سے کرسی تک تخت شیفتگی کی وجہ سے کو دتے پھرتے ہیں وہ آسمان والوں کے صوفی ہیں۔ اور نسب میں ہمارے بھائی ہیں اسرافیل علیہ السلام ان کے کھینچنے والے اور مرشد ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام ان کے رئیس اور متکلم ہیں اللہ تعالیٰ انکا انیس اور مالک ہے ان پر سلام وتحیۃ واکرام ہو

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۴۳۶)

''حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد''

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سماع حق کا فیضان ہے جو دلوں کو حق کی طرف راغب کرتا ہے، پس جس نے حقیقی معنوں میں سنا اس نے راہ حق کو پالیا اور جس نے خواہش نفسی سے سنا وہ بے دین ہوگیا۔ سننے

والے کو چاہئے کہ سماع طلب حق کیلئے کرے صرف آواز کی رنگینی کیلئے نہیں۔ تا کہ اس کا دل فیضانِ حق کا محل بن جائے چنانچہ جب حق اس کے دل میں داخل ہوگا تو وہ دل کو نیکی پر ابھارے گا اور جو سماع حق کے تابع ہوگا اسے مشاہدہ حق حاصل ہوگا۔ اور جو نفس وخواہش کے تابع ہوگا وہ پردہ میں رہے گا۔

''حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمہ کا وجد''

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ العزیز کے ساتھ پہاڑی راستہ پر چل رہا تھا تو میں نے خوشی میں آکر یہ شعر پڑھا۔

صح عند الناس انی عاشق   غیر ان لم یعرفوا عشقی لمن

لیس فی الانسان شئی حسن   الا و احسن منه صوت الحسن

یعنی لوگوں کو صحیح طور پر معلوم ہے کہ میں عاشق ہوں مگر انھیں یہ علم نہیں کہ میں کس کا عاشق ہوں انسان میں تو کوئی اچھی چیز نہیں سوائے اس کی اچھی آواز کے اشعار سن کر حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھ سے فرمایا دوبارہ پڑھو میں نے یہ اشعار دوبارہ پڑھے تو آپ نے وجد کی حالت میں زمین پر پاؤں مارے میں نے غور سے دیکھا تو آپکے قدم پتھر میں اس طرح گڑے ہوئے تھے کہ جیسے کہ موم میں دھنسے ہوں پتھر میں نہیں آپ بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو ارشاد فرمایا کہ میں باغ بہشت میں تھا لیکن تو نے نہیں دیکھا۔

عرش کا کبھی کعبہ کا ہے دھوکا اس پر   کس کی منزل ہے الٰہی مرا کاشانۂ دل

تو سمجھتا نہیں اے زاہدِ ناداں اس کو   رشکِ صد سجدہ ہے اک لغزشِ مستانۂ دل

صوفیا کے مراتب بسلسلۂ سماع: اھل صوفیا میں

اھل صوفیا میں سے ہر ایک کا سماع کے مقابلہ میں ایک خاص مقام ومرتبہ ہے، جس کے ذریعہ وہ سماع سے لطف اندوز ہوتے ہیں، توبہ کرنے والے کے لئے سماع معاونِ توبہ ہوتا ہے، اور اس سے ندامت حاصل ہوتی ہے، شرم وندامت معصیت کو مٹا دیتی ہے۔

مشتاق دیدار کے لئے سماع سببِ دیدار ہے، صاحبِ یقین کے لئے سماع تاکید ہے، مرید کے لئے سماع تحقیق کا

ذریعہ ہے، محبّ کے لئے سماع دنیاوی تعلقات منقطع کرنے کا باعث ہے اور فقیر کے لئے سماع ماسوی اللہ سے ناامیدی کی بنیاد بن جاتا ہے۔

اصل میں سماع مثلِ آفتاب ہے، جو تمام چیزوں پر روشنی ڈالتا ہے، مگر اس روشنی سے ہر شئے اپنی اپنی صلاحیت واہلیت کے مطابق استفادہ حاصل کرتی ہے، دیکھو سورج کسی کو جلا دیتا ہے، اور کسی کو جلا دیتا ہے، کسی کو نوازتا ہے، کسی کو بھسم کر دیتا ہے، تو جس میں سماع کی اہلیت موجود ہو اس کے لئے سماع نافع ہے ورنہ زہر قاتل ہے۔

فقرا، اور علم کے معاملات: جاننا چاہیئے کہ فقرا اور علم کے معاملات جداگانہ ہیں، جو شئے علم میں بظاہر معصیت وخطا تصور کی جاتی ہے، فقرا کے نزدیک اجر وثواب متصور ہوتا ہے، جیسا کہ فقراء کے معاملات سے پتہ چلتا ہے، جیسا کہ علامہ اقبال شاعر مشرق نے وضاحت فرمائی ہے۔

علم فقیہہ وحکیم فقر مسیح وکلیم
علم ہے جویائے راہ، فقر ہے دانائے راہ
علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل وخرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب ونگاہ
علم مقامِ خیبر فقر مقام نظر
فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

فقراء بوجہ مستی اجر وثواب کے مستحق ٹھہرائے جاتے ہیں، جب کہ علم میں مستی ثواب نہیں گناہ تصور کیا جاتا ہے۔

درحقیقت فقر ہی وہ شئے ہے جس کی چوکھٹ پہ شہنشاہ بھی جبیں سائی کرتی نظر آتی ہے۔

فقر کے ہیں معجزات تاج وسریر وسپاہ
فقر ہے میسروں کا میسر فقر ہے شاہوں کا شاہ

یہ مست الست حضرات کا پاکیزہ ومقدس گروہ ہے، گو یہ حضرات اپنے پاس کچھ رکھتے نہیں، مگر ان کے ہاتھوں میں دو جہاں کی کنجیاں ہوتی ہیں، یہ جو دیکھتے ہیں اوروں کو نظر نہیں آتا۔

علم کے حیرت کدے میں ہے کہاں اس کی نمود
گل کی پتی میں نظر آتا ہے رازِ ہست وبود

خوشبو، بخورات، صندل وعطریات

"محبوب خدا کی پسندیدہ شے" آقائے کائنات سرورِ دوعالم ﷺ کی پسندیدہ محبوب ومرغوب شے خوشبو ہے آپ نے افضل العبادت نماز کے بعد خوشبو کا ذکر فرمایا ہے آپ کی ذاتِ مقدسہ بذاتِ خود خوشبو سے معطر ومعنبر تھی حتی کہ پسینے مبارک

میں بھی اس قدر دلآویز خوشبو تھی کہ قریب بیٹھنے والوں کے دماغ کو اپنی دلآویز خوشبو سے مسحور کر دیتی تھی اور یہ روایت بھی خوب تر ہے کہ جن گلیوں اور راستوں سے گزر فرماتے وہ خوشبو سے مہک اٹھتی تھیں اور اسی خوشبو کے ذریعہ آپ کے جاں نثاران آپکو پا لینے میں کامیاب ہو جاتے کیا خوب کسی شاعر کا کلام ہے۔

جانا بادِ صبا جب مدینہ ڈھونڈھ لینا انھیں باقرینہ

راہِ خوشبو سے ہوگی معطر بس وہیں کملی والے ملیں گے

ملائکہ معصومین بھی خوشبو کو بیحد پسندیدہ فرماتے ہیں اور خوشبودار مقامات سے انسیت رکھتے ہیں حاضرات، مؤکلین میں خوشبو کا بڑا دخل ہے، بہت سے عملیات میں اسکی مناسبت سے خوشبو، بخور استعمال کرنے کا حکم بزرگانِ دین کے احکام و اعمال میں پائے جاتے ہیں، خوشبو کے ذریعہ انسیت پا کر فرشتے انسانوں سے قریب تر ہوتے ہیں برخلاف اسکے بدبو اور بدبودار اشیاء سے فرشتے سخت نفرت کرتے ہیں، حدیثِ پاک میں جو کچا لہسن، پیاز، مولی وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت کی گئی ہے، اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ ملائکہ جو انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں، جو بوقتِ ذکر و نیک عملیات قبولیت واستغفار کی دعا کرنے کیلئے من جانب اللہ مامور کئے جاتے ہیں انکو ان اشیاء سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ دور ہو جاتے ہیں اور ملائکہ کی یہ دوری انسانوں کے حق میں خیر کی دلیل نہیں ہے۔

جائے غور ہے کہ اس قسم کے اشیاء کچا لہسن، پیاز، مولی وغیرہ کے استعمال سے عام انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ قریب بیٹھنے والا سانس کی بدبو سے پریشان ہو جاتا ہے، طبیعت مکدر ہو جاتی ہے تو نوری فرشتوں کا کیا حال ہوتا ہوگا؟

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کے مزاج کو رب کائنات جل وعلا نے خوشبو پسند بنایا ہے اسی وجہ سے وہ خوشبو کو محبوب و مرغوب رکھتا ہے اور بدبو سے نفرت کرتا ہے اور عملاً بھی یہ بات سامنے آجاتی ہے، کہ بدبودار چیز کا قریب سے گزر ہو جائے، تو انسان اپنی ناک بند کر لیتا ہے، ناک پر ہاتھ رکھ لیتا ہے تاکہ اسکی بدبو سے دماغ و مزاج متاثر نہ ہو اور طبیعت میں بے چینی واضطراب کی کیفیت نہ پیدا ہو۔

اور خوشبو پا کر اس قدر فرحت وسکون حاصل ہوتا ہے کہ جی یہی چاہتا ہے کہ اس کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے تاکہ اس سے لطف اندوزی حاصل ہوتی رہے خاصانِ خدا جو محبوبِ خدا ﷺ کی ہر ادا و ہر پسند کو اختیار کرنا اپنی زندگی کی معراج تصور کرتے ہیں، بھلا وہ اس محبوب چیز کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ہر مؤمن و مسلمان کا شعار ہے کہ خوشبو پا کر درود پاک کا ورد کرنے لگتا ہے، اور یہ خود ساختہ فعل ہرگز نہیں بلکہ احادیثِ صحیحہ میں سے اسکا ثبوت ملتا ہے کہ کوئی اچھی خبر ملے اور احسن اور خوش

کن چیز میسر آئے تو شکرِ خداوندی بجالاتے ہوئے درودِ پاک کا کثرت سے ورد کرنا چاہیے خوشبو کے حصول کی متعدد ذرائع ہیں۔ لگاکر۔ سجاکر، سلگاکر، جلاکر اسے حاصل کیا جاسکتا ہے مثلاً پھول وغیرہ (جمع کرکے) سجاکر عطر، مشک، صندل، وغیرہ لگاکر لوبان اگربتی وغیرہ سلگاکر۔ عود وعنبر، قرنفل وغیرہ جلاکر غرضیکہ حصولِ خوشبو کے بہت سے ذرائع ہیں۔ بحث اسباب و ذرائع سے نہیں بلکہ خوشبو کے حصول کی ہے جو بلا قباحت جائز و مستحسن چیز ہے۔

مزارات پر الصندل کی پیشی

اولیاء اللہ کی مزارات پر گل پوشی وغیرہ کی طرح صندل کی بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے اور اُسے گشت کی شکل میں گھما پھرا کر بھی اکثر مقامات پر پیش کیا جاتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ کثیر تعداد میں شرکت فرماکر داخل حسنات ہوسکیں اجتماعی شکل میں معتقدین اسکو لیکر چلتے ہیں ہاں کچھ لوگ اس بات پر معترض ہوتے ہیں کہ یہ باعثِ لہو ولعب ہے انکا یہ اعتراض محض حسد وعنا کی وجہ سے ہے۔
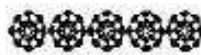
معمولات شیخ و شجرہ شریف

معمولاتِ شیخ: صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "معمولاتِ شیخ" ان امور کو کہتے ہیں۔ جن کو شیخ طریقت نے اختیار فرمایا مرید پر اپنے حضرتِ شیخ کے معمولات کو اختیار کرنا واجب اور لازم ہے وما توفیقی الا باللہ

اس سلسلہ عالیہ کے پیرانِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فرائض اور سنن کے بعد ذکر اور مراقبہ مذکورہ اور ان معمولات میں مشغول رہنا بہتر ہے (اس وقت تک کہ فنا حاصل ہو جائے)۔

اوراد شریف (الف) استغفر اللہ ربی من کل ذنبٍ و اتوبُ الیہ ۔ گیارہ مرتبہ۔

(ب) سبحان اللہ و بحمدہٖ۔ گیارہ مرتبہ۔

(ت) سبحانَ اللہ والحمد للہ و لا اِلٰہ الا اللہ واللہ اکبر چونتیس مرتبہ۔

(ث) لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی و یمیت بیدہٖ الخیر و ھو علیٰ کل شئی قدیر (اکیس مرتبہ)۔

سید الاستغفار:

(ج) اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی و انا عبدک و انا علیٰ عھدِک و وعْدِک ما ستطعتُ اعوذ بِکَ مِنْ شرِّ ما صنعتُ اَبوْءُ لکَ بِنِعْمتِکَ علیّ وَ اَبوْءُ بِذَنْبی فَاغفِرلی فَاِنَّہٗ لا یغفر الذنوبَ الا انتَ، ہر نماز پنج گانہ کے اختتام کے بعد ایک بار پڑھنے کا معمول شریف ہے اور نمازِ عصر و مغرب کے

درمیان کم سے کم تین بار زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہو سکے

(ح) اَلْمُحِیْطُ الرَّبُّ الشَّھِیْدُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْبَارِیءُ الْمصور گیارہ مرتبہ

(خ) چہل کاف شریف

کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ وَاکِفَۃً ۔۔۔ کِفْکَافُھَا کَکَمِیْنٍ کَانَ مِنْ کَلَکٍ

تَکُرُّ کَرًّا کَکَرِّ الْکَرِّ فِیْ کَبَدٍ ۔۔۔ تَحْکِیْ مُشَکْشَکَۃً کَلَکْلُکٍ لَکَکَا

کفاک مابی کفاک الکاف کُرْبَتَہ ۔۔۔ یَا کَوْکَبًا کَانَ تَحْکِیْ کَوْکَبَ الْفَلَکَا

کم سے کم تین مرتبہ یا جس قدر ہو سکے۔

ترجمہ چہلِ کاف شریف

اے دل جس پروردگار نے بہت مصیبتوں میں تیری کفایت (وحمایت) کی ہے وہ ہی پروگار ان مصائب میں جو بھاری لشکر کی طرح گھات میں ہیں، اب بھی تیری کفایت کرے گا۔ ان مصائب میں تیرے لئے کافی ہوگا جو مصائب کہ پے درپے (اور) سخت (اور) مضبوط رسی (کی مانند) اور نیزہ زن، مسلح لشکر اور فربہ اور قوی اونٹ کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اے ستارے ۰ اے قلب روشن) جو آسمان کی ستارے کے مانند (منور اور درخشاں) ہے (یقین رکھ کہ) تیرا رب (تیرا مولیٰ) تمام پریشانیوں سے اب بھی تجھے کفایت کرے گا جیسے کہ گزشتہ پریشانیون میں (اس قادر وکریم نے) تیری کفایت کی۔

(د) درود شریف اللھم صل علیٰ سیدنا محمدنِ النبی الامی و الہٖ و اصحابہٖ و بارک و سلم کم سے کم تین مرتبہ زیادہ جس قدر ہو سکے، حضور سیدنا فخر العارفین قدس سرہ العزیز کا ارشاد پاک ہے کہ یہ درود شریف بعد نماز عصر ٹہلتے ہوئے پانچ سو مرتبہ پڑھنا چاہئے

(ہ) درود شریف غوثیہ اللھم صلِ علیٰ سیدنا محمدٍ وَّ علیٰ آلِ سیدنا محمد نِ النبی الامی الطاھر الزکی صلوٰۃً تُحِلُّ بِھَا الْعُقَد وتُفک بھا الکُرَبُ صلوٰۃ تکونُ لک رِضیً وَّ لحقہ اداءٍ وَّ آلِہٖ واصحابِہٖ وبارک وسلم گیارہ۔۱۱ بار

دیگر درود غوثیہ

اللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ سیّدنا محمّدٍ وّ علیٰ سیدنا الغوثِ الاعظم درودِ غوثیہ شریف سلسلۂ عالیہ میں ہر نماز کے بعد گیارہ بار پڑھنے کا معمول شریف تحریر ہے۔

معمولات شریف کے متعلق احکام:- ا۔ پچھلی رات تہجد گزارنا،۲۔ فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد ذکر و مراقبہ میں مشغول رہنا،۳۔ بعد نمازِ اشراق تھوڑی دیر مراقبہ کرنا،۴۔ اسکے بعد تلاوت قرآن مجید کرنا،۵۔ دلائل الخیرات شریف بروایت سید علی حریری رحمۃ اللہ علیہ،۶۔ بعدہٗ دعائے حزب البحر شریف بروایت مولوی برہان علی صاحب لکھنوی فرنگی محلی پڑھنا،۷۔ اس کے بعد کم از کم چاشت کی چار رکعتیں بہ دو سلام پڑھنا،۸۔ پھر دنیا کے کاموں کو دیکھنا،۹۔ دوپہر کو کھانا کھا کر فرصت ہو تو قیلولہ کرنا (یعنی کچھ دیر آرام کرنا)،۱۰۔ بعد نماز ظہر امورات دنیوی،۱۱۔ بعد نمازِ عصر اوراد و تسبیح اوپر مذکور میں سے کسی ورد کو اور درود شریف کو تین سو مرتبہ شغل یا بے شغل ٹہلتے ہوئے پڑھنا،۱۲۔ بعد نمازِ مغرب تا عشاء مراقبہ،۱۳۔ عشاء کے بعد کھانا کھانا مرید کو ان معمولات شریف پر مداومت چاہیے ؎

کارکن کار بگزار از گفتار
کاندریں راہ کار دارد کار

حضرت قبلہ سیدی فخر العارفین قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہم کبھی کبھی یہ دعا پڑھا کرتے ہیں اللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مسکینا احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ حضور سرورِ کونین ﷺ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (الحدیث)

دعاءِ نمازِ چاشت: بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لا الٰہ الا اللہ الحَلِیْمُ الکَرِیْمُ سُبْحَانَ اللہِ رَبُّ العَرْشِ العَظِیْمِ، سُبْحَانَ اللہِ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ العَرْشِ العَظِیْمِ، اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ و عزائم مغفرتک و الغنیمۃ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَۃِ مِنْ کُلِّ اثمٍ لا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً لِیْ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَلَاخِرَۃِ اِلَّا قَضَیْتَھَا یَااَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

ارشادِ فخر العارفین قدس سرہٗ

سارے اشغال کرنے سے کچھ فائدہ نہ حاصل ہوگا اذکار و اشغال تو بہت ہیں مگر ہم کو اپنے پیرانِ طریقت کے فرمان پر عمل کرنا چاہیے اور اس فرمودہ شریف میں جس شغل پر زیادہ ذوق و شوق معلوم ہو یا جس شغل کا اشارہ ہو۔ اس کے دوام کی سعی

کوشش کرنی چاہیے۔ مختلف اذکار واشغال کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہیے دو ایک تو بن پڑتے نہیں بہت سے کر کے کیا کریں۔

علم شطار است برتر، ذات باری بے نیاز

ارشاد ہوا، خواہش نفسانی سے ریاضت کرنی گمراہی ہے محض عبادت کی نیت سے عبادت کرنی، یہ منصب اولیاء اللہ کا ہے، جو ریاضت کہ تحصیل مراتب و درجات کے لئے ہوگی، وہ بالکل دنیا ہے، اور جو عبادت و ریاضت کہ محض رضائے مولاء کے واسطے ہو، وہ ہمارا راستہ ہے، جسمیں یہ بات نہیں وہ سمجھ لے کہ اس نے (خدا کا) راستہ نہیں پایا اشغال و اوراد و معمولات شیخ کی مکمل تفصیلات و معلومات کے لئے سیرت فخر العارفین حصہ اول کا مطالعہ کریں۔

دنیا کے تین دن

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دنیا تین دن کی ہے، ایک وہ جو کل گذر چکا جس سے تجھے کچھ ہاتھ نہ آیا، دوسرا وہ جو کل آنے والا ہے، اس کے متعلق نہیں معلوم نہیں کہ تو اسے پائے گا یا محروم ہو جائے گا۔ تیسرا وہ دن ہے جس میں تو اس وقت ہے اور لے دے کے یہی تیسرے ہاتھ ہے اس کو غنیمت جان۔

صحابی رسول حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، دنیا تین ساعت سے زیادہ نہیں ہے، ایک ساعت گزر چکی ہے، جس سے تو نے کچھ حاصل نہ کیا، دوسری ساعت کا یقین نہیں کہ تو اسے پائے گا یا نہیں، تیسری ساعت وہ ہے کہ تو اس میں ہے درحقیقت تیرے ہاتھ یہی ایک ساعت ہے (جو اس میں کر گذرے گا وہی تیرے ہاتھ اور ساتھ ہوگا) ایک کامل بزرگ کا ارشاد ہے، دنیا تین سانس کے برابر ہے ایک سانس تو گذر چکی، اور تجھے معلوم ہے اس میں جو کچھ تو نے کیا دھرا ہے۔ دوسری سانس کا حال معلوم ہی نہیں کہ آئے گی یا نہیں آئے گی۔ تیسری سانس وہ ہے جو تو نے لی ہے، پس اس سانس کی حفاظت کر ہوش سنبھال، اٹھ بیٹھ، اور جلدی کر اور اسی سانس میں توبہ کر اور بندگی بجالا ممکن ہے دوسری سانس آئے نہ آئے، یاد رکھو وہ آدمی تباہ ہو جاتا ہے جو ایک دن یا ایک ساعت کا غم کرتا ہے، جبکہ دوسری سانس کا بھروسہ نہیں۔ مرید کو چاہئے کہ اسی پر قائم ہو جائے اور رات دن اسی کی یاد میں لگ جائے۔

شجرہ شریف منظوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۃ طیبۃ اصلُھا ثابت و فرعُھا فی السماءِ

اللھم صلِّ علیٰ سیدنا محمد نِ الامی و علیٰ الہٖ وَ اَھلِ بیتہٖ و بارِکْ وَ سَلِّمْ اَلْحَمْدُ للہ رَبِّ العٰلمین الرَّحْمٰنِ الرحِیمِ مٰلکِ یَوْمِ الدِّیْنَ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِینُ اِھْدِ نا الصراطَ المُسْتَقِیمَ صِراطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِم غَیْرِ المَغضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضآلّیْن ۔ آمین ،

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ الا اللہ وَحْدَہٗ لا شَرِیکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ۔

رحم فرما مولیٰ تو ذاتِ کبریا کے واسطے دے رہا ہوں واسطہ کل اصفیاء کے واسطے
بحرمتِ راز و نیاز شہنشاہِ رضاء کے واسطے

مرشد و مولیٰ مرادِ عارفین و عاشقین غوث عالم باخطاب غیب فخر العارفین
شیخ عبد الحیٔ مستغنی الثناء کے واسطے

وارثِ علم مبین شاہِ شیخ العارفین ذاتِ سبحانی میں فانی پیشوائے کاملین
مخلص الرحمٰن محبوبِ خدا کے واسطے

نائبِ علم نبی و وارثِ بابِ علی کاشفِ رمزِ خفی و ماہرِ سرِ جلی
شاہ امداد علی باصفا کے واسطے

پیشوائے صاحبانِ وحدت محبوب رب قادری فاروقی ہادی رحمتِ حق کے سبب
شہ محمد مہدیٔ راہِ خدا کے واسطے

عاشقِ پاک رسول انس و جاں نوری نشاں شاہ دیں مقبول کونین دامانِ عاشقاں
حضرت مظہر حسین مقتدیٰ کے واسطے

دستِ حق حضرت حسن مخدوم شاہ معرفت محوِ ذاتِ حق فنا فی اللہ عالی مرتبت
فرحت اللہ شاہ صاحب اجتباء کے واسطے

حضرتِ مخدوم پاک بارگاہِ لم یزلی شاہ و مولانا و مخدوم جہان و بے بدل
شہ حسن ثانی علی نام خدا کے واسطے

کاملِ دیں جانِ مشتاقین رئیس المنعمیں　　بادشاہِ واصلین حضرت امام العارفیں

منعمِ مخدومِ پاک. باصفاء کے واسطے

سیدُ السادات قطبِ وقت شاہِ کاملین　　شیخ دوراں مرجعٔ عالم سراج السالکیں

شہ خلیل الدین میرِ مجتبیٰ کے واسطے

وہ کریم ابن الکریم و مالک. باغِ نعیم　　جن کا دل بیت الحرم جو حق بصیرت وحق کلیم

میر سید جعفر شمس الہدیٰ کے واسطے

جن کی خدمت سے ملے عشق ومحبت کے سبق　　جن کے اک ادنیٰ توجہ سے کھلے ساتوں طبق

سید اہل اللہ میرِ حق نما کے واسطے

عالمِ شرعِ متین وکاشف اسرارِ دیں　　معطیٔ حق الیقیں وناظم فتح مبیں

شہ نظاالدین میرِ اتقیاء کے واسطے

شمع بزمِ افروز اُنس وانجمن آرائے قدس　　سرِّ ذاتِ حق و نورِ چہرۂ زیبائے قدس

شہ تقی الدین میرِ اتقاء کے واسطے

ناصرِ دین حافظِ ملت رئیس المؤمنیں　　واقفِ رازِ علوم اولین وآخریں

شہ نصیر الدین سید باتُقیٰ کے واسطے

مالکِ توقیر وعزت صاحبِ فضل وشرف　　کامل الاوصاف وصداقِ کلام من عرف

سید محمود، محمودُ الثناء کے واسطے

خواجۂ بندہ نواز و چارۂ بے چارگاں　　حضرت سید گسائیں جانِ پاکانِ زماں

میرِ فضل اللہ شہ حاجت روا کے واسطے

جن پہ سب اسرارِ غیبی منکشف تھے برملا　　جن کو سرکارِ نبوت سے ہوئی عزت عطا

شاہِ قطب الدین بینائے خدا کے واسطے

فانی فی اللہ باقی باللہ مظہرِ رمزِ الست　　حق پسند وحق نما وحق شناس وحق پرست

شاہِ نجم الدین قلندر پیشوا کے واسطے

سید ملجا وماویٰ و پناہِ بے پناہ　　رحمتِ عالم فریدِ عصر منظور الٰہ

شہ مبارک غزنوی باخدا کے واسطے

صاحبِ تمکین وحشمت شیخ عالی بارگاہ　　آفتابِ دین و ملت سیدِ عالم پناہ

شہ نظام الدین باصدق وصفا کے واسطے

حضرت شیخ الشیوخ سہروردیؒ ولی　　افتخارِ امت مرحومہ ختم النبی
شہ شہاب الدین تاج الاولیاء کے واسطے

غوث الثقلین و محی الدین و سید باخطاب　　قطبِ ربانی شہ محبوب سبحانی جناب
شیخ عبد القادر سرِّ خدا کے واسطے

حضرت ِ عالی مکان شاہنشہ اقلیم جان　　سر گروہِ اولیائے دہر مخزومی نشان
بوسعید ابن مبارک بادشاہ کے واسطے

مظہرِ شانِ خداوندی سراپائے نبی　　پاک ہم نامِ علی ہنکاری وہم غزنوی
شیخ حضرت بوالحسن کھف الوریٰ کے واسطے

سرِّ وحدت حسنِ مطلق نورِ حق عالی جناب　　شان ِ رحمت خواجۂ طرطوسی والا خطاب
حضرتِ یوسف شمس الضحیٰ کے واسطے

وہ تیرے نائب کے نائب شاہِ یکتائے زمن　　عزتِ ملکِ عرب زیبائشِ شہر یمن
حضرتِ عبدالعزیز حق ادا کے واسطے

وہ کریم النفس مالک صاحب خلق عظیم　　جن کی صورت دیکھ کر یاد آئے رحمٰن ورحیم
شہ رحیم الدین عیاض پر ضیاء کے واسطے

جن پر آتی تھی سدا ، انی انا اللہ کی نداء　　جن پہ ظاہر تھے رموزِ لاالــــہ الا انــا
حضرت بوبکر شبلی حق لقاء کے واسطے

بے نظیر و بے مثال و بے عدیل و بے بدل　　غرقِ بحرِ سرِّ عشقِ لا یــزال ولــم یــزل
حضرت سید جنید الطائفہ کے واسطے

مظہرِ ذاتِ خدا مستغرق ِ بحرِ جمال　　شاہ پر تمکین و حشمت شیخ ِ باعزّ و جلال
حضرت سری سقطی شہ ملک بقاء کے واسطے

بادشاہِ کارسازِ ملتِ خیرا لوریٰ　　رہنمائے پاک بازِ مسلکِ صدق وصفا
حضرتِ معروف کرخی رہنما کے واسطے

نورِ چشمِ مصطفیٰ فرزندِ ساداتِ عظام　　محترم ذی مرتبت ذی جاہ ذی شوکت امام
حضرت سید علی موسیٰ رضا کے واسطے

میرے آقا میرے ایماں میرے سید میری جاں　　نورِ دل آنکھوں کی ٹھنڈک ان پہ قرباں دوجہان
موسیٰ کاظم امام الازکیاء کے واسطے

تاجِ فرقِ اولیاء سید عزیز مصطفیٰ قرۃ العین حسین و آلِ پاکِ مرتضیٰ

جعفر صادق امام دوسرا کے واسطے

منبعِ لطف و کرم سر چشمۂ فیض و سخا پاس دارِ خاطرِ محزون مسکین و گدا

سید باقر شہ جود و عطا کے واسطے

اہلِ تسلیم و رضا سردار سر بازانِ دین سید السادات فخرِ دیں رئیس الساجدیں

شاہ زین العابدین زین العباء کے واسطے

لختِ جگرِ سیدہ نور نگاہ مرتضیٰ قرۃ العین نبی صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

حضرت سید حسین شہید کربلا کے واسطے

شاہِ مرداں شیرِ یزداں سرِ حق دستِ خدا شیخ مولانا و مولی الکل شاہ لافتیٰ

سید مولا علی مشکل کشا کیواسطے

رحمۃ للعلمین نور و شفیع المذنبیں سید الثقلین و سردارِ گروہِ مرسلیں

حضرت احمد محمد مصطفیٰ کے واسطے

کائے محب عفو ازما عفو کن وئے طبیب رنج و ناسور کہن

بہ بخشائے بر من کی بیچارہ ام گرفتارِ نفسِ ستمگارِ ام

خدایا تو ایں شجرہ پیرانِ ما چو میوہ رساں دردل و جانِ ما

❁❁❁❁❁

بندۂ پروردگارم امتِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی

دوست دارِ چاریارم تابہ اولادِ علی

مذہب حنفی دارم ملت حضرت خلیلؑ

خاکپائے غوث اعظم زیر سایہ ہر ولی

❁❁❁❁❁

مُناجات

یا خدا تائب کو مرضیات کی توفیق دے　　اور رکھ ثابت قدم اپنی اطاعت پر اسے
ہو عطا عشق و محبت اس گدا کے واسطے

اور رکھ محفوظ شرک و معصیت سے اے خدا　　اور کر اسلام و ایماں پر ہمارا خاتمہ
اپنے مقبولانِ درگاہِ علیٰ کے واسطے

پنے خدامِ مشائخ میں ہمیں مقبول کر　　خادمِ و مسکین تائب پر بھی رحمت کی نظر
آل و اہلِ بیتِ پاکِ مصطفیٰ کے واسطے

ہوں مرے مخدوم زادے صاحبِ فضل و شرف　　کر بہ اوصافِ کمالاتِ دو عالم متصف
تو ہوا انکا وہ رہیں تیری عطا کے واسطے

میرے حق میں جو ہو مرضی میں ہوں راضی برضا　　مرضی مولیٰ ہمہ اولیٰ رضینا بالقضاءِ
تیرے گھر میں کیا کمی ہے مجھ گدا کے واسطے

اپنے مولیٰ کے قدم کے سائے کے نیچے جیوں　　اور مرتا ہوں تو ان کے آستانے پر مروں
زندگی اور موت ہو انکی رضا کے واسطے

تا ابد مولیٰ ہمارے شمعِ بزمِ جاں رہیں　　اور ہم سو جاں سے پروانہ صفت قرباں رہیں
کر عطا ہم سب کو سو جانیں فدا کے واسطے

رہتی دنیا تک رہے اس باغ کی یارب بہار　　پھولتا پھلتا رہے یوں ہی گلستانِ رضا
صبر و استقلال سے ہم کو تو مضبوط رکھ
یاالٰہی ہاتھ سے چھوٹے نہ دامان مرشد

سلسلۂ قادری، چشتی، ابو العلائی، جھانگیری کا منظوم

"عربی شجرہ شریف"

بسم اللہ والحمد للہ اقراء قل با بسم اللہ

صلی اللہ والحمد للہ

حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ

نور محمد صلی اللہ

لاالہ الا اللہ لاالہ الا اللہ

لاالہ الا اللہ امنا برسول اللہ

صورت انسان سیرت رحمان قبلۂ عالم شاہِ رضاء

عبدالحی ومخلص الرحمن رُوحیِ فداک رحم اللہ

حسبی ربی............ ....

امداد علی ومھدیٔ مظھر فرحتُ اللہ حسن علی

منعم صافی خلیل الدین سید جعفر اھل اللہ

حسبی ربی............ ....

شاہِ نظام وتقی ونصیر سید محمود فضلُ اللہ

شاھا قطب ونجم الدین علامِ مقام بقا باللہ

حسبی ربی............ ....

غزنوی میر مبارک شاہ، شاہِ نظام وشھابُ الدین

قطب وغوث محی الدین عبدالقادر سرُ اللہ

حسبی ربی............

شاہ سعید وبوالحسن بویوسف طرطوسی مرشد

عبد العزیز ورحیم الدین معطیٔ مرشد عِلمُ اللّٰہ

حسبی ربی............

حضرتِ شبلی میر جنید سرّی سقطی عالم دین

عارفِ رمز نبی اِس کرخی شاہِ امامِ علی اللہ

حسبی ربی............

موسیٰ رضا وموسیٰ کاظم حامل سرّ علم نبی

جعفرِ صادق، سید باقر زین لعباء دین اللہ

حسبی ربی............

قرۃ عین رسول اللہ شاہد حالِ فناء فی اللہ

ابنِ علیؓ، فاطمہ زہراء یعنی حسین خلیلُ اللہ

حسبی ربی............

برزخِ کبریٰ مولیٰ الکلّ مطلوب، طالب اسمُ اللہ

سید ومولیٰ علی ولی شاہِ ولایت اسدُ اللہ

حسبی ربی............

خیر الخلق نبی اللہ حبیب اللہ وامین اللہ

اطیب ابرک ازکیٰ انمی اَسنیٰ اعلیٰ صلوٰت اللہ

حسبی ربی............

سید اجمل اکمل افضل احمد حامد اسم محمد ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ صلی اللہ

حسبی ربی............

اللھم نور قلبی اصلُ الکامل خیراً نصراً

اخلص دینی مخلَصَ السّرِی اصلی کلُّ بِا اللہ

حسبی ربی..............................

واغفر وارحم تائب خاطی واحشر ناعلیٰ ملتِ احمد ﷺ

شرَّ فنا وعزّزنا ثبّتنا بولیِّ اللہ

حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ

نور محمد صلی اللہ لاالہ الا اللہ

قضائے حاجات وتعویذات

(۱) جب کسی شخص کو کوئی حاجت پیش آوے تو جس روز نوچندی جمعرات ہو روزہ رکھے اور حتی الوسع منہیاتِ شرعیہ سے پرہیز کرے اور روزہ افطار چھوہارے سے کرے نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد دوزانو قبلہ رو ہوکر بیٹھے اول ایک سو گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے پھر سات سو چھیاسی مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے بعدہٗ ایک سو گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے۔ بستر پر جب تک جاگتا رہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا رہے۔ اسی طرح بوقتِ فجر عمل کرے، نماز سے قبل یا بعد، حسبِ قاعدہ اسی طرح عمل میں لائے ہر روز روزہ شرط نہیں۔ بعد ایک ہفتہ صبح بعد نماز فجر عمل مذکور کے بعد نقش بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر بازو پر باندھ لے، انشاء اللہ تعالیٰ تمام مشکلات حل ہو جائیں گی اور مرادیں بر آئیں گی۔ نقش بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ ہے۔

نقش مظہر

بسم — اللہ

الرحیم	الرحمن	اللہ	بسم
بسم	اللہ	الرحمن	الرحیم
الرحمن	الرحیم	بسم	اللہ
اللہ	بسم	الرحیم	الرحمن

لحمہم ا — بہہم ا

یہ نقش مظہر کہلاتا ہے۔ اگر بعد عمل کے کسی اور شخص کو دیں تو اس کو بھی بیحد فیض ہوگا اور مرادیں بر آویں گی۔ اگر کسی غیر مسلم کو دیں تو نقش مظہر نہ دیں کر نقش ''مضمر'' دیں، مکمل فائدہ ہوگا، نقشِ مضمر یہ ہے۔

نقش مضمر

۷۸۶ — ۷۸۶

۱۹۶	۱۹۹	۲۰۲	۱۸۹
۲۰۱	۱۹۰	۱۹۵	۲۰۰
۱۹۱	۲۰۴	۱۹۷	۱۹۴
۱۹۸	۱۹۳	۱۹۲	۲۰۳

۷۸۶ — ۷۸۶

تجارت اور کاروبار میں نفع

جس کسی کے تجارت میں نقصان آوے، یا دوکان میں خریدار نہ آویں، بکری کم یا حصولِ برکت میں کمی واقع ہو تو دو نقش لکھیں ایک موم جامہ کر کے داہنے بازو پر باندھیں اور ایک جلی حروف میں لکھ دوکان میں چسپاں کر دیں، انشاء اللہ فتوحات شروع ہو جائیں گی بے اندازہ برکت ہوگی، خریدار غیب سے آنے لگیں گے اور انشاء اللہ مال خوب بکے گا، وہ نقش یہ ہے۔

یافتاح — یارزاق

۸۰	۸۳	۸۶	۷۳
۸۵	۷۴	۷۹	۸۴
۷۵	۸۸	۸۱	۷۸
۸۲	۷۷	۸۶	۸۷

یاوھاب — یاکریم

جو شخص مصائبِ روزگار سے دوچار ہو، اور اس کے پاس کوئی کام نہ ہو، روزی رسانی کے اس پر دروازے بند ہو گئے ہوں، سمجھ میں نہ آتا ہو، کیا کام کرے اور کہاں جائے، جہاں سے حصولِ روزگار ہو سکے، یعنی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو، سخت حیران و پریشان ہو تو بالکل ہراساں و مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پوری امید رکھے، فجر کی نماز کے لئے اٹھے، دو سنت ادا کرنے کے بعد ۱۱ مرتبہ درود شریف پھر ایک سو اٹھائیس بار یَاوَهَّابُ یَارَزَّاقُ پڑھے پھر نماز فرض باجماعت ادا کرے انشاء اللہ دو ہفتہ گذرنے نہ پائے گا، مناسب روزگار مل جائے گا اور اگر چالیس روز یا اس سے زیادہ عمل کرے گا تو بے اندازہ برکت شاملِ حال ہوگی۔

محبت کے لئے بہترین نقش

اس نقش معظم کو جائز محبت کے واسطے جمعہ کے روز بعد نمازِ جمعہ باوضو قبلہ رو ہو کر مشک و زعفران سے سات عدد لکھیں اور ایک عدد نقوش روزانہ سات دن شربت یا کسی میٹھی رقیق چیز میں پلائیں پھر قدرت خداوندی کا تماشہ دیکھیں، انشاء

اللہ تعالیٰ ایسی محبت ہوگی کہ قیامت تک جدائی نہ ہوگی، وہ نقشِ معظم یہ ہے۔

یا شفیع　　　　　　　　　　　　　　یا شفیع

۲	۱۵	۱۲	۹
۱۳	۸	۳	۱۴
۷	۱۰	۱۷	۴
۱۶	۵	۶	۱۱

یا شفیع　　　　الحب فلاں بن فلاں　　　　یا شفیع
علٰے حب فلاں بن فلاں

دیگر کسی میٹھی چیز پر مثلاً شیرینی، شہد خالص، شکر، چھوہارے، گڑ وغیرہ پر گیارہ بار مع درود و بسم اللہ شریف پڑھکر کھلائیں بدرجۂ عشق محبت پیدا ہو، وہ آیت مقدسہ یہ ہے: یحبو نھم کحب اللہ و الذین امنو اشدُ حُباً للہ۔

دعاء گنجینۂ اسرار الٰہی

روایت ہے کہ ایک روز سرورِ کائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں رونق افروز تھے ذرا دوری پر شیطان لعین آن کھڑا ہوا اسے دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بدبخت تو کیوں کھڑا ہے، ابلیس نے کہا اے سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو بدبخت نہیں ہوں، بلکہ میں بڑا نیک بخت ہوں، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سب سے پہلے مجھ کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس سے یہ سن کر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملعون بتا؟ آخر تیرے پاس ایسا کیا ہے، جس کے باعث تجھے جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا پکا یقین ہے۔ اس ملعون نے جواب دیا کہ مجھ کو دعائے گنجینۂ اسرارِ الٰہی یاد ہے، جس کے متعلق رب تعالیٰ نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے کہ اس کو پڑھنے والا بالیقین بہشت میں داخل ہوگا، اس لئے مجھے یقین ہے کہ میں اس دعا کے سبب بالضرور بخشا جاؤنگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سن کر حیرت ہوئی، اسی وقت حضرت روح الامین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا خاتم الانبیاء علیک السلام یہ شیطان سچ کہتا ہے کہ اس دعا کا پڑھنے والا بخشا جاوے گا، یا رسول اللہ پروردگار عالم بذریعہ وحی آپ سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے حبیب میرے یہ شیطان اس دعا کی برکت سے امید رکھتا ہے اپنی بخشش کا، مگر مرنے سے قبل میں اس دعا کو بھلادوں گا اور یہ اس دعا کو پڑھ نہ سکے گا اور اسے دوزخ میں داخل کرونگا۔ اے میرے حبیب اس دعا کو اپنی امت کے واسطے یاد کرلیں، پس حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے یہ دعا حضرت رسولِ

کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو سکھائی کہ آپ کی امت اس دعا کو پڑھا کرے اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ آپ کی امت پر حرام کردیگا، وہ دعائے گنجینۂ اسرارِ الٰہی یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. یا الہ البشر ویاعظیم الخطر ویاسریع الظفر ویامعروف الا ثر ویاعزیز المن ویاملک یوم الدین وبحق ایاک نعبدو ایاک نستعین برحمتک یا ارحمہ الراحمین۔

جذام اور برص کی بیماری سے نجات

جس کسی شخص کو برص یا جذام کی بیماری لاحق ہوگئی ہو، چاہئے کہ ایک لوٹا ٹونٹی دار نیا (کورا) لیوے اور اس میں پانی بھر کر سامنے رکھ لیوے اول تین بار اول آخر درود شریف پڑھے اس کے بعد سات مرتبہ حسبِ ذیل دعا پڑھ کر پانی پر دم کر کے رکھ لے اور روزانہ صبح وشام دم کردہ پانی چالیس روز تک پلادے انشاء اللہ تعالیٰ اس موذی مرض سے نجات حاصل ہوگی۔ وہ دعائے مبارکہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ العلی العظیم لاالہ الااللہ الحی القیوم لاالہ الااللہ الواسع الرحیم .لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ لاالہ الا انت مالک یوم الدین وبحق ایاک نعبدوایاک نستعین اللھم صل علی سیدنا محمدن النبی الامی برحمتک یاارحم الراحمین.

ہر آفات ومھمات کے لئے نقش جہانگیری

سلسلۂ ابوالعلائی جہانگیری کے روحانی پیشواؤں وبزرگوں کی جانب سے عطا کردہ عالم بالا کا تحفہ بوجہ کشف جوان بزرگوں کو خالق کائنات جل وعلاء سے عطا ہوا، جو دینی ودنیوی مہمات کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی اور نقش وتعویذ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مریض کے گلے میں باندھیں مرض دور ہو۔ مقدمات کی کامیابی کے لئے داہنے بازو پر باندھیں کامیابی وکامرانی نصیب ہو۔ گھول کر پلائیں اختلاج قلب وہول دلی دور ہو، آسیب وبلیات کے لئے گھر میں چسپاں کریں، آسیب وسحر وغیرہ سے حفاظت رہے۔ دکان میں آویزاں کریں خوب خیر وبرکت ہو، غرضکہ ایک نقش جو تمام ضروریات کی کفایت کا ضامن ہے۔ وہ نقش معظم یہ ہے۔

هو المرشد   محمد رسول الله   ۷۸۶   لا اله الاالله   هو المرشد

لااله	لاالله	عیسیٰ	روح	الله	لااله
الا	بسم	الله	الرحمن	الرحیم	الا
الله	الرحیم	الرحمن	الله	بسم	الله
اسمٰعیل	الله	بسم	الرحیم	الرحمن	داؤد
ذبیح	الرحمن	الرحیم	بسم	الله	خلیفة
الله	ابوبکرؓ	عمرؓ	عثمانؓ	علیؓ	الله

لاالہ الااللہ آدم صفی اللہ — حضرت جبرائیل علیہ السلام

لاالہ الااللہ نوح نجی اللہ — حضرت عزرائیل علیہ السلام

هو المرشد   هو المرشد

لاالــه الاالــلـه موسیٰ کلیـم الـلـه

حضرت میکائیل علیہ السلام

آسیب، سحر، ٹونہ وغیرہ کے لئے

فی زمانہ، ٹونہ، ٹوٹکا، جادو، آسیب، نظر بد وغیرہ لوگوں کو زیادہ ہونے لگا ہے۔ اس لئے ایسے نقوش لکھے جاتے ہیں جس سے مکمل کامیابی نصیب ہوگی۔ جس کو خلل آسیب کا ہو اس کے بائیں کان میں سات مرتبہ اور داہنے کان میں نو مرتبہ درمیانی آواز میں پڑھکر دم کریں فی الفور فائدہ ہو وہ آیت مقدسہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحیم ولقد فتنا سلیمن والقینا علی کرسیہ جسداً ثم اناب.

''دیگر'' روزانہ چالیس یوم تک نقش لکھ کر فلیتہ بنالیں۔ اس پر روئی لپیٹ کر سات بار سر سے اتارلیں پھر ایک کورے مٹی کے دیا میں سرسوں کا تیل ڈال کر جلائیں اور مریض کو ہدایت دیں کہ وہ اُس دیئے کی روشنی کو دیکھے، یاد رکھیں اول روز جس وقت جلائیں اسی وقت چالیس یوم تک جلائیں ایک منٹ کی تاخیر نہ ہو اور نہ ہی جگہ بدلیں۔ انشاء اللہ مکمل فائدہ ہوگا۔ وہ نقش معظم یہ ہے۔

۷۸۶

بحق خاتم سلیمان بن داود علیہما السلام	۱۶	۱۱	۱۸
یابدوح یابدوح یابدوح	۱۷	۱۵	۱۳
روح اللہ	۱۲	۱۹	۱۴

آسیب وبلیات، دیو، پری، شیطان خبیث حتیٰ کہ خطرناک جن بھی ہو یقیناً بھاگنے پر مجبور ہوگا حفاظت آسیب وسحر وغیرہ سے حفاظت کے لئے یہ نقش لکھ کر گلے میں باندھ لیں۔

۷۸۶

۸	۲	۱۰
۹	۷	۴
۳	۱۱	۶

چیچک، خسرہ، میعادی بخار وغیرہ کے لئے

کچا نیلا دھاگہ لیں اور سات لڑ کرلیں اس پر سورۃ الرحمٰن پڑھیں، ہر تکذبٰن پر گرہ لگائیں اور مریض کے گلے میں وہ گنڈہ باندھ دیں انشاءاللہ مکمل صحت ہوگی۔ سورہ فاتحہ مبارکہ بھی یہی تاثیر رکھتا ہے مع بسم اللہ اکیس بار پڑھیں اور ہر ایک بار پڑھکر گرہ لگائیں بعدہٗ گلے میں پہنائیں بخار کے واسطے کیسا ہی سخت بخار ہو آیت مبارکہ قلنا ینار کونی بردًا وّسلامًا علیٰ ابراھیم اکیس بار مع بسم اللہ شریف پڑھکر پانی پر دم کرکے پلائیں بخار دفع ہوگا۔

''دیگر'' مٹی کی ٹھیکری لیں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں پہلے دن اول ٹکڑے پر یَامُحِیطُ لکھ کر کپڑے میں لپیٹ کر بازو پر باندھ دیں اور دوسرے دن یَامُحِیطُطُ اور تیسرے روز یَامُحِیطُطُطُ لکھ کر باندھیں۔

گریۂ اطفال (بچوں کا رونا)

بچوں کو اکثر نظر وغیرہ لگ جاتی ہے جس سے بچے ضد کرتے، روتے، چیختے اور چلاتے ہیں، دودھ پینا، کھانا وغیرہ چھوڑ دیتے ہیں جس سے والدین بیحد پریشان ہوجاتے ہیں۔ اگر ایسے حالات پیدا ہوں، تو اعوذ باللہ پڑھ کر یہ دعا تین بار یا سات بار پڑھ کر دم کریں، انشاء اللہ نظر بد وغیرہ دور ہو اور بچہ کا رونہ دھونا موقوف ہو۔ وہ دعا مبارکہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. اعوذ بکلمات اللہ التآمّاتِ من شر کل شیطنٍ ھامّاتٍ وّمن کلِّ عین الامّۃ۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے محبوب نواسے حضرات حسنین کریمین پر یہی دعا پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے۔ اس سے بڑھکر اور کون سی فضیلت ہوگی۔

خواب میں ڈرنا، چونکنا وغیرہ

اکثر بچے خواب میں ڈرتے اور چونکتے ہیں، خوف وڈر سے سہم جاتے ہیں ایسے بچوں کے واسطے یہ نقش لکھکر موم جامہ کرکے گلے میں پہنائیں۔ ڈرنا، چونکنا وغیرہ یک لخت ختم ہو۔ وہ نقش مبارکہ یہ ہے:

۷۸۶

۸	۱۱	۳۵۹۳	۱
۳۵۹۲	۲	۷	۱۲
۳	۳۵۹۵	۹	۶
۱۰	۵	۴	۳۵۹۴

دوسرا نقش معظم

۱	۲۲	۱۹	۸
۳	۱۷	۲	۳
۶	۹	فلاں	۳
۲۳	۴	۵	۱۸

فلاں کی جگہ بچے کا نام لکھکر نقش معظم تیار کر کے گلے میں پہنائیں، بیحد فائدہ ہو

حفاظت حمل و دردِ زہ وغیرہ کے لئے

اگر حمل محفوظ نہ رہتا ہو کسی وجہ سے گرجاتا ہو یا ٹھہرتا ہی نہ ہو۔ اگر آثار ظاہر ہو جائیں تو فوراً مشک وزعفران سے سفید کاغذ پر یہ آیتیں لکھیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم فاللہ خیرٌ حافظاً وّھو ارحم الراحمین. ان کلُّ نفسٍ لّمّا علیھا حافظ اللّٰھم احفظ حمل ھذہٖ .... بحق لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ نقطے کی جگہ عورت کا نام لکھیں بعدہٗ موم جامہ کر کے کپڑے میں سی کر کالے تاگے میں کر کے کمر میں باندھ دیں انشاء اللہ تعالیٰ حمل محفوظ رہے گا۔ یاد رہے ولادت سے کچھ لمحہ پیشتر تعویذ کھول لیں اور نہلانے کے بعد بچے کے گلے میں ڈال دیں انشاء اللہ تعالیٰ بچہ بھی تمام بلاؤں سے مامون ومحفوظ رہے گا۔

تسہیل ولادت۔۔۔ خلاصی کے واسطے تھوڑا سا گڑ لے کر اس پر یہ دعا سات بار پڑھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا السمآءُ انشقّتْ واذ نت لربھا وحقّت واذالارض مدّت والقت مافیھا وتخلّت بحق ایاک نعبدوایاک نستعین۔ پھر وہ گڑ عورت کو کھلائیں، انشاء اللہ تعالیٰ نہایت آسانی کے ساتھ جلد خلاصی ہوگی۔

استقرار حمل: جس عورت کے حمل نہ ٹھہرتا ہو چاہئے کہ بعد نماز جمعہ باوضو مشک وزعفران حل کر کے کاغذ پر لکھ کر کمر میں باندھیں۔

الٰہی بحق موسیٰ وہارون
علھما السلام
ھمح سمح کمح ھمح کمح ھمح

سورۂ مزمل شریف گیارہ بار سپاری پر پڑھ کر کھلانے سے حمل قرار پاتا ہے۔

ھنالک دعا ذکر تا ربّہٗ قال رب ھب لی من لّدنک ذرّیۃ طیبۃ انک سمیعُ الدُّعاءِ مع بسم اللہ

سات روز ایک گلاس پانی پر دم کر کے نہار منہ پلانے سے بھی استقرار حمل ہوتا ہے۔

تاریخ ہائے وصال واعراس
مشائخین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اسمائے مبارکہ	ماہ وتاریخ
	محرم الحرام
حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یکم
حضرت سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ	یکم
حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	۲
حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب، بریلوی علیہ الرحمہ	۳
حضرت سید ابوالحسن علی الہنکاری علیہ الرحمہ	۴
حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ	۴
حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ	۵
حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب علیہ الرحمہ پیلی بھیت	۸
حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۸
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہادت)	۱۰
حضرت سیدنا امام آدم علیہ السلام (وصال شریف)	۱۱
حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی علیہ الرحمہ	۱۲
حضرت خواجہ مشاد علی دینوری علیہ الرحمہ	۱۴
حضرت ابوسعید مبارک مخدومی بغدادی علیہ الرحمہ	۲۵
حضرت مولانا سید حافظ وارث علی شاہ علیہ الرحمہ	۳۰
	صفر المظفر
حضرت سید نصیر شاہ خیر آبادی علیہ الرحمہ	۴
حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ	۵۔۶

ماہ وتاریخ	اسمائے مبارکہ
صفر المظفر	
۷	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمہ
۱۱	حضرت محمد جیلانی میاں بریلوی علیہ الرحمہ
۱۲	حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ
۱۲	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ
۱۴	حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمہ
۱۶	حضرت مولانا محمد شہباز شاہ بھاگلپوری علیہ الرحمہ
۱۷	حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمہ
۱۸	حضرت داتا گنج بخش ہجویر لاہوری علیہ الرحمہ
۱۹	حضرت سید غلام علی شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ
۲۲	حضرت حاجی حسام الدین فتحپوری علیہ الرحمہ
۲۲	حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی علیہ الرحمہ
۲۶	حضرت خواجہ علم الدین علیہ الرحمہ
۲۷	حضرت مخدوم شاہ اعلیٰ کانپوری علیہ الرحمہ
۲۸	حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ (شہادت)
۲۸	حضرت سلیمان قاتل شاہ شکوری علیہ الرحمہ
۲۹	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
ربیع الاول	
یکم	حضرت حاجی نظام الدین شاہ غازی آبادی علیہ الرحمہ
۲	حضرت شاہ بہاء الدین نقشبندی علیہ الرحمہ
۳	حضرت خواجہ فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ
۳	حضرت مولانا کامل شاہ جلال پوری علیہ الرحمہ

اسمائے مبارکہ	ماہ و تاریخ
	ربیع الاول
حضرت شیخ العلماء غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ	٦
حضرت مولانا شاہ حسن بہاری علیہ الرحمہ	٨
حضرت سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ	٨
حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ	٩
حضرت شیخ سعد خیرآبادی علیہ الرحمہ	١٠
حضرت شرافت علی شاہ بریلوی علیہ الرحمہ	١١
حضور سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	١٢
حضرت شیخ رحیم الدین عیاض علیہ الرحمہ	١٣
حضرت خواجہ مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ	١٣
حضرت خواجہ مخدوم قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ	١٤
حضرت ابو یوسف طرطوسی علیہ الرحمہ	١٥
حضرت قطب نور شاہ بردوان علیہ الرحمہ	١٩
حضرت شاہ طالب حسین فرخ آبادی علیہ الرحمہ	٢٠
حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ	٢٢
حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	٢٣
حضرت خواجہ مخدوم محمد نبی رضا شاہ لکھنوی علیہ الرحمہ	٢٤
حضرت مولانا فضل الرحمٰن شاہ گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ	٢٤
حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی علیہ الرحمہ	٢٤
حضرت میر سید خلیل الدین علیہ الرحمہ پٹنہ	٢٤

ماہ و تاریخ	اسمائے مبارکہ
ربیع الاول	
۲۴	حضرت میر سید اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (پٹنہ)
۲۶	حضرت مخدوم حسن علی شاہ علیہ الرحمہ (پٹنہ)
۲۸	حضرت مولانا عبدالکریم شاہ گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ
ربیع الآخر	
۲	حضرت مولانا محمد سعید بدایونی علیہ الرحمہ
۳	حضرت مولانا رفاقت حسین کانپوری علیہ الرحمہ
۸	حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ
۱۲	حضرت صوفی خضر رومی شاہ حسنی عنایتی علیہ الرحمہ
۱۳	حضرت خواجہ مظہر حسین شاہ علیہ الرحمہ (چھپرا)
۱۴	حضرت خواجہ ابواسحق شامی علیہ الرحمہ
۱۷	حضرت عبدالشکور شاہ علیہ الرحمہ جھونسی شریف
۱۹	حضرت محمد داؤد شاہ گجراتی علیہ الرحمہ
۲۵	حضرت خواجہ حسام الدین شاہ بہاری علیہ الرحمہ
جمادی الاول	
کیم	حضرت سید امام علی نقی علیہ الرحمہ
۲	حضرت مولانا عبدالعلیم آسی غازی پوری علیہ الرحمہ
۳	حضرت شیخ بہاء الدین احمد نگری علیہ الرحمہ
۵	حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی علیہ الرحمہ
۵	حضرت شیخ مراد علی جعفرآبادی علیہ الرحمہ
۶	حضرت مولانا حبیب الرحمٰن شاہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ

اسمائے مبارکہ	ماہ و تاریخ
	جمادی الاول
حضرت خواجہ محمد حسین شاہ عنایتی علیہ الرحمہ	۶
حضرت شاہ عبد اللطیف علیہ الرحمہ ٹھٹھ شریف	۹
حضرت مولانا شاہ عبد الصمد علیہ الرحمہ پھپھوند شریف	۱۷
حضرت سید امیر کلاں بخاری علیہ الرحمہ	۱۸
حضرت نعمت اللہ صفوی علیہ الرحمہ	۲۱
حضرت ابراہیم ادھم علیہ الرحمہ	۲۶
حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمہ	۲۹
	جمادی الآخر
حضرت مولانا عبد العزیز شاہ حافظ ملت علیہ الرحمہ مبارکپور	یکم
حضرت صوفی یٰسین احمد شاہ قلندر بلگرامی علیہ الرحمہ	۲
حضرت مخدوم سید میر محمود شاہ علیہ الرحمہ پٹنہ	۵
حضرت مولانا نیاز احمد شاہ بریلوی علیہ الرحمہ	۶
حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی علیہ الرحمہ	۸
حضرت خواجہ مخدوم علی ماہمی علیہ الرحمہ بمبئی	۸
حضرت پیر امیر شاہ بھیروی علیہ الرحمہ	۹
حضرت حافظ علی گوہر ناگوری علیہ الرحمہ	۱۰
حضرت سید آلِ مصطفیٰ علیہ الرحمہ مارہرہ شریف	۱۱
حضرت مخدوم شیخ احمد عبد الحق ردولوی علیہ الرحمہ	۱۳
حضرت مخدومی حاجی علی شاہ علیہ الرحمہ بمبئی	۱۴
حضرت شاہ احمد بخاری علیہ الرحمہ	۱۴

ماہ و تاریخ	اسمائے مبارکہ
جمادی الآخر	
۲۰	حضرت شاہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ
۲۲	حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۲	حضرت شاہ حیات اللہ قلندر علیہ الرحمہ بنگلور
۲۵	حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ
۲۸	حضرت خواجہ الحاج محمد فصاحت حسن شاہ علیہ الرحمہ بھینسوڑی شریف
رجب المرجب	
یکم	حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمہ
۲	حضرت صوفی لیاقت حسین شاہ منے میاں حسنی عزیزی علیہ الرحمہ
۲	حضرت مولانا عین القضاۃ شاہ لکھنوی علیہ الرحمہ
۴	حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ
۶	حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ
۱۰	حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۱۱	حضرت خواجہ مخدوم منعم پاکباز بہاری علیہ الرحمہ
۱۴	حضرت سید سالا مسعود غازی علیہ الرحمہ
۱۵	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
۱۶	حضرت خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ
۱۸	حضرت مولانا محمد صدیق شاہ براؤں شریف
۱۸	حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
۲۱	حضرت خواجہ محمد سبحان شاہ علیہ الرحمہ
۲۶	حضرت محمد ابراہیم شاہ فیض آبادی علیہ الرحمہ

ماہ و تاریخ	اسمائے مبارکہ
شعبان المعظم	
۲	حضرت صوفی سعید احمد شاہ بنارسی علیہ الرحمہ
۴	حضرت قاری عبدالسمیع شاہ قاضی شہر کانپور
۷	حضرت خواجہ مخدوم فرحت اللہ شاہ بہاری علیہ الرحمہ
۱۶	حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ
۱۸	حضرت سید اکمل شاہ کچھوچھوی علیہ الرحمہ
۲۲	حضرت مولانا رضا علی شاہ بہاری علیہ الرحمہ
۲۵	حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل جونپوری علیہ الرحمہ
رمضان المبارک	
۳	حضرت شاہ سری سقطی علیہ الرحمہ
۵	حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ
۸	حضرت حاجی گوہر علی شاہ علیہ الرحمہ
۹	حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمہ
۱۱	حضرت سید اجمل شاہ شہید علیہ الرحمہ
۱۲	حضرت سید حسن علی شاہ گونڈوی علیہ الرحمہ
۱۴	حضرت مخدوم سید بایزید بسطامی علیہ الرحمہ
۱۴	حضرت مخدوم احسان الحق شاہ علیہ الرحمہ
۱۷	حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ
۱۷	حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۱۹	حضرت مخدوم شاہ صفی پوری علیہ الرحمہ

اسمائے مبارکہ	ماہ و تاریخ
	رمضان المبارک
حضرت مولا علی شیر خدا علیہ السلام نجف اشرف	۲۱
حضرت شیخ سلیم چشتی علیہ الرحمہ	۲۷
حضرت مفتی الشاہ عبدالغنی بدایونی علیہ الرحمہ	۲۸
	شوال المکرم
حضرت شاہ عارف باللہ بنارسی علیہ الرحمہ	۲
حضرت شیخ شرف الدین سعدیؔ شیرازی علیہ الرحمہ	۳
حضرت سید سکندر شاہ ابوالعلائی کانپوری علیہ الرحمہ	۳
حضرت خواجہ مخدوم عنایت حسن شاہ علیہ الرحمہ بھینسوڑی شریف	۴
حضرت مخدوم یحیٰ منیری بہاری علیہ الرحمہ	۵
حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ	۶
حضرت شاہ مخدوم بہاری علیہ الرحمہ	۶
حضرت شاہ طیب بنارسی علیہ الرحمہ	۷
حضرت عزیز میاں حسنی عنایتی علیہ الرحمہ بھینسوڑی شریف	۹
حضرت مولانا مخدوم سید اجمل شاہ الٰہ آبادی علیہ الرحمہ	۱۰
حضرت سید احمد شاہ چشتی علیہ الرحمہ	۱۱
حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہادت)	۱۴
حضرت مخدوم شیخ سارنگ علیہ الرحمہ	۱۶
حضرت مخدوم ہرے بھرے شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۸
حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی علیہ الرحمہ	۱۸
حضرت سید عبدالرزاق شاہ بانسوی علیہ الرحمہ	۲۰

اسمائے مبارکہ	ماہ و تاریخ
	شوّال المکرم
حضرت بابا تاج الدین ناگپوری علیہ الرحمہ	۲۱
حضرت بسم اللہ شاہ علیہ الرحمہ بمبئی	۲۴
حضرت بابا نورالدین علیہ الرحمہ کینٹ بنارس	۲۶
حضرت نورالدین شاہ بنارسی علیہ الرحمہ	۲۷
حضرت خواجہ سعدالدین حذیفہ مرعشی علیہ الرحمہ	۲۹
	ذی القعدہ
حضرت مولانا محمد امجد علی شاہ (صدرالشریعہ) علیہ الرحمہ	۲
حضرت سید ظفرالدین اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ	۳
حضرت صوفی واعظ الحق اورنگ آبادی علیہ الرحمہ	۴
حضرت خواجہ مخدوم محمد راحت حسن شاہ علیہ الرحمہ بھینسوڑی شریف	۴
حضرت صوفی مسیت اللہ عنایتی "راحتی" ہلدوانی	۵
حضرت مخدوم امداد علی بھاگلپوری علیہ الرحمہ	۶
حضرت مولانا عبدالرحمٰن شاہ لکھنوی علیہ الرحمہ	۶
حضرت قطب الدین شاہ دیوریا علیہ الرحمہ	۷
حضرت صوفی مولانا غلام آسی عنایتی، حسنی علیہ الرحمہ	۸
حضرت سیدنا امام ابوالحسن شاذلی علیہ الرحمہ	۸
حضرت عبدالرزاق شاہ نوارالعین کچھوچھوی علیہ الرحمہ	۹
حضرت صوفی مخدوم وجہ اللہ بنارسی علیہ الرحمہ	۱۰
حضرت صوفی محمد بشیر شاہ الہ آبادی علیہ الرحمہ	۱۱
حضرت صوفی محمد بندہ نواز گیسودراز علیہ الرحمہ گلبرگہ شریف	۱۲

اسمائے مبارکہ	ماہ و تاریخ
	ذی القعدہ
حضرت مولانا مخدوم مخلص الرحمٰن شاہ علیہ الرحمہ	۱۲
حضرت صوفی منصور الحسن شاہ عنایتی، حسنی علیہ الرحمہ	۱۳
حضرت صوفی الحاج بشیر اللہ شاہ رضائی، عنایتی علیہ الرحمہ	۱۷
حضرت سید علاء الدین چشتی علیہ الرحمہ	۱۸
حضرت سید میر محمد مہدی جونپوری	۱۹
حضرت سید کرم شاہ صفی پوری علیہ الرحمہ	۲۰
حضرت مولانا رستم علی شاہ رامپوری علیہ الرحمہ	۲۱
حضرت پیر عبد القادر شاہ ابو العلائی علیہ الرحمہ	۲۴
حضرت شاہ کمال الدین علامہ علیہ الرحمہ	۲۷
	ذی الحجہ
حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ	یکم
حضرت محمد بشیر شاہ پیلی بھیتی علیہ الرحمہ	۲
حضرت مولانا قطب العالم ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ	۳
حضرت میاں رحمت اللہ شاہ گنج مراد آبادی	۶
حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	۷
حضرت شاہ اصغر حسین سکندر پوری علیہ الرحمہ	۱۲
حضرت پیر گلزار شاہ علیہ الرحمہ ہردوئی	۱۳
حضرت مخدوم شاہ داناپوری علیہ الرحمہ	۱۵
حضرت بابا کمال شاہ بستوی علیہ الرحمہ	۱۷
حضرت مولانا عبدالحی فخر العارفین علیہ الرحمہ چاٹگام بنگال	۱۷

اسمائے مبارکہ	ماہ و تاریخ
	ذی الحجہ
حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (شہادت)	۱۸
حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ (صدرالافاضل)	۱۸
حضرت شاہ نجم الدین قلندر علیہ الرحمہ	۲۰
حضرت مولانا عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ	۲۳
حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمہ	۲۷

خاتمة الکتاب

الیس اللہ بکافِ عبدہٗ

کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کو،

یقیناً اللہ تعالیٰ حافظ وناصر وکیل وکفیل ہے، جس کام میں مالکِ حقیقی کی مدد ونصرت شامل حال ہو بلاشبہ اس میں یقینی کامیابی ہے کیونکہ ہر نیکی اور بھلائی کی کنجی اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔ وہ جس پر رحمت فرمانا چاہتا ہے۔ فہم وادراک علم وفضل کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے بندے کو ہمیشہ شکر کرنا چاہئے اور دعا سے کبھی غافل نہ رہنا چاہئے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم

اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو۔

رب کریم اپنے بندوں کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول ہوئے ہے کہ ہر حاجت وضرورت کے لئے مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا اور تمہاری تمام حاجتیں وضرورتیں پوری کروں گا۔ بندے کے لئے بھلائی دعا کرنے میں ہے۔

دعا کے لفظی معنی پکارنے کے ہیں کبھی مطلق ذکر اللہ کو بھی دعا کہا گیا ہے اور یہ آیتِ مقدسہ امت محمدی ﷺ کا خاص اعزاز ہے، کہ ان کو دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔ اور اس کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جو دعا نہ مانگے اس کے لئے عذاب کی وعید آئی ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (فرمایا نبی کریم ﷺ نے) کہ پہلے زمانے میں یہ خصوصیت انبیاء علیہم السلام کی تھی کہ ان کو رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا تھا کہ آپ دعا کریں میں قبول کروں گا۔ امتِ محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ حکم تمام امت کے لئے کر دیا گیا۔

آقائے کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا "ان الدعاء ھو العبادہ" یعنی دعا عبادت ہی ہے۔ دعا عبادت ہی کا نام ہے۔ ہر دعا عبادت ہی ہے اور ہر عبادت ہی دعا ہے۔

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص میری حمد وثناء میں اتنا مشغول ہو کہ اپنی حاجت مانگنے کی

بھی اسے فرصت نہ ملے۔ میں اس کو دعا مانگنے والوں سے زیادہ عطا کروں گا۔

دعا کی بہت بڑی فضیلتیں ہیں جو احادیثِ صحیحہ میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الدعاء مخ العبادۃ" یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی حاجت کا سوال اللہ تعالیٰ سے نہیں کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔

(۴) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان و زمین کا نور ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے لئے دعا کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے واسطے رحمت کے دروازے کھل گئے۔

"دعا"

اے خدا صدقہ کبریائی کا — صدقہ اس نورِ مصفائی کا

سیدھا راستہ چلائیو سب کو — پیچ و خم سے بچائیو سب کو

بے وطن کو وطن میں پہنچا دے — قید سے قیدیوں کو چھڑوا دے

دین و دنیا میں آبرو دینا — اپنے بندوں کے عیب ڈھک لینا

مرتے دم غیب سے مدد کیجو — ساتھ ایمان کے اٹھا لیجو

جب دمِ واپسیں ہو یا اللہ — لب پہ ہو لا الٰہ اللہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم ربنا آتنا فی الدنیاحسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار

اللھم انی اسئلک العافیة فی الدنیا والآخرہ

اللھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا محمدو الہٖ واصحابہٖ اجمعین

یاالٰہی بندہ حقیر راقم الحروف کی یہ دعا ہے کہ اسے اور اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کو نیک کاموں کی ہدایت نصیب فرما اور برے کاموں سے محفوظ فرما۔ مولیٰ اس دنیا میں عزت رکھ لے اور عقبیٰ میں خیر کثیر عطا فرما۔

اسی لالچ سے کیا ہے یہ کام
ہوگا اس کا ضرور نیک انجام
مخزن تصوف ہے کتاب کا نام
خدا سب کے بنائے بگڑے کام